ذخیرۃ الجنان

فی

فہم القرآن

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

میر محمد لقمان برادران

سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روزانہ درس قرآن پاک

تفسیر

سورۃ المجادلۃ
تا
سورۃ المرسلات
(مکمل)

جلد ۲۰

افادات

شیخ الحدیث والتفسیر

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس اللہ سرہ

خطیب مرکزی جامع مسجد المعروف بوہڑوالی گکھڑ گوجرانوالہ، پاکستان

نام کتاب ---- ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن (سورۃ المجادلہ تا سورۃ المرسلات، مکمل)

افادات ---- شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

مرتب ---- مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ، گوجرانوالا

سرورق ---- محمد خاور بٹ، گوجرانوالا

کمپوزنگ ---- محمد صفدر حمید

تعداد ---- گیارہ سو [۱۱۰۰]

تاریخ طباعت ----

قیمت ----

طابع و ناشر ---- لقمان اللہ میر اینڈ برادرز، سیٹلائٹ ٹاؤن گوجرانوالا

Cell: 03008741292 - 03218741292

ملنے کے پتے

۱) والی کتاب گھر، اُردو بازار گوجرانوالا

۲) اسلامی کتاب گھر، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالا

۳) مکتبہ سید احمد شہیدؒ، اُردو بازار، لاہور

اہلِ علم سے گزارش

بندۂ ناچیز امام المحدثین مجدد وقت شیخ الاسلام حضرت العلام مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد بھی ہے اور مرید بھی۔

اور محترم لقمان اللہ میر صاحب حضرت اقدس کے مخلص مرید اور خاص خدام میں سے ہیں۔

ہم وقتاً فوقتاً حضرت اقدس کی ملاقات کے لیے جایا کرتے۔ خصوصاً جب حضرت شیخ اقدس کو زیادہ تکلیف ہوتی تو علاج معالجہ کے سلسلے کے لیے اکثر جانا ہوتا۔ جانے سے پہلے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے اکٹھے ہو جاتے۔ ایک دفعہ جاتے ہوئے میر صاحب نے کہا کہ حضرت نے ویسے تو کافی کتابیں لکھیں ہیں اور ہر باطل کا رد کیا ہے مگر قرآن پاک کی تفسیر نہیں لکھی تو کیا حضرت اقدس جو صبح بعد نمازِ فجر درس قرآن ارشاد فرماتے ہیں وہ کسی نے محفوظ نہیں کیا کہ اسے کیسٹ سے کتابی شکل سے منظر عام پر لایا جائے تا کہ عوام الناس اس سے مستفید ہوں۔ اور اس سلسلے میں جتنے بھی اخراجات ہونگے وہ میں برداشت کرونگا اور میرا مقصد صرف رضائے الٰہی ہے، شاید یہ میرے اور میرے خاندان کی نجات کا سبب بن جائے۔ یہ فضیلت اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے مقدر فرمائی تھی۔

اس سے تقریباً ایک سال قبل میر صاحب کی اہلیہ کو خواب آیا تھا کہ ہم حضرت شیخ اقدس کے گھر گئے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ حضرت کیلوں کے چھلکے لیکر باہر آ رہے ہیں۔ میں

نے عرض کیا حضرت مجھے دیدیں میں باہر پھینک دیتی ہوں۔حضرت نے وہ مجھے دیدیئے اور وہ میں نے باہر پھینک دیئے۔(چونکہ حضرت خواب کی تعبیر کے بھی امام ہیں۔)

میں نے مذکورہ بالا خواب حضرت سے بیان کیا اور تعبیر پوچھنے پر حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ جو علمی فیض ہے اس سے تم بھی فائدہ حاصل کروں گے، چنانچہ وہ خواب کی تعبیر تفسیر قرآن ''ذخیرۃ الجنان'' کی شکل میں سامنے آئی۔

میر صاحب کے سوال کے جواب میں مَیں نے کہا اس سلسلے میں مجھے کچھ معلوم نہیں حضرت اقدس سے پوچھ لیتے ہیں۔چنانچہ جب گکھڑ حضرت کے پاس پہنچ کر بات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ درس دو تین مرتبہ ریکارڈ ہو چکا ہے اور محمد سرور منہاس کے پاس موجود ہے ان سے رابطہ کرلیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ گکھڑ والوں کے اصرار پر میں یہ درسِ قرآن پنجابی زبان میں دیتا رہا ہوں اس کو اُردو زبان میں منتقل کرنا انتہائی مشکل اور اہم مسئلہ ہے۔

اس سے دو دن پہلے میرے پاس میرا ایک شاگرد آیا تھا اس نے مجھے کہا کہ میں ملازمت کرتا ہوں تنخواہ سے اخراجات پورے نہیں ہو پاتے، دورانِ گفتگو اس نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایم۔اے پنجابی بھی کیا ہے۔اس کی یہ بات مجھے اس وقت یاد آگئی۔میں نے حضرت سے عرض کی کہ میرا ایک شاگرد ہے اس نے پنجابی میں ایم۔اے کیا ہے اور کام کی تلاش میں ہے، میں اس سے بات کرتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا اگر ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔ہم حضرت کے پاس سے اٹھ کر محمد سرور منہاس صاحب کے پاس گئے اور ان کے سامنے اپنی خواہش رکھی انھوں نے کیسٹیں دینے پر آمادگی ظاہر کر دی۔کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرانے کے بعد اپنے شاگرد

ایم۔اے پنجابی کو بلایا اور اس کے سامنے یہ کام رکھا اُس نے کہا کہ میں یہ کام کردونگا، میں نے اسے تجرباتی طور پر ایک عدد کیسٹ دی کہ یہ لکھ کر لاؤ پھر بات کریں گے۔ دینی علوم سے ناواقفی اس کیلئے سدّ راہ بن گئی۔ قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور عربی عبارت سمجھنے سے قاصر تھا۔ تو میں نے فیصلہ کیا کہ یہ کام خود ہی کرنے کا ہے میں نے خود ایک کیسٹ سنی اور اُردو میں منتقل کر کے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کی۔ حضرت نے اس میں مختلف مقامات میں سے پڑھ کر اظہارِ اطمینان فرمایا۔ اس اجازت پہ پوری تن دہی سے متوکل علی اللہ ہو کر کام شروع کر دیا۔

میں بنیادی طور پر دنیاوی تعلیم کے لحاظ سے صرف پرائمری پاس ہوں، باقی سارا فیض علمائے ربانیین سے دورانِ تعلیم حاصل ہوا۔ اور میں اصل رہائشی بھی جھنگ کا ہوں وہاں کی پنجابی اور لاہور، گوجرانوالہ کی پنجابی میں زمین آسمان کا فرق ہے لہٰذا جہاں دشواری ہوتی وہاں حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہیدؒ سے رجوع کرتا یا زیادہ ہی الجھن پیدا ہو جاتی تو براہِ راست حضرت شیخؒ سے رابطہ کر کے تشفی کر لیتا لیکن حضرت کی وفات اور مولانا جلالپوریؒ کی شہادت کے بعد اب کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آتا جسکی طرف رجوع کروں۔ اب اگر کہیں محاورہ یا مشکل الفاظ پیش آئیں تو پروفیسر ڈاکٹر اعجاز سندھو صاحب سے رابطہ کر کے تسلی کر لیتا ہوں۔

اہل علم حضرات سے التماس ہے کہ اس بات کو بھی مدنظر رکھیں کہ یہ چونکہ عمومی درس ہوتا تھا اور یادداشت کی بنیاد پر مختلف روایات کا ذکر کیا جاتا تھا اس لئے ضروری نہیں ہے کہ جو روایت جس کتاب کے حوالہ سے بیان کی گئی ہے وہ پوری روایت اسی کتاب میں موجود ہو۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ روایت کا ایک حصہ ایک کتاب میں ہوتا ہے جس کا

حوالہ دیا گیا ہے مگر باقی تفصیلات دوسری کتاب کی روایت بلکہ مختلف روایات میں ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث نبویؐ کے اساتذہ اور طلبہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے ان دروس میں بیان کی جانے والی روایات کا حوالہ تلاش کرتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھا جائے۔

علاوہ ازیں کیسٹ سے تحریر کرنے سے لے کر مسودہ کے زیورِ طباعت سے آراستہ ہونے تک کے تمام مراحل میں اس مسودہ کو انتہائی ذمہ داری کیساتھ میں بذاتِ خود اور دیگر تعاون کرنے والے احباب مطالعہ اور پروف ریڈنگ کے دوران غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور حتی المقدور اغلاط کو دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ کمپوزنگ اور اغلاط کی نشاندہی کے بعد میں ایک مرتبہ دوبارہ مسودہ کو چیک کرتا ہوں تب جا کر انتہائی عرق ریزی کے بعد مسودہ اشاعت کیلئے بھیجا جاتا ہے۔ لیکن بایں ہمہ ہم سارے انسان ہیں اور انسان نسیان اور خطا سے مرکب ہے غلطیاں ممکن ہیں۔ لہٰذا اہل علم سے گذارش ہے کہ تمام خامیوں اور کمزوریوں کی نسبت صرف میری طرف ہی کی جائے اور ان غلطیوں سے مطلع اور آگاہ کیا جائے تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔

العارض

محمد نواز بلوچ

فارغ التحصیل مدرسہ نصرۃ العلوم وفاضل وفاق المدارس العربیہ، ملتان

نوٹ: اغلاط کی نشاندہی کے لیے درج ذیل نمبر پر رابطہ کریں۔

0300-6450340

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃُ المُجَادِلَۃ

(مکمل)

جلد ۲۰

اٰیاتها ٢٢ ﴿٥٨ سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٥﴾ رکوعاتها ٣

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ
اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۚ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝١
اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۖ
اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔىْ وَلَدْنَهُمْ ۚ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا
مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝٢ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ
مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ
قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِيْرٌ ۝٣ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ
قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ
ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَ
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٤

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ بے شک سن لی اللہ تعالیٰ نے قَوْلَ الَّتِیْ بات اس
عورت کی تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا جو جھگڑا کر رہی تھی آپ سے اپنے خاوند کے
بارے میں وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اور شکوہ کر رہی تھی اللہ تعالیٰ کی طرف وَاللّٰهُ

یَسۡمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اور اللہ تعالیٰ سن رہا تھا تم دونوں کی گفتگو کو اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌۢ

بَصِیۡرٌ بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے اَلَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡكُمۡ

مِّنۡ نِّسَآئِهِمۡ وہ لوگ جو ظہار کرتے ہیں تم میں سے اپنی عورتوں سے مَّا

هُنَّ اُمَّهٰتِهِمۡ نہیں ہیں وہ عورتیں ان کی مائیں اِنۡ اُمَّهٰتُهُمۡ اِلَّا الّٰٓـىِٔۡ

وَلَدۡنَهُمۡ نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ عورتیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے

وَاِنَّهُمۡ لَیَقُوۡلُوۡنَ مُنۡكَرًا مِّنَ الۡقَوۡلِ وَزُوۡرًا اور بے شک وہ البتہ کہتے ہیں

بری بات اور جھوٹ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ اور بے شک اللہ تعالیٰ البتہ

معاف کرنے والا بخشنے والا ہے وَالَّذِیۡنَ یُظٰهِرُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ اور وہ

لوگ جو ظہار کرتے ہیں اپنی عورتوں سے ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا قَالُوۡا پھر وہ

پہلی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں اس بات کو توڑ کر جو انھوں نے کہی

فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَةٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّتَمَآسَّا تو غلام کو آزاد کرنا ہے اس سے پہلے کہ وہ

ایک دوسرے کو چھوئیں ذٰلِكُمۡ تُوۡعَظُوۡنَ بِهٖ یہی بات ہے کہ تم اس کی

نصیحت کیے جاتے ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی

جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا ہے فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ پس جو شخص نہ پائے

فَصِیَامُ شَهۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ تو روزے رکھنا ہے دو مہینے لگاتار مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ

یَّتَمَآسَّا اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کو چھوئیں فَمَنۡ لَّمۡ یَسۡتَطِعۡ

پس جو شخص طاقت نہ رکھے فَاِطۡعَامُ سِتِّیۡنَ مِسۡكِیۡنًا تو کھانا کھلانا ہے

ساٹھ مسکینوں کو ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یہ حکم اس لیے ہے تاکہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

تعارف سورت :

اس سورۃ کا نام سورۃ المجادلہ ہے۔ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو چار سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو پانچواں نمبر ہے اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے اس کا نمبر اٹھاون ہے۔ اس کے تین رکوع اور بائیس آیات ہیں۔

وجہ تسمیہ :

اس سورۃ کا نام المجادلہ اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کی پہلی آیت میں ہی تُجَادِلُ کا لفظ موجود ہے۔ اور تُجَادِلُ کا صیغہ مجادلہ سے ہے اس لیے اس سورۃ کا نام المجادلہ رکھا گیا ہے۔ مجادلہ کہتے ہیں اپنی بات منوانے پر اصرار کرنا، آپس میں جھگڑا کرنا۔

شانِ نزول :

زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں دستور تھا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے ظہار کرتا تو وہ بیوی اس کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دی جاتی تھی اور دوبارہ ان کے آپس میں میل ملاپ کی کوئی صورت نہیں ہوتی تھی۔ اسی دور میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے

کسی بات پر ناراض ہوئے اور اس کو کہہ دیا اَنْتِ عَلَیَّ کَظَهْرِ اُمِّیْ ''تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔'' اس دور کے طور طریقہ کے لحاظ سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا ہمیشہ کے لیے حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے لیے حرام قرار پائی۔ وہ پریشانی کی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آکر کہنے لگی کہ اوس سے میرے بچے بھی ہیں۔ اگر بچے اس کو دے دوں تو بچے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اگر اپنے پاس رکھوں تو گزراوقات کے مناسب اسباب نہ ہونے کی وجہ سے بچے بھوکے رہا کریں گے۔ چونکہ ابھی تک اس بارے میں کوئی نیا اسلامی حکم نازل نہیں ہوا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دور (اس زمانے کے دستور) کے مطابق ہی اس کا فیصلہ فرمایا۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا بار بار اپنی تنگ دستی اور بچوں کے ضائع ہو جانے کا ذکر کر کے اصرار کرتی رہی کہ حضرت اوس رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوبارہ اس کے ملاپ کی صورت پیدا ہو جائے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جانب سے کوئی اور حکم نہ ملا تو کہنے لگی کہ میں اپنا شکوہ یعنی اپنی مصیبت کا اظہار اللہ تعالیٰ کے سامنے کرتی ہوں اور اس سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اس مصیبت کو دور کرنے کے اسباب مہیا فرما دے۔ وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کا یہی مطلب ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس میں ظہار کے متعلق اسلامی حکم بیان کیا گیا۔

ظہار کس کو کہتے ہیں؟

ظہار کا معنیٰ ہے تشبیہ دینا۔ اور اصطلاح میں ظہار کہتے ہیں اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی کے ساتھ تشبیہ دینا۔ محرمات وہ عورتیں ہوتی ہیں جن کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام قرار دیا گیا ہے۔ جیسے ماں، بہن، بیٹی، پوتی، خالہ، پھوپھی، بھانجی اور بھتیجی وغیرہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی طرح ہے یا بہن

کی طرح ہے یا بیٹی کی طرح ہے وغیرہ۔ یا ان محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے بیوی کو تشبیہ دے جس عضو کا دیکھنا اس کے لیے حرام ہے۔ مثلاً: پشت اور شرم گاہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی پشت کی طرح ہے۔ یا کہے کہ تو میرے لیے میری ماں کی شرم گاہ کی طرح ہے۔ یا ان محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے بیوی کو تشبیہ دے جس کو بول کر پوری ذات مراد لی جاتی ہے جیسے روح اور آدھا حصہ وغیرہ۔ مثلاً: کہے کہ تو میری ماں کی روح کی طرح ہے یا کہے کہ تو میری ماں کے آدھے حصے کی طرح ہے۔ تو ان الفاظ کے استعمال کرنے کی وجہ سے ظہار واقع ہو جاتا ہے بشرطیکہ ان الفاظ کا استعمال بیوی کو اپنے آپ پر حرام کرنے کی نیت سے ہو۔ اگر حرام کرنے کی نیت سے نہ ہو بلکہ شکل و شباہت یا مزاج یا قد کاٹھ یا سلیقہ و شعار کی وجہ سے تشبیہ دی ہو تو ظہار نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے اور اس سے مراد شکل ہو یا اس کا مزاج ہو تو اس سے ظہار نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنی محرمات میں سے کسی کے ایسے عضو سے تشبیہ دی ہو جس کا دیکھنا اس کے لیے جائز ہو تب بھی ظہار نہیں ہوگا۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تو میری ماں کے سر کی طرح ہے۔ یا اس کے ہاتھ پاؤں کی طرح ہے تو اس سے ظہار نہیں ہوگا۔

احناف اور شوافع میں اختلاف :

احناف کے نزدیک ظہار میں ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو لفظ تشبیہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً: کاف مثلیہ ہو۔ جیسے اَنْتِ عَلَیَّ کَاُمِّیْ یا اَنْتِ عَلَیَّ کظھر اُمِّیْ۔ یا مِثْل کا لفظ ہو جیسے اَنْتِ عَلَیَّ مِثْلُ اُمِّیْ ، اَنْتِ عَلَیَّ مِثْلُ ظَھْرِ اُمِّیْ۔ یا نَحْوُ کا لفظ ہو جیسے اَنْتِ عَلَیَّ نَحْوُ اُمِّیْ ، اَنْتِ عَلَیَّ نَحْوُ ظَھْرِ اُمِّیْ۔

عربی زبان کے علاوہ دیگر زبانوں میں ان الفاظ کے ہم معنیٰ کلمہ کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ اُردو میں مانند، طرح اور جیسی وغیرہ۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے تو میری ماں کے مانند ہے۔ تو میری ماں کی طرح ہے۔ تو میری ماں جیسے ہے۔ اور پنجابی میں کہے کہ تو میری ماں ورگی ایں۔ اگر تشبیہ کا لفظ نہ پایا جائے تو احناف کے نزدیک ظہار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ظہار کے اصل مادہ میں تشبیہ کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ جیسے ہم نے اس مادہ سے نیت کا معنی پایا جاتا ہے۔

شوافع حضرات کے نزدیک خواہ تشبیہ کا لفظ پایا جائے یا نہ پایا جائے ہر صورت میں ظہار واقع ہو جاتا ہے۔ جیسے کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو میری ماں کی طرح ہے یا کہے تو میری ماں ہے۔ شوافع حضرات کے نزدیک دونوں صورتوں میں ظہار ہوگا جب کہ احناف کے نزدیک اگر لفظ تشبیہ نہ پایا جائے تو ظہار نہیں ہوگا۔ پھر اگر کسی نے اپنی بیوی کو اپنے اُوپر حرام کرنے کی نیت سے کہا کہ تو میری ماں ہے تو اکثر احناف اس کلام کو لغو اور بے ہودہ قرار دیتے ہیں جب کہ بعض مفتیانِ کرام فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ استعمال کرنے کی وجہ سے طلاق بائنہ واقع ہو جاتی ہے۔

ظہار کا حکم :

زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ابتدائی دور میں ظہار کا حکم یہ تھا کہ وہ عورت خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دی جاتی تھی۔ مگر اسلام نے ظہار کرنے والوں کو کفارہ ادا کرنے تک بیوی کے پاس جانے سے تو روک دیا مگر ہمیشہ کے لیے حرام قرار نہیں دیا۔ اور فرمایا اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں تو وہ عورتیں ان کی مائیں نہیں بن جاتیں اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِيْ وَلَدْنَهُمْ

ان کی مائیں صرف وہ عورتیں ہیں جنھوں نے ان کو جنم دیا ہے۔ جاہلیت کے دور میں ایسی ؟ دماں کی طرح ہی ہمیشہ کے لیے سمجھ لیا جاتا تھا۔

وَ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۔ اسلام نے اگرچہ ظہار کرنے ۔ں کے لیے ان کی عورتوں کو ہمیشہ کے لیے حرام قرار تو نہیں دیا مگر ایسے الفاظ کو پسند بھی نہیں کیا بلکہ ایسے الفاظ کو بری بات اور جھوٹ سے تعبیر کیا ہے۔ اس لیے ایسے الفاظ استعمال کرنے سے بچتے ہی رہنا چاہیے۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ میں مفسرین کرام نے فرمایا کہ اس میں دو چیزیں نمایاں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ظہار صرف مرد ہی کر سکتے ہیں عورتوں کی جانب سے ظہار معتبر نہیں ہے۔ یعنی اگر عورت اپنے خاوند کو اپنے محارم میں سے کسی سے تشبیہ دیتی ہے مثلاً: اپنے باپ کی طرح کہتی ہے تو یہ ظہار نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ ظہار صرف مردوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ دوسری چیز یہ نمایاں ہوتی ہے کہ مِنْكُمْ سے مراد صرف مسلمان ہیں۔ تو ظہار صرف مسلمان کا معتبر ہوگا کافر کا ظہار معتبر نہ ہوگا۔ یہ نظریہ احناف کا ہے۔ اور اگر مِنْكُمْ سے مراد اسلامی سلطنت میں رہنے والے مسلمان اور ذمی سب ہیں تو ذمّی کا ظہار بھی معتبر ہوگا اور یہ شوافع حضرات کا نظریہ ہے۔

کفارۂ ظہار :

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا اور وہ لوگ جو اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی پہلی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں اس بات کو توڑ کر جو انھوں نے کہی۔ عَوْد کہتے ہیں پہلی حالت کی طرف لوٹنا۔ ظہار کرنے والوں کی پہلی حالت بیوی سے میل ملاپ کی تھی۔ لِمَا قَالُوْا بخاری شریف

کتاب التفسیر میں ہے لِمَاقَالُوْا لِنَقْضِ مَاقَالُوْا اپنی کہی ہوئی بات کوتوڑ کر، اس پر نادم ہوکر بیوی کے ساتھ میل ملاپ والی حالت کی جانب لوٹنا چاہتے ہیں تو پہلے کفارہ ادا کریں۔ قرآن کریم نے ظہار کے یکے بعد دیگرے تین کفارے بیان فرمائے ہیں۔

غلام کا آزاد کرنا :

ظہار کے کفارہ میں پہلے نمبر پر حکم دیا ہے فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کہ غلام آزاد کرے۔ خواہ غلام ہو یا باندی، ظہار کے کفارہ میں یہ آزاد کیے جاسکتے ہیں۔ یہاں رقبہ کے ساتھ مومنہ کی قید نہیں اس لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ظہار کے کفارہ میں کافر غلام یا باندھی بھی آزاد کیے جاسکتے ہیں۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس طرح قتل خطاء کے کفارہ میں مومن غلام آزاد کیا جاتا ہے اسی طرح ظہار کے کفارہ میں بھی مومن غلام ہی آزاد کیا جاسکتا ہے کافر کو آزاد کرنا درست نہیں ہے۔ اس کفارہ کے ساتھ قید لگائی مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا کہ یہ کفارہ آپس میں ایک دوسرے کو چھونے سے پہلے ادا کرنا چاہیے۔ ایک دوسرے کو چھونا، ہاتھ لگانا۔ اس سے مراد ہم بستری کرنا اور ہم بستری کے دواعی بوس و کنار وغیرہ ہیں۔ یعنی غلام آزاد کرنے سے پہلے ظہار کرنے والے کا اپنی بیوی سے ہم بستری اور بوس و کنار ممنوع ہے۔ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ یہی بات ہے کہ تم اس کی نصیحت کیے جاتے ہو وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی جو تم کرتے ہو خبر رکھنے والا ہے۔ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ۔ یہاں سے دوسرے نمبر کا کفارہ بیان کیا جارہا ہے کہ جو شخص غلام نہ پائے فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تو لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ غلام نہ پانے کا مطلب یہ ہے کہ غلام ملتا ہی نہیں جیسا کہ موجودہ دور میں

غلام نہیں ملتے یا غلام خریدنے کی ہمت نہیں۔ اس سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ جب آدمی غلام کو آزاد کرسکتا ہے تو اس کے لیے ظہار کا کفارہ صرف یہی ہوگا، وہ روزے رکھ کر یا مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا نہیں کرسکتا۔ اس کفارہ کے ساتھ بھی مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا کی قید ہے کہ میاں بیوی آپس میں ایک دوسرے کو اس وقت تک نہ چھوئیں جب تک کفارہ ادا نہیں کردیا جاتا۔ مُتَتَابِعَیْنِ کا مطلب ہے لگاتار دو مہینے روزے رکھنا۔ اگر ایک بھی ناغہ درمیان میں کردیا تو روزے نئے سرے سے رکھنے ہوں گے خواہ بیماری وغیرہ کے عذر کی وجہ سے ناغہ کیا ہو۔

فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ یہاں سے تیسرے نمبر کے کفارہ کا ذکر ہے کہ جو شخص غلام کو آزاد کرنے یا دو مہینے لگاتار روزے رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْکِیْنًا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت درمیانے درجہ کا کھانا کھلانے سے کفارہ ادا ہوجاتا ہے۔ اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ دن کھانا کھلایا تو اس سے بھی کفارہ ادا ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی خشک اناج دینا چاہے تو نصف صاع گندم یعنی پونے دو کلو گندم ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو دے۔ اگر گندم کے علاوہ مکئی، باجرہ اور چاول وغیرہ دینا چاہتا ہے تو ایک صاع یعنی ساڑھے تین کلو فی کس ادا کرے یا اس کی قیمت ادا کرے۔

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ ظہار کی وجہ سے عورت خاوند پر ہمیشہ کے لیے حرام نہیں ہوجاتی اور نہ ہی اس وجہ سے طلاق واقع ہوتی ہے بلکہ وہ عورت بدستور خاوند کے نکاح ہی میں رہتی ہے۔ البتہ کفارہ ادا کرنے تک مرد اپنی اس بیوی سے ہم بستری اور ہم بستری کے دواعی بوس وکنار وغیرہ نہیں کرسکتا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تیسرے

نمبر کے کفارہ میں مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا کی قید نہیں ہے اس لیے اگر ظہار کرنے والا مسکینوں کو کھانا کھلانے کے دوران بیوی سے ہم بستری یا بوس و کنار کر لیتا ہے تو اس کو دوبارہ کفارہ نہیں دینا ہوگا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں اس کو دوبارہ کفارہ دینا ہوگا۔

اسلامی احکام کی حکمت :

ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ سے اللہ تعالیٰ نے ظہار کے حکم اور اس کے کفارہ کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ یہ حکم اس لیے ہے تاکہ تم جاہلیت کے دستور کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کرو اور یہی مومن آدمی کی کوشش ہونی چاہیے۔ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ احکام اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ جس طرح ملکی حدود ہوتی ہیں یا اپنی ملکیتی زمین کی حدود ہوتی ہیں ان سے تجاوز کرنا ظلم اور زیادتی ہوتی ہے اسی طرح احکام شرعی اللہ تعالیٰ کی حدود ہیں بندوں کو ان ہی کے دائرے میں رہنا چاہیے۔ ان سے تجاوز کرنا جرم ہوگا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔ جو لوگ اسلامی احکام کا انکار کرنے والے ہیں ان کا انجام یہ ہوگا کہ وہ دردناک قسم کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۟ۚ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۟۠ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَاۤ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۟ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ؗ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۟

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ — بے شک وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی

كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ — وہ ذلیل کیے جائیں گے جیسا کہ ذلیل کیے گئے وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے

وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ — اور بے شک ہم نے اتاری ہیں واضح آیات

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا جس دن اُٹھائے گا ان سب کو اللہ تعالیٰ فَيُنَبِّئُهُمْ

بِمَا عَمِلُوْا پھر خبر دے گا اللہ تعالیٰ ان کو ان کاموں کی جو اُنھوں نے کیے

اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ اللہ تعالیٰ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے اور وہ اس کو بھول

گئے ہیں وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے اَلَمْ تَرَ

کیا آپ جانتے نہیں اَنَّ اللّٰهَ کہ بے شک اللہ تعالیٰ يَعْلَمُ مَا فِي

السَّمٰوٰتِ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں وَمَا فِي الْاَرْضِ

اور جو زمین میں ہیں مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ نہیں ہوتا مشورہ تین

آدمیوں کا اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ مگر وہ ان میں چوتھا ہوتا ہے وَلَا خَمْسَةٍ

اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ اور نہ ہی پانچ آدمیوں کا مگر وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے وَلَآ

اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ اور نہ اس سے کم کا وَلَآ اَكْثَرَ اور نہ زیادہ کا اِلَّا هُوَ

مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوں

ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ پھر وہ قیامت کے دن ان کو خبر دے گا ان

کاموں کی جو انھوں نے کیے اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ

ہر چیز کو جاننے والا ہے اَلَمْ تَرَ کیا نہیں دیکھا آپ نے اِلَى الَّذِيْنَ

اُن لوگوں کی جانب نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى جو منع کیے گئے سرگوشی کرنے سے

ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ پھر وہ لوٹتے ہیں اُسی چیز کی طرف جس سے وہ منع

کیے گئے وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول کی نافرمانی کی وَاِذَا جَآءُوْكَ اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ سلام کہتے ہیں آپ کو ایسے الفاظ کے ساتھ کہ نہیں سلام کہا آپ کو اللہ نے ان کے ساتھ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ اور وہ کہتے ہیں اپنے دلوں میں لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ کیوں نہیں عذاب دیتا اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے جو ہم کہتے ہیں حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ کافی ہے ان کو جہنم يَصْلَوْنَهَا وہ اس میں داخل ہوں گے فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ پس بری ہے لوٹنے کی جگہ۔

اسلامی احکام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام :

اللہ تعالیٰ نے احکام کو حدود اللہ قرار دیا ہے اور اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سے ان کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وہ ذلیل کیے جائیں گے [illegible] سے پہلے [illegible] والے ذلیل کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ عزت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور [illegible] کی ہے۔ دنیاوی جاہ و جلال صرف دکھاوا ہے۔ اسی لیے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب نازل ہوا تو بڑے بڑے دنیاوی عزت دار ذلیل ہو کر رہ گئے۔ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ اور بے شک ہم نے واضح آیات اتاری ہیں۔ جن آیات میں واضح اور صریح عقائد و احکام کا ذکر ہے وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور کافروں کے لیے ذلیل و خوار کرنے والا عذاب ہے۔

قیامت کے دن رُسوائی :

اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی مخالفت کرنے والوں کا انجام بیان فرمایا ہے کہ وہ ذلیل وخوار ہوں گے۔ ان میں سے بہت سے ایسے ہیں جن پر دنیا میں بھی عذاب نازل کیا گیا اور وہ آخرت میں بھی عذاب میں ہوں گے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کو دنیا میں عذاب کا سامنا نہیں کرنا پڑا مگر آخرت کے عذاب سے وہ قطعاً نہیں بچ سکیں گے۔ فرمایا یَوۡمَ یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیۡعًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو جمع کرے گا۔ پہلے انسان سے لے کر آخری انسان تک سارے کے سارے دوبارہ اُٹھائے جائیں گے کوئی بھی چھپ نہیں سکے گا فَیُنَبِّئُهُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان اعمال کی خبر دے گا جو اُنھوں نے کیے۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور ہر شخص کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کے بارے میں بتلائے گا اَحۡصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوۡهُ اللہ تعالیٰ نے اس عمل کو محفوظ کر رکھا ہے حالانکہ خود عمل کرنے والے ان کو بھول چکے ہوں گے۔ قیامت کے دن جو اعمال نامہ دیا جائے گا اس میں ہر ایک نیک اور بُرے عمل کا شمار ہوگا حالانکہ عمل کرنے والے خود ان اعمال کو بھول چکے ہوں گے وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡدٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔ اس لیے کہ ہر چیز اس کے علم میں ہے اور وہی ہر چیز کا نگہبان بھی ہے۔ کوئی بھی چیز اس سے مخفی نہیں ہے۔

اس سے پہلے رکوع میں تھا اِنَّ اللّٰهَ سَمِیۡعٌۢ بَصِیۡرٌ "بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا دیکھنے والا ہے۔" پھر آخر میں بیان ہوا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے اعمال کی خبر دے گا اَحۡصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوۡهُ "اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو محفوظ کر رکھا ہے حالانکہ وہ خود ان کو بھول گئے ہیں۔" ان میں اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر اور وسعت علمی کا

ذکر ہے۔ آگے بھی ان صفات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جانتا ہے۔ ان کی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ وہ مکاری کرتے ہوئے جو آپ کو سلام کی بجائے بددعائیہ کلمات کہتے ہیں ان سب کو جانتا ہے۔ پھر پچھلے رکوع میں ذکر تھا کہ یہ احکام اس لیے اتارے گئے ہیں لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ کہ تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان رکھو۔ اور اس رکوع میں ذکر ہے وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ایمان والوں کو بھروسا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہر جگہ حاضر وناظر ہے :

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اے مخاطب! کیا آپ جانتے نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں۔ اَلَمْ تَرَ میں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے یعنی علم۔ اسی لیے مفسرین کرام رحمہم اللہ اَلَمْ تَرَ کا معنیٰ اَلَمْ تَعْلَمْ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اگر مخفی انداز میں مشورہ کیا جائے یا کانوں میں باتیں کی جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بھی جانتا ہے اس لیے کہ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ حاضر وناظر ہونے کی وجہ سے آسمانوں اور زمین کی باتوں کو اور مخفی سرگوشیوں کو جانتا ہے۔ اہل السنت والجماعت کا نظریہ ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پاؤں اور آسمانِ دنیا پر نزول فرمانے وغیرہ جیسی صفات کے ظاہر کو ماننا چاہیے اور کیفیت اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینی چاہیے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی معیت کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے ساتھ ہے اس کے ظاہر پر ایمان رکھنا چاہیے اور معیت کی کیفیت پر غور وغوض نہیں کرنا چاہیے اور نظریہ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے

ساتھ ہے کَمَا یَلِیْقُ بِشَانِہٖ جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے۔ فرمایا کہ مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ مشورہ کرنے والے تین ہوں تو چوتھا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے وَلَا خَمْسَۃٍ اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ اگر مشورہ کرنے والے پانچ ہوں تو چھٹا ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ اور نہ ہی ان تین سے کم وَلَآ اَکْثَرَ اور نہ ہی پانچ سے زیادہ مشورہ کرنے والے ہوں اِلَّا ھُوَ مَعَھُمْ مگر اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی مشورہ کرنے والوں کی تعداد جتنی بھی ہو اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ اَیْنَ مَا کَانُوْا وہ جہاں کہیں بھی ہوں۔ آسمان و زمین کے جس خطے میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے کہ کائنات کی کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اللہ تعالیٰ نہ ہو اور اس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کو علم نہ ہو۔

ثُمَّ یُنَبِّئُھُمْ بِمَا عَمِلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ پھر اپنے اسی علم کی بدولت ان کو قیامت کے دن ان کے اعمال کے بارہ میں بتلائے گا کہ فلاں وقت تم نے یہ کام کیا، فلاں جگہ یہ کیا حالانکہ وہ خود ان اعمال کو بھول چکے ہوں گے اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

یہود ومنافقین کی سرگوشیاں:

یہود اور منافقین مسلمانوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشان کرنے کے لیے آپس میں خفیہ مجلس کرتے اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خفیہ باتیں کرتے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں آپس میں سرگوشیاں کرتے۔ ان کی آپس میں خفیہ مجلسوں میں اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی سازشیں ہوتی تھیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ خفیہ باتیں کرنے میں ان کا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وقت ضائع کرنا ہوتا تھا کہ اس وقت میں مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے استفادہ نہ کرسکیں۔ اور ان کا مقصد مسلمانوں کو پریشان کرنا بھی ہوتا تھا کہ وہ پریشان ہوں کہ نہ جانے یہ کس کی شکایت کررہے ہیں اور یہ کہ ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاں کتنی اہمیت ہے کہ باقی لوگوں کو چھوڑ کران سے رازدارانہ انداز میں باتیں کررہے ہیں۔ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں آپس میں سرگوشیاں کرتے، مذاق اُڑاتے، مسلمانوں کی توجہ ہٹانے کی کوشش کرتے۔ حالانکہ یہ طریق کار آداب مجلس کے بھی خلاف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں گستاخی کا انداز بھی ہے۔ اس لیے ان کو ایسی سرگوشیوں سے منع کردیا گیا۔

اسلام میں مشورہ کی بہت اہمیت ہے اور بوقت ضرورت سرگوشی کی بھی اجازت ہے جیسا کہ آگے اِذَا تَنَاجَیۡتُمۡ میں سرگوشی کی اجازت کا ذکر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مرض وفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے سرگوشی فرمائی۔ اسی طرح سرگوشی کے اور واقعات بھی ہیں۔ اس لیے مطلقاً سرگوشی ممنوع نہیں ہے صرف ایسی سرگوشی ممنوع ہے جو نقصان کا باعث ہو۔

یہودیوں اور منافقوں کی خلاف ورزی :

یہودیوں اور منافقوں کو سرگوشیوں سے منع کیا گیا مگر وہ اس کی خلاف ورزی کرتے رہے۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَمۡ تَرَ کیا آپ نے نہیں دیکھا۔ یہاں تَرَ میں رؤیت سے مراد آنکھوں سے دیکھنا ہے۔ اسی لیے مفسرین کرام نے اس کا معنیٰ اَلَمۡ تَنۡظُرۡ کیا ہے۔

اِلَی الَّذِیۡنَ نُهُوۡا عَنِ النَّجۡوٰی اُن لوگوں کی طرف جو سرگوشی کرنے سے منع کیے

گئے ثُمَّ یَعُوۡدُوۡنَ لِمَا نُہُوۡا عَنۡہُ پھر وہ دوبارہ ارتکاب کرتے ہیں اس کا جس سے وہ منع کیے گئے ہیں۔ یعنی منع کرنے کے باوجود وہ سرگوشیاں کرتے پھرتے ہیں وَ یَتَنٰجَوۡنَ بِالۡاِثۡمِ وَ الۡعُدۡوَانِ اور وہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی وَ مَعۡصِیَتِ الرَّسُوۡلِ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ ان کی سرگوشیوں میں گناہ کی باتیں ہوتی ہیں اس لیے کہ وہ مسلمانوں اور اسلام کو نقصان پہنچانے کے پروگرام بناتے تھے یا پھر اسلام اور مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی پر مشتمل منصوبے بناتے تھے۔

یہود و منافقین کی ایک اور بُری حرکت :

یہود و منافقین شر اور فساد والی سرگوشیاں بھی کرتے تھے اور ان کی ایک اور بری حرکت یہ تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر السلام علیکم کی بجائے السّام علیکم کہتے۔ جس کا معنی ہے کہ تم پر موت آئے۔ ان کی اس بُری حرکت کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اِذَا جَآءُوۡکَ حَیَّوۡکَ بِمَا لَمۡ یُحَیِّکَ بِہِ اللّٰہُ اور جب وہ یہود اور منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو ایسے الفاظ سے سلام کہتے ہیں جن الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام نہیں کیا۔ وہ آکر السَّامُ عَلَیۡکُمۡ کہتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عَلَیۡکُمۡ کے ساتھ اس کا جواب دیتے اور یہی تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دی کہ کافروں کے سلام کا جواب عَلَیۡکُمۡ کے ساتھ دے دیا کرو۔

عذاب میں تاخیر پر غلط استدلال :

اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ وہ ہر مجرم کو اس کے جرم کی سزا فی الفور نہیں دیتا بلکہ مہلت دیتا ہے مگر آخرت کا عذاب اس کے لیے لازم قرار دیا ہے۔ یہود اور منافقین جب

آپ ﷺ اور مسلمانوں کو السَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے الفاظ سے دعا دینے کی بجائے السَّامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر بددعا دیتے وَیَقُوْلُوْنَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ اور وہ اپنے دلوں میں کہتے لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ہمیں اللہ تعالیٰ ہماری کہی ہوئی بات کی وجہ سے عذاب کیوں نہیں دیتا۔ اگر یہ نبی سچا ہوتا اور اس پر ایمان لانے والے حق پر ہوتے تو ہم پر عذاب نازل ہوتا۔ جب ہم پر عذاب نازل نہیں ہو رہا تو اس سے واضح ہو گیا کہ یہ لوگ سچے اور حق پر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ان کو جہنم کافی ہے۔ یعنی جہنم ایسا عذاب ہے جس کے سامنے دوسرے عذاب معمولی ہیں یَصْلَوْنَهَا یہ مجرم لوگ اس جہنم میں داخل ہوں گے فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ پس بری ہے لوٹ کر جانے کی جگہ۔ اس دنیا میں تو کبھی آدمی کو راحت اور سکون بھی مل جاتا ہے مگر جہنم میں ذرا بھر سکون نہیں ملے گا اس لیے دنیا کو چھوڑ کر جہنم میں جائیں گے۔ تو وہ لوٹ کر جانے کی جگہ بہت ہی بری ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰىؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ⑨ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْــٴًـا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑩ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ⑪ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةًؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑫

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا تَنَاجَيْتُمْ جب تم آپس میں سرگوشی کرو فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی اور زیادتی کی وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور سرگوشی کرو نیکی کی اور پرہیزگاری کی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ کہ اسی کی جانب تم جمع کیے جاؤ گے اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ پختہ بات ہے کہ وہ

سرگوشی شیطان کی جانب سے ہے لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا تاکہ پریشان کرے ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا اور وہ نہیں ہے ان کو ذرا بھی نقصان پہنچانے والا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی پر بس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا قِيْلَ لَكُمْ جب کہا جائے تم سے تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ کشادگی کرو مجلسوں میں فَافْسَحُوْا تو تم کشادگی پیدا کرو يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے وسعت کر دے گا وَاِذَا قِيْلَ اور جب کہا جائے انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا اُٹھ کھڑے ہو تو تم اُٹھ کھڑے ہو يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ بلند کرے گا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو تم میں سے ایمان لائے وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور اُن لوگوں کو جو علم دیئے گئے مراتب میں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ان چیزوں کی خبر رکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے ایمان والو! اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ جب تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرو فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً تو آگے بھیجو تم صدقہ اپنی سرگوشی سے پہلے ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ تمھارے لیے بہتر ہے وَاَطْهَرُ اور زیادہ پاکیزہ ہے فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا پس اگر تم نہ پاؤ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

اچھے مشورہ کی اجازت اور بُرے مشورہ کی ممانعت :

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ارشاد فرمایا کہ اگر تمھیں سرگوشی یا آپس میں مشورہ کرنا ہی ہو تو ایسی سرگوشی اور ایسا مشورہ نہ کرو جس میں گناہ اور زیادتی اور رسول ﷺ کی نافرمانی پائی جاتی ہو بلکہ ایسی سرگوشی اور مشورہ کرو جس میں نیکی اور تقویٰ ہو۔ تقویٰ کہتے ہیں خدا خوفی کو، پرہیزگاری کو اور احکام شرع کی پابندی کو۔

فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا تَنَاجَیْتُمْ جب تم آپس میں سرگوشی کرو فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ تو نہ سرگوشی کرو گناہ کی اور زیادتی کی وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ اور رسول ﷺ کی نافرمانی کی وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى اور سرگوشی کرو نیکی کی اور پرہیزگاری کی وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جس کی جانب تم سب جمع کیے جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ تمھاری ہر حرکت اور ہر عمل کو جانتا ہے اور تم سب اسی کے حضور اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ تم سے تمھارے اعمال کا حساب لے گا۔ اس لیے اس دن کی رسوائی سے بچنے کے لیے ابھی سے اپنی اصلاح کرلو۔

شیطانی مشورے :

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّیْطٰنِ پختہ بات ہے کہ وہ مشورے شیطان کی جانب سے ہیں۔ النَّجْوٰى پر الف لام عہد کے لیے ہے اور مراد ایسا مشورہ ہے جس میں گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی پائی جاتی ہو۔ اس لیے کہ شیطان ہی شر اور فساد پر ابھارتا ہے لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ایسے مشوروں پر شیطان اس لیے اُکساتا ہے تاکہ ایمان والوں کو پریشان کرے وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْــٴًـا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ شیطان جو حربہ بھی استعمال کر

لے وہ ایمان والوں کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم نہ ہو۔ سبب اچھا ہو یا بُرا اس میں تاثیر اللہ تعالیٰ ہی ڈالتا ہے۔ گناہ کی سرگوشی کرنا مسلمانوں کو پریشان کرنے کا سبب ہے مگر اس کی وجہ سے مسلمانوں کو اس وقت تک نقصان نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی مومنوں کو بھروسا کرنا چاہیے کہ وہ شیطانی اعمال کے شر اور فساد سے ان کو محفوظ رکھے گا اور ان کی مدد کرے گا۔

مجلس میں بیٹھنے والوں کا حق :

مجلس میں بیٹھنے والوں کا حق یہ ہے کہ ایسے انداز کے ساتھ بیٹھیں کہ بعد میں آنے والوں کو بھی بیٹھنے کی جگہ مل جائے۔ ایسے انداز سے نہ بیٹھیں کہ جگہ زیادہ گھیر لیں اور آنے والوں کو جگہ نہ مل سکے۔ یہ عام مجلس کا حکم ہے۔ بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں اس کا زیادہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ایسے بیٹھ جاتے تھے کہ بعد میں آنے والے کو جگہ نہ ملتی۔ ایک دفعہ بعض بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے جو کہ بدر کے شرکاء میں سے تھے وہ مجلس میں آئے تو ان کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اور وہ کھڑے رہے۔ تو حکم دیا گیا کہ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ بناؤ تو جگہ بنا دیا کرو يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے وسعت کر دے گا۔ اس کی مختلف صورتیں مفسرین کرام رحمہم اللہ نے لکھی ہیں۔

ایک صورت یہ ہے کہ جب تم مجلس میں کشادگی کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں کو کشادہ کر دے گا۔ ایک دوسرے کی محبت اور قدر اور ایک دوسرے کی بات برداشت

کرنے کی توفیق تمھیں عطا کردے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مجلس میں دوسروں کے لیے جگہ بنانے کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھارے رزق میں وسعت کردے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اس عمل کی برکت سے تمھارے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے گا۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اس عمل کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھیں کشادہ جگہ یعنی جنت دے گا۔

وَاِذَاقِیۡلَ انۡشُزُوۡافَانۡشُزُوۡا اور جب کہا جائے اُٹھ کھڑے ہو تو تم اُٹھ کھڑے ہو۔ اس کا تعلق پہلے جملے کے ساتھ ہی ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر مجلس میں جگہ نہ ہو اور تم سے کہا جائے کہ چلے جاؤ تو تم اس کو اپنی توہین مت سمجھو۔ یا مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی سے کہا جائے کہ یہاں سے اُٹھ جا۔ تو اس کو اپنی توہین نہ سمجھا جائے۔ جیسا کہ عموماً سٹیج پر ایسے لوگ آکر بیٹھ جاتے ہیں جن کا وہاں بیٹھنے کا حق نہیں ہوتا اور ان کی وجہ سے بلائے گئے مہمانوں کے لیے جگہ نہیں ملتی۔ تو اگر ان لوگوں سے کہا جائے کہ تم مہمانوں کے لیے جگہ خالی کردو تو اس کو توہین نہیں سمجھنا چاہیے۔

اور اگر اس کا تعلق پہلے جملے کے ساتھ ہی خاص نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح تمھیں مجلس میں کشادگی کا حکم دیا جارہا ہے اسی طرح تمھیں اس کا حکم بھی دیا جارہا ہے کہ جب تمھیں نماز کے لیے یا جہاد کے لیے یا کسی نیک مقصد کے لیے اُٹھ کھڑے ہونے کا حکم دیا جائے تو اُٹھ کھڑے ہو جایا کرو۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب مجلس ختم ہو جائے تو بے مقصد وہاں نہ بیٹھے رہا کرو بلکہ اُٹھ کر اپنے کام کاج میں لگ جایا کرو۔

یَرۡفَعِ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ایمان والوں کے علاوہ منافقین بھی ہوتے

تھے اس لیے فرمایا کہ تم میں سے ایمان والوں کے درجات بلند کرے گا۔ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اور اُن لوگوں کے درجات بلند کرے گا جو علم دیئے گئے۔ اہل علم کا مقام اور درجہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بلند ہے۔ دنیا میں ان کو نیک نامی اور آخرت میں جنت کے بلند درجات حاصل ہوں گے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ باخبر ہے ان تمام کاموں سے جو تم کرتے ہو۔ تمہارا ہر اچھا یا بُرا عمل وہ جانتا ہے اور حساب کے وقت اس کو ظاہر کرے گا اور اس کا بدلہ دے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خلوت یا سرگوشی کے انداز میں گفتگو کرنے والوں کو روکا بھی گیا مگر اس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا۔ وہ بدستور وقت کے ضیاع اور مسلمانوں کی پریشانی کا باعث بنتے رہے تو ان کو اس عمل سے روکنے کے لیے یہ حکمت عملی اختیار کی گئی اور ان کو حکم دیا گیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کرنی ہو تو پہلے صدقہ دو۔ یہ صدقہ ادا کرنا واجب تھا۔ صدقہ کی کوئی مقدار بیان نہیں فرمائی تا کہ ہر آدمی اپنی وسعت کے مطابق صدقہ ادا کر سکے۔ اور اس صدقہ کے حکم میں غرباء کے ساتھ خیر خواہی تھی۔ یہ صدقہ کا حکم کچھ عرصہ کے لیے رہا پھر اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس حکم کا نتیجہ یہ نکلا کہ بلا مقصد سرگوشی کرنے والے اس سے رک گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو ویسے ہی ایسے انداز سے دور رہتے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت :

صدقہ ادا کر کے سرگوشی کرنے کی اجازت تھی مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رخصت کی بجائے عزیمت پر عمل کیا اور کسی کو ضرورت ہی محسوس نہ

ہوئی کہ وہ صدقہ ادا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرگوشی کرے۔ مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس آیت پر عمل کرنے کا موقع صرف حضرت علی کو ملا۔ انھوں نے اس رخصت پر عمل کرتے ہوئے صدقہ ادا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خلوت میں چند مسائل دریافت فرمائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دریافت کردہ مسائل :

تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سرگوشی کے انداز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دس مسائل پوچھے اور ہر مسئلہ سے پہلے ایک درہم صدقہ ادا کیا۔

① پوچھا کہ وفا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دینا۔

② پوچھا کہ فساد کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شرک وکفر فساد ہیں۔

③ پوچھا کہ حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام اور قرآن کریم حق ہیں۔ اور ولایت حق ہے جب تجھے عطا کی جائے۔

④ پوچھا کہ حیلہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیلہ کو چھوڑ دے۔

⑤ پوچھا کہ مجھ پر کیا لازم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت لازم ہے۔

⑥ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیسے مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دل کی سچائی اور یقین کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مانگ۔

⑦ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا مانگوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخرت کی بہتری مانگ۔

⑧ پوچھا کہ اپنی نجات کے لیے کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال رزق کھاؤ اور سچ کی عادت اپناؤ۔

⑨ پوچھا کہ سرور کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سرور جنت ہے۔

⑩ پوچھا کہ راحت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار راحت ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی صرف ان ہی مسائل کے پوچھنے کا موقع ملا۔ پھر صدقہ کر کے سرگوشی کی اجازت کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اس کی تفصیل تفسیر مظہری وغیرہ میں مذکور ہے۔

فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اے ایمان والو! اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ جب تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کا ارادہ کرو فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ نہ کچھ صدقہ ادا کرو ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ یہ تمھارے لیے بہتر اور زیادہ پاکیزہ ہے۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ادا کرنا تمھارے حق میں بہتر ہے۔ اس لیے کہ اس میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت بھی ہے۔ اور منافقین کو ان کے عمل سے روکنا بھی ہے اور غرباء کے ساتھ خیر خواہی بھی ہے۔ اور یہ گناہوں سے تمھیں بہت زیادہ صاف ستھرا کرنے کا باعث بھی ہے۔

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ پس اگر تم صدقہ نہ پاؤ تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یعنی اگر تمھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سرگوشی کی ضرورت محسوس ہو اور تمھارے پاس صدقہ ادا کرنے کی کوئی صورت نہ ہو تو صدقہ کیے بغیر بھی سرگوشی کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ

نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ

فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ

وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَ لَا مِنْهُمْ ۙ وَ يَحْلِفُوْنَ

عَلَى الْكَذِبِ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ

تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ

اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى

شَیْءٍ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ

فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ

الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے ہو اَنْ تُقَدِّمُوْا اس بات سے کہ تم

آگے بھیجو بَيْنَ يَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ اپنی سرگوشی سے پہلے صدقات

فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا پس اگر تم نہیں کر سکے وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور رجوع

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو تم پابندی کرو نماز کی

وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور دیتے رہو زکوٰۃ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اطاعت
کرو اللہ اور اس کے رسول کی وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبر
رکھنے والا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے دیکھا
نہیں اِلَى الَّذِيْنَ ان لوگوں کی طرف تَوَلَّوْا قَوْمًا دوست بنا لیا
انھوں نے ایسی قوم کو غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ کہ غضب اتارا اللہ تعالیٰ نے ان
پر مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ نہیں ہیں وہ لوگ تم میں سے اور نہ ہی وہ ان
میں سے ہیں وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ اور وہ قسمیں اُٹھاتے ہیں جھوٹی
بات پر وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کر
رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عَذَابًا شَدِيْدًا سخت عذاب اِنَّهُمْ
سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بے شک وہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ بُرا ہے
اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً بنا لیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال
فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے فَلَهُمْ
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ پس اُن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے لَنْ تُغْنِيَ
عَنْهُمْ ہرگز نہیں کام آئیں گے ان کے اَمْوَالُهُمْ ان کے مال وَلَآ
اَوْلَادُهُمْ اور نہ ہی ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اللہ تعالیٰ کے عذاب
سے بچانے میں کچھ بھی اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے
هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا

جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اُٹھائے گا فَیَحْلِفُوْنَ لَهٗ پھر وہ اس کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے کَمَا یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ جیسے وہ تمھارے سامنے قسمیں اُٹھاتے ہیں وَیَحْسَبُوْنَ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ اَنَّهُمْ عَلٰی شَیْءٍ بے شک وہ کسی فائدے پر ہیں اَلَاۤ خبردار اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ بے شک وہی جھوٹ بولنے والے ہیں اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ غالب آ گیا ہے اُن پر شیطان فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ پھر اس نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے اُولٰٓىٕكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ یہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں اَلَاۤ خبردار اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اُٹھانے والا ہے۔

مقصد کا حصول :

آنحضرت ﷺ سے سرگوشی سے پہلے صدقہ کا حکم اس لیے دیا گیا تھا کہ منافقین باز آ جائیں اور مسلمان بھی غیر ضروری سرگوشی سے بچیں تاکہ آپ ﷺ کا وقت ضائع نہ ہو اور مجلس میں موجود دیگر مسلمانوں کو آپ ﷺ سے استفادہ سے محروم نہ رکھا جائے۔ منافقین تو بخل کی وجہ سے رک گئے اور مسلمان بھی اس بات کو سمجھ گئے کہ جب اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے پر صدقہ کا حکم دیا گیا ہے تو سرگوشی کوئی اچھا کام نہیں ہے اس لیے وہ بھی غیر ضروری سرگوشیوں سے باز آ گئے۔ جب مقصد حاصل ہو گیا تو حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور بامقصد سرگوشی کی اجازت دے دی گئی۔ صدقہ کے حکم کی وجہ سے سرگوشیاں تقریباً ختم ہی ہو گئیں تو اس کو تعبیر کیا گیا ءَاَشْفَقْتُمْ کیا تم ڈر گئے ہو اَنْ

تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ اس بات سے کہ تم نبی کریم ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ ادا کرو فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا پس جب تم یہ کام نہیں کر سکے کہ سرگوشی سے پہلے صدقہ دیتے وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ اور اللہ تعالیٰ نے تم پر رجوع فرمایا اور تم کو معاف کر دیا اور سرگوشی سے پہلے صدقے کے حکم کو منسوخ کر دیا۔ تو ان اعمال کی طرف توجہ دو جو ہمیشہ کے لیے تم پر لازم ہیں فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ پس نماز کی پابندی کرو۔ نماز قائم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مستحب وقت میں اس کے آداب و مستحبات کو ملحوظ رکھ کر نماز پڑھی جائے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ نماز بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ ساتھ بندوں کا حق بھی ہے۔ نماز جسمانی عبادت ہے اور زکوٰۃ مالی عبادت ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ کی بات مانو اور نبی ﷺ کی بات ماننے کے ساتھ اس کی سنت پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی پر کامیابی کا دارومدار ہے وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال کی خبر رکھنے والا ہے۔ اس لیے اس کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کر کے ہی زندگی گزارو تاکہ تمھیں دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل ہو جائے۔

منافقین کا کردار:

کچھ لوگوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھ لیا تھا مگر ان کے دل ایمان سے خالی تھے اور وہ اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرواتے۔ حالانکہ ان کا اصلی تعلق کافروں کے ساتھ تھا۔ یہ منافقین کی جماعت بہت خطرناک تھی۔ اسی لیے بار بار ان سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ ان منافقین نے یہودیوں کے ساتھ دوستانہ قائم کر رکھا تھا۔ جب کہ یہودی اسلام اور

مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں ہی مصروف رہتے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا اَلَمْ تَرَ اے مخاطب کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ایسی قوم، ایسی جماعت سے دوستانہ قائم کر رکھا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا۔ جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اُن میں خصوصیت کے ساتھ یہود ہیں۔ اسی لیے اَلْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود لیے جاتے ہیں۔

مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ یہ منافق لوگ اگرچہ اُنھوں نے بہ ظاہر کلمہ پڑھا ہے اور اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ تم میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی وہ یہود میں سے ہیں۔ وہ بے شک یہودیوں کے ساتھ دوستانہ رکھتے ہیں، ان کے ساتھ ہمدردی کرتے ہیں مگر پکے یہودی نہیں ہیں اور نہ ہی وہ ان میں اپنے آپ کو شمار کرتے ہیں وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ اور وہ جھوٹی بات پر قسمیں اُٹھاتے ہیں وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ حالانکہ وہ جانتے ہیں۔

منافقین کی سزا:

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا اس آیت سے منافقین کی سزا بیان کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے سخت قسم کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء:۱۴۵] "بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے گڑھے میں ہوں گے۔" اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بے شک وہ لوگ جو کرتے ہیں وہ بُرا ہے۔ ان کا کردار، طرزِ عمل، یہود کے ساتھ دوستانہ اور جھوٹی قسمیں اُٹھانا وغیرہ ہر کام بُرا ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَیْمَانَھُمْ جُنَّةً انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ وہ اپنی جھوٹی قسموں کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مطمئن کر کے خود کو سزا سے بچا لیتے مگر کئی مقامات میں اللہ تعالیٰ نے ان کی اصلیت ظاہر فرما دی اور وہ ذلیل و خوار ہوئے جن میں سے ایک واقعہ سورۃ المنافقون میں بھی آ رہا ہے۔

فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ پس وہ روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے۔ منافقین کی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے ہیں۔ جہاد سے متعلق عجیب قسم کی افواہیں پھیلاتے، مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے اور مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات ڈالنے کی کوشش کرتے تھے فَلَھُمْ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ پس اُن کے لیے ایسا عذاب ہے جو ذلیل کرنے والا ہے۔ دنیا میں بھی کئی دفعہ ان کی منافقت اور اسلام دشمنی ظاہر ہوئی اور وہ ذلیل ہوئے مگر پھر بھی اپنی ان حرکات سے باز نہ آئے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی رُسوا کرنے والا ہے۔

مال و دولت کام نہ آئیں گے :

دنیا میں اپنے مال اور اولاد کے بل بوتے پر ظلم اور ناانصافی کرتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے تو نہ ان کے مال کام آئیں گے اور نہ ہی ان کی اولاد کام آئے گی۔ فرمایا لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ ہرگز ان کے کام نہیں آئیں گے ان کے مال اور نہ ہی ان کی اولاد مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے چھڑانے میں یہ ذرا بھی کام نہیں آئیں گے۔ آخرت میں آدمی کو اس کا اچھا عقیدہ اور اچھے اعمال ہی جہنم سے چھڑانے میں کام آئیں گے اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے کبھی اس

سے نکالے نہیں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے سامنے جھوٹی قسمیں :

مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ یَوۡمَ سے پہلے اُذۡکُر محذوف ہے۔ اس لحاظ سے معنیٰ یہ ہوگا کہ آپ یاد کریں اس وقت کو جب ان سب کو اللہ تعالیٰ جمع کرے گا۔ اس وقت ان کے حال کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کافروں اور منافقوں کو جھوٹی قسمیں اُٹھانے کی ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں اُٹھائیں گے۔ کبھی کہیں گے وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ [الانعام : ۲۳] "اللہ کی قسم اے ہمارے رب ہم تو شرک کرنے والے نہیں تھے۔" اور کبھی اپنے اعمال کا انکار کر دیں گے تو ان کے ہاتھ پاؤں بول کر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔ ان لوگوں کی فطرت ہی بگڑ گئی کہ وہ جیسے تمھارے سامنے جھوٹی قسمیں اُٹھاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں اُٹھائیں گے۔

فرمایا یَوۡمَ يَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيۡعًا جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اُٹھائے گا فَيَحۡلِفُوۡنَ لَهٗ كَمَا يَحۡلِفُوۡنَ لَكُمۡ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے جیسے وہ تمھارے سامنے قسمیں اُٹھاتے ہیں وَيَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ عَلٰى شَىۡءٍ اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ کسی فائدے پر ہیں۔ شَىۡءٍ سے مراد اچھا راستہ۔ اور وہ خیال کریں گے کہ وہ اچھے راستہ پر ہیں حالانکہ وہ تو اچھے راستے سے بہت دور ہوں گے۔ یا شَىۡءٍ سے مراد فائدہ ہے۔ وہ یہ خیال کریں گے کہ جیسے وہ دنیا میں جھوٹی قسمیں اُٹھا کر فائدہ حاصل کر لیتے تھے اسی طرح یہاں بھی فائدہ حاصل کر لیں گے۔ مگر ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کو جانتا ہے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ اس لیے فرمایا اَلَاۤ اِنَّهُمۡ

هُمُ الْكٰذِبُوْنَ   خبردار بے شک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ ایسی حالت میں نہ ان کو کچھ فائدہ حاصل ہوگا اور نہ ہی وہ اپنے جھوٹ کو چھپا سکیں گے۔

شیطانی لشکر کا انجام :

جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرتا ہے تو شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ دنیا کی چیزیں اور بُرے اعمال اس کے سامنے مزین کر کے پیش کرتا ہے۔ جب آدمی ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو شیطان اس کو اپنے قابو میں کر لیتا ہے اور اس سے ہر وہ کام کرواتا ہے جو کرانا چاہتا ہے حتیٰ کہ ان کو جھوٹی قسموں پر بھی آمادہ کر لیتا ہے۔ اسی لیے فرمایا اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ   شیطان اُن پر غالب آ گیا ہے   فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ   پھر اس نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا ذکر بھلا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی کوئی ہے، اس کے احکام کی بھی کوئی اہمیت ہے۔ آج دنیا میں ہر طرف شیطان کی اطاعت ہی ہو رہی ہے اسی لیے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود دین اور دینی احکام کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ جھوٹی قسمیں اُٹھانے والوں اور اللہ تعالیٰ کی یاد بھول جانے والوں کے بارے میں فرمایا اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ   یہی لوگ شیطان کی جماعت اور اس کا گروہ ہیں۔ پھر ان کے انجام سے آگاہ فرمایا اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ   خبردار بے شک شیطان کا گروہ ہی نقصان اُٹھانے والا ہے۔ خُسران کا معنیٰ ہے مقصد میں ناکام و نامراد ہونا۔ یہ لوگ بھی ناکام و نامراد ہی ہوں گے بے شک اُنھوں نے دنیا میں کتنے ہی بہ ظاہر اچھے اعمال کیے ہوں۔ دنیا میں اُن کے اعمال رائیگاں ہو جائیں گے اور وہ آخرت کے عذاب سے بچ نہیں سکیں گے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ فِي الْأَذَلِّينَ ﴿٢٠﴾ كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي ۚ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٢١﴾ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ ۖ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٢٢﴾ ع ۳

اِنَّ الَّذِیْنَ بے شک وہ لوگ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ جو مخالفت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ یہ لوگ سب سے زیادہ ذلیل ہونے والوں میں ہوں گے کَتَبَ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ البتہ ضرور میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غالب ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا آپ نہیں پائیں گے کسی ایسی قوم کو یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ جو ایمان رکھتے ہوں اللہ تعالیٰ پر وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کہ وہ دوستانہ رکھیں ان لوگوں سے جنھوں نے

مخالفت کی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اگر چہ وہ اُن کے باپ ہوں اَوْ اَبْنَآءَهُمْ یا ان کے بیٹے ہوں اَوْ اِخْوَانَهُمْ یا ان کے بھائی ہوں اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ یا اُن کے خاندان کے لوگ ہوں اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ یہی لوگ ہیں کہ لکھ دیا ہے اس نے ان کے دلوں میں ایمان وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور طاقت دی ان کو اپنی جانب سے روح کے ساتھ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ اور ان کو داخل کرے گا ایسے باغات میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ کہ بہتی ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے وَرَضُوْا عَنْهُ اور وہ راضی ہو گئے اس سے اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ خبردار بے شک اللہ تعالیٰ کا جو گروہ ہے وہی کامیاب ہونے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کا غلبہ :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والے اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ذلیل ترین لوگوں میں سے ہوں گے۔ خواہ وہ دنیا میں بہ ظاہر کتنے ہی اعزاز و اکرام والے ہوں كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ یہ غلبہ دلیل کے لحاظ سے تو ہر دور میں رہے گا اور دنیاوی لحاظ سے بھی غلبہ رہے

گا جب کہ ایمان والے اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی شریعت پر عمل کرتے رہیں گے اور اس کے نظام کو نافذ کریں گے۔ جب ایمان والے اسلامی شریعت سے غفلت کا مظاہرہ کریں گے، اس کے احکام کی پروانہیں کریں گے تو ان سے غلبہ چھین لیا جائے گا۔ ایسی حالت میں مغلوب مسلمان ہوں گے اسلام ہر حال میں غالب ہی رہے گا۔ پھر غالب اس کو کہا جاتا ہے جس کے سامنے دوسرے بے بس اور عاجز ہوں۔ دنیا وآخرت ہر جگہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی غالب ہے اور اس کے رسول اپنی نافرمان قوموں کے مقابلے میں غالب رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی اور نافرمان قوموں کو ہلاک و برباد کیا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ بے شک اللہ تعالیٰ طاقت والا غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے دو صفتیں یہاں بیان کی گئی ہیں کہ وہ قوی ہے ساری کائنات اس کے سامنے بے بس اور عاجز ہے۔ اور وہ عزیز ہے، غالب ہے اسی کے ہاتھ میں عزت وذلت ہے وہی موت وحیات کا مالک ہے۔ جس کو چاہتا ہے عزت سے نوازتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلیل کر دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے زندگی عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مار ڈالتا ہے۔ کسی کو اس کے سامنے چون وچرا کرنے کی جرأت نہیں ہے۔

ایمانی غیرت کا تقاضا :

ایمانی غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ مومن آدمی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں کے ساتھ دوستانہ نہ رکھے خواہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ اسلامی تاریخ بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں کہ مومن نے اپنے ایمان کو ترجیح دی اور اسلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی عبرت ناک سزا دے کر اپنے مذہبی جذبات کا اظہار کیا۔ تفسیر روح المعانی،

قرطبی اور مظہری وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس دور میں اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے منہ پر تھپڑ مارا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے معاملہ پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں پوچھا تو وہ عرض کرنے لگے اے اللہ کے رسول! میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی برداشت نہ کر سکا تھا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہود بنی قریظہ کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا تھا۔ جب بنی قریظہ کے خلاف کارروائی کی گئی تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معاہدہ کیا کہ ہمارے بارے میں جو فیصلہ سعد کریں گے وہ ہمیں منظور ہوگا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ سعد رضی اللہ عنہ ہمارے بارے میں نرم فیصلہ کریں گے۔ جب ان کو فیصلہ کے لیے بلایا گیا تو اُنھوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے لڑنے کے قابل مردوں کو قتل کر دیا جائے اور بچوں اور عورتوں کو غلام اور لونڈیاں بنا لیا جائے۔ اسی فیصلہ کے مطابق یہود بنی قریظہ کو قتل کیا گیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔

ایک نابینا صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والی اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا حالانکہ اس سے ان کے بچے بھی تھے اور وہ معذور ہونے کی وجہ سے اس کے محتاج بھی تھے۔

بدر کے موقع پر جو قیدی مسلمانوں کے قبضے میں تھے ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ ہر مسلمان کا قریبی رشتہ دار اس کے حوالے کر دیا جائے تا کہ وہ اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اُتارے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سی روایات آتی ہیں کہ جب وہ اسلام، اسلامی اقدار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے یا مسلمانوں کی جماعت کو نقصان پہنچانے والے کو دیکھتے تو درخواست کرتے کہ ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم اس کا سر قلم کر دیں۔

برصغیر کے انگریزی دور میں ایک غریب مستری گھرانے کے غازی علم الدین شہید نے جب گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، راجپال کو جہنم رسید کیا تو عام مسلمانوں نے اس کے اس اقدام کو عقیدت کی نظر سے دیکھا اور علامہ اقبال مرحوم نے اس کے اس اقدام کو ان الفاظ کے ساتھ سراہا کہ ہم سوچتے ہی رہ گئے اور مستریوں کا لڑکا بازی لے گیا۔

اس طرح کے مذہبی جذبات کے اظہار کی بے شمار مثالیں تاریخ میں ملتی ہیں۔ جن کو ہر دور میں بنظر تحسین دیکھا گیا اور ایسے جذبات کا اظہار کرنے والوں کے فضائل میں شمار کیا گیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ امت مسلمہ کے ہاں ردعمل کے طور پر مذہبی جذبات کا اظہار پسندیدہ عمل ہے۔ موجودہ دور میں بعض خود ساختہ مفکرین اس کو مذہبی جنون اور مذہبی شدت پسندی کا نام دے کر اس کو بُرا عمل ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کا نظریہ بالکل باطل ہے۔ البتہ یہ بات ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ جو ایسے جذبات کا اظہار کرتا ہے وہ دنیاوی لحاظ سے آگے اس کے نتائج بھگتنے کے لیے بھی تیار رہے۔ ایسا نہ کرے کہ خود بھاگ جائے اور دوسرے مسلمانوں کو مصیبت میں ڈال دے۔ یا جس نے جرم کیا ہے اس کے ساتھ ایسے افراد کو بھی سزا دے جو اس کے ساتھ جرم میں شریک نہیں ہیں۔ ایسے جذبات کی نہ اسلام اجازت دیتا ہے اور نہ ہی اس کی حمایت کوئی مسلمان کر سکتا ہے، یہ فساد ہے اور اس کا خاتمہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

دشمنانِ اسلام سے دوستی نہ رکھنے والوں کی تعریف :

اللہ تعالیٰ نے دشمنانِ اسلام کے ساتھ دوستی نہ رکھنے والوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھنے والی کوئی ایسی جماعت آپ کو نہیں ملے گی یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ جو دوستی رکھتی ہو ایسے لوگوں سے جنھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کی وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِیْرَتَهُمْ خواہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرنے والے ان کے باپ ہوں یا اولاد ہو یا ان کے بھائی ہوں یا اُن کے خاندان کے افراد ہوں اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ یہی لوگ ہیں کہ ان کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے۔ یعنی پختہ اور مضبوط کر دیا ہے کہ وہ کسی کی پروا کیے بغیر ایمانی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔ یہ ایمان کے ناقص ہونے کی دلیل ہے کہ غیر مسلموں کے طور طریقہ کو اپنایا جائے، اُن کے مفادات کا تحفظ کیا جائے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے۔ مغربی تہذیب کو اپنانا اسلامی اقدار کو نقصان پہنچانا ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے موقع پر ہندووانہ رسومات کی ادائیگی بھی ایمان میں خلل کی دلیل ہے۔ پختہ ایمان کا تقاضا ہے کہ خلاف اسلام ہر رسم کو چھوڑ دیا جائے۔

وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ اور اپنی جانب سے روح کے ساتھ ان کو طاقت ور کیا۔ روح سے مراد جبریل علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں اور روح سے مراد ایمانی نور اور حق کی معرفت کا نور بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے ذریعے سے ان کو طاقتور اور مضبوط کر دیا۔

وَیُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا اور ایسے باغات میں ان کو داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے رَضِیَ اللّٰهُ

عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ   راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہو گئے اللہ سے۔
جنت کے خوش نما اور ایسے آرام دہ منظر کا ذکر فرمایا جو مخلوق کے دل ودماغ میں آسکتا ہے
ورنہ تو جنت میں آرام وسکون کی ایسی چیزیں پیدا کی گئی ہیں جو مخلوق کے دل ودماغ میں
آ ہی نہیں سکتیں۔ دنیا کے آرام وسکون کے اسباب تو عارضی ہیں ہر وقت اُن کے چھن
جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ چوری، ڈاکے اور ظالمانہ انداز میں قبضہ کر لینے کا خوف بھی رہتا
ہے۔ حالات ناموافق ہونے کی وجہ سے جگہ بدلنے کا احتمال بھی ہوتا ہے پھر موت کے
باعث تو یقینی طور پر ان اسباب سے محروم ہونے کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ مگر جنت میں ایسی کوئی
صورت نہیں ہوگی بلکہ وہ نعمتیں نہ ختم ہوں گی اور نہ ہی وہاں سے کسی جنتی کو نکالا جائے گا۔
اُولٰٓئِكَ حِزۡبُ اللّٰهِ   یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہیں۔ کافروں بالخصوص یہود کے
ساتھ دوستانہ رکھنے والوں کو حِزۡبُ الشَّيۡطٰنِ شیطان کا گروہ (ٹولا) اور اس کی جماعت
کہا گیا۔ اور اس کے برعکس اسلام دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے والوں کو حِزۡبُ اللّٰهِ اللہ کا
گروہ اور اس کی جماعت کہا گیا ہے   اَلَآ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ   خبردار بے
شک اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل لوگ ہی کامیابی پانے والے ہیں۔

اسلام دشمنوں سے دوستی نہ رکھنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں
خصوصی انعامات کا ذکر فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کو ایمان کی پختگی حاصل ہوتی ہے۔ اللہ
تعالیٰ اپنی جانب سے روح کے ساتھ ان کی تائید کرتا ہے ان کو مضبوط اور طاقت ور بناتا
ہے۔ ایسے لوگوں کو جنت اور اس کی بہاریں نصیب ہوں گی۔ ایسے لوگ ہمیشہ جنت اور
اس کی بہاروں سے لطف اندوز ہوتے رہیں گے۔ ایسے لوگ اللہ کا گروہ اور اس کی
جماعت ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کے گروہ میں شامل لوگ ہی فلاح وکامیابی پائیں گے۔

دنیاوی آرام وسکون کے اسباب مل جانے کو فلاح نہیں کہتے بلکہ فلاح کہتے ہیں اپنے اعمال کا اچھا بدلہ مل جانا، اپنے اعمال کی بدولت آرام وسکون مل جانا۔ اعمال کا اچھا بدلہ پانے والے مومن ہی ہوں گے اور آرام وسکون کی جگہ جنت کی صورت میں ایسے ہی لوگوں کو ملے گی۔ اسی لیے ان کو فلاح وکامیابی پانے والے کہا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
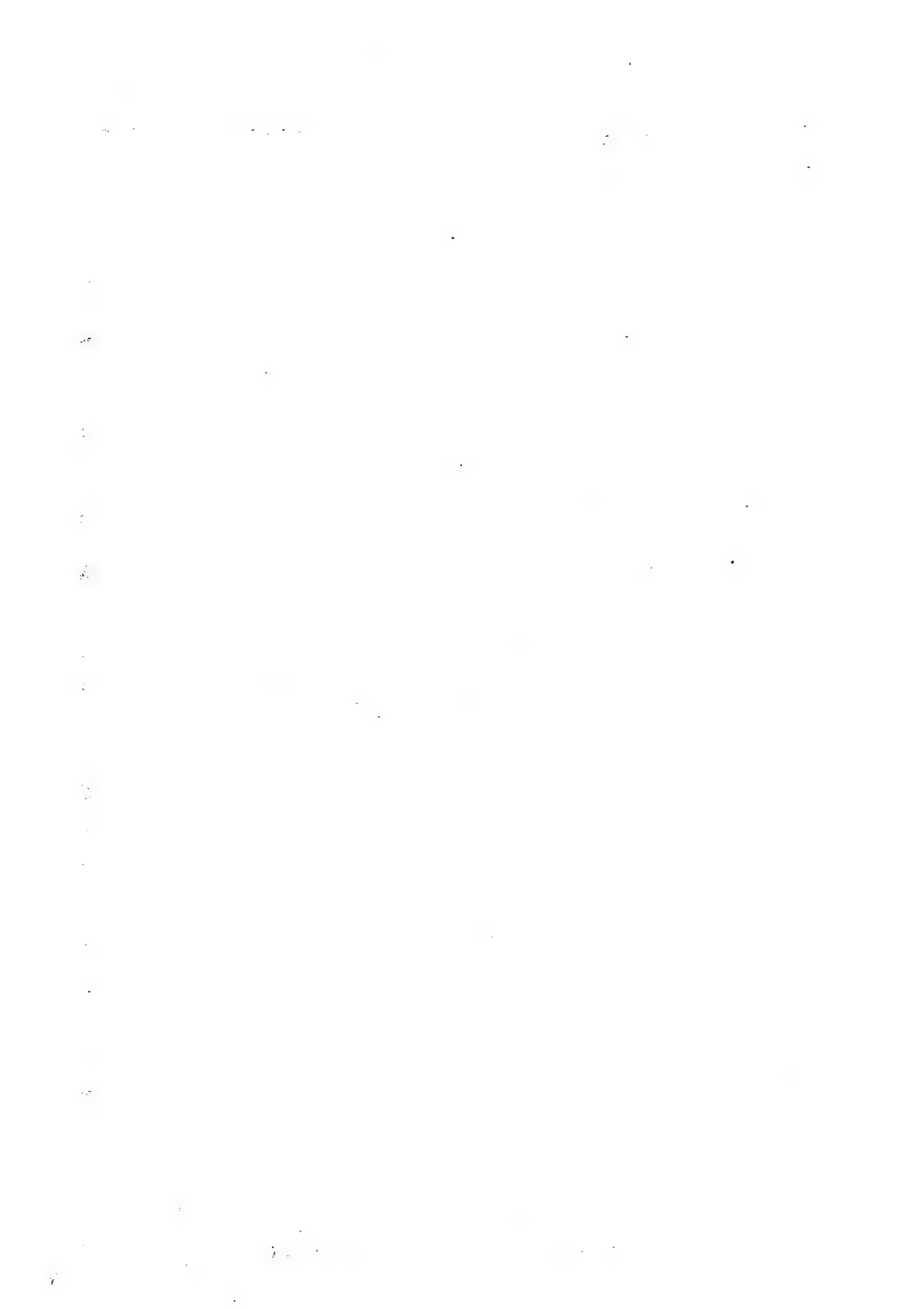
تفسیر

سورۃ الحشر

(مکمل)

رکوعاتھا ۳ — ۵۹ سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۱ — ایاتھا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱
هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ
دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ
مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ
يَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ
بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِی الْمُؤْمِنِيْنَۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝۲
وَلَوْلَاۤ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْيَاؕ
وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ
وَرَسُوْلَهٗۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴
مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤی اُصُوْلِهَا
فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِیَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَمَاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ
مِنْهُمْ فَمَاۤ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ
اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶

سَبَّحَ لِلّٰهِ تسبیح کرتی ہیں اللہ تعالیٰ کی مَا فِی السَّمٰوٰتِ وہ چیزیں

جوآسمانوں میں ہیں وَمَا فِي الْأَرْضِ اور جو زمین میں ہیں وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْحَكِيمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے هُوَ الَّذِي وہ وہی ذات ہے
أَخْرَجَ الَّذِينَ جس نے نکالا ان لوگوں کو كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ جو
اہل کتاب میں سے کافر ہیں مِنْ دِيَارِهِمْ اُن کے گھروں سے لِأَوَّلِ
الْحَشْرِ پہلے اجتماع (اکٹھ) کے لیے مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا (اے
مسلمانو!) نہیں گمان کرتے تھے تم یہ کہ وہ نکلیں گے وَظَنُّوا اور اُنھوں
نے خیال کر رکھا تھا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللّٰهِ کہ بے شک وہ
لوگ جو ہیں ان کو بچانے والے ہیں اللہ (کے عذاب) سے ان کے قلعے
فَأَتٰهُمُ اللّٰهُ پھر آیا ان کے پاس اللہ تعالیٰ (کا حکم) مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا
جہاں سے اُنھوں نے گمان بھی نہ کیا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ اور اس
نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رُعب يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وہ
برباد کرنے لگے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ
اور مومنوں کے ہاتھوں سے فَاعْتَبِرُوا يٰٓأُولِي الْأَبْصَارِ پس تم عبرت
حاصل کرو اے آنکھوں والو! وَلَوْلَآ اور اگر نہ ہوتی یہ بات أَنْ كَتَبَ اللّٰهُ
کہ لکھ دی ہے اللہ تعالیٰ نے عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ ان پر جلاوطنی لَعَذَّبَهُمْ فِي
الدُّنْيَا تو عذاب دیتا ان کو دنیا میں وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ اور
ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہے ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُولَهُ

یہ سزا اس لیے ہے کہ بے شک انھوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ اور جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ تو بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ نہیں کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا یا تم نے اس کو چھوڑا کہ وہ کھڑا ہے اپنی جڑوں پر فَبِاِذْنِ اللّٰهِ پس وہ اللہ کے حکم کے ساتھ ہے وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ اور تا کہ وہ رسوا کرے نافرمانی کرنے والوں کو وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اور جو فئی کا مال دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان سے فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ پس نہیں دوڑائے تم نے اس پر گھوڑے اور نہ ہی اونٹ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ غلبہ عطا کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

تعارف سورت :

اس سورت کا مشہور نام سورۃ الحشر ہے۔ حشر کا معنیٰ ہے جمع ہونا۔ اس سورۃ کی دوسری آیت میں ہے لِاَوَّلِ الْحَشْرِ (پہلے اجتماع کے لیے) اسی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ الحشر رکھا گیا۔ اور اس سورت کا دوسرا نام سورۃ بنی نضیر ہے۔ اس سورت میں یہود کے قبائل میں سے بنو نضیر کو جلا وطن کرنے سے متعلق بیان کیا گیا ہے اس لیے اس کو سورۃ بنی نضیر بھی کہا جاتا ہے۔ یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مدنی زندگی میں نازل ہوئی۔ اس

سے پہلے سو[۱۰۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں ،نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا ایک سو ایک[۱۰۱] نمبر ہے۔اس کے تین رکوع اور چوبیس آیات ہیں۔

یہود کو جلاوطن کرنے کی وجہ :

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت مدینہ منورہ میں دیگر قوموں کے علاوہ یہود بھی کافی تعداد میں آباد تھے۔اور اُن کے قبائل میں بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقینقاع مشہور اور مال دار تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علاقائی سلامتی کے لیے چاہا کہ تمام قبائل میں ایک معاہدہ طے پا جائے جس کی وجہ سے مدینہ منورہ اور آس پاس کے تمام قبائل ایک دوسرے سے امن پائیں اور بیرونی حملہ آور کے خلاف متحدہ جدوجہد کریں۔اس مقصد کے لیے ایک تحریری معاہدہ تیار کیا گیا جس کو میثاقِ مدینہ کا نام دیا گیا۔

اس معاہدے میں تحریر تھا کہ ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے اپنی مذہبی رسومات ادا کر سکیں گے۔کوئی فریق کسی دوسرے کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی کو اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کرے گا۔اگر معاہدے میں شریک کسی فریق پر دیت آن پڑی یا تاوان پڑ جائے تو تمام مل کر اس کو ادا کریں گے۔اگر کوئی بیرونی حملہ آور معاہدہ میں شریک کسی مذہب والوں کے خلاف چڑھائی کرے گا تو معاہدہ میں شریک تمام فریق بیرونی حملہ آور کا متحد ہو کر مقابلہ کریں گے۔اور اگر معاہدے میں شریک مذاہب میں سے کوئی کسی وجہ سے دوسرے کی مدد نہیں کر سکے گا تو وہ بیرونی حملہ آور کی مدد بھی نہیں کرے گا۔اس تحریری معاہدے پر یہود سمیت تمام مذاہب کے سرکردہ حضرات نے دستخط کیے مگر یہود نے اس معاہدے کی

پابندی نہ کی بلکہ مسلسل مسلمانوں کے خلاف شرارتوں میں مصروف رہے۔

جنگِ احد میں جب مسلمانوں کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے خلاف اپنی جدو جہد تیز کردی اور کہنے لگے کہ یہ وہ نبی نہیں ہے جس کا تذکرہ تورات میں مذکور ہے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے اُنھوں نے مشرکین مکہ سے بھی روابط قائم کیے۔ بنونضیر قبیلے کا مذہبی اور سیاسی راہنما کعب بن اشرف چالیس آدمیوں پر مشتمل ایک وفد لے کر مکہ گیا اور ابوسفیان وغیرہ سردارانِ قریش سے ملاقات کی اور ان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے پر اُکسایا اور اپنے قبیلے کی طرف سے بھر پور تعاون کا یقین دلایا۔ یہ کعب بن اشرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف گستاخانہ باتیں بھی کرتا تھا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچاتا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اس کے رضاعی بھائی محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے اپنے چند ساتھیوں سے مل کر اس کو قتل کر دیا۔

اسی معاہدہ کے عرصہ میں ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے معاہدے میں شریک بنی عامر قبیلہ کے دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اُنھوں نے ان کو دشمن کا آدمی سمجھا اور قتل کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عامر قبیلے کو دوسو اُونٹ دیت ادا کرنے کا فیصلہ فرمایا اور معاہدے میں شریک لوگوں سے مال جمع کرنے کا پروگرام بنایا۔ اسی سلسلے میں بنونضیر قبیلے کے پاس بھی گئے۔ اُنھوں نے بہ ظاہر تو تعاون کا یقین دلایا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خفیہ طور پر شہید کرنے کا پروگرام بھی بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جگہ بٹھانے کا ارادہ کیا اور اس سے بالائی منزل پر ایک بھاری پتھر رکھ کر آدمی مقرر کر دیئے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھیں گے تو اُوپر سے پتھر گرا دینا۔ بعد میں ہم کہہ دیں گے کہ پتھر خود ہی گر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی پہلے ہی اطلاع

دے دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہود سے اس سازش کے بارے میں پوچھا تو اُنھوں نے اقرار کیا کہ واقعی ہم نے ایسا پروگرام بنایا تھا۔ یہود کی ان شرارتوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو علاقے سے نکالنے اور جلاوطن کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ جس کا ذکر اس سورت کی ابتدا میں ہے۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے :

قرآن کریم میں کئی مقامات پر ذکر کیا گیا ہے کہ ہر چیز خواہ وہ جان دار ہو یا بے جان ہو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔ اس سورت کی ابتدا میں بھی فرمایا سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی تسبیح کو جانتا اور سمجھتا ہے مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ ساری کائنات اُسی کے قبضہ اور کنٹرول میں ہے۔ وہی اس کے نظام کو چلاتا ہے اور وہ حکمت والا اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق نظام کو چلاتا ہے کوئی اس کے نظام میں خلل نہیں ڈال سکتا۔

بنو نضیر کی جلاوطنی :

جب بنو نضیر قبیلہ کے یہودیوں کی شرارتیں اور مکاریاں نمایاں ہو گئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو پیغام بھیجا کہ اب تم ہماری ولایت میں نہیں رہ سکتے۔ اس لیے یا تو تم اس علاقہ سے نکل جاؤ یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ اور ان کو دس دن کی مہلت دی کہ اس عرصہ میں غور وفکر کر کے جو فیصلہ کرنا چاہو کر لو۔ منافقین کے سردار عبد اللہ بن اُبی نے ان کو لڑائی پر آمادہ کیا اور ان کی مدد کا وعدہ کیا تو وہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ جب مسلمانوں نے اُن پر حملہ کیا تو وہ قلعہ میں بند ہو گئے اور مسلمانوں نے اس قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ پھر چند

ہی دنوں کے بعد وہ علاقہ چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشروط طور پر ان کو علاقہ چھوڑنے کی اجازت دے دی۔ شرط یہ تھی کہ تم ہتھیار ساتھ لے کر نہیں جاسکتے وہ یہاں ہی چھوڑ کر جاؤ گے۔ اور اپنے مال واسباب میں سے جتنا تم ساتھ لے جاسکتے ہو لے جاؤ۔ اُنھوں نے اپنے مکانوں کے دروازے، کھڑکیاں اور چھتوں کی لکڑیاں تک اُتار لیں اور سواریوں پر لاد کر لے گئے۔ اور خیبر میں جا کر آباد ہو گئے اور کچھ عراق چلے گئے۔ اُنھوں نے جو زمینیں اور باغات چھوڑے تھے ان کا اکثر حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مہاجرین میں تقسیم فرما دیا تاکہ مہاجرین اپنی معیشت کا بوجھ خود اُٹھالیں اور انصار نے مہاجرین کی کفالت کا جو بوجھ اُٹھایا تھا وہ کم ہو جائے۔ اس مال میں سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے گھریلو اخراجات کے لیے بھی حصہ مقرر کیا اور انصار میں سے صرف تین آدمیوں ابو دجانہ رضی اللہ عنہ، سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ اور زید بن ظہیر رضی اللہ عنہ کو اس میں سے کچھ حصہ دیا اور باقی مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کر دیا۔ بنو نضیر میں سے صرف دو آدمی سفیان بن عمیر رضی اللہ عنہ اور سعد بن وھب رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے باقی تمام کو جلاوطن کر دیا گیا۔ جلاوطنی کے وقت اُنھوں نے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں چھوڑی تھیں۔

حشر چار ہیں :

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ھُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَھۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِھِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ اللہ تعالیٰ کی ذات وہی ہے جس نے اہل کتاب کافروں کو پہلے حشر کے لیے ان کے گھروں سے نکالا۔ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ میں صفت کی اضافت ہے موصوف کی جانب یعنی پہلا حشر۔ حشر کا معنیٰ ہے اجتماع (اکٹھ)۔ یہاں یہودیوں کو جلاوطن کرنے کے لیے مسلمانوں کا اجتماع مراد ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا

ہے کہ یہ مراد ہو کہ یہ جلاوطنی انفرادی نہیں تھی بلکہ اس علاقہ کے یہودیوں کا اجتماع تھا جن کو جلاوطن کیا گیا۔ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ میں حشر کی صفت اول لائی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پہلا اجتماع تھا اور اس کے علاوہ اجتماع اور بھی ہیں۔

اس کے بارے میں تفسیروں میں بالخصوص جلالین شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حشر چار ہیں۔ لیکن یہاں پر امام محلی رحمۃ اللہ علیہ سے غلطی ہوئی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اول الحشر یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو شام کی طرف بھیجا پھر خیبر کی طرف بھیجا۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پہلے خیبر بھیجا تھا اور دوسری دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو شام بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براہِ راست یہود کو شام کی طرف نہیں بھیجا تھا۔

تو پہلا حشر مدینہ سے بنونضیر کی جلاوطنی پر اجتماع، دوسرا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں خیبر سے یہودیوں کی جلاوطنی پر اجتماع اور تیسرا قرب قیامت قعر عدن سے آگ اُٹھے گی جو لوگوں کو اپنے اردگرد جمع کرلے گی۔ اور چوتھا قیامت کے دن کا حشر ہے جس میں ساری مخلوق جمع ہوگی۔ ان تمام حشروں میں یہودیوں کی ذلت ورسوائی ہوگی۔

یہودیوں کی غیر محسوس انداز میں گرفت :

یہود اپنے علاقے میں خوش باش اور آسودہ حال تھے۔ ان کے بارے میں مسلمانوں کو گمان بھی نہ تھا کہ وہ یہاں سے نکل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَاظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا اے مسلمانو! تم نے گمان بھی نہ کیا تھا کہ وہ اس علاقے سے نکل جائیں گے وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ اور وہ یہ خیال کیے بیٹھے تھے کہ ان کے قلعے ان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچالیں گے۔ وہ قلعے مضبوط اُنھوں نے اسی لیے تیار کیے تھے کہ ضرورت کے وقت وہ ان میں پناہ لے لیں گے اور دشمن کے وار

سے محفوظ رہیں گے فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا پس آن لیا ان کو اللہ تعالیٰ نے جہاں سے اُنھوں نے وہم وگمان بھی نہ کیا تھا۔ ان کی شرارتوں اور مکاریوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حالات ایسے پیدا کردیئے کہ وہاں سے نکلنے کے علاوہ ان کے لیے کوئی چارۂ کار نہ رہا۔

وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے مسلمانوں کو کوئی حیثیت ہی نہ دیتے تھے يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ اور وہ برباد کررہے تھے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور ایمان والوں کے ہاتھوں سے۔ جب اُن کو علاقہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا اور اپنے ساز و سامان کو ساتھ لے جانے کی اجازت دی گئی تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو برباد کرنے لگ گئے، ان کی چھتیں اُکھاڑ دیں، دروازے اور کھڑکیاں نکال لیں اور ایمان والوں کے ہاتھ سے بھی ان کے گھر برباد ہوئے فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ پس تم عبرت حاصل کرو اے آنکھوں والو! ابصار بصارت سے بھی ہوسکتا ہے اور بصیرت سے بھی۔

اگر بصارت سے ہو تو اس کا معنیٰ ہوگا اے آنکھوں والو! تم عبرت حاصل کرو۔ اور اگر بصیرت سے ہو تو معنیٰ ہوگا اے عقل والو! عبرت حاصل کرو کہ دنیا کے ظاہری اسباب حاصل ہوجانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والے یہودیوں کا کیا انجام ہوا کہ ان کو صدیوں سے آباد آبائی علاقہ سے کیسے ذلت ورسوائی سے نکال دیا گیا۔

تقدیری فیصلے :

اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ فلاں آدمی فلاں وقت میں اور فلاں جگہ میں یہ کام کرے گا۔ اور اپنے اسی ازلی علم کی بدولت اس نے کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی سب کچھ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے مطابق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے حق میں جلاوطنی ہی لکھی تھی اس لیے ان کو جلاوطن کیا گیا۔ اگر جلاوطنی کا تقدیری فیصلہ نہ ہوتا تو ان کی مکاریوں اور شرارتوں کی وجہ سے ان کو دنیا میں ہلاک کردیا جاتا اور ذرا بھی فائدہ حاصل کرنے کا موقع نہ دیا جاتا۔ اسی بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا اور اگر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں ان کے لیے جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو ان کو دنیا میں عذاب دیتا۔ ایسا عذاب کہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی آرام وسکون نہ حاصل کرسکتے بلکہ فی الفور ہلاک وتباہ کردیئے جاتے وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ اور ان کے لیے آخرت میں آگ کا عذاب ہوگا۔ جہنم میں بے شمار قسم کے عذاب ہوں گے مگر ان میں سب سے زیادہ سخت آگ کا عذاب ہوگا۔ اس لیے اس کا ذکر کردیا گیا ہے۔ جب کہ یہ لوگ عذاب کی دیگر اقسام سے بھی سزا دیئے جائیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کا نتیجہ :

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ یہود کو ذلت ورسوائی کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکالنا، ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈالنا اور ان کا خود اپنے ہاتھوں سے گھروں کو برباد کرنا اور پھر آخرت میں آگ کے عذاب میں ڈالا جانا اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔ فرمایا

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ یہ سب سزا اس لیے ہے کہ بے شک انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ اور جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی مخالفت کرے گا تو اس کو یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی چاہیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

جنگی حکمت عملی:

جب بنو نضیر قبیلے کے یہودی مسلمانوں کا سامنے مقابلہ کرنے کے بجائے قلعہ میں بند ہو گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کے ساتھ مل کر ان کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ تقریباً بائیس دن رہا۔ اس دوران نہ تو یہودی قلعہ سے باہر نکلے اور نہ ہی صلح پر آمادہ ہوئے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جنگی حکمت عملی اختیار کرتے ہوئے ان کے درختوں کو کاٹنے اور ان کی املاک کو نقصان پہنچانے کا حکم دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر یہودی صلح پر آمادہ ہو گئے اور انھوں نے پیش کش کی کہ ہم مسلمانوں کی تمام شرائط ماننے کے لیے تیار ہیں۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جلا وطن کر دیا۔

دشمن کی املاک کو نقصان پہنچانا:

ہر وہ چیز جس سے دشمن فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا ہو اس چیز کو تباہ کرنا اور نقصان پہنچانا درست ہے۔ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ یہ درخت یہودیوں کے مورچے بھی تھے اور ان کی آمدن سے وہ مسلمانوں کے خلاف طاقت اور قوت بھی حاصل کرتے تھے۔ اس لیے ان درختوں کا کاٹنا بالکل درست تھا۔ مگر یہودیوں نے اور منافقین نے اس پر بے جا اعتراض کیا کہ باغات اور املاک کو نقصان پہنچانا کہاں کا انصاف ہے؟ اس بارے میں بعض مسلمانوں کے دلوں میں بھی تردد پیدا ہوا جس پر اللہ تعالیٰ نے یہ

آیت اتاری مَاقَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ نہیں کاٹا تم نے کوئی کھجور کا درخت اَوْ تَرَكْتُمُوْهَاقَآىِٕمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا یا تم نے اس کو چھوڑا کہ وہ اپنی جڑوں پر کھڑا ہے فَبِاِذْنِ اللّٰهِ تو ساری کارروائی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں یہ بات ڈالی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم دیا وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ اور تاکہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ذلیل وخوار کرے۔ عالم اسباب میں جو چیزیں قوت اور عزت واحترام کا ذریعہ ہوں ان کی بربادی ذلت ورسوائی کا باعث بنتی ہے۔

مالِ فئی کا حکم :

اگر اسلامی لشکر کی کافروں کے خلاف لڑائی ہوئی ہو اور لڑائی کی مشقت اُٹھانے کے بعد کافروں کا مال اسلامی لشکر کے ہاتھ لگے تو اس کو مالِ غنیمت کا مال کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الانفال میں گزر چکا ہے۔ اور اگر اسلامی لشکر کو لڑائی کی مشقت نہ اُٹھانی پڑی ہو بلکہ کافر لڑائی لڑے بغیر شکست تسلیم کرلیں ایسی صورت میں اسلامی لشکر کو کافروں کا جو مال ہاتھ لگتا ہے اس کو مالِ فئی کہا جاتا ہے۔ بنونضیر کے یہودیوں نے بھی لڑائی کے بغیر مسلمانوں کی شرائط مان کر صلح کرلی تھی اس لیے اُن سے جو مال حاصل ہوا وہ مالِ فئی تھا۔ ان یہودیوں کی شان وشوکت توڑنے کے لیے بویرہ کے علاقے کے بعض درختوں کو کاٹا گیا اور بہت سے درخت باقی چھوڑ دیئے گئے تاکہ وہ مسلمانوں کے کام آئیں۔ وہ درخت اور ان کی آباد جگہیں جو وہ چھوڑ کر گئے یہ سب مالِ فئی تھا۔ ان کے علاوہ تین سو پینتالیس اونٹ بھی تھے۔ شرط کے مطابق وہ اسلحہ بھی ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے، وہ بھی مالِ فئی تھا۔ ایسا مال غنیمت کے مال کی طرح مجاہدین میں تقسیم نہیں کیا جاتا بلکہ ایسے مال

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا۔ یہ مال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت نہ تھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے استعمال میں اختیار دیا گیا تھا۔ اسی اختیار کی وجہ سے اس مال کو اپنے ذاتی اور گھریلو اخراجات کے لیے خرچ فرماتے، محتاجوں کو دیتے اور جو مال بچ جاتا وہ عام مسلمانوں کی بھلائی میں صرف فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب کی حیثیت سے ایسا مال مسلمان حاکم وقت کے اختیار میں ہوتا ہے۔ وہ اس کی ملکیت نہیں ہوتا۔ اسی لیے ایسے مال میں حاکم وقت کی وراثت نہیں بنتی بلکہ یہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں خرچ کیا جاتا ہے۔

مالِ فئی مجاہدین میں تقسیم نہ کرنے کی وجہ :

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ مالِ فئی مالِ غنیمت کی طرح تقسیم نہیں کیا جاتا۔ اس لیے کہ مسلمانوں کو اس کے حصول میں لڑائی کی مشقت نہیں اُٹھانی پڑتی۔ فرمایا وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ اور جو مال اللہ تعالیٰ نے ان کافروں سے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فئی کے طور پر دلوایا فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ پس نہیں دوڑائے تم نے اس کو حاصل کرنے کے لیے گھوڑے اور نہ ہی اونٹ۔ جب تمھیں لڑائی کی مشقت نہیں اُٹھانی پڑی تو پھر ایسے مال کے تقسیم نہ کیے جانے پر کسی قسم کا اعتراض بھی نہیں ہوسکتا وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو مسلط اور غالب کردیتا ہے جس پر چاہتا ہے۔ جب اس مال کے حصول میں تمھاری کوشش اور مشقت شامل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہی اس مال کے استعمال کا اختیار اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسلمان حاکم کو اختیار دیا ہے وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اپنی قدرت کاملہ کے

ساتھ ہی کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیتا ہے جس کی وجہ سے مالِ فَیْئ حاصل ہوتا ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَ مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ جو مالِ فَیٔ دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والوں سے فَلِلّٰهِ تو وہ اللہ تعالیٰ کے لیے وَلِلرَّسُوْلِ اور رسول کے لیے ہے وَلِذِى الْقُرْبٰى اور قریبی رشتہ داروں کے لیے ہے وَالْيَتٰمٰى اور یتیموں کے لیے ہے وَالْمَسٰكِيْنِ اور مسکینوں کے لیے ہے وَابْنِ السَّبِيْلِ اور مسافروں کے لیے ہے كَيْ لَا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو وہ مال دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ کہ گردش کرتا

رہے تم میں سے مال داروں کے درمیان وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ اور جو
دے تمھیں اللہ تعالیٰ کا رسول فَخُذُوْهُ تو اس کو لے لو وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ
اور وہ چیز جس سے تمھیں منع کردے فَانْتَهُوْا تو اس سے رک جاؤ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ
تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ ہجرت کرنے والے
فقراء کے لیے ہیں الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا وہ لوگ جو نکالے گئے مِنْ دِيَارِهِمْ
وَاَمْوَالِهِمْ اپنے گھروں اور مالوں سے يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا
وہ تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اور وہ مدد کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول کی اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ
یہی سچے لوگ ہیں وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ اور وہ لوگ جنھوں نے ٹھکانا بنایا
الدَّارَ یعنی مدینہ کو وَالْاِيْمَانَ اور ایمان کو مِنْ قَبْلِهِمْ ان مہاجرین
کے آنے سے پہلے يُحِبُّوْنَ وہ محبت کرتے ہیں مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ
ان لوگوں سے جو ہجرت کر کے آئے ان کی جانب وَلَا يَجِدُوْنَ اور وہ
نہیں پاتے فِيْ صُدُوْرِهِمْ اپنے سینوں میں حَاجَةً کوئی تنگی
مِّمَّآ اُوْتُوْا اس چیز کی وجہ سے جو وہ دیے گئے وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ
اور وہ ان کو ترجیح دیتے ہیں اپنے آپ پر وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اگرچہ
ہو ان کو فاقے کی حالت وَمَنْ يُّوْقَ اور جو شخص بچا لیا گیا شُحَّ نَفْسِهٖ

اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِكَ پس یہی لوگ ہیں هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ جوکامیاب ہونے والے ہیں۔

مالِ فئی کے مصارف :

جو مال دشمن سے حاصل ہو اور اس میں لڑائی کی نوبت نہ آئی ہو تو یہ مالِ فئی کہلاتا ہے۔فرمایا مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ جو مالِ فئی دلوایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى بستیوں والوں سے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ بستیاں مدینہ کے اردگرد جہاں بنوقریظہ اور بنونضیر رہتے تھے اور خیبر جو مدینہ سے ایک سو اسی کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے اور فدک جو خیبر سے پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور عرینہ اور ینبغ ہیں۔جہاں سے مسلمانوں کو لڑائی کے بغیر ہی دشمنوں سے مال حاصل ہوا۔

اس مال کے مصارف میں سے پہلے نمبر پر فرمایا فَلِلّٰهِ کہ وہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے۔اس کی تین طرح سے تفسیر کی گئی ہے۔ایک یہ کہ مال اللہ تعالیٰ کا ہے اس کے بارے میں جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔دوسری تفسیر یہ کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کے گھروں، بیت اللہ اور دیگر مساجد پر خرچ کیا جائے۔اور تیسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو مال کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے اس کا ذکر یہاں صرف تبرک کے لیے کیا گیا ہے۔

مالِ فئی کا دوسرا مصرف وَلِلرَّسُوْلِ فرمایا۔کہ یہ مال رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال کو اپنے گھریلو اخراجات اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اخراجات میں صرف فرماتے، محتاجوں کو دیتے اور باقی مال مجاہدین کی تیاری، خوراک، سواری اور اسلحہ وغیرہ میں خرچ فرماتے تھے۔

اور تیسرا مصرف وَلِذِی الْقُرْبٰى فرمایا۔اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ

دار مراد ہیں۔ جو کہ آل عباس، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل علی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل جعفر، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی اولاد۔ آل عقیل، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کی اولاد اور آل حارث، حضرت حارث بن عبد المطلب کا خاندان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ازواج مطہرات امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے علاوہ یہی آل محمد کہلاتے ہیں۔ ان کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ اس لیے ان کو مالِ فئی سے حصہ دیا گیا تاکہ ان سے تعاون ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ وہ آلِ محمد میں شامل ہیں مگر بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ آلِ محمد میں شامل ہونے کے باوجود ان پر زکوٰۃ لینا حرام نہیں تھا۔ مگر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ لینا حلال نہیں تھا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں الکلام الحاوی فی تحقیق عبارۃ الطحاوی)

اور چوتھا مصرف وَالْيَتٰمٰى فرمایا کہ مالِ فئی کے مستحق یتیم ہیں یعنی وہ بچے جو ابھی تک نابالغ ہیں اور ان کے باپ فوت ہو جائیں۔ اور پانچواں مصرف وَالْمَسٰكِيْنِ فرمایا کہ مالِ فئی کے مستحق مساکین ہیں۔ بعض مفسرین نے فقیر اور مسکین کو ایک ہی قرار دیا ہے کہ جس کے پاس اپنی ضروری حاجات پوری کرنے جتنا مال نہ ہو۔ اور بعض نے کہا کہ فقیر وہ ہوتا ہے لَا مَالَ لَهٗ جس کے پاس مال بالکل نہ ہو۔ اور مسکین وہ ہوتا ہے کہ جس کے پاس تھوڑا بہت مال ہو مگر اس مال سے اس کی ضروری حاجات پوری نہ ہوتی ہوں۔ ضروری حاجات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ مثلاً: خوراک، رہائش اور لباس وغیرہ۔ ان سے مراد آرام اور تعیش کا سامان نہیں ہے جو کہ آج کل معاشرے میں تکلف کے ساتھ اپنے آپ پر بوجھ ڈال لیا گیا ہے۔

اور چھٹا مصرف وَابْنِ السَّبِيْلِ فرمایا۔ کہ اس مال کا مستحق مسافر بھی ہے۔ سفر کے دوران کسی حادثہ کے پیش آجانے یا سفر خرچ چوری ہو جانے یا کسی بھی وجہ سے سفر خرچ ختم ہو جانے کے باعث مسافر تعاون کا مستحق ہوتا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس مسافر سے مراد سفر حج میں جانے والا ہے۔ جس کا سفر کے دوران خرچ ختم ہو جائے۔ بعض نے کہا کہ دین کی خاطر سفر کرنے والا مراد ہے جیسے دینی طلب۔ ایسے مسافروں کی مالِ فئی اور زکوٰۃ کے مال سے اعانت کی جاسکتی ہے۔

مال کی تقسیم میں غرباء کا حصہ مقرر کرنے میں حکمت :

نزول قرآن کے وقت معاشرے میں یہ طور طریقہ رائج تھا کہ دولت صاحب حیثیت لوگ ہی سمیٹ لیتے تھے اور غرباء کو محروم رکھا جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کے ذریعے سے معاشرے میں پائی جانے والی اس خرابی کو دور کرنے کی تلقین فرمائی اور حکم دیا کہ مال کی تقسیم میں یتیموں، مسکینوں اور مسافروں وغیرہم کا حصہ اس لیے مقرر کیا گیا كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ تاکہ یہ دولت صرف تمھارے دولت مندوں میں ہی نہ گھومتی رہے بلکہ ان محتاجوں کو بھی اس میں سے حصہ ملتا رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر و نواہی کی پابندی کا حکم :

مالِ فئی کے مصارف بیان کرنے کے بعد وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھیں دیں وہ لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ اس کا ذکر مال کی تقسیم کے ساتھ ہے۔ اس لیے اس سے اول درجہ میں مراد یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو دیں جتنا دیں وہ لے لو۔ اس پر کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ اور جو چیز نہ دیں یا جس کو نہ دیں اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اس

مال کا اختیار اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا وہ اپنے اختیار سے جو چاہیں کریں۔ پھر اس کے ضمن میں یہ حکم عام بھی ہے کہ صرف مال کی تقسیم میں ہی نہیں بلکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو بھی حکم دیں اس کی اطاعت کرو اور جس سے منع کر دیں ان سے رک جاؤ۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر اور نواہی کی پابندی کرنا امت پر لازم ہے۔

اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے۔ بدعات کو اسی لیے شَرُّ الْاُمُوْر تمام کاموں میں برا قرار دیا گیا ہے کہ ان کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریق کار اور سنت کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ جب کسی مجرم کو پکڑتا ہے تو سخت سے سخت سزا دیتا ہے اور کوئی بھی مجرم اس سے چھڑا نہیں سکتا۔

مالِ فئی کا ساتواں مصرف اور مہاجرین کی تعریف :

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ سے مالِ فئی کے مصارف میں سے ساتواں مصرف بیان کیا جا رہا ہے کہ فئی کا مال ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو فقراء مہاجرین ہیں۔ پھر فقراءٔ مہاجرین کی تعریف کرتے ہوئے ان کی نمایاں چھ صفات بیان کی گئی ہیں۔

الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ ان کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی کہ ان کو ان کے گھروں سے نکال دیا گیا۔ وہ لوگ اپنے گھروں میں آباد تھے مگر ایمان قبول کر لینے کی وجہ سے مشرکین نے ان کے ساتھ ایسا ظالمانہ انداز اختیار کر لیا کہ ان کو گھر چھوڑنے پڑے وَاَمْوَالِهِمْ ان کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی کہ ان کو ان کے مالوں سے نکال دیا گیا۔ یعنی مالوں سے بے دخل کر دیا گیا حالانکہ وہ مکانات اور بھیڑ بکریوں وغیرہ

اموال کے مالک تھے۔ انھوں نے اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا اور ہجرت کر گئے۔

یَبۡتَغُوۡنَ فَضۡلًا مِّنَ اللّٰہِ ان کی تیسری صفت بیان کی گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے متلاشی ہیں۔ سب مصائب انھوں نے اللہ کا فضل طلب کرتے ہوئے برداشت کیے۔ فضل سے مراد رزق حلال بھی ہے جو خوش حال زندگی کا ذریعہ بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو غنیمت کے مال اور دیگر ذرائع سے رزق حلال نصیب فرمایا۔ اور فضل سے مراد فضیلت حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان مصائب کے بدلے میں ان کو فضیلت عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام عطا فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سب سے بڑا درجہ السابقون الاولون من المهاجرين و الانصار کا ہے۔ یعنی وہ حضرات جنھوں نے پہلے پہل ہجرت کی اور وہ حضرات جو ان کے مددگار بنے۔

وَرِضۡوَانًا مہاجرین فقراء کی چوتھی صفت بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے۔ ایمان والوں کا ایمان لانے اور اعمال صالحہ بجا لانے میں اصل مقصد یہی ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے۔ ان حضرات کے خلوص کی گواہی دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اور رضوان کا معنیٰ قرب بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کا قرب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا قرب عطا فرمایا کہ ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور باقی تمام امت کے درمیان واسطہ بنا دیا۔ امت کو تمام اعمال کا طریقہ اور احکام حتیٰ کہ قرآن کریم اور نماز بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

کے واسطے سے ہی ملی۔

وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ   فقراء مہاجرین کی پانچویں صفت بیان کی گئی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ کی مدد کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کے نبی کی ذات اقدس اور اس کے لائے ہوئے پروگرام دونوں کی مدد کرتے ہیں۔ حضرات مہاجرین اور انصار نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عملاً بھی ایسی مدد کی کہ اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے دین اور پروگرام کی بھی ایسے انداز سے مدد کی کہ عالم اسباب میں دین وسنت کی حفاظت و بقا کا ذریعہ یہی لوگ بنے۔

اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ   فقراء مہاجرین کی چھٹی صفت بیان فرمائی کہ یہی لوگ سچے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہاں فقراء مہاجرین کو سچے کہا اور پہلے پارہ کے آخری رکوع میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو معیارِ ایمان قرار دیا اور فرمایا   فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا   [البقرہ: ۱۳۷] ”پس اگر یہ لوگ اسی طرح کا ایمان لائیں گے جس طرح کا ایمان تم لائے ہو تو تب یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے۔“ ان جیسے قطعی دلائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہائے کرام ومحدثین عظام نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ ثقہ اور عادل ہیں۔ ان پر طعن کا کسی کو حق نہیں۔ بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا   مَنْ سَبَّهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْن   ”جو میرے صحابہ پر طعن کرے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی جانب سے لعنت ہوگی۔“

ایک اہم فقہی مسئلہ :

یہاں ایک اہم فقہی مسئلہ ہے کہ اگر کافر مسلمان کے مال پر زبردستی قابض ہو کر دار

حرب میں لے جائیں یا مسلمان کا مال دار حرب میں ہی ہو اور کافر اس پر قابض ہو جائیں تو کیا کافر اس مال کے مالک بن جاتے ہیں یا نہیں؟ احناف کے نزدیک ایسی صورت میں کافر اس مال کے مالک بن جاتے ہیں۔ جب کہ شوافع حضرات کے نزدیک کافر اس مال کے مالک نہیں بنتے۔ احناف نے اپنے اس موقف پر قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے استدلال کیا ہے۔ قرآن کریم کی اسی آیت لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِیۡنَ سے بھی احناف نے استدلال کیا ہے کہ اس آیت میں مہاجرین کو فقراء کہا گیا ہے۔ اگر وہ مال جو وہ مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے (اور مکہ اس وقت دار الحرب تھا) اور کافروں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا۔ اگر اس پر ان کی ملکیت باقی رہتی تو ان کو فقراء نہ کہا جاتا۔ اس لیے کہ فقیر وہ ہوتا ہے جس کی ملکیت میں مال نہ ہو۔ اس آیت کے مفہوم سے واضح ہو گیا کہ اس مال میں مہاجرین کی ملکیت ختم ہو گئی اور کافر اس کے مالک بن گئے۔ اسی لیے مہاجرین کو فقراء کہا گیا۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو مکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکان موجود تھا جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل نے قبضہ کر لیا تھا اور وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ مکان عقیل نے بیچ دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ مکہ میں کہاں ٹھہریں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لیے چھوڑا ہی کیا ہے؟ اس لیے ہم خیف بنی کنانہ میں ٹھہریں گے جہاں قریش کے مختلف قبائل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے مومن ساتھیوں کے ساتھ اور ان کے معاونین کے ساتھ بائیکاٹ کے لیے قسمیں اُٹھا کر معاہدہ کیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین سال تک شعب ابی طالب میں انتہائی مشقت کی زندگی گزارنا پڑی۔ خیف بنی کنانہ میں ٹھہرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا

اظہار اور مخالفین کو عبرت دلانا تھا کہ ایک وقت تھا جب مخالفین نے ایسا ظالمانہ معاہدہ کیا تھا اب اللہ تعالیٰ نے ہمیں فتح عطا فرمائی ہے اور تمام مخالف مغلوب ہو چکے ہیں۔ یہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عقیل نے ہمارے لیے چھوڑا ہی کیا ہے۔ اس روایت کے مفہوم سے واضح ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مکان کی ملکیت کو ختم سمجھ لیا تھا جس کو عقیل نے قبضہ کرنے کے بعد بیچ دیا تھا۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس مکان میں اپنی ملکیت کو باقی رکھتے۔ اسی طرح حضرات مہاجرین جو جائیدادیں مکہ میں چھوڑ کر گئے تھے اور ان پر مشرکین نے قبضہ کر لیا تھا۔ وہ جائیدادیں بھی حضرات مہاجرین کو فتح مکہ کے بعد واپس نہیں کی گئی تھیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ دار حرب میں جو جائیدادیں مسلمان چھوڑ کر جائیں اور ان پر مشرکین قابض ہو جائیں تو وہ جائیدادیں مسلمانوں کی ملکیت سے نکل جاتی ہیں اور کافران کے مالک بن جاتے ہیں اور ان کے تصرفات ان جائیدادوں میں ان کا حق سمجھا جاتا ہے۔

مالِ فئی کا آٹھواں مصرف اور انصار کی تعریف :

وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ میں الَّذِیْنَ کا عطف اَلْمُھٰجِرِیْنَ پر ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے مالِ فئی میں انصارِ مدینہ کے فقراء کا بھی حق ہے۔ تو یہاں سے مالِ فئی کا آٹھواں مصرف بیان کیا جا رہا ہے۔ پھر اس کے ساتھ انصارِ مدینہ کی تعریف بھی کی گئی ہے۔

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ کی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ اصل میں ہے تَبَوَّؤُا دار الهجرة و الايمان۔ الدَّارَ اصل میں دار الهجرة اور وَالْاِیْمَانَ اصل میں دار الايمان تھا۔ دار کے مضاف الیہ

الھجرۃ کوحذف کر کے اس کی جگہ دار پر الف لام لایا گیا اور الایمان کے مضاف دار کوحذف کردیا گیا۔اور مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے مہاجرین کے آنے سے پہلے ہی دار الھجرۃ اور دار الایمان کوٹھکانا بنایا۔انصارِ مدینہ میں نمایاں طور پر دو قبیلے اوس اور خزرج تھے۔جن میں بعض یہودی اور بعض عیسائی تھے۔مگر ان کی اکثریت مشرکین میں سے تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈالی۔اور یہ تقریباً ایک ہزار سال سے مدینہ منورہ میں آباد تھے۔مدینہ منورہ کے ان مسلمانوں کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ والوں کی زیادتیوں کا پتا چلا! تو انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ہجرت کر جانے کی دعوت دی اور ہر قسم کی مدد کی یقین دہانی کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص اور اسلامی جذبہ کو دنیا والوں کے سامنے اجاگر کرنے کے لیے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں کو مدینہ منورہ کی جانب ہی ہجرت کی تلقین فرمائی۔

تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ وَالْاِیْمَانَ میں واو مع کے معنیٰ میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے ایمان کے ساتھ مدینہ کو اپنا ٹھکانا بنایا۔ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ کی تیسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ الایمان کا فعل محذوف ہے۔اور یہ اصل میں ہے اخلصوا الایمان وہ لوگ جنھوں نے دار ہجرت کو ٹھکانا بنایا اور ایمان کو خالص کیا۔ چوتھی تفسیر یہ ہے کہ تَبَوَّؤُا کا معنیٰ ہے الزموا۔یعنی انھوں نے دار ہجرت اور ایمان کو لازم پکڑا اور کسی قسم کے لالچ اور خوف کو خاطر میں نہ لائے۔پانچویں تفسیر یہ ہے تبوؤا المھاجرین والایمان الدار۔ وہ لوگ جنھوں نے مہاجرین اور اسلام کو مدینہ میں ٹھکانا دیا۔ ہر تفسیر کے مطابق انصارِ مدینہ کی فضیلت

نمایاں ہوتی ہے کہ انھوں نے ہجرت کر کے آنے والوں کو بھی جگہ دی اور عالم اسباب میں اسلام کی بقا اور حفاظت کا ذریعہ بھی بنے۔ انصارِ مدینہ کی پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ مہاجرین اور اسلام کے ایسے معاون بنے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

انصارِ مدینہ کی دوسری صفت بیان فرمائی یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وہ محبت کرتے ہیں ان لوگوں سے جو ہجرت کر کے آئے ان کے پاس۔ انصارِ مدینہ نے مہاجرین کے ساتھ جس قدر محبت کا مظاہرہ کیا اور اس پر عمل کر کے دکھایا یہ ان ہی کا حصہ تھا۔ اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ان کو اپنے مال و جائیداد میں نہ صرف شریک کیا بلکہ ان کے ذمہ کا کام بھی خود کرتے اور ان کو برابر کا حصہ دیتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارا قائم کیا تو انصارِ مدینہ نے حقیقی بھائیوں سے بھی بڑھ کر اس بھائی چارے کو نبھایا۔ اور مہاجرین نے بھی اس میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔

انصارِ مدینہ کی تیسری صفت بیان فرمائی وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا اور مہاجرین کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس کے بارے میں انصار اپنے دلوں میں کوئی تنگی، کوئی خواہش اور کوئی حسد نہیں پاتے۔ عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کو دیا جائے اور کسی کو نہ دیا جائے تو جس کو نہ دیا جائے وہ اپنے دل میں خلش، حسد اور اس کی طلب کی خواہش پاتا ہے۔ مگر انصارِ مدینہ کے دل ایسے صاف ستھرے اور خلوص سے بھرے ہوئے تھے کہ وہ مہاجرین کو ملنے والی چیزوں کے بارے میں کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ بہت سے واقعات ایسے ہیں جہاں انصارِ مدینہ کو دیا گیا اور مہاجرین کو وقتی مصلحت کے تحت نہ دیا گیا تو انصارِ مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی دیا جائے۔

سورۃ الحشر میں بنونضیر قبیلہ کے یہودیوں کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کو مدینہ سے جلاوطن کیا گیا اور ان کا جو مال مسلمانوں کو ملا اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصارِ مدینہ کے دو قبیلوں، اوس اور خزرج کے سرداروں حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین کی مالی حالت کمزور ہے اور اب تک زیادہ تر مہاجرین کا گزر اوقات اس مال میں سے ہو رہا ہے جو تم نے ان کو دیا ہے۔ اگر یہ مال مہاجرین کو دے دیا جائے تو ان کی مالی حالت کچھ بہتر ہو جائے گی اور تمھارے اوپر ان کی کفالت کا جو بوجھ ہے وہ بھی کم ہو جائے گا۔ تو دونوں حضرات نے اپنے اپنے قبیلے کی نمائندگی کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جواب میں کہا کہ ہم اس تقسیم پر بالکل راضی ہیں اور ہم نے جو مہاجرین کو دے رکھا ہے وہ بھی واپس نہیں لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف میں فرمایا وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا اور وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اس چیز کی وجہ سے جو مہاجرین کو دی گئی۔

انصارِ مدینہ کی چوتھی صفت بیان کی گئی کہ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور وہ اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ وہ تنگی کی حالت میں ہوں۔ انسانی مزاج میں ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہی مقدم رکھتا ہے مگر انصارِ مدینہ نے اپنی پروا کیے بغیر دوسروں کی حاجات کا خیال رکھا۔

ایثار کا عمومی مظاہرہ :

انصار مدینہ نے عمومی ایثار کا مظاہرہ بھی فرمایا کہ اپنے سکون و آرام پر اور اپنی ضروریات و حاجات پر دوسروں کو ترجیح کی ایسی مثالیں قائم کیں کہ مہاجرین کو یہ احساس ہونے لگا کہ سارا ثواب تو انصار ہی لے گئے۔ اور اس بات کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سامنے کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم انصارِ مدینہ کے حق میں دعائیں کروگے تو تم بھی اجر وثواب میں ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ گے۔

خصوصی ایثار :

بخاری شریف کتاب التفسیر وغیرہ میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں مہمان آیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے گھروں میں باری باری پیغام بھیجا کہ اگر مہمان کے کھانے کا انتظام ہو سکے تو کر دیں۔ مگر تمام گھروں سے یہی جواب آیا کہ ہمارے ہاں مہمان کے لیے کچھ بھی نہیں۔ تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے بعد اعلان فرمایا کہ اگر تم میں سے کسی کے ہاں مہمان کے کھانے کا انتظام ہو سکے تو وہ مہمان کو کھانا کھلا دے۔ حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اس مہمان کو اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ بیوی سے پوچھا کہ کھانا ہے؟ تو اس نے کہا کہ تھوڑا سا کھانا ہے جو بہ مشکل ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے کفایت کرے گا۔ تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا نَوِّمِیْ صِبْیَانَكِ "اپنے بچوں کو کسی طرح سُلا دے۔" جب ہم مہمان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا شروع کریں گے تو کسی بہانے چراغ بجھا دینا تاکہ مہمان یہ سمجھے کہ ہم بھی مہمان کے ساتھ کھا رہے ہیں اور مہمان پیٹ بھر کر کھا لے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ میاں بیوی نے خود بھی اور ان کے بچوں نے بھی رات بھوک کی حالت میں گزاری اور کھانا مہمان کو کھلا دیا۔ جب صبح کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمھارے اس عمل سے بہت خوش ہوا ہے اور اس نے اس پر وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ آیت کا حصہ اُتارا ہے۔ اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کا شانِ نزول یہ واقعہ ہے۔

اس طرح کے اور بھی واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پائے جاتے ہیں۔

انصارِ مدینہ کی پانچویں صفت بیان فرمائی کہ وہ اپنے نفس کے بخل سے بچائے گئے ہیں وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ۔ شُحَّ کہتے ہیں حرص مع البخل ایسی لالچ جس کے ساتھ بخل بھی ملا ہوا ہو۔ اکیلی لالچ اور اکیلا بخل بہت سی قباحتوں کا باعث بن جاتے ہیں۔ تو اگر دونوں کا مجموعہ کسی میں پایا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے اصول بیان فرمایا کہ جو بھی نفس کے شُحَّ سے بچایا گیا وہ کامیاب ہوگا اور یہ وصف ان میں پایا جا رہا ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔

ان صفات کا نتیجہ :

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار کی صفات بیان کرنے کے بعد ان صفات کا نتیجہ یہ فرمایا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار کے ساتھ محبت ایمان کی علامت ہے اور انصار سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ
لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا
غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ
اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۱ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا
لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۱۲
لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ
قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝۱۳ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ
اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ
جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۴ۚ
كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَ
لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۵ۚ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ
اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ
الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ؕ
وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۷ ع

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ اور ان لوگوں کے لیے ہے جو آئے مِنْۢ بَعْدِهِمْ
ان کے بعد یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں رَبَّنَا اے ہمارے پروردگار
اغْفِرْ لَنَا تو معاف کردے ہمیں وَلِاِخْوَانِنَا اور ہمارے اُن بھائیوں کو
الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ جو ہم سے پہلے لا چکے ہیں ایمان وَلَا تَجْعَلْ فِیْ
قُلُوْبِنَا اور نہ کر تو ہمارے دلوں میں غِلًّا کھوٹ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں رَبَّنَآ اے ہمارے پروردگار
اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بے شک تو ہی نرمی کرنے والا رحم کرنے والا ہے
اَلَمْ تَرَ کیا آپ نے دیکھا نہیں اِلَى الَّذِیْنَ ان لوگوں کی جانب
نَافَقُوْا جو منافق ہیں یَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا اپنے اُن بھائیوں سے جنھوں نے کفر کیا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اہل
کتاب میں سے لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ البتہ اگر تم نکالے گئے تو لَنَخْرُجَنَّ
مَعَكُمْ البتہ ضرور بہ ضرور ہم نکلیں گے تمھارے ساتھ وَلَا نُطِیْعُ فِیْكُمْ
اَحَدًا اَبَدًا اور نہیں بات مانیں گے ہم تمھارے بارے میں کسی کی کبھی بھی
وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو لَنَنْصُرَنَّكُمْ البتہ ضرور بہ
ضرور ہم تمھاری مدد کریں گے وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اور اللہ گواہی دیتا ہے اِنَّهُمْ
لَكٰذِبُوْنَ بے شک وہ البتہ جھوٹ بولنے والے ہیں لَئِنْ اُخْرِجُوْا
البتہ اگر وہ نکالے گئے تو لَا یَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ نہیں نکلیں گے وہ ان کے

ساتھ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا اور البتہ اگر ان سے لڑائی کی گئی تو لَا یَنْصُرُوْنَهُمْ
وہ ان کی مدد نہیں کریں گے وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ اور البتہ اگر اُنھوں نے مدد
کی ان کی تو لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ البتہ وہ ضرور بہ ضرور بھاگ جائیں گے
ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ پھر وہ مدد نہیں کیے جائیں گے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ البتہ تم
زیادہ سخت ہو رَهْبَةً خوف ڈالنے والے فِيْ صُدُوْرِهِمْ اُن کے
دلوں میں مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی بہ نسبت ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے
ہے کہ بے شک وہ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے
لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا وہ نہیں لڑ سکتے تمھارے ساتھ سارے جمع ہو کر اِلَّا فِيْ
قُرًى مُّحَصَّنَةٍ مگر ایسی بستیوں میں جو قلعوں کی صورت میں بنائی گئی ہیں
اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا دیواروں کے پیچھے سے بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ اُن
کی لڑائی آپس میں بہت سخت ہے تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا آپ ان کو خیال
کرتے ہیں اکٹھے وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى حالانکہ اُن کے دل متفرق ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک وہ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ
ایسے لوگ ہیں جو عقل نہیں رکھتے كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ان یہود بنو نضیر
کی مثال ایسے ہے جیسے مثال اُن لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے قَرِيْبًا
قریب زمانہ میں ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ اُنھوں نے چکھ لیا وبال اپنی
کرتوتوں کا وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور اُن کے لیے دردناک عذاب ہے

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ ان منافقوں کی مثال ایسے ہے جیسے مثال شیطان کی اِذْ قَالَ
لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ جب وہ کہتا ہے انسان سے کہ کافر ہو جا فَلَمَّا كَفَرَ پس
جب وہ کافر ہو جاتا ہے قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ تو شیطان کہتا ہے بے شک
میں تجھ سے لاتعلق ہوں اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ بے شک میں ڈرتا
ہوں اللہ سے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ پس ہے
ان دونوں کا انجام اَنَّهُمَا فِي النَّارِ کہ بے شک وہ دونوں دوزخ میں ہوں
گے خَالِدَيْنِ فِيْهَا وہ دونوں اس دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وَذٰلِكَ
اور یہ (دوزخ میں ہمیشہ رہنا) جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ بدلہ ہے ظالموں کا۔

مالِ فیَ کا نواں مصرف :

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ میں اَلَّذِيْنَ کا عطف پہلے مذکور اَلَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ پر ہے
اور اس کا عطف اَلْمُهٰجِرِيْنَ پر ہے۔ تو اس لحاظ سے معنٰی یہ ہوگا کہ جو مہاجرین اور
انصار کے بعد آنے والوں میں فقراء ہیں فیَ کے مال میں ان کا بھی حق ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ کی تفسیر دو طرح سے کی گئی ہے۔ بعض حضرات نے
یہ کہا ہے کہ اَلْمُهٰجِرِيْنَ اور اَلَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا میں ان مہاجرین اور انصار کا ذکر ہے جو
پہلے پہل مہاجر اور انصار بنے اور اَلَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ سے مراد وہ مہاجرین اور
انصار ہیں جو ان کے بعد مہاجر اور انصار بنے۔ اس تفسیر کے مطابق یہ حضرات بھی
مہاجرین اور انصار ہی میں سے ہیں۔

دوسری تفسیر جس کے مطابق جمہور کا نظریہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ اَلَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ

بَعۡدِهِمۡ سے مراد وہ مومن ہیں جو مہاجرین اور انصار کے بعد آئے اور یہاں سے مہاجرین اور انصار کے علاوہ تیسرے گروہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ یعنی جو مہاجرین اور انصار کے بعد قیامت تک آنے والے مومن فقراء ہیں وہ بھی فئی کے مال کے حق دار ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں جو فتوحات حاصل کیں ان کی زمینیں بیت المال میں شامل فرمائیں صرف مجاہدین میں تقسیم نہیں فرمائیں تا کہ بعد میں آنے والے فقراء مومنین بھی اس سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والوں کی صفات :

مہاجرین اور انصار کے بعد آنے والے جن حضرات کو مالِ فئی کا حق دار قرار دیا گیا ہے اُن کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صفت یہ بیان فرمائی کہ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں معاف کر دے۔ وہ اپنی کوتاہیوں کی اپنے رب سے معافی مانگتے ہیں۔ اور دوسری صفت یہ بیان فرمائی وَ لِاِخۡوَانِنَا الَّذِیۡنَ سَبَقُوۡنَا بِالۡاِیۡمَانِ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اُن بھائیوں کو بھی معاف کر دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ بعد میں آنے والوں کو ایمان اور دینی احکام پہلے لوگوں بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رہنمائی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے احسان کے بدلے میں ان کے حق میں بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی نے دوسرے پر احسان کیا تو جس پر احسان کیا گیا اس نے کہا جزاك الله خيرا کہ اللہ تجھے اچھا بدلہ دے۔ تو اس دعا کرنے کی وجہ سے اس نے احسان کا بدلہ دے دیا۔

اور تیسری صفت بیان فرمائی کہ وہ کہتے ہیں وَلَا تَجۡعَلۡ فِیۡ قُلُوۡبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اور نہ ڈال تو ہمارے دلوں میں بغض، کینہ، حسد اور کھوٹ ان لوگوں کے بارے

میں جو ایمان لائے۔ ایک مومن آدمی کا دل دوسرے مومن کے بارے میں حسد وغیرہ سے صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ بالخصوص اپنے اسلاف اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تو ذرا برابر بھی میل دل میں نہیں ہونی چاہیے۔ اور اگر کسی کے دل میں ان کے بارے میں بغض اور حسد پایا جاتا ہے تو وہ فئی کے مال کا حق دار نہیں ہوگا۔ اسی لیے تفسیر روح المعانی اور تفسیر قرطبی وغیرہ میں وضاحت ہے کہ جو شیعہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں دل میں بغض رکھتے ہیں وہ فئی کے مال کے حق دار نہیں ہیں۔ اس لیے کہ حق دار وہ ہیں جن کے دلوں میں ایمان والوں کے بارے میں بغض اور حسد نہ ہو۔ خوارج بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بغض رکھتے ہیں۔ ان کا بھی یہی حکم ہے۔

اور چوتھی صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اپنے عقیدہ ونظریہ کا یوں اظہار کرتے ہیں رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اے ہمارے پروردگار! تو ہی نرمی کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔ جو شخص بھی تیرے ہاں نرمی اور رحم کے لائق ہو تو اس پر بڑی شفقت اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

منافقین کا کردار :

جب یہود کے قبیلہ بنونضیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مدینہ منورہ کے دیگر قبائل کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو عہد شکنی کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا اور ان کا محاصرہ کیا تو وہ ایک مضبوط قلعے میں بند ہو گئے اور باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی ہمت اُن میں نہ رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو مدینہ منورہ چھوڑنے اور جلاوطنی کی پیش کش کی۔ اس دوران رئیس المنافقین عبد اللہ ابن اُبی نے بنونضیر کو پیغام بھیجا کہ تم کمزوری کا مظاہرہ نہ کرنا اور نہ ہی کوئی شرط قبول کرنا۔ اور ان کو اپنی طرف سے اور

مسلمانوں کے مخالف قبائل بالخصوص قبیلہ بنی غطفان کی جانب سے یقین دہانی کرائی کہ ہم تمھاری ہر ممکن مدد کریں گے۔ اور ان سے کہا کہ اگر مسلمانوں نے تمھیں جلاوطن کیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ مدینہ کو چھوڑ دیں گے۔ اور اگر تمھاری مسلمانوں کے ساتھ لڑائی ہوئی تو ہم ہر طرح تمھاری مدد کریں گے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا سے اسی واقعہ کو بیان کیا جارہا ہے۔ اس سے پہلے رکوع میں بھی بنونضیر کی جلاوطنی اور ان سے حاصل ہونے والے مال کا ذکر تھا۔ اور اس رکوع میں منافقین کی جانب سے بنی نضیر کو مسلمانوں کے خلاف اُکسانے اور جھوٹی تسلیوں کا ذکر ہے۔ منافقین کا کردار ہمیشہ کھلے کافروں سے بھی زیادہ خطرناک رہا ہے۔ یہ ظاہر میں مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہوکر کافروں کے طرف دار ہی ہے۔

نَافَقُوْا سے مراد عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی ہیں يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وہ اپنے کافر بھائیوں سے کہتے ہیں مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ سے مراد بنونضیر قبیلہ کے یہودی ہیں۔ یہودیوں کو منافقین کا بھائی اس لیے کہا گیا کہ اندر سے وہ ایک ہی تھے۔ دونوں کے دلوں میں کفر اور مسلمانوں کے خلاف بغض بھرا ہوا تھا۔ منافقین نے بنونضیر کو تسلی دیتے ہوئے اور اپنی جانب سے مدد کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہا کہ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ اگر تمھیں مدینہ سے نکالا گیا تو ہم بھی تمھارے ساتھ مدینہ سے نکل جائیں گے وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا اور تمھارے بارے میں کسی کی کبھی بھی بات نہیں مانیں گے وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ اور اگر تم سے لڑائی کی گئی تو ہم تمھاری مدد کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اس لیے یہ باتیں وہ دکھاوے

کے لیے کرتے تھے۔ حقیقت میں وہ ایسا کرنے پر تیار نہیں تھے۔ اور اللہ تعالیٰ دلوں کے راز جانتا ہے اس لیے ان کی حالت کو ظاہر فرما دیا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ فرمایا لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ اگر بنو نضیر کو مدینہ سے نکال کر جلا وطن کر دیا گیا تو منافقین اپنے گھر بار چھوڑ کر نہیں جائیں گے وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ اور اگر مسلمانوں کی ان سے لڑائی ہوئی تو یہ منافقین بنو نضیر کی مدد نہیں کر سکیں گے اور اگر انھوں نے مدد کی کوشش کی تو ٹھہر نہیں سکیں گے بلکہ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ۔ لَا يُنْصَرُوْنَ مجہول کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے جس کا فاعل مذکور نہیں ہوتا۔ جب وہ مدد نہیں کیے جائیں گے تو اس سے واضح ہو گیا کہ کوئی بھی ان کی مدد نہیں کرے گا۔ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہی حق اور سچ ثابت ہوا کہ جب بنو نضیر کو مدینہ سے نکالا جا رہا تھا اس وقت کوئی منافق ان کی مدد کے لیے نہ آیا۔ بلکہ منافقین اس وقت اپنے گھروں میں چھپے رہے۔

لَاَنْتُمْ میں لام کے ساتھ الف زائد ہے جو لکھنے میں آتا ہے مگر پڑھا نہیں جاتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں رسم الخط میں اسی طرح تھا اور لام تاکید کے لیے ہے۔

مسلمانوں کا رعب منافقوں کے دلوں میں :

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ تمھارا خوف ان منافقین کے دلوں میں اللہ کے خوف سے بھی زیادہ ہے یہ اللہ تعالیٰ سے اتنا نہیں ڈرتے جتنا تم سے ڈرتے ہیں۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو منافقت نہ کرتے بلکہ سچے مومن ہوتے۔ اور تم سے ڈر کر انھوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کی صف میں شامل کر رکھا ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ اور یہی ان

کی بے سمجھی کی دلیل ہے۔ اگر اُن میں سمجھ بوجھ ہوتی تو ایسا نہ کرتے۔

مخالفینِ اسلام کی کمزوری :

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا سے اللہ تعالیٰ نے مخالفینِ اسلام خواہ وہ منافق ہوں یا کھلے کافر، ان کی کمزوری کو ظاہر فرمایا ہے کہ اے مسلمانو! یہ سارے اکٹھے ہو کر بھی تمھارے ساتھ نہیں لڑ سکتے اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ مگر ایسی بستیوں میں تمھارا مقابلہ کرتے ہیں جو بستیاں قلعوں کی طرح محفوظ بنائی گئی ہیں اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ یا دیواروں کے پیچھے سے چھپ کر لڑتے ہیں۔ سامنے آ کر لڑنا ان کے بس کی بات نہیں۔ آج بھی مخالفینِ اسلام لڑاکا طیاروں اور میزائلوں کے ساتھ لڑتے ہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ آمنے سامنے لڑنے کی ہمت اُن میں نہیں ہے۔ اس لیے اُنھوں نے یہ مہلک ہتھیار تیار کیے ہیں۔

بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ منافقین اور یہود کے درمیان لڑائیاں بڑی سخت ہیں تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى آپ ان کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ یہ اکٹھے ہیں حالانکہ ان کے دل آپس میں مختلف ہیں۔ یہی حال آج کے دور میں امریکہ، روس، چین، فرانس اور برطانیہ وغیرہ کا ہے کہ وہ مسلمانوں کے خلاف سب جمع ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اُن کی آپس کی لڑائیاں اتنی سخت ہیں کہ ایک دوسرے کے وجود کو بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا الکفر ملة واحدة "مسلمانوں کے خلاف تمام کافر ایک ہی جماعت ہیں۔" اس لیے مسلمانوں کو اپنی اجتماعیت قائم کرنے اور قائم رکھنے کی سخت ضرورت ہے۔ منافقوں اور کافروں کا مسلمانوں کے خلاف یہ انداز اس وجہ سے ہے ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ اس

وجہ سے ہے کہ بے شک یہ بے عقل لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو ایسے لوگوں کو بے عقل فرمایا ہے مگر غافل مسلمان ایسے لوگوں کو بڑے عقل مند ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دنیاوی لحاظ سے عجیب قسم کی اشیاء ایجاد کرنا عقل مندی نہیں بلکہ یہ فن کاری ہے۔ چھوٹے چھوٹے پرندے بھی اپنے گھونسلے بنانے میں اپنی ایسی فن کاری کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اگر ان عجیب اشیاء کی ایجاد کو عقل مندی قرار بھی دیا جائے تو ان پر عقل مندی کا اطلاق ثانوی درجے میں ہوگا اس لیے کہ اصل عقل مندی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانا جائے اور حق کے راستے کا اتباع کیا جائے۔

دو مثالیں:

اللہ تعالیٰ نے یہاں دو مثالیں بیان فرمائی۔ ایک یہود بنونضیر کی اور دوسری منافقین کی۔ پہلی مثال میں فرمایا کہ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا یہود بنونضیر کی مثال ان لوگوں جیسی ہے جو قریب زمانہ میں ان سے پہلے تھے ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ جنھوں نے اپنی کرتوتوں کی سزا چکھی۔

مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تفسیر یہ ہے کہ ان سے مراد بنو قینقاع قبیلہ کے یہودی ہیں۔ جنھوں نے معاہدہ کی غداری کی تو ان کو جلا وطن کر دیا گیا۔ اسی طرح بنونضیر نے عہد شکنی کی تو ان کو بھی جلا وطن کر دیا گیا۔ اور دوسری تفسیر یہ کی گئی ہے کہ ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جو بڑی تیاری اور ناز و نخرہ کے ساتھ کھیل کود اور شراب کے مٹکے اور گانے والی عورتوں کو لے کر بدر میں شریک ہوئے تھے مگر ان کا انجام قیامت تک کے لیے عبرت کا باعث بن گیا۔ اسی طرح بنونضیر اپنے باغات تجارت اور قبائل سے روابط کی وجہ سے اور منافقین کے اُکسانے کی وجہ سے اترانے لگے اور مسلمانوں کے

خلاف لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ مگر اُن کا انجام ذلت و رسوائی اور جلاوطنی کی صورت میں بعد والوں کے لیے عبرت کا باعث بن گیا۔

دوسری مثال میں منافقین کے کردار کو شیطان کے کردار جیسا قرار دیا گیا کہ منافقین نے بنو نضیر کو خوب اُکسایا اور لڑائی پر آمادہ کیا۔ مگر جب لڑائی کی نوبت آئی تو ان کو چھوڑ کر گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے جیسے شیطان کسی آدمی کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور طرح طرح کے انداز اختیار کر کے اس کو کفر پر آمادہ کرتا ہے۔ جب انسان کفر اختیار کر لیتا ہے تو یہ کہہ کر علیحدہ ہو جاتا ہے کہ میں تیری کارروائی سے لاتعلق ہوں۔ میں تو رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ فرمایا كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ ان منافقوں کی مثال ایسے ہے جیسے مثال شیطان کی اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ جب وہ کہتا ہے انسان سے کہ کافر ہو جا فَلَمَّا كَفَرَ پس جب وہ کافر ہو جاتا ہے قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ تو شیطان کہتا ہے بے شک میں تجھ سے لاتعلق ہوں اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ بے شک میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے۔

اس آیت میں لِلْاِنْسَانِ سے مراد ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو شیطانی جال میں پھنس کر کفر اختیار کر لیتا ہے۔ اور اس سے مراد خصوصیت کے ساتھ ابو جہل بھی ہو سکتا ہے کہ بدر کے موقع پر میدان میں لڑائی سے پہلے ابلیس بنو کنانہ کے سردار سراقہ بن مالک کی شکل میں آیا اور ابو جہل کو خوب لڑائی پر اُکسایا اور مدد کی یقین دہانی کرائی۔ مگر جب ابلیس نے آسمان سے فرشتے اُترتے دیکھے تو ابو جہل کے ہاتھ سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا اور کہنے لگا میں تم سے لاتعلق ہوں۔ میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اس واقعہ کے پیش نظر بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس آیت میں لِلْاِنْسَانِ سے مراد ابو جہل ہے۔ اور بعض نے پہلی

امتوں میں سے ایک نہایت عبادت گزار شخص برصیعا کا ذکر کیا ہے جس کو شیطان نے گمراہی میں ڈال دیا تھا۔

خـداخوفی کازبانی دعویٰ :

کچھ لوگ کفر وشرک اور بداعمالیوں پر اصرار کے باوجود زبان سے کہتے رہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا دعویٰ بالکل غلط ہے اس لیے کہ اگر حقیقت میں ان کے دلوں میں خدا خوفی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والے عقائد واعمال چھوڑ دیتے۔ صرف زبان سے خدا خوفی کا اظہار تو ابلیس بھی کرتا ہے۔ اور قرآن کریم میں دو جگہ مذکور ہے کہ ابلیس نے دعویٰ کیا اِنِّيٓ اَخَافُ اللهَ کہ میں بے شک اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔

ابلیـس اوراس کے پیروکارکافروں کاانجـام :

اللہ تعالیٰ نے جہنم کو اصل میں کافروں اور مشرکوں کے لیے پیدا کیا ہے۔ گناہ گار مسلمان اپنی اپنی سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکال لیے جائیں گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور اس کے اُکسانے پر کفر اختیار کرنے والوں کے بارے میں فرمایا کہ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا کہ ان کا انجام یہ ہوگا کہ بے شک وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے کبھی اُن کو وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۔ اور جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنا ظالموں کی سزا ہے۔ اور اصل ظالم کافر ہی ہیں اسی لیے اُن کے بارے میں فرمایا گیا وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ [البقرہ: ۲۵۴] "اور کافر ہی ظالم ہیں۔" اور شرک کو ظلم

عظیم قرار دیا گیا ہے اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ [لقمان: ۱۳] "بے شک شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔" جب جہنم میں ہمیشہ رہنا ظالموں کی سزا ہے تو کافر اور مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے کبھی نکالے نہیں جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ
اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ
وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا
هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ
اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾
هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ
الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ
الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ
سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ
الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع ۳ ۶/۷

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اے ایمان والو اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ
سے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ اور چاہیے کہ دیکھے ہر آدمی مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اس
چیز کو جو اس نے آگے بھیجی کل کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرتے رہو اللہ سے
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھنے والا ہے بِمَا تَعْمَلُوْنَ اُن
کاموں کی جو تم کرتے ہو وَلَا تَكُوْنُوْا اور نہ ہو جاؤ تم كَالَّذِيْنَ اُن
لوگوں کی طرح نَسُوا اللّٰهَ کہ بھلا دیا اُنھوں نے اللہ کو فَاَنْسٰىهُمْ

اَنۡفُسَھُمۡ تو بھلا دیا اس نے ان کو اپنا آپ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ
یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں لَا یَسۡتَوِیۡۤ نہیں برابر ہو سکتے اَصۡحٰبُ
النَّارِ دوزخ والے وَاَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ اور جنت والے اَصۡحٰبُ الۡجَنَّةِ
جنت والے ھُمُ الۡفَآئِزُوۡنَ وہی کامیاب ہونے والے ہیں لَوۡ اَنۡزَلۡنَا
اگر ہم اُتارتے ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ اس قرآن کریم کو عَلٰی جَبَلٍ کسی پہاڑ پر
لَّرَاَیۡتَهٗ البتہ آپ دیکھتے اس کو خَاشِعًا جھکنے والا مُّتَصَدِّعًا
ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے خوف سے وَتِلۡكَ
الۡاَمۡثَالُ اور یہ جو مثالیں ہیں نَضۡرِبُھَا لِلنَّاسِ ہم ان کو بیان کرتے ہیں
لوگوں کے لیے لَعَلَّھُمۡ یَتَفَكَّرُوۡنَ تاکہ وہ غور و فکر کریں ھُوَ اللّٰهُ
وہی اللہ ہے الَّذِیۡ وہ ذات لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ کہ نہیں کوئی معبود اس کے
سوا عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّھَادَةِ جاننے والا ہے پوشیدہ اور ظاہر کو ھُوَ
الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ وہ نہایت مہربان رحم کرنے والا ہے ھُوَ اللّٰهُ وہی
اللہ ہے الَّذِیۡ وہ ذات لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ کہ نہیں کوئی معبود سوائے اس
کے اَلۡمَلِكُ وہ بادشاہ ہے الۡقُدُّوۡسُ وہ پاک ذات ہے
السَّلٰمُ وہ سلامتی والا ہے الۡمُؤۡمِنُ وہ امن دینے والا ہے الۡمُھَیۡمِنُ
وہ محافظ ہے الۡعَزِیۡزُ وہ غالب ہے الۡجَبَّارُ وہ برائیوں کی اصلاح
کرنے والا ہے الۡمُتَكَبِّرُ وہ بڑائی والا ہے سُبۡحٰنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ

پاک اور منزہ ہے عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ان چیزوں سے جن کو وہ لوگ شریک بناتے ہیں هُوَ اللّٰهُ وہ اللہ ہے الْخَالِقُ جو پیدا کرنے والا ہے الْبَارِئُ بنانے والا ہے الْمُصَوِّرُ تصویر بنانے والا ہے لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اس کے لیے نام ہیں بہت ہی اچھے یُسَبِّحُ لَهٗ تسبیح بیان کرتی ہیں اس کی مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وہ چیزیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ اور وہی بڑی قوت والا حکمت والا ہے۔

ایمان والوں کو تقویٰ کی تلقین :

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ابلیس اور اس کے پیروکاروں کا انجام بیان فرمایا کہ وہ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بھی بیان ہوا کہ ابلیس خود بھی کافر ہے اور لوگوں کو بھی کافر بنانے کی جدوجہد کرتا ہے۔ اور زبان سے اللہ سے ڈرنے کا دعویٰ کرتا ہے مگر حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ اب یہاں ایمان والوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور آخرت کی فکر کرو۔ فرمایا یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ اور چاہیے کہ دیکھے ہر آدمی اس چیز کو جو اس نے آگے بھیجی کل کے لیے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ سے ڈرتے رہو

اس آیت میں دو دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ فرمایا گیا ہے۔ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے اس کی کئی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ ایک وجہ یہ بیان کی کہ پہلے اتَّقُوا اللّٰهَ سے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کے احکام کی پابندی کرو۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰهَ سے

مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی نافرمانی والے اعمال سے بچو۔ اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلی دفعہ اتَّقُوا اللّٰہَ سے تمام ایمان والوں کو تقوے کا حکم دیا گیا ہے۔ تو یہ تقویٰ عام ہے۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰہَ میں خطاب خاص لوگوں کو ہے کہ نیک اعمال کی کوشش اور بُرے اعمال سے بچنے کی کوشش تو سارے مسلمان کرتے ہیں تم صغیرہ گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرو۔

اور ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ پہلی دفعہ اتَّقُوا اللّٰہَ سے مقصد یہ ہے کہ احکام شرع کی پابندی کرو، نیک اعمال کرو۔ اور دوسرے بُرے اعمال سے بچو۔ اور دوسری دفعہ اتَّقُوا اللّٰہَ سے مقصد یہ ہے کہ ان اعمال میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے شرعی حدود کی پابندی اور خلوص نیت اور للّٰہیت کے ساتھ ان اعمال کو ادا کرو۔

غَد کا معنیٰ :

اگلے دن کو غد کہا جاتا ہے۔ اسی لیے فرض اور واجب روزے کے لیے فجر کے طلوع ہونے سے پہلے رات کو روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ رات کو نیت کی جاتی ہے کہ اس رات کے بعد جو دن طلوع ہونے والا ہے اس دن کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔ قیامت کے دن کو غد اس لیے کہا جاتا ہے کہ دنیا کی ساری عمر ایک دن اور اس کے بعد قیامت کا دن آئے گا جو اس دنیا کے دن سے اگلا دن ہوگا۔ اور اگلے دن کی تخصیص کیے بغیر آگے آنے والے وقت کو بھی غد کہا جاتا ہے۔ اور یہاں یہی مراد ہے کہ آگے جو خاص دن آرہا ہے جس میں حساب کتاب ہوگا اس کے بارے میں غور وفکر کرو کہ اس دن

کے لیے تم نے کیا آگے بھیجا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبردار کیا کہ یہ مت سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے اعمال اور ان کی کیفیت سے بے خبر ہے بلکہ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بے شک اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ تمھارے اعمال اور اعمال کی کیفیت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور اس کے مطابق تمھیں بدلا دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کو بھولنے کا انجام :

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ذکر کو بھول جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر ایسی حالت طاری کر دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول جاتے ہیں۔ وہ دنیا کی طلب میں ایسے غافل ہو جاتے ہیں کہ ان کو اپنے آرام و سکون اور بروقت کھانے کی سوچ بھی نہیں رہتی۔ وہ اپنی بھلائی سے غافل اور دوسروں کے کاموں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص اپنے مستقبل یعنی آخرت کے معاملہ میں ان کو ذرا بھی توجہ نہیں رہتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کو اور اس کے ذکر کو بھول جانے کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایمان والے بندوں سے فرمایا وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ اور تم نہ ہو جاؤ اُن لوگوں کی طرح جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلایا فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی ایسی حالت کر دی کہ وہ اپنے آپ کو بھی بھول گئے اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ یہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔

کامیاب اور ناکام لوگ برابر نہیں ہیں :

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کو جنت میں اور بُرے لوگوں کو دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ جنت میں جانے والے اور دوزخ میں جانے والے برابر نہیں ہیں بلکہ جنت میں جانے والے ہی کامیاب ہوں گے۔ فرمایا لَا يَسْتَوِيْٓ نہیں برابر ہو سکتے

اَصْحٰبُ النَّارِ دوزخ میں جانے والے وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اور جنت میں جانے والے اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ جنت میں جانے والے ہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ کہ ان کو دنیا میں کیے گئے اعمال کا اچھا بدلہ ملے گا اور وہ ہمیشہ آرام وسکون سے جنت میں رہیں گے۔

قرآن کریم کی اطاعت کی ترغیب :

قرآن کریم ہی میں کئی مقامات میں فرمایا گیا کہ قرآن کریم تمھاری ہدایت کے لیے اُتارا گیا ہے۔ اس کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی نافرمانی سے بچو۔ اور اس آیت کریمہ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ میں بھی قرآن کریم کی عظمت اور اس کی اطاعت کی ترغیب کو بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ اگر اس قرآن کریم کو ہم کسی پہاڑ پر اُتارتے تو یقیناً وہ اس کی عظمت کو برداشت نہ کر سکتا اور اس کے خوف سے لرز کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کی حالت یہ بیان فرمائی کہ قرآن کریم کی تلاوت سن کر تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ [الزمر: ۲۳] "جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اُن کے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔" مگر جن لوگوں کو قرآن کریم کی عظمت کا خیال نہیں خواہ وہ کافر ہوں یا منافق ان کے دل تو ایسے سخت ہو گئے جیسے وہ پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوں، قساوتِ قلبی انسان کو تباہ کرنے والے اخلاق میں سے ہے۔

مثالیں بیان کرنے کی حکمت :

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مثالیں بھی بیان فرما کر اپنے بندوں کو سمجھایا ہے۔ یہ مثالیں عبرت کے لیے بیان کی گئی ہیں۔ اور اس لیے بیان کی گئی ہیں تا کہ لوگ غور وفکر

کریں۔ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ اور یہ جو مثالیں ہیں نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ان کو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان :

اس سے پہلی آیت لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی عظمت کو بیان فرمایا۔ اب اپنی ذات کی عظمت اور شان کو بیان فرمایا کہ قرآن کریم کو اُتارنے والی ذات بہت ہی عظمت اور شان والی ہے۔

مخلوق کو پیدا کرنے والا اللہ ہے :

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ جس ذات نے ساری کائنات کو پیدا کیا وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ اُس ذات کا نام ہے جو واجب الوجود ہے۔ یعنی اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں ہے۔ تمام تعریفات کے لائق صفات اُس میں پائی جاتی ہیں اور عیب والی ہر صفت سے پاک اور منزہ ہے اور وہی عبادت کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مشہور ننانوے صفاتی نام ہیں۔ ہر نام اس کی صفت کو اُجاگر کرتا ہے۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں جس نے وہ نام ذکر کر کے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو رد نہیں کرتا بلکہ قبول کرتا ہے۔ ان مشہور ننانوے ناموں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے بے شمار نام ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کے بعض صفاتی نام ذکر کیے گئے ہیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عبادت کے لائق ہے اس لیے کہ معبود کی جو صفات ہو سکتی ہیں وہ صرف اسی میں پائی جاتی ہیں کسی اور میں نہیں پائی جاتیں۔ معبود وہ ہو سکتا ہے جو کسی معاملہ میں کسی کا محتاج نہ ہو بلکہ سب اس کے محتاج ہوں۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ غیب اور حاضر سب کو جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اس لیے مفسرین کریم نے فرمایا کہ عالم الغیب سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی جانتا ہے جو مخلوق سے پوشیدہ ہیں یعنی عالم ارواح، عالم برزخ اور عالم حشر۔ اور جنت دوزخ میں جو ہو رہا ہے یا ہوگا جو مخلوق پوشیدہ ہے اللہ تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے اور وَالشَّهَادَةِ سے مراد یہ ہے کہ جو مخلوق کے سامنے حاضر ہے۔ یعنی اس دنیا میں پائی جانے والی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اور الْغَيْبِ سے مراد دماغ میں سوچ اور دل میں پائے جانے والے خیالات جو مخلوق سے پوشیدہ ہیں۔ اور الشَّهَادَةِ سے مراد مخلوق کے ظاہری افعال و اقوال ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جانتا ہے۔ علمائے امت نے فرمایا ہے کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔ یہ صفت اسی کے ساتھ مختص ہے۔

هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ وہ بہت مہربان رحم کرنے والی ذات ہے۔ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اس کی ان صفات کا نتیجہ ہیں۔ دنیا کی نعمتیں اپنی ساری مخلوق کو اور آخرت کی نعمتیں اپنے فرماں بردار ایمان والوں کو عطا کرنے والا ہے۔ اَلْمَلِكُ وہ بادشاہ ہے اور بادشاہی اس کی صفت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر ساری دنیا میری نافرمان ہو جائے ایک بھی میری بات ماننے والا نہ ہو تب بھی میری بادشاہی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اگر ساری مخلوق فرماں بردار ہو جائے ایک بھی نافرمان نہ رہے تب بھی میری بادشاہی میں ایک ذرہ کا اضافہ نہیں ہوتا۔ مخلوق مانے یا نہ مانے وہ اَلْمَلِكُ ہے یہ اس کی صفت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کی طرح ازلی اور ابدی ہیں۔

الْقُدُّوْسُ وہ ذات ہر قسم کے عیب اور نقص سے پاک ہے السَّلٰمُ وہ سلامتی والا ہے۔ خود بھی قائم و دائم ہے اور دوسروں کو قائم و دائم رکھنے والا ہے۔ خود بھی نقائص اور عیوب سے محفوظ ہے اور دوسروں کو بھی سلامتی عطا کرنے والا ہے۔ الْمُؤْمِنُ وہ امن دینے والا ہے۔ وہی چیز امن پا سکتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ امن دے۔ اور مومن کا معنیٰ تصدیق کرنے والا بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ایمان والے کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔ الْمُهَيْمِنُ کا معنیٰ محافظ اور نگہبان۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا محافظ ہے۔ پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَ النَّهَارِ " آپ ان لوگوں سے پوچھیں کہ رات اور دن میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے کون تمھاری حفاظت کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی کسی کا محافظ نہیں ہے۔

الْعَزِيْزُ وہ غالب ہے۔ کوئی اس کے سامنے دم نہیں مار سکتا۔ وہ قوت والا ہے اس کی قوت کے سامنے کسی کی قوت کام نہیں دے سکتی۔ وہ کمال قدرتوں والا ہے جس نے مخلوق کو پیدا کر کے اپنی قدرت کے کمالات کو ظاہر فرمایا ہے۔ الْجَبَّارُ جبر کا معنیٰ تلافی۔ اللہ تعالیٰ تلافی کرنے والا ہے یعنی لوگوں کی توبہ قبول کرنے والا ہے۔ جبر کا معنیٰ غلبہ پانا۔ اللہ تعالیٰ ہی کا غلبہ اور تسلط ہے ہر چیز پر۔ کوئی چیز اس کے تسلط سے باہر نہیں ہے۔ الْمُتَكَبِّرُ وہ بڑائی والا ہے۔ جتنی بڑائی اس کی ہے اتنی بڑائی کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ "بڑائی میری چادر ہے۔" یہ بڑائی اسی کی شان کے لائق ہے اسی لیے اس نے مخلوق کو حکم دیا کہ میری بڑائی بیان کریں۔

سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ یہودیوں، عیسائیوں اور دیگر بت پرستوں نے جو

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنا رکھے ہیں اللہ تعالیٰ ان میں ہر ایک کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے۔اس کو کسی شریک کی ضرورت نہیں۔وہ اپنی ذات اور صفات کے لحاظ سے وحدہٗ لاشریک ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ وہ اللہ تعالیٰ خالق ہے یعنی مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے۔ الْبَارِئُ وہ بنانے والا ہے۔مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ خالق کا معنٰی ہے مادہ پیدا کرنے والا۔اور باری کا معنٰی ہے مادہ سے مختلف اجناس اور مختلف اشکال کومخلوقات بنانے والا۔ الْمُصَوِّرُ وہ صورتیں بنانے والا ہے۔اسی نے ہر مخلوق کی صورت بنائی اور ماں کے رحم میں بچے کی صورت وہی بناتا ہے۔اس دنیا میں جان دار چیزوں کی تصویریں بنانا مخلوق کے لیے ناجائز ہیں۔غیر جان دار چیزوں کی تصویریں بنانا جائز ہے۔

لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى اسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔اس کے ہر نام میں جوصفت بیان کی گئی ہے ہر صفت میں اس کی کمالِ قدرت کا اظہار ہے۔ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اسی کی تسبیح بیان کرتی ہے۔کائنات کی ہر چیز خواہ وہ جان دار ہو یا غیر جان دار، ہر چیز اپنے حال کے مناسب اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے اگرچہ کسی کو اس کی تسبیح سمجھ نہ آئے۔مگر اللہ تعالیٰ اس کی تسبیح کو جانتا ہے وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

اس سورت کی ابتداء بھی اسی سے ہوئی کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت ہے۔اور اس سورت کا اختتام بھی انہی کلمات سے ہو رہا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے صبح کو یا شام کو سورۃ الحشر کی آخری تین آیات پڑھیں تو صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اللہ تعالیٰ اس کے لیے ستر ہزار

فرشتے مقرر کردیتا ہے جو اس کے لیے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورۃ المُمتحنۃ

(مکمل)

اٰیاتها ۱۳ ۶۰ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِیَّةٌ ۹۱ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ اِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖۗ وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَ مَاۤ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱﴾ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ یَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲﴾ؕ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ۚۛ یَفْصِلُ بَیْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۳﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ٘ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَیْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَیْكَ اَنَبْنَا وَ اِلَیْكَ الْمَصِیْرُ ﴿۴﴾

ع ۱۶

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوْا نہ بناؤ عَدُوِّيْ میرے دشمن کو وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ اور اپنے دشمن کو دوست تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بھیجتے ہو تم اُن کی طرف بِالْمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام وَقَدْ كَفَرُوْا حالانکہ اُنھوں نے کفر کیا ہے بِمَا اُس چیز کا جَآءَكُمْ جو آئی ہے تمھارے پاس مِّنَ الْحَقِّ حق سے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ نکالا ہے اُنھوں نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو وَاِيَّاكُمْ اور تمھیں بھی اَنْ اس وجہ سے تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ کہ تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر رَبِّكُمْ جو رب ہے تمھارا اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ اگر تم نکلے ہو جِهَادًا جہاد کرنے کے لیے فِيْ سَبِيْلِيْ میرے راستے میں وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ پوشیدہ طور پر تم بھیجتے ہو اُن کی طرف بِالْمَوَدَّةِ دوستی کا پیغام وَاَنَا اَعْلَمُ حالانکہ میں جانتا ہوں بِمَآ اُس چیز کو اَخْفَيْتُمْ جس کو تم چھپاتے ہو وَمَآ اور اُس چیز کو اَعْلَنْتُمْ جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَمَنْ يَّفْعَلْهُ اور جو شخص ایسا کام کرے گا مِنْكُمْ تم میں سے فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ پس تحقیق وہ بہک گیا سیدھے راستے سے اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ اگر وہ قابو پالیں تم پر يَكُوْنُوْا لَكُمْ ہوں گے وہ تمھارے اَعْدَآءً دشمن وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اور پھیلائیں تمھاری طرف اَيْدِيَهُمْ اپنے ہاتھ وَاَلْسِنَتَهُمْ

اور اپنی زبانیں بِالسُّوْٓءِ برائی کے ساتھ وَوَدُّوْا اور وہ چاہتے ہیں
لَوْ تَكْفُرُوْنَ کہ تم کافر ہو جاؤ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ ہرگز نہیں نفع
دیں گے تمھیں تمھارے رشتے وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمھاری اولاد يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ فیصلہ کرے گا اللہ تعالیٰ
تمھارے درمیان وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے
ہو دیکھتا ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ تحقیق ہے تمھارے لیے اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ
اچھا نمونہ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم علیہ السلام میں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اور اُن میں
جو اُن کے ساتھ تھے اِذْ قَالُوْا جب کہا انھوں نے لِقَوْمِهِمْ اپنی
قوم سے اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے وَمِمَّا اور اُن
سے تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا
كَفَرْنَا بِكُمْ ہم منکر ہیں تمھارے وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اور ظاہر ہو گئی
ہمارے اور تمھارے درمیان الْعَدَاوَةُ عداوت وَالْبَغْضَآءُ اور بیر
(دشمنی) اَبَدًا ہمیشہ کے لیے حَتّٰى تُؤْمِنُوْا یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ
بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اللہ تعالیٰ پر جو اکیلا ہے اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ سوائے
ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات کے لِاَبِيْهِ جو انھوں نے اپنے باپ کے لیے
کہی تھی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ میں ضرور بخشش طلب کروں گا آپ کے لیے
وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ اور میں نہیں ہوں مالک آپ کے لیے مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا اے ہمارے رب ہم آپ پر بھروسا کرتے ہیں وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ اور آپ کی طرف ہی ہے لوٹنا۔

وجہ تسمیہ وتعارف سورۃ :

اس سورت کا نام سورۃ الممتحنہ ہے۔ اس کا مصدر امتحان ہے۔ اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے ان عورتوں سے امتحان لینے کا حکم دیا ہے جو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔ اس لیے اس کا نام ممتحنہ ہے۔ یعنی وہ سورۃ جس میں امتحان لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ نزول کے اعتبار سے اس کا نمبر اکیانوے [۹۱] ہے۔ اس سے قبل نوے [۹۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور تیرہ آیتیں ہیں۔ اس سے پہلی سورۃ میں یہود اور منافقین سے لڑائی کا ذکر تھا اور اس سورۃ میں تمام کافروں سے دوستی کرنا منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دوست۔

شانِ نزول :

اس سورۃ کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے، زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ اور مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، چاروں کو فرمایا کہ (مکہ مکرمہ کے راستے پر جاؤ) موضع خاخ کے مقام پر تمھیں ایک عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ لے آؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چاروں گھوڑے دوڑاتے

ہوئے روضہ خاخ کے مقام پر پہنچے تو وہاں ہمیں ایک عورت ملی۔ ہم نے اس سے کہا کہ خط نکال دے۔ وہ کہنے لگی وَاللّٰہِ مَا مَعِیَ مِنْ کِتَاب "خدا کی قسم میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔" ہم نے کہا خط نکال دے اِلَّا لَنُجَرِّدَنَّكَ "ورنہ ہم تجھے ننگا کر کے تیری تلاشی لیں گے۔" تو اس نے سر کے بالوں کے جوڑے سے خط نکال دیا۔ ہم وہ خط لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔

اس خط کا مضمون یہ تھا کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چند مکہ کے مشرکوں کے نام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیاری کا ذکر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اے حاطب! یہ کیا بات ہے کہ تو نے کافروں کو مخبری کی ہے؟ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمایئے (میری بات سن لیں پھر جو چاہے سزا دیں۔) ہوا یہ کہ میں اصل قریشی تو ہوں نہیں اور آپ کے ساتھ جو دوسرے مہاجر ہیں وہ (اصل قریشی ہیں) ان کے عزیز، رشتہ دار وہاں موجود ہیں جن کی وجہ سے ان کے گھر بار، مال محفوظ ہیں۔ میں نے چاہا کہ میرا رشتہ ناتا تو ان سے نہیں ہے تو کچھ احسان کر کے اپنا حق اُن پر قائم کر دوں تاکہ وہ اس وجہ سے میرے رشتہ داروں کو نہ ستائیں۔ میں نے یہ کام اس وجہ سے نہیں کیا کہ خدانخواستہ میں کافر ہو گیا ہوں یا اسلام سے پھر گیا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حاطب نے سچ کہا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! دَعْ لِیْ لِاَضْرِبَ عُنُقَ هٰذَا الْمُنَافِقِ "مجھے اجازت دیجیے میں اس منافق کی گردن اُتار دوں۔" اور حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک غلام تھا۔ اُس نے کہا حضرت! یہ دوزخی ہے۔ اُس کو بھی موقع مل گیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عمر تو جانتا ہے یہ کون ہے؟ اِنَّهٗ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا یہ بدری ہے جنگ بدر میں شریک ہوا تھا۔ اور تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدر والوں کو جھانک کر فرمایا کہ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ تم جو چاہو عمل کرو شرک کے علاوہ جیسے بھی گناہ ہو جائیں میں نے تمھیں بخش دیا ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں اس واقعہ کی پوری تفصیل موجود ہے۔ اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ غلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تو نے اس کو دوزخی کہا ہے وَاللّٰهِ لَا يَدْخُلُهَا اَبَدًا "خدا کی قسم! یہ دوزخ میں کبھی بھی نہیں جائے گا۔" اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے اور اپنے دشمن کو دوست تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ بھیجتے ہو تم اُن کی طرف دوستی کا پیغام کہ مسلمانوں کے راز کی بات ان تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ کسی مسلمان کے لیے ہرگز یہ مناسب نہیں۔ تم ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو اور ان کا حال یہ ہے کہ وَقَدْ كَفَرُوْا اور تحقیق اُنھوں نے کفر کیا ہے بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ اس چیز کا جو آئی ہے تمھارے پاس حق سے۔ دینِ حق کا اُنھوں نے انکار کر دیا ہے، توحید و رسالت کو وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں، قیامت کے یہ منکر ہیں۔ اور ان کی یہ کارروائی بھی تمھارے سامنے ہے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ کہ نکالا اُنھوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے اور تمھیں بھی۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس منصوبے سے آگاہ فرمایا اور مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اور اُنھوں نے تمھارے ساتھ اتنی سختیاں کیں کہ تمھیں ہجرت پر مجبور کر دیا۔ اس کے سوا تمھارا کیا جرم تھا کہ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ تم ایمان لائے ہو اللہ تعالیٰ پر جو رب ہے تمھارا۔ اس

وجہ سے تمھیں شہر بدر کر دیا۔ یہ تمھارے اتنے سخت دشمن ہیں ایسے لوگوں سے دوستی مت کرو۔

اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ اگر تم نکلے ہو جہاد کرنے کے لیے میرے راستے میں وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ اور میری رضا تلاش کرنے کے لیے گھروں سے نکلے ہو تو پھر کافروں کی رضامندی کی فکر تمھیں کیوں ہے کہ ان کی خوشنودی تلاش کرتے ہو تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ پوشیدہ طور پر تم بھیجتے ہو اُن کی طرف دوستی کا پیغام وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ حالانکہ میں جانتا ہوں اُس چیز کو جس کو تم چھپاتے ہو وَمَآ اَعْلَنْتُمْ اور اُس چیز کو جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ سینوں کے رازوں اور ارادوں سے واقف ہے۔ بلکہ جو چیز ابھی تمھارے خیال میں نہیں آئی لانا چاہتے ہو وہ اس سے بھی واقف ہے۔ لہٰذا اس نے راز فاش ہونے سے پہلے اپنے پیغمبر کو اطلاع دے دی۔ اور یاد رکھو! وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ اور جو شخص ایسا کام کرے گا کہ کافروں کو راز بتائے یا اُن سے دوستی کا اظہار کرے گا فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ تحقیق وہ بہک گیا سیدھے راستے سے کہ وہ یہ خیال کرے کہ دوستی کا اظہار کرنے سے کافر اس کی دوستی کی رعایت کریں گے۔ یہ اس کی خطا ہے۔ وہ تو تمھارے ایسے سخت دشمن ہیں کہ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ اگر وہ قابو پالیں تم پر يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً تو وہ تمھارے دشمن ہوں گے تمھارے دوست نہیں بن سکتے بلکہ وہ ہمیشہ تمھارے دشمن ہی رہیں گے۔

وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ اور وہ پھیلائیں اور چلائیں تمھارے اوپر اپنے ہاتھ اور اپنی زبانیں بُرائی کے ساتھ۔ اگر وہ تم پر قابو پالیں تو وہ تمھیں

قتل کریں زبانوں سے تم کو لعن طعن کریں، گالی گلوچ کریں۔ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ اور وہ چاہتے ہیں کہ تم کافر ہو جاؤ، یہودی ہو جاؤ، عیسائی ہو جاؤ، مشرک بن جاؤ، کچھ بن جاؤ مگر مسلمان نہ رہو۔ ایسے لوگوں سے کب دوستی کی توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اگر قرابت داروں کی وجہ سے تمھاری خواہش ہو کہ کافروں سے دوستی کریں تو سن لو لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ہرگز نہیں نفع دیں گے تمھیں تمھارے رشتے اور نہ تمھاری اولاد يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت والے دن نہ کوئی نفع پہنچا سکے گا اور نہ کوئی نقصان سے بچا سکے گا۔ وہاں ہر ایک کو اپنی فکر ہو گی۔ سورۂ عبس پارہ ۳۰ میں ہے يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝۳۴ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝۳۵ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝۳۶ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور بھاگے گا اپنی ماں اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ہر آدمی کے لیے ان میں سے اس دن حال ہو گا جو بے پروا کر دے گا اس کو دوسروں سے۔" بیوی بچوں کی خاطر اگر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف کام کرو گے تو یہ آخرت میں تمھارے کام نہیں آئیں گے۔ وہاں ایمان، نیکی اور صداقت ہی کام آئے گی۔

يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ اس دن اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان فیصلہ کرے گا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو دیکھتا ہے۔ اس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ تمھارے اچھے بُرے اعمال سامنے رکھ کر جزا سزا دے گا۔ کافروں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھو جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں نے رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تحقیق ہے تمھارے لیے عمدہ نمونہ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ابراہیم علیہ السلام میں اور اُن میں نمونہ ہے جو اُن کے ساتھ تھے۔

حضرت لوط علیہ السلام اور اُن کی بیوی حضرت سارہ علیہا السلام۔ کہ ان کی ساری قوم، بادشاہ سے لے کر ادنیٰ چرواہے تک سب کافر مشرک تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اُن سے بیزاری کا اعلان کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ جب کہا اُنھوں نے اپنی قوم سے اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ بے شک ہم بیزار ہیں تم سے اور اُن سے جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ بتوں کی، ستاروں کی۔ آگے بے زاری کا بیان ہے۔ فرمایا كَفَرْنَا بِكُمْ ہم منکر ہیں تمھارے۔ تمھارے عقائد کے منکر ہیں اور تمھارے معبودوں کی عبادت کے منکر ہیں۔ یہ تو بیزاری ہے عقیدے کے اعتبار سے اور باعتبار برتاؤ اور معاملات کے فرمایا وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا اور ظاہر ہوگئی ہے ہمارے اور تمھارے درمیان عداوت اور بیر (بغض) ہمیشہ کے لیے۔ اس کو ہم کبھی نہیں چھوڑیں گے تمھارے ساتھ یہ ٹکر جاری رہے گی حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر جو وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس عقیدے پر آجاؤ کہ اللہ تعالیٰ کی نہ ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے، نہ اس کے افعال میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے ارادے میں کوئی شریک ہے۔ جب تک تم اپنا عقیدہ درست نہیں کرو گے ہماری تمھاری جنگ جاری رہے گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں حتیٰ کہ ان کو آگ کے چیخا (الاؤ) میں پھینک دیا گیا مگر اُن کے پائے استقلال میں لغزش نہیں آئی۔ باپ نے دھکے مار کر گھر سے نکال دیا مگر اُنھوں نے ایمان پر سودے بازی نہیں کی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی زندگی کو اپنے لیے نمونہ بناؤ۔ لیکن ایک بات میں نمونہ نہیں بنانا۔ فرمایا اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ

سوائے ابراہیم علیہ السلام کی ایک بات کے جو اُنھوں نے اپنے باپ کے لیے کہی تھی لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ میں ضرور بخشش طلب کروں گا آپ کے لیے اپنے پروردگار سے۔ یہ میری عرضی ہوگی رب تعالیٰ کے سامنے وگرنہ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اور میں نہیں ہوں مالک آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا۔ وہ چاہے تو دعا قبول کرے اور اگر چاہے تو نہ قبول کرے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ عداوت کے باوجود ابراہیم علیہ السلام میں شفقت کا مادہ موجود تھا کہ کسی طرح میرا باپ ایمان قبول کرلے۔ اور سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا دعا مانگنا ایک وعدے کے سبب سے تھا فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ "پھر جب آپ پر واضح ہوگیا کہ یہ دشمن خدا ہے تو اس سے بیزاری کا اعلان کردیا۔"

توفرمایا میں آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا اور میں نہیں مالک آپ کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی شے کا۔ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسا کرتے ہیں وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور آپ ہی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا
رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٥ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ
اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ
يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝٦ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ۭ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ۭ
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٧ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ
يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ
تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝٨ اِنَّمَا
يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ
مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ
يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٩

رَبَّنَا اے ہمارے رب لَا تَجْعَلْنَا نہ بنا ہم کو فِتْنَةً آزمائش
لِّلَّذِيْنَ اُن لوگوں کے لیے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا وَاغْفِرْ لَنَا
اور بخش دے ہم کو رَبَّنَا اے ہمارے رب اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ
بے شک آپ ہی غالب حکمت والے ہیں لَقَدْ كَانَ لَكُمْ البتہ تحقیق ہے
تمھارے لیے فِيْهِمْ اُن میں اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اچھا نمونہ لِّمَنْ
اُس شخص کے لیے كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ جو اُمید رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے وَالْيَوْمَ
الْاٰخِرَ اور ڈرتا ہے آخرت کے دن سے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جس نے

اعراض کیا فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ پس بے شک اللہ ہی بے پروا اور تعریفوں والا ہے عَسَی اللّٰہُ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ کر دے اللہ تعالیٰ تمھارے درمیان وَبَیْنَ الَّذِیْنَ اور اُن کے درمیان عَادَیْتُمْ جن سے تمھاری عداوت ہے مِّنْھُمْ اُن میں سے مَّوَدَّۃً دوستی وَاللّٰہُ قَدِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ قدرت رکھنے والا ہے وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ نہیں منع کرتا اللہ تعالیٰ تم کو عَنِ الَّذِیْنَ اُن لوگوں سے لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ جو تم سے نہیں لڑے فِی الدِّیْنِ دین کے معاملے میں وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ اور اُنھوں نے نہیں نکالا تم کو مِّنْ دِیَارِکُمْ تمھارے گھروں سے اَنْ تَبَرُّوْھُمْ کہ تم اُن سے نیکی کرو وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ اور انصاف کرو اُن کے ساتھ اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ بے شک منع کرتا ہے اللہ تعالیٰ تم کو عَنِ الَّذِیْنَ اُن لوگوں سے قٰتَلُوْکُمْ جو لڑتے ہیں تم سے فِی الدِّیْنِ دین کے معاملے میں وَاَخْرَجُوْکُمْ اور نکالا ہے تم کو مِّنْ دِیَارِکُمْ تمھارے گھروں سے وَظٰھَرُوْا اور اُنھوں نے مدد کی عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ تمھارے نکالنے پر اَنْ تَوَلَّوْھُمْ کہ تم اُن سے دوستی کرو وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ اور جو اُن سے دوستی کرے گا فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ

الظّٰلِمُوْنَ پس یہی لوگ ظالم ہیں۔

رابط آیات :

اس سے پہلی آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیزاری کا ذکر تھا جو اُنھوں نے اپنی قوم اور اُن کے معبودوں سے کی تھی۔ اور اب ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے۔فرمایا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے ہمارے رب! نہ بنا ہم کو آزمائش اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے کفر کیا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کافروں کا تختۂ مشق بن جائیں اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو نقصان ہی پہنچاتے رہیں۔

اور یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ اے پروردگار! ان کافروں کو ہم پر غلبہ نہ عطا فرما کہ وہ جس طرح چاہیں ہمیں مصیبت میں مبتلا کریں اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ وہ حق پر ہیں اور مسلمان باطل پر ہیں کہ اگر مسلمان حق پر ہوتے تو اس طرح ذلت اور خواری نہ ہوتی۔ اور ایسی حالت کو دیکھ کر کافر اس فتنے میں پڑیں کہ وہ حق پر ہیں۔

اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے معنٰی بیان کیے ہیں کہ اے پروردگار! کافروں کو ہم پر ایسا غلبہ نہ دے کہ وہ ہمیں ہمارے دین سے فتنے میں ڈالیں کہ ہم دین سے منحرف ہو جائیں۔ اور اے پروردگار! وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا اور بخش دے ہم کو اے ہمارے رب اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ بے شک آپ غالب حکمت والے ہیں۔ ہر طرح کی قدرت آپ کو حاصل ہے اور آپ کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ تمھارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ ہے۔ آگے دوبارہ اسی کی تاکید فرمائی اور فرمایا لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ البتہ تحقیق ہے تمھارے لیے ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں میں اچھا نمونہ کافروں کے ساتھ برأت کرنے میں، ان

کے ساتھ تعلقات رکھنے میں۔ مگر لِمَنْ كَانَ اُس شخص کے لیے ہے یَرْجُوا اللّٰهَ جو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی اُمید رکھتا ہے وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ اور آخرت کے دن کی نعمتوں کی اُمید رکھتا ہے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اور جو شخص اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ کے احکامات سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسوہ سے فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ پس بے شک اللہ بے پرواہ ہے اس کو کسی کی پروا نہیں ہے۔ روگردانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں ہوتا اور وہ تعریفوں والا ہے۔

سورۃ ابراہیم آیت نمبر ۸ پارہ تیرہ میں ہے اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا "اگر تم کفر کرو گے تم اور جو زمین میں ہیں سارے فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بے پروا تعریفوں والا ہے۔" کافروں کے ساتھ سختی سے مقاطعہ کا حکم جب نازل ہوا تو طبعی طور پر تو فکر ہو سکتی تھی، رنج ہو سکتا تھا قرابت داروں سے قطع تعلقی کا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بہ طور بشارت کے پیش گوئی فرمادی۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً اُمید ہے کہ کر دے گا اللہ تعالیٰ تمھارے اور اُن کے درمیان جن سے تمھاری عداوت ہے اُن میں سے دوستی۔ بایں طور کہ وہ کافر مسلمان ہو جائیں۔ سارے نہ تو بعض ہی سہی۔ جب مسلمان ہو جائیں گے تو تمھارے اور اُن کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہو جائیں گے۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے بدترین دشمنوں کے دلوں کو پھیر دیا اور وہ ایمان لے آئے۔ فتح مکہ کے دن مشرکین مکہ میں سے کوئی شاذ آدمی ہی رہ گیا ہو گا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ ابوسفیان کل تک بدترین دشمن تھا مگر آج جان نثار بن چکا ہے۔ اس کی بیوی ہندہ نے اسلام قبول کر لیا تو کہنے لگی یا رسول اللہ! آپ کے

خاندان سے زیادہ مجھے کسی خاندان سے دشمنی نہ تھی اور اب خدا کا شکر ہے کہ مجھے تمام جہان میں آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔ اور آپ کے خاندان کا عروج مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین چیزوں کی درخواست کی۔ ایک یہ کہ جس طرح زمانہ جاہلیت میں اسلام کے خلاف لڑتا تھا اب اجازت دیں کہ اس سے بڑھ کر کافروں کے ساتھ جہاد کروں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ مرتدین میں سے سب سے بڑے مرتد ذوالجمار کے خلاف ابوسفیان نے ہی علم جہاد بلند کیا۔ جنگِ یرموک میں دشمن کی تعداد دو لاکھ تھی اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اگرچہ بوڑھے ہو چکے تھے اور جہاد میں ایک آنکھ بھی ضائع ہو چکی تھی مگر اس کے باوجود اس معرکہ میں شریک ہوئے۔ خود بھی جہاد کیا اور مجاہدین کو بھی حوصلہ دلاتے تھے۔

دوسری درخواست یہ کی کہ میرے بیٹے کو کاتبِ وحی بنایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی یہ درخواست بھی قبول فرمائی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کاتبینِ وحی میں شامل کیا۔ تیسری درخواست یہ کی کہ مجھے اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں تھیں اُن کی وجہ سے مجھے وہی عزت حاصل ہونی چاہیے جو ایسے باپ کو حاصل ہوتی ہے جو اپنی بیٹی کا نکاح خود اپنے ارادے اور اختیار سے کر کے دیتا ہے۔ کیوں کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ ابوسفیان کی مرضی کے خلاف پہلے ایمان لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں آ چکی تھیں۔

تو فرمایا کہ موجودہ حالات میں کافروں سے دوستی نہیں ہو سکتی۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دیں کہ تمھارے اور اُن کے درمیان محبت پیدا ہو جائے وَاللّٰهُ

قَدِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ وہ ایسا کرنے پر قادر ہے کہ ان کو ایمان کی توفیق دے کر تمھارے دوست بنا دے وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ مشرکین سے دوستی کے بارے میں جو تم سے کوتاہی ہوئی اس کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا کیوں کہ وہ تم پر مہربان ہے۔

پہلے عام کافروں کا ذکر تھا کہ ان کے ساتھ دوستی نہیں ہو سکتی۔ اب اُن کافروں کا ذکر ہے جو مسلمانوں کے ساتھ لڑتے نہیں ہیں یا جو ذمی بن کر مسلمانوں کے ملک میں رہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ نہیں منع کرتا اللہ تعالیٰ تم کو اُن لوگوں سے نیکی کرنے سے لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ جو تم سے نہیں لڑے دین کے معاملے میں وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اور نہیں نکالا تم کو تمھارے گھروں سے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں منع نہیں کرتا اَنْ تَبَرُّوْهُمْ کہ تم اُن سے نیکی کرو یعنی جن کافروں نے دین اسلام کے بارے میں تمھارے ساتھ قتال نہیں کیا اور نہ تمھیں تمھارے وطن سے نکالا ہے تو ایسے کافروں کے ساتھ نیکی کرنے سے اللہ تعالیٰ تمھیں منع نہیں کرتا وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اور یہ کہ تم ان کے ساتھ انصاف کرو اس سے بھی اللہ تعالیٰ منع نہیں کرتا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ قبیلہ خزاعہ کے متعلق نازل ہوئی تھی۔ جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کی تھی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہیں لڑیں گے اور نہ ان کے خلاف کسی کی مدد کریں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قسم کے لوگوں کے

متعلق فرماتے ہیں کہ ان کی جان و مال اور عزت مسلمانوں کی جان و مال اور عزت کی طرح محفوظ ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس اُصول کے تحت اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کافر کو قتل کرے گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ ایک مسلمان سے دو کافر بارے گئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دو سو [۲۰۰] اونٹ دیت دلائی تھی۔

مشرکہ والدہ سے صلہ رحمی :

صلح حدیبیہ کے زمانے کا واقعہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مطلقہ بیوی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ قتیلہ بنت عبد العزیٰ مدینہ طیبہ آئیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو فکر ہوئی کہ آیا میں اپنی مشرکہ والدہ کی خدمت کر سکتی ہوں یا نہیں؟ تو اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ میرا ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے میں ان کو ابھی تک گھر میں بھی داخل نہیں ہونے دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان کے ساتھ صلہ رحمی کا سلوک کر سکتی ہو اور اپنے گھر بھی ٹھہرا سکتی ہو۔ اگر وہ نادار ہے تو اس کی مالی امداد بھی کر سکتی ہو۔

تو فرمایا کہ جو کافر تمھارے ساتھ جنگ نہیں کرتے تم ان کے ساتھ نیکی کر سکتے ہو اور ان کے ساتھ انصاف بھی جیسا کہ آپس میں تم ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرتے ہو۔ البتہ حربی کافروں کے ساتھ دوستی کی اجازت نہیں ہے۔ پھر تاکید کرتے ہوئے فرمایا اِنَّمَا یَنۡهٰىکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیۡنَ بے شک منع کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اُن لوگوں سے قٰتَلُوۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ جو لڑتے ہیں تم سے دین کے معاملے میں وَاَخۡرَجُوۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ اور نکالا ہے تم کو تمھارے گھروں سے وَظٰهَرُوۡا عَلٰۤی اِخۡرَاجِکُمۡ اور اُنھوں نے مدد کی تمھارے نکالنے میں جیسا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کے نکالنے پر ایک دوسرے کی مدد کی اَنۡ تَوَلَّوۡهُمۡ کہ تم اُن سے دوستی کرو اس سے اللہ تعالیٰ تمھیں

منع کرتا ہے۔ یہ دشمن خدا، دشمن رسول اور دشمن دین ہیں ان کے ساتھ محبت کیسی اور ان کے ساتھ بھلائی کیسی؟ فرمایا یاد رکھو! وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ اور جو شخص اُن سے دوستی کرے گا فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ پس یہی لوگ ظالم ہیں۔ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنے آپ کو عذاب کا مستحق ٹھہراتے ہیں۔
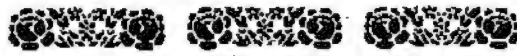
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا
جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ
فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ
لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ
وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا
مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ
حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ
فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ
يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ
وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ
اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ
وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ
الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا جَآءَكُمُ
جب آئیں تمہارے پاس الْمُؤْمِنٰتُ ایمان والی عورتیں مُهٰجِرٰتٍ

ہجرت کر کے فَامْتَحِنُوْهُنَّ تو اُن کا امتحان لے لو اَللّٰهُ اَعْلَمُ اللہ تعالیٰ

خوب جانتا ہے بِاِيْمَانِهِنَّ ان کے ایمان کو فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ پس

اگر تم جان لو اُن کو مُؤْمِنٰتٍ کہ وہ مومن ہیں فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ تو واپس

نہ کرو تم اُن کو اِلَى الْكُفَّارِ کافروں کی طرف لَا هُنَّ نہیں ہیں وہ

عورتیں حِلٌّ لَّهُمْ ان کافروں کے لیے حلال وَلَا هُمْ اور نہ وہ کافر

يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ حلال ہیں اُن کے لیے وَاٰتُوْهُمْ اور ادا کرو تم ان

کافروں کو مَّآ اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے وَلَا جُنَاحَ اور نہیں

ہے کوئی گناہ عَلَيْكُمْ تم پر اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ جب دے دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ ان کے حق مہر

وَلَا تُمْسِكُوْا اور نہ روک رکھو بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کافر عورتوں کے ناموس

وَسْئَلُوْا اور مانگ لو مَآ اَنْفَقْتُمْ جو تم نے خرچ کیا ہے وَلْيَسْئَلُوْا

اور وہ کافر مانگ لیں مَآ اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے ذٰلِكُمْ

حُكْمُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فیصلہ کرتا ہے وہ

تمھارے درمیان وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا

حکمت والا ہے وَاِنْ فَاتَكُمْ اور اگر جاتی رہیں تمھارے ہاتھ سے

شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ تمھاری عورتوں میں سے کچھ اِلَى الْكُفَّارِ کافروں

کی طرف فَعَاقَبْتُمْ پس تم گرفت کرو فَاٰتُوا الَّذِيْنَ تو دو اُن لوگوں

کو ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ جن کی بیویاں رہ گئی ہیں مِّثْلَ مَآ اس کی مثل اَنْفَقُوْا جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے الَّذِيْٓ وہ اللہ تعالیٰ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ جس پر تم ایمان لائے ہو يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! اِذَا جَآءَكَ جب آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس الْمُؤْمِنٰتُ مومن عورتیں يُبَايِعْنَكَ بیعت کریں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عَلٰٓى اَنْ ان باتوں پر لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ نہیں شریک کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شَيْئًا کسی شے کو وَّلَا يَسْرِقْنَ اور نہ چوری کریں گی وَلَا يَزْنِيْنَ اور نہ زنا کریں گی وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ اور نہ قتل کریں گی اپنی اولاد کو وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ اور نہ لائیں گی بہتان يَّفْتَرِيْنَهٗ جس کو وہ گھڑیں بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ اپنے ہاتھوں سے وَاَرْجُلِهِنَّ اور اپنے پاؤں سے وَلَا يَعْصِيْنَكَ اور نہ نافرمانی کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فِيْ مَعْرُوْفٍ نیکی کے کام میں فَبَايِعْهُنَّ پس آپ ان کو بیعت کر لیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اور اُن کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَوَلَّوْا نہ دوستی کرو قَوْمًا ایسی قوم سے غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ جس پر غضب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے قَدْ يَئِسُوْا تحقیق مایوس ہو گئے ہیں وہ

مِنَ الْاٰخِرَةِ آخرت سے كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ جس طرح کہ مایوس ہو گئے کافر قبر والوں سے۔

شانِ نزول :

صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کے ساتھ جو معاہدہ ہوا تھا اس میں جو شرائط طے ہوئی تھیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی آدمی مکہ مکرمہ سے بھاگ کر مدینہ منورہ جائے گا تو مسلمان اسے واپس کر دیں گے۔ اور اگر مسلمانوں کا کوئی آدمی مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ آئے گا تو قریش مکہ اُسے واپس نہیں کریں گے۔ یہ معاہدہ تو مردوں کے لیے تھا مگر جب کچھ عورتیں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آگئیں تو ان کے عزیز رشتہ دار ان کو لینے کے لیے آگئے۔ اب یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ ان کو واپس کرنا ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے احکام نازل فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ جب آئیں تمھارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے فَامْتَحِنُوْهُنَّ تو ان کا امتحان لے لو کہ اصل دین کے لیے آئی ہیں یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے۔ امتحان کا کوئی خاص طریقہ تو قرآن کریم میں بیان نہیں ہوا البتہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے قسم لیتے تھے کہ آیا اصل دین کے لیے آئی ہے یا کوئی اور دنیاوی غرض ہے۔ اپنے خاوند سے ناراض ہو کر تو نہیں آئی۔ یا کسی مرد سے رغبت کی وجہ سے تو نہیں آئی۔ بس ظاہری طور پر تم امتحان لے لو اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ان کے ایمان کو۔ اللہ تعالیٰ تو ظاہر و باطن سے واقف ہے پھر تحقیق کرنے کے بعد فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

پس اگر تم جان لو کہ وہ مومن ہیں یعنی تم اس نتیجے پر پہنچو کہ واقعی وہ مومنات ہیں اور انھوں نے محض دین ایمان کی خاطر ہجرت کی ہے فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ تو پھر واپس نہ کرو تم اُن کو کافروں کی طرف۔ کافر خاوندوں کی طرف ان کو واپس نہ کرو۔ کیوں کہ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ نہیں ہیں وہ عورتیں حلال ان کافروں کے لیے وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ اور نہ وہ کافر حلال ہیں اُن عورتوں کے لیے۔ ایمان لانے کے بعد ان عورتوں کا نکاح کافر مردوں کے ساتھ ختم ہو گیا ہے۔ ہاں اگر خاوند بھی مسلمان ہو جائے تو پھر قائم رہے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ پہلا خاوند جو حق مہر ادا کر چکا ہے اس کا کیا بنے گا؟ تو اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب کوئی عورت کافر خاوند کو چھوڑ کر تمھارے پاس آ جائے وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا اور ادا کرو تم ان کافروں کو جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے۔ ان کا دیا ہوا حق مہر ان کو واپس کرو۔ پھر اگر تم ان سے نکاح کرنا چاہو وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اور نہیں ہے کوئی گناہ تم پر اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ کہ تم ان سے نکاح کرو اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ جب دے دو تم ان کو ان کے حق مہر۔ یعنی جب تم ان کے ساتھ نکاح کرو گے تو تمھیں حق مہر دینا پڑے گا۔

اس کے برعکس اگر کوئی مومنہ عورت مرتد ہو کر کافروں کے پاس چلی جائے یا خاوند مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے تو اس کے متعلق فرمایا وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ عِصَمٌ جمع ہے عِصْمَةٌ کی۔ اس کا معنیٰ ہے گناہوں سے حفاظت۔ مراد ہے ناموس۔ كَوَافِر جمع ہے كَافِرَةٌ کی، کافر عورت۔ معنیٰ ہوگا اور نہ روک رکھو کافر عورتوں کے ناموس یعنی ان کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔ ان کی عصمت کی حفاظت کی تمھیں

ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ مہاجرین کی وہ بیویاں جو مکہ مکرمہ میں حالتِ کفر میں تھیں مسلمانوں نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو جو مکے میں رہ گئی تھیں چھوڑ دیا تھا۔ ایک کا نام قریبہ تھا جس نے اس کے بعد معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ جو اس وقت رضی اللہ عنہ نہیں ہوئے تھے۔ اور دوسری کا نام ام کلثوم تھا جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی والدہ تھی۔

تو فرمایا اور نہ روک رکھو کافر عورتوں کے ناموس وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے مہر کی صورت میں۔ وہ تم ان کافروں سے طلب کرو۔ اور اگر کسی کافر کی بیوی ایمان لاکر تمھارے پاس آگئی ہے تو اس کا پہلا نکاح خود بہ خود ختم ہو گیا وَلْیَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا اور وہ کافر مانگ لیں تم سے جو اُنھوں نے خرچ کیا ہے۔ کافروں کا مہر اُن کو واپس کر دو ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ فیصلہ کرتا ہے وہ تمھارے درمیان وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اس کا ہر فیصلہ صحیح ہوتا ہے اور عین حکمت کے مطابق ہوتا ہے۔ اگر تمھاری کوئی بیوی کافروں کے پاس رہ جائے کفر شرک کی وجہ سے اور وہ تمھارا دیا ہوا حق مہر تمھیں واپس نہ کریں تو اس کے متعلق فرمایا وَاِنْ فَاتَكُمْ شَیْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ اور اگر جاتی رہیں تمھارے ہاتھ سے تمھاری بیویوں میں سے کچھ کافروں کی طرف۔ یعنی اگر تمھاری بیویوں میں سے کوئی تمھارے ہاتھ سے نکل گئی ہیں، مکہ مکرمہ رہ گئی ہے یا مرتد ہو کر چلی گئی ہیں اور تمھارے حق مہر ان کے پاس رہ گئے ہیں فَعَاقَبْتُمْ پس تم گرفت کرو اس طرح کہ اگر اُدھر سے کوئی عورت مسلمان ہو کر آجائے کہ جس کا خرچہ تم نے کافروں کو دینا ہے تو وہ ان کو نہ دو بلکہ اس کو دو جس کی بیوی رہ گئی تھی اور اس کا حق مہر

اس کو واپس نہیں کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ پس دو تم اُن لوگوں کو جن کی بیویاں رہ گئی ہیں مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا اس کی مثل جو انھوں نے خرچ کیا ہے اس بیوی پر جو چلی گئی ہے۔ بعض حضرات یہ تفسیر بھی کرتے ہیں کہ گرفت کرو کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرو اور وہاں سے حاصل ہونے والے مال سے اس شخص کا خرچہ ادا کرو جو اس نے رہ جانے والی بیوی پر خرچ کیا تھا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو کہ اس کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرو الَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ وہ اللہ تعالیٰ کہ جس پر تم ایمان لا چکے ہو۔ اس سے ڈرو اور اس کے قانون پر عمل کرو۔

اس سبق کے شروع میں یہ حکم بیان ہوا تھا کہ جب تمھارے پاس ایمان والی عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو ان کا امتحان لے لو کہ انھوں نے ہجرت دین ایمان کے لیے کی ہے یا کسی دنیاوی غرض کے لیے کی ہے۔ جب تمھیں معلوم ہو جائے قرائن سے کہ ہجرت دین کے لیے کی ہے تو ان کو واپس نہ جانے دو اور ان سے بیعت لے لو۔ بیعت کن شرائط پر لینی ہے۔ ان شرائط کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ جب آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مومن عورتیں یُبَایِعْنَكَ بیعت کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عَلٰٓی اَنْ ان شرائط پر لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْئًا نہیں شریک کریں گی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی شے کو۔ نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ کسی قسم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کریں گی وَلَا یَسْرِقْنَ اور نہ چوری کریں گی وَلَا یَزْنِیْنَ اور نہ وہ زنا کریں گی وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ اور نہ وہ قتل کریں گی اپنی اولاد

کو۔ زمانہ جاہلیت میں کچھ لوگ اپنی بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اس عار کی وجہ سے کہ کوئی میرا داماد بنے گا۔ اور بعض فقر کے ڈر سے بچوں کو قتل کر دیتے تھے۔ جس طرح آج کل حکومتوں نے خانہ بندی پر زور لگایا ہوا ہے کہ مخلوق زیادہ ہوگئی تو کھائے گی کہاں سے؟ وسائل کم ہو جائیں گے۔ حالانکہ جوں جوں مخلوق بڑھتی جارہی ہے اللہ تعالیٰ وسائل بھی بڑھاتا جارہا ہے۔ جو سہولتیں آج لوگوں کو میسر ہیں جب تھوڑے تھے اس وقت یہ سہولتیں موجود نہ تھیں۔ (استاد محترم مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنے والوں کو روکتے ہیں اور خود آگے جانے کے لیے تیار نہیں۔ بھائی! آنے والوں کو آنے دو تم آگے جاؤ۔ نواز بلوچ)

تو فرمایا کہ وہ اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ اور نہ لائیں گی بہتان جس کو وہ گھڑیں اپنے ہاتھوں سے اور اپنے پاؤں سے۔ عورتوں میں یہ عادت بہت ہے کہ جھٹ پٹ بدگمان ہو کر بہتان لگا دیتی ہیں۔ خاوند پر بہتان لگانا تو ایک ادنیٰ سی بات سمجھتی ہیں۔ لہٰذا اس سے بھی منع کیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ کسی غیر کے بیٹے کو اپنے خاوند کی اولاد نہ بناؤ۔ افتراء کہتے ہیں عرب میں عورتیں کسی کا بچہ اُٹھا لاتیں اور خاوند سے کہہ دیتیں یہ میرا بچہ ہے تجھ سے یہ ہے۔ وہ بہتان جو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے بنایا گیا ہے۔ اور جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ہاتھوں اور پاؤں کے سامنے ہی گرتا ہے۔ اور جب دودھ پیتا ہے تو ماں اس کے سامنے ڈال دیتی ہے۔ مراد اس سے دیدہ دانستہ کے معنیٰ ہیں کہ دیدہ دانستہ کسی پر بہتان نہ باندھو۔

وَلَا يَعْصِينَكَ فِي مَعْرُوفٍ اور نہ نافرمانی کریں گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیکی کے

کام میں۔ شرع میں معروف وہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور بندگی قرار دیا گیا ہو۔ پھر اس کی دو قسمیں ہیں امر اور نہی۔ کیوں کہ جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہنا خوبی ہے اور جن چیزوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا خوبی ہے۔ مطلب یہ بنے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس نیکی کا حکم کریں اس میں نافرمانی نہ کریں اور جس برائی سے منع کریں اس سے باز رہیں۔ جب وہ ان چیزوں کا اقرار کر لیں فَبَايِعْهُنَّ پس آپ ان کو بیعت کرلیں وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اور اُن کے لیے بخشش مانگیں اللہ تعالیٰ سے کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

شروع سورت میں مطلق کافروں سے دوستی کرنا منع کیا گیا تھا اب آخر میں یہود کے ساتھ تعلق نہ رکھنے کا حکم فرماتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں یہود کثرت سے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تَتَوَلَّوْا نہ دوستی کرو قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ایسی قوم سے جس پر غضب کیا ہے اللہ تعالیٰ نے۔

مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہودی ہیں کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا ہے۔ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ "اور وہ لوٹے اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر۔" یہود میں دغا بازی، فریب اور ہر طرح کی بدکاری عام تھی۔ انتہائی برے لوگ تھے۔ تو برے لوگوں کی صحبت سے دور رہنا چاہیے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اس مقہور مغضوب قوم سے دوستی نہ رکھو۔ ان لوگوں کا حال یہ ہے قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ تحقیق وہ مایوس ہو گئے ہیں آخرت سے كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ جس طرح مایوس ہو گئے ہیں کافر قبروں والوں سے۔

اس کی ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ یہ کفار کی صفت ہے کہ جیسے کافر جو قبروں میں جا چکے ہیں وہ نا اُمید ہو چکے ہیں کہ اب کچھ نہیں کر سکتے۔ کیوں کہ اب عملی زندگی نہیں ہے۔ اسی طرح یہ یہودی بھی نا اُمید ہو گئے ہیں آخرت اور ثواب سے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عناد رکھنے کی وجہ سے۔

اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یہ یہود آخرت سے ایسے نا اُمید ہو گئے ہیں جیسے کفار اصحابِ قبور کی حیات کے منکر ہیں کہ وہ کہتے ہیں لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مَنْ یَّمُوْتُ "جو مر گیا اس کو اللہ تعالیٰ ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔" تو ایسے لوگوں سے دوستی مت رکھو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کفر اسلام سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الصف

(مکمل)

آیاتها ١٤ ٦١ سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ١٠٩ رکوعاتها ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝١ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٢ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝٣ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝٤ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٥ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٦

سَبَّحَ پاکی بیان کرتی ہے لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کی مَا فِي السَّمٰوٰتِ

جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو کچھ کہ ہے زمین میں

وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لِمَ تَقُوْلُوْنَ کیوں کہتے ہو مَا لَا تَفْعَلُوْنَ

جو کرتے نہیں کَبُرَ بڑی ہے مَقْتًا ازروئے ناراضگی کے عِنْدَ
اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ہاں اَنْ تَقُوْلُوْا کہ کہو تم مَا لَا تَفْعَلُوْنَ جو نہیں
کرتے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ يُحِبُّ الَّذِيْنَ محبت کرتا ہے ان
لوگوں سے يُقَاتِلُوْنَ جو لڑتے ہیں فِيْ سَبِيْلِهٖ اس کے راستے میں
صَفًّا صف باندھ کر كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ بُنْيَانٌ دیوار ہیں
مَّرْصُوْصٌ سیسہ پلائی ہوئی وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام
نے لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے يٰقَوْمِ اے میری قوم لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ
کیوں ایذا پہنچاتے ہو وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ حالانکہ تم جانتے ہو اَنِّيْ بے شک
میں رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمہاری طرف فَلَمَّا
زَاغُوْا پس جب وہ ٹیڑھے چلے تو اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ٹیڑھے کر دیئے
اللہ تعالیٰ نے ان کے دل وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ
ہدایات نہیں دیتا نافرمان قوم کو وَاِذْ قَالَ اور جب کہا عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
عیسیٰ ابن مریم نے يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اے بنی اسرائیل اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلَيْكُمْ بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمہاری طرف مُّصَدِّقًا
تصدیق کرنے والا ہوں لِّمَا اس کی بَيْنَ يَدَيَّ جو میرے آگے ہے
مِنَ التَّوْرٰىةِ تورات وَمُبَشِّرًا اور خوش خبری دینے والا ہوں بِرَسُوْلٍ
ایک رسول کی يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي جو آئے گا میرے بعد اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

اس کا نام احمد ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ پس جب وہ آئے ان کے پاس بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ قَالُوْا کہا اُنھوں نے هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔

نام و کوائف :

اس سورۃ کا نام صف ہے۔ اور صف کا لفظ آیت نمبر ۴ میں موجود ہے جس سے اس سورۃ کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورت مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا ایک سونو (۱۰۹) نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو آٹھ (۱۰۸) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور چودہ (۱۴) آیتیں ہیں۔ اس سورۃ کا پچھلی سورت کے ساتھ ربط یہ ہے کہ پچھلی سورۃ میں تھا کہ کافروں کے ساتھ دوستی نہ کرو۔ اب فرماتے ہیں کہ کافروں کے ساتھ لڑنا ہے دوستی نہیں کرنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَبَّحَ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا فِي السَّمٰوٰتِ جو مخلوق ہے آسمانوں میں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں۔ اگر فرشتوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو مخلوق زمین میں ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔ زمین میں انسان ہیں، جن ہیں، حیوانات ہیں، چرند پرند ہیں، دریا اور پہاڑ ہیں، درخت اور پودے ہیں۔ غرض یہ کہ جو کچھ بھی زمین میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر عیب اور نقص سے پاک ہے۔ کمزوریوں سے پاک ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴ پارہ ۱۵ میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہی ہے وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔" ہر

شے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے جو جس کی شان کے لائق ہے۔کوئی زبانِ حال سے اور کوئی زبانِ قال سے وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ہر چیز پر کنٹرول بھی اسی کا ہے اور جس چیز کو جس شکل وصورت میں بنایا ہے وہ اس کی حکمت ہے۔تو جو ذات ایسی شان اور عظمت والی ہے اس کا ہر حکم ماننا ضروری ہے۔اور ان احکام میں سے ایک حکم جہاد کا بھی ہے جو اس سورت کا موضوع ہے۔

شانِ نزول .

اس سورت مبارک کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک موقع پر ہم بعض صحابہ بیٹھے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ کاش ہمیں معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے اچھا عمل کون سا ہے؟ تاکہ ہم اس پر عمل کر سکیں۔لیکن یہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کسی کو نہ بھیج سکے۔کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان باتوں کا علم ہو گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آدمیوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے یہ بات کہی ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں کی ہے۔تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ساری سورت پڑھ کر سنا دی۔اس میں ان کے سوال کا جواب تھا۔کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جہاد فرض ہونے سے پہلے کچھ مسلمان کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں بتلا دے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے تو ہم اس پر عمل کریں۔پس اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ محبوب وہ ایمان ہے جس میں شک نہ ہو اور کافروں کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔جب جہاد فرض ہوا تو کچھ لوگوں پر گراں گزرا (طبعی طور پر ایسا

ہونا ایمان کے خلاف نہیں ہے۔) تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو وہ جو کرتے نہیں کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ کہو تم وہ جو کرتے نہیں ہو۔ بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ واعظ کو عامل بھی ہونا چاہیے اور اگر خود عامل نہیں ہے وعظ بھی نہ کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کیوں کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے۔ لیکن ان حضرات کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس آیت کریمہ میں اس بات پر ابھارا گیا ہے کہ جو کہتے ہو خود بھی کرو کہ واعظ کو عامل ہونا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر وہ عامل نہیں ہے تو وعظ ہی چھوڑ دے۔ اس کے ذمے دو فریضے ہیں۔

① خود عمل کرنا۔ ② دوسروں سے عمل کرانا، ترغیب دینا۔

اگر ایک فریضہ رہ گیا ہے تو دوسرے کو کیوں چھوڑے؟ صحیح واعظ وہ ہے جو خود بھی عمل کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے۔ اگر خود عمل نہیں کرے گا تو اس وجہ سے گرفت میں آئے گا۔

حدیث پاک میں آتا ہے معراج والی رات آپ ﷺ کا گزر ایک قوم پر ہوا آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کے ہونٹ دوزخ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ جب بھی کاٹے جاتے صحیح ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کی اُمت کے وہ خطیب ہیں جو کہتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے۔

تو خیر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے

نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔ اگلی آیات بھی اسی سے متعلق ہیں کہ تم نے کہا تھا کہ ہمیں اَحبُّ الاعمال معلوم ہو تو اس پر عمل کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ میرے ہاں احب الاعمال جہاد ہے تو اب یہ تمھیں گراں کیوں معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ جو لڑتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں صَفًّا صف باندھ کر۔ اور اس وقت ان کی حالت یہ ہوتی ہے کَاَنَّھُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔ ایسی دیوار مضبوط ہوتی ہے، مستحکم ہوتی ہے۔

جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت :

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تین قسم کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ رضامندی اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ ایک وہ آدمی جو رات کو نماز کے لیے اُٹھتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو نماز کے لیے صف باندھتے ہیں۔ تیسرے وہ مومنین جو جہاد کے لیے صف باندھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا دو موقعوں کی صفیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک نماز کے موقع پر اور دوسری جہاد کے موقع پر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ جنگ میں مجاہدین کی صفیں اور مسجد میں نمازیوں کی صفیں خود سیدھی کرتے تھے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ ایسے مجاہدوں کو پسند کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں صف باندھ کر گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بات سمجھائی ہے کہ تم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح

نہ ہو جانا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو جہاد کا حکم دیا تو انھوں نے انکار کر کے موسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچائی۔ چنانچہ سورہ مائدہ آیت نمبر ۲۴ میں ہے قَالُوْا یٰمُوْسٰٓی اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِیْهَا " ان لوگوں نے کہا اے موسیٰ علیہ السلام! ہم ہر گز نہیں داخل ہوں گے اس ملک میں کبھی بھی جب تک وہ قوم وہاں ہے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ آپ جائیں اور آپ کا رب جائے دونوں جا کر لڑو بے شک ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔"

بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایذا پہنچانا :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ اور جب کہا موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ اے میری قوم کیوں ایذا پہنچاتے ہو مجھے کبھی جہاد سے انکار کرتے ہو۔ اور موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگا دیا کہ ان کو اُدرہ کی بیماری ہے۔ چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام بڑے حیادار آدمی تھے سخت پردے کی حالت میں غسل کرتے تھے تاکہ کسی شخص کی نگاہ ننگے جسم پر نہ پڑے۔ اس سے مخالفین نے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ آپ کو اُدرہ کی بیماری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو اس الزام سے بری کرنے کے لیے سبب پیدا کیا کہ ایک دفعہ آپ نے تنہائی میں غسل کرنے کے لیے کپڑے اُتار کر پتھر پر رکھ دیئے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو پتھر آپ کے کپڑے لے کر بھاگ گیا۔ آپ اس کے پیچھے دوڑے یہ کہتے ہوئے ثوبی حجر " اُو پتھر! میرے کپڑے دے دو۔" یہاں تک کہ وہ ایسے مقام پر پہنچا کہ جہاں بنی اسرائیل کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ اُنھوں نے موسیٰ علیہ السلام کو ننگا دیکھا تو سمجھ گئے کہ آپ کا جسم بالکل بے داغ ہے۔ چنانچہ سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۶۹ میں ہے فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا

قَالُوْا ”پس اللہ تعالیٰ نے بری کر دیا موسیٰ علیہ السلام کو اس بات سے جو وہ کہتے تھے۔“

اور قارون نے ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس نے ایک فاحشہ عورت کو لالچ دے کر تیار کیا۔ چنانچہ ایک موقع پر موسیٰ علیہ السلام مجمع کے سامنے بدکاری کی مذمت کر رہے تھے تو اس فاحشہ عورت نے سرِ عام موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ انھوں نے میرے ساتھ بدکاری کی ہے۔ اس الزام سے موسیٰ علیہ السلام کو سخت ذہنی اذیت پہنچی۔ موسیٰ علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اس عورت کو خطاب کیا کہ تو اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر سچ سچ بیان کر۔ پس وہ عورت رونے لگی اور قارون کی ساری سازش بیان کر دی کہ اس نے مال کے لالچ میں مجھ سے سب کچھ کروایا ہے۔ اور کبھی موسیٰ علیہ السلام کو اس طرح تکلیف پہنچائی کہ کہنے لگے اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ [الاعراف:۱۳۸] ”ہمیں بھی ایسے الٰہ بنا دے جیسے ان کے الٰہ ہیں۔“

تو فرمایا موسیٰ علیہ السلام نے مجھے کیوں تکلیف دیتے ہو وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف۔ معجزات سے تم میری تصدیق کر چکے ہو۔ فرعونیوں کی ہلاکت تم نے آنکھوں سے دیکھی ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم میری عزت کرتے، احترام کرتے لیکن تم تکلیف پہنچاتے ہو۔ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ پس جب وہ ٹیڑھے چلے سمجھانے کے باوجود وہ لوگ ٹیڑھے رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ٹیڑھے کر دیئے وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو جبراً۔ ہدایت طالب کو ملتی ہے۔

تذکرۂ حضرت عیسیٰ علیہ السلام :

آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے کہ ان کو بھی قوم سے بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں۔

فرمایا وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم نے یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تمھاری طرف۔ عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت صرف بنی اسرائیل کی طرف تھی۔ چنانچہ انجیل متی میں موجود ہے فرمایا کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور بارہ رسولوں، شاگردوں اور حواریوں کو حکم دیا تھا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا۔ اور میں تورات کی کسی شے کو منسوخ کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ میں تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو میرے آگے ہے تورات۔ اور دوسرا کام میرا یہ ہے وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ اور میں خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسول کی یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ جو آئے گا میرے بعد اس کا نام احمد ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی تبلیغ کے دوران میں یہ دونوں باتیں کیا کرتے تھے۔ اپنی رسالت کا اعلان کرتے اور اپنے بعد آنے والے رسول کی خوش خبری دیتے۔

بخاری شریف اور مسند احمد میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ لِیْ اَسْمَآءً بے شک میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد بھی ہو اور احمد بھی ہوں میں ماحی بھی ہوں میرے ذریعے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹائے گا۔ میرا نام حاشر بھی ہے میرے قدموں پر لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں عاقب بھی ہوں، سب سے بعد میں آنے والا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے دنیا میں آنے کے ظاہری سبب تین ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں اور حواریوں کو میرے آنے کی بشارت سنائی تھی۔ چنانچہ انجیل یوحنا باب نمبر ۱۵ آیت نمبر ۲۰ میں ہے کہ حضرت

یسوع نے فرمایا" اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"

تیسرا ظاہری سبب فرمایا میری والدہ ماجدہ نے میری ولادت سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ ان کے بدن سے ایک روشنی نکلی ہے جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ تو ان میں ایک عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت بھی ہے۔ اور اس آیت کریمہ میں مذکور ہے فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس جب وہ آخری پیغمبر آئے ان کے پاس کھلی نشانیوں کے ساتھ۔ چاند کا دو ٹکڑے ہونا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا، درختوں کا چل کر آنا قَالُوْا کہنے لگے وہ لوگ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ یہ جادو ہے کھلا۔ ضد کا کوئی علاج نہیں ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۞ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِىْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۞ ع

وَمَنْ اَظْلَمُ اور کون ہے بڑا ظالم مِمَّنِ اس شخص سے افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ جس نے افتریٰ باندھا اللہ تعالیٰ پر الْكَذِبَ جھوٹ کا وَهُوَ يُدْعٰى اِلَى الْاِسْلَامِ اور اس کو دعوت دی جاتی ہے اسلام کی طرف وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو يُرِيْدُوْنَ یہ لوگ چاہتے ہیں لِيُطْفِئُوْا کہ بجھادیں نُوْرَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے نور کو بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے مونہوں سے وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کریں کافر هُوَ الَّذِىْ اللہ تعالیٰ وہی ہے اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ جس نے بھیجا اپنے رسول کو بِالْهُدٰى ہدایت کے ساتھ وَدِيْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ لِيُظْهِرَهٗ تاکہ اس کو غالب کردے عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سارے دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ ناپسند کریں شرک کرنے والے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے سبق کے آخر میں تھا کہ جس پیغمبر کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی جب وہ کھلی نشانیوں کے ساتھ تشریف لائے تو ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ کہہ کر انکار کر دیا۔ تو اس سے بڑھ کر ظلم کیا ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہے جس نے باندھا اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افترٰی۔ اس کی آیات کو جادو کہے، اس کے لیے بیٹا تجویز کرے اور اللہ تعالیٰ کے شریک بنائے وَھُوَ یُدْعٰی اِلَی الْاِسْلَامِ حالانکہ اسے دعوت دی جا رہی ہے اسلام کی طرف اور اُسے یہ حقیقت بتلائی جا رہی ہے کہ یہ سچا دین ہے جو سارے نبیوں کا دین ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام بھی اسی دین پر کاربند تھے۔ توحید، رسالت اور قیامت اُصولِ دین ہیں۔ تمام پیغمبران اُصولوں پر متفق تھے۔ مگر یہ لوگ ضد، عناد، ہٹ دھرمی پر قائم ہیں وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا بے انصاف قوم کو۔ ہدایت اُسے ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ یہ ہدایت کے طالب نہیں بلکہ ہدایت کو مٹانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مٹا دیں اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے مونہوں سے۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قرآن کو، اس کی روشنی کو پھیلنے نہ دیں اور اس کو جھٹلا دیں۔ اسلام کو مٹا دیں اور اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کو قتل کر دیں اور دینِ اسلام کو پھیلنے نہ دیں۔ یہود و نصاریٰ نے اسلام کے مٹانے کے لیے پورا زور لگایا مگر اسلام پھیلتا گیا۔

آج بھی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کر رہے۔ عقائد بگاڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اعمال برباد کرنے اور اخلاقیات تباہ کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں میں کتنے فتنے کھڑے کیے۔ منکرین حدیث کا فتنہ، جھوٹی نبوت کا فتنہ، نیچری فتنہ، تعزیہ پرستی اور قبر پرستی کا فتنہ، بدعات اور رسومات کا فتنہ۔ یہ سب اسلام کے خلاف سازشیں ہیں مگر اسلام کی شمع اسی طرح روشن ہے وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ اور اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے نور کو، دین کو، اسلام کو وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں کافر۔ مخالفوں کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو پورا کر دیا۔ اور آج بھی جتنی چاہیں سازشیں کرتے رہیں جب تک اللہ تعالیٰ کو دین کا باقی رکھنا منظور ہے کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

غلبہ دین اسلام کا مطلب :

اللہ تعالیٰ نے اپنے نورِ ہدایت کو مکمل کرنے کے لیے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول بِالْھُدٰی ہدایت کے ساتھ وَدِیْنِ الْحَقِّ اور سچے دین کے ساتھ۔ ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے ہیں اس وقت کوئی مذہب اپنی اصل حالت میں موجود نہیں۔ سب دین تحریفات کا شکار ہو چکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر مبعوث فرمایا۔ اور اس سے مقصود یہ تھا لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ تاکہ غالب کر دے اس سچے دین کو دوسرے تمام دینوں پر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دین اسلام نازل ہی اس لیے کیا ہے کہ دنیا میں صرف یہی دین قائم رہے اور باقی سب ختم ہو جائیں۔ غلبہ سے مراد سیاسی غلبہ بھی ہے اور دلیل اور برہان کا غلبہ بھی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دیگر مفسرین میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہہ زیادہ بہتر ہے کہ شرک اہل کتاب اور عرب کے اُمی لوگوں میں پایا جاتا تھا جس کو مغلوب کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ عرب کے سارے اُمی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہی مغلوب ہو گئے۔ بعض مشرک مارے گئے اور بعض نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح سارے عرب پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا گیا اور جزیرۃ العرب شرک کی نجاست سے پاک ہو گیا۔ نصاریٰ میں سے نجران اور شام کے عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کر کے جزیہ دینا قبول کر لیا اور وہ اس طرح اپنے دین پر رہتے ہوئے اسلام کے ماتحت ہو گئے۔ یہودیوں میں سے بنونضیر، بنوقریظہ، بنوقینقاع اور خیبر والے سب مغلوب ہو گئے۔ بعض نے ٹیکس دینا قبول کیا اور بعض بالکل ہی ختم ہو گئے۔ اس طرح دین حق باقی ادیان پر غالب آ گیا۔

لیکن شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس توجیہ سے مکمل اتفاق نہیں کرتے۔ بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں جس غلبہ دین کی بات کی گئی ہے وہ مکمل طور پر خلفائے راشدین کے زمانہ میں واقع ہوا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو قیصر و کسریٰ جیسی سپر طاقتیں دنیا میں موجود تھیں۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر کو مبعوث فرما کر اس تحریک کا آغاز کر دیا جس کے ذریعے یہ دونوں بڑی طاقتیں ختم ہو گئیں اور دین حق کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔

چنانچہ خلفائے راشدین کے زمانے میں روم، روس، افریقہ، جرمنی، شام، مصر وغیرہ قیصر روم کے ماتحت تھے۔ یہ مغلوب ہوئے۔ اور ادھر کسریٰ کے زیر تسلط خراسان، توران، ترکستان وغیرہ اور مجوسی، سب مغلوب ہو گئے۔ اس کے علاوہ تمام

یہودی مشرک، ہندو، صابی قومیں بھی اسلام کے ماتحت آگئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسریٰ ختم ہوا تو مجوسیت دم توڑ گئی اور حنیفیت کا دور شروع ہو گیا۔ اور ادھر قیصر کا تسلط مصر، شام اور فلسطین سے ختم ہوا اور اسلام کو عمومی غلبہ حاصل ہو گیا۔ پھر مسلمانوں میں عملی کمزوری آئی اور یہ پستی کا شکار ہوئے۔ دلیل و برہان کا غلبہ تو ہمیشہ رہے گا۔ حجت، برہان اور دلیل کے لحاظ سے اسلام سب دینوں پر غالب ہے اور غالب رہے گا۔

آج سے تقریباً تین چار سال پہلے کی بات ہے کہ یورپ کے پادریوں نے بڑا اُدھم مچایا۔ قرآن کریم پر اعتراض کیے، اسلام کے اُصولوں پر اعتراض کیے۔ مولانا احمد دیدات جوڈھابیل سے فارغ اور مسلک دیوبند سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو انگریزی اور عیسائیت کے لٹریچر پر عبور حاصل ہے۔ یہ یورپ پہنچ گئے۔ وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ ان پادریوں نے ہمارے ناک میں دم کر رکھا ہے ہمیں چین نہیں لینے دیتے۔ اُنھوں نے عیسائی پادریوں سے گفتگو کی۔ مناظرہ طے پا گیا۔ مولانا نے کہا کہ مناظرہ ٹی وی پر ہوگا۔ پانچ چھ ملکوں کے لوگ کروڑوں کی تعداد میں دیکھیں اور سنیں گے۔ اور دوسری شرط یہ ہے کہ جج مقرر کرو جو فیصلہ کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کروڑوں لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے مناظرہ سنا اور جج صاحبان نے فیصلہ دیا کہ احمد دیدات جیت گیا ہے۔ اس کے دلائل کھرے اور وزنی ہیں۔ پھر خدا کی قدرت کہ جج بھی سارے عیسائی تھے۔

آج تو الحمدللہ! ترپن ممالک مسلمانوں کے ہیں۔ اگرچہ برائے نام مسلمانوں کا اقتدار ہے۔ کیوں کہ امریکہ ان سب پر مسلط ہے بشمول عرب ممالک کے۔ مگر برائے نام ہیں تو سہی۔ اور ایک دور ایسا بھی گزرا ہے کہ کسی ایک ملک میں بھی مسلمانوں کا اقتدار نہیں تھا۔ اس دور میں بھی اسلام دلائل کے اعتبار سے غالب رہا ہے۔ اس دور میں محمد پکھتال

جرمن مسلمان ہوئے۔ انھوں نے قرآن کریم کا بہت اچھا انگریزی میں ترجمہ کیا اور ان کے ذریعے اسلام پھیلا۔

اسی طرح ہندوستان میں مولانا عبید اللہ نومسلم جو پہلے پنڈت تھے، مسلمان ہوئے۔ اور انھوں نے "تحفۃ الہند" نامی کتاب لکھی۔ اس کتاب کو پڑھ کر مولانا عبید اللہ سندھی ۱۰ سال کی عمر میں مسلمان ہوئے۔ سکھ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور سنراہ کے قریب چیانوالی قصبہ جو ضلع سیالکوٹ میں ہے کے رہنے والے تھے۔ اس زمانے میں اسلام قبول کیا اور اسلام کے غلبے کی بات کی اور اسلام کی حقانیت کے دلائل دنیا کو دیئے۔

تو فرمایا تاکہ وہ غالب کر دے اس دین حق کو سارے دینوں پر وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ اور اگرچہ پسند نہ کریں شرک کرنے والے۔ چنانچہ مخالفوں کی تمام سازشیں ناکام ہوئیں اور وعدے کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو غالب کر دیا۔

يٰۤاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ
اَلِيْمٍ ﴿١٠﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾
يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾
وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ
عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ
اِسْرَاۗءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰي
عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿١٤﴾

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو هَلْ اَدُلُّكُمْ کیا
میں تمھیں بتلاؤں عَلٰى تِجَارَةٍ ایسی تجارت تُنْجِيْكُمْ جو تمھیں بچا
لے مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک عذاب سے تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایمان
لاؤ اللہ تعالیٰ پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وَتُجَاهِدُوْنَ
اور جہاد کرو فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِكُمْ

اپنے مالوں کے ساتھ وَاَنْفُسِكُمْ اور اپنی جانوں کے ساتھ ذٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے تمھارے لیے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر تم جانتے ہو
يَغْفِرْ لَكُمْ بخش دے گا تم کو ذُنُوْبَكُمْ تمھارے گناہ وَيُدْخِلْكُمْ
اور داخل کرے گا تم کو جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ بہتی ہیں
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اس کے نیچے نہریں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ
گھروں میں فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ
یہی ہے کامیابی بڑی وَاُخْرٰى اور ایک دوسری چیز بھی تُحِبُّوْنَهَا
جس کو تم پسند کرتے ہو نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَفَتْحٌ
قَرِيْبٌ اور جلدی فتح وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں
ایمان والوں کو يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے كُوْنُوْٓا
ہو جاؤ اَنْصَارَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے مددگار كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ
جیسا کہ کہا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے لِلْحَوَارِيّٖنَ حواریوں سے مَنْ
اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کون ہے میرا مددگار اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ
الْحَوَارِيُّوْنَ کہا حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ہم اللہ تعالیٰ کے
مددگار ہیں فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ پس ایمان لایا ایک گروہ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
بنی اسرائیل سے وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ اور کفر کیا ایک گروہ نے فَاَيَّدْنَا
الَّذِيْنَ پس ہم نے تائید کی اُن لوگوں کی اٰمَنُوْا جو ایمان لائے عَلٰى

عَدُوِّهِمْ ان کے دشمنوں پر فَاَصْبَحُوْا پس ہو گئے وہ ظٰهِرِیْنَ غالب آنے والے۔

ربطِ آیات :

اس سورت کی آیت نمبر ۴ میں تھا کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ "اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اُن لوگوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں۔" اب بھی جہاد کے متعلق بیان ہے۔ دوسرا ربط یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت کریمہ میں دین کے غلبے کا ذکر تھا اور یہ غلبہ جہاد کے ذریعے ہی حاصل ہونا ہے۔ اس لیے جہاد کی ترغیب دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ کیا میں تمھیں بتلاؤں ایسی تجارت تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ جو تمھیں بچالے دردناک عذاب سے۔ تجارت میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی۔ لیکن ہم تمھیں ایسی تجارت بتلاتے ہیں جس میں نفع ہی نفع ہے نقصان نہیں ہے۔ اور یہ عقل مندوں کے ہاں اعلیٰ درجے کی تجارت ہے۔ اور مومن کے لیے سب سے بڑا خسارہ آخرت کا عذاب ہے۔

تو فرمایا یہ تجارت تمھیں آخرت کے عذاب سے نجات دے گی۔ اس کے بدلے میں تم نے کیا دینا ہے؟ فرمایا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر۔ وہ اپنی ذات وصفات میں وحدہٗ لاشریک ہے اس کا کوئی ہمسر شریک نہیں ہے وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ساری کائنات کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قیامت تک کی ساری مخلوق کے لیے پیغمبر بنا کر

بھیجا ہے۔ آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور اب نجات آپ ﷺ پر ایمان لانے میں اور آپ ﷺ کی اتباع میں بند ہے وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ اپنے مالوں کے ساتھ اور اپنی جانوں کے ساتھ۔ دین کے غلبے کے لیے کہ یہ بھی عذاب الیم سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

اِعلاءِ کلمۃ اللہ کے لیے جہاد ضروری ہے۔ سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۹۳ میں ہے وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ "اور لڑو تم ان کے ساتھ یہاں تک کہ فتنہ نہ رہے، کفر شرک نہ رہے، ظلم زیادتی نہ رہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے۔" تو فرمایا اے ایمان والو! کیا میں تمھیں ایسی تجارت نہ بتلاؤں جو تمھیں دردناک عذاب سے بچالے۔ وہ سوداگری یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے راستے میں ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ یہی چیز تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ اللہ تعالیٰ بخش دے گا تم کو تمھارے گناہ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور داخل کرے گا تمھیں ایسے باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً اور پاکیزہ گھروں میں داخل کرے گا فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ رہنے کے باغوں میں۔ وہاں ہمیشہ رہیں گے اور یہ انعامات دائمی ہوں گے ختم نہیں ہوں گے ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہ سعادت بڑی کامیابی ہے جس خوش بخت کو نصیب ہو جائے۔

فرمایا وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا اور اس آخرت کے پھل کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے جس کو تم پسند کرتے ہو۔ وہ ہے نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ مدد اللہ تعالیٰ کی طرف سے وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ اور جلدی فتح۔ اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا میں غنیمتیں عطا فرمائے گا۔ مکہ مکرمہ فتح ہو

جائے گا، فارس اور روم فتح ہو جائیں گے۔

نصرتِ خداوندی :

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور مدد سے ہر جگہ کامیابی اور فتح حاصل کی۔ غزوۂ بدر میں صرف تین سو تیرہ جاں نثاروں نے ایک ہزار مسلح لوہا پوش (زرہ پوش) فوج کو ذلت آمیز شکست دی۔ ستر کافر مارے گئے اور ستر قیدی بنا لیے گئے اور باقی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں کے پاس سامان کیا تھا؟ صرف آٹھ تلواریں، چھ زرہیں، ستر اونٹ اور دو گھوڑے۔

جنگِ احد میں سات سو مسلمانوں نے تین ہزار کا مقابلہ کیا مگر میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ بعد میں کافروں نے مسلمانوں کو تھوڑا سا نقصان پہنچایا مگر میدان چھوڑ گئے۔ جنگِ خندق میں تین ہزار مسلمانوں نے چوبیس ہزار کفر کی فوجوں کا مقابلہ کیا جو تلاطم خیز سمندر تھا لیکن اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت نے کافروں کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ تقریباً ایک ماہ تک مدینہ طیبہ کا محاصرہ جاری رکھنے کے بعد بے نیلِ مرام واپس گئے اور ان کے ناپاک ارادے دل ہی میں دفن ہو گئے۔

خیبر کی لڑائی میں پندرہ سولہ سو مجاہدین اسلام نے بیس ہزار یہودیوں سے مقابلہ کیا۔ چند دن کی صبر آزما لڑائی کے بعد خیبر کا سارا علاقہ فتح ہو گیا اور یہود نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اس لڑائی میں صرف بیس مسلمان شہید ہوئے اور ترانوے یہودی جہنم واصل ہوئے۔

جنگِ قادسیہ میں تیس ہزار سے کچھ زائد مسلمانوں نے ایک لاکھ بیس ہزار ایرانیوں کا مقابلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح مسلمانوں کو عطا فرمائی۔ جنگِ یرموک میں بتیس ہزار

مسلمانوں نے دو لاکھ رومیوں کا مقابلہ کیا۔ اور علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یرموک میں چار لاکھ رومیوں کے ساتھ مقابلہ ہوا ہے۔ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یرموک میں چھتیس ہزار مسلمانوں نے ساٹھ لاکھ کا مقابلہ کیا ہے۔ ایک لاکھ پانچ ہزار کافر قتل ہوئے اور چالیس ہزار گرفتار ہوئے اور مسلمان صرف چار ہزار شہید ہوئے۔

تو فرمایا اور ایک دوسری چیز بھی تمھیں حاصل ہوگی وہ ہے اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح جلدی وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور آپ خوش خبری سنا دیں ایمان والوں کو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ :

آگے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کا قصہ یاد دلا کر دین کی نصرت کی ترغیب دی ہے۔ ارشاد ربانی ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے ایمان والو! كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کے مددگار۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے اس کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ تو خود کائنات کا مددگار ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگار بن جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کو بلند کرنے کے لیے ہر حالت میں اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرو۔ اور جان مال، قول فعل سے اس کے لیے کوشش کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو بہ سر و چشم قبول کرو۔ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے کہا لِلْحَوَارِيّٖنَ اپنے حواریوں سے مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ کون ہے میرا مددگار اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو زبانی طور پر سمجھایا کہ تحریفات چھوڑ دو اور اصل دین کو اپناؤ اور عملی طور پر بھی سمجھایا، معجزات بھی دکھائے لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اُنھوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی پر

اُتر آئے جیسا کہ سورہ آل عمران آیت نمبر ۵۲ میں ہے فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ "پس جب محسوس کیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں کی طرف سے کفر تو قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰہِ کہا کون ہے میری مدد کرنے والا اللہ تعالیٰ کے راستے میں قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ کہا حواریوں نے نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے مددگار۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو حواری کہنے کی ایک وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ حواری حور سے ہے اور حور کے معنٰی ہیں سفیدی۔ کیوں کہ ان کے دل بڑے صاف تھے۔ جو دل میں ہوتا تھا وہی زبان پر ہوتا تھا۔ ان میں دو رنگی نہیں تھی کہ دل کسی طرف ہو اور زبان کسی طرف ہو۔ اس واسطے ان کو حواری کہا گیا ہے کہ دل کے بڑے صاف تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے چمڑے سفید تھے یعنی سفید فام لوگ تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ دھوبی تھے کپڑے سفید کرتے تھے اس واسطے ان کو حواری کہا گیا۔ اگرچہ بہت تھوڑے تھے مگر مخلص تھے۔

قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہا حواریوں نے ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے۔ چنانچہ اُنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور مدد کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم کے مطابق دین کی تائید اور نشر و اشاعت کرتے رہے۔ یہ بارہ آدمی تھے۔

① پطرس، ② اندریاس، ③ یعقوب بن زبدی، ④ یوحنا، ⑤ فیلبوس، ⑥ برتھولا،

⑦ تھوما، ⑧ ولامتی، ⑨ یعقوب بن بلقا، ⑩ بہی، ⑪ شمعون کنعانی، ⑫ یہوداہ۔

ان حضرات نے بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ حتیٰ کہ بعض کو قتل بھی کر دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کا کوئی نہ کوئی حواری ہوتا ہے، فرمایا میرا حواری میرا

پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوام ہے۔ جو بڑے بہادر آدمی تھے اور اُنھوں نے اسلام کے لیے بڑی قربانیاں دی ہیں۔

تو خیر عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے میری کون مدد کرے گا۔ حواریوں نے کہا ہم ہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنے والے فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل سے وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ اور کفر کیا ایک گروہ نے۔ پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا یعنی ہدایت کے طریقے پر ہو گئے اور دوسرا گروہ گمراہی کے طریقے پر جم گیا۔ اور وہ یہ یہود ہیں جن پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ پر طرح طرح کے الزام لگائے، بہتان تراشی کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت پر لعنت کمائی فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ پس ہم نے تائید کی، مضبوط کیا، نصرت کی اُن لوگوں کی جو ایمان لائے ان کے دشمنوں پر۔ جنھوں نے انکار کیا عیسیٰ علیہ السلام کا اور بہتان تراشی کی ان کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو مضبوط کیا، ان کی نصرت کی فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ پس ہو گئے وہ غالب آنے والے۔ حجت، دلیل اور برہان کے اعتبار سے ان پر جنھوں نے کفر کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔

اسی طرح اے ایمان والو! تم بھی دین محمدی کے لیے کوشش کرو اور جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمھاری نصرت فرمائیں گے اور تم غالب آؤ گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ساری دنیا میں غلبہ عطا فرمایا اور عرب و عجم پر مسلمانوں کا قبضہ اور کنٹرول ہو گیا۔ مگر بعد میں جب مسلمان اپنی اپنی اغراض کے پیچھے لگے، حبِ جاہ اور حبِ مال کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ نہ وہ ایمان باقی رہا نہ یقین۔ اعمال خراب ہو گئے تو پستی مقدر بن گئی اور ذلیل و خوار

ہو گئے اور مختلف قوموں کے دست نگر بن گئے ۔اب جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا تو پھر اسلام کو دلیل و برہان کے ساتھ ساتھ سیاسی غلبہ بھی نصیب ہوگا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اصلاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔
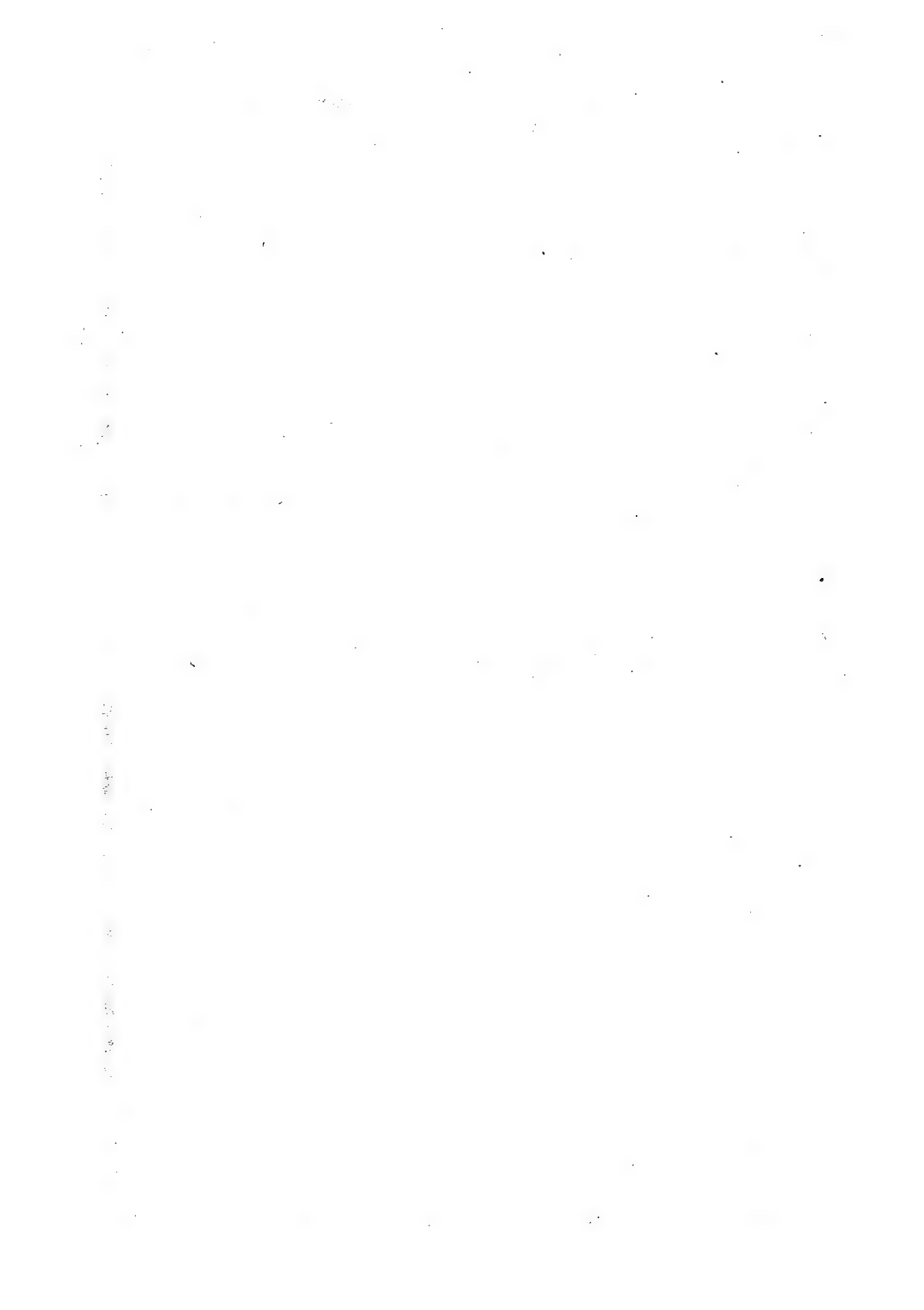
تفسیر

سورۃ الجمعۃ

(مکمل)

آیاتها ١١ ٦٢ سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٠ رکوعاتها ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١﴾ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢﴾ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٤﴾

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کے لیے مَا فِي السَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو ہے آسمانوں میں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہے الْمَلِكِ وہ بادشاہ ہے الْقُدُّوْسِ پاک ہے الْعَزِيْزِ زبردست ہے الْحَكِيْمِ حکمت والا ہے هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے بَعَثَ جس نے بھیجا فِي الْاُمِّيّٖنَ ان پڑھوں میں رَسُوْلًا ایک رسول مِّنْهُمْ انہی میں سے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ پڑھتا ہے ان پر اٰيٰتِهٖ اس کی آیتیں وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کو وہ پاک کرتا ہے وَيُعَلِّمُهُمْ اور تعلیم دیتا ہے ان کو الْكِتٰبَ کتاب کی وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی

وَاِنْ كَانُوْا اور بے شک وہ تھے مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ البتہ کھلی گمراہی میں وَّاٰخَرِيْنَ اور دوسروں کے لیے مِنْهُمْ انہی میں سے لَمَّا يَلْحَقُوْا جو ابھی تک نہیں ملے بِهِمْ ان کو وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے يُؤْتِيْهِ دیتا ہے وہ فضل مَنْ يَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلی سورت میں تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری سنائی کہ میرے بعد ایک رسول آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔ اس سورت میں اسی رسول کا ذکر ہے جس کی خوش خبری عیسیٰ علیہ السلام نے سنائی تھی۔ اس سورۃ کا نام سورۃ الجمعہ ہے۔ اور یہ آیت نمبر ۸ سے لیا گیا ہے کہ اس میں جمعہ کا لفظ موجود ہے۔ یہ سورۃ مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ایک سو دسواں [۱۱۰] نمبر ہے۔ اس سے پہلے ایک سو نو [۱۰۹] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کے دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی جو کچھ ہیں آسمانوں میں۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ اگر فرشتوں کے علاوہ اور کوئی مخلوق ہے جس کو ہم نہیں جانتے تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے وَمَا فِي الْاَرْضِ اور جو زمین میں ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔ چاہے وہ جان دار ہوں جیسے انسان، حیوان، چرند پرند وغیرہ یا غیر جان دار جیسے

درخت ہیں، پتھر ہیں، پہاڑ ہیں، دریا اور سمندر ہیں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتی ہے۔سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۴۴ میں ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ "ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے مگر تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔" انسانوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر نقص اور عیب سے پاک ہے۔ وہ ماں باپ، بیوی بچوں سے پاک ہے، وہ شریکوں سے پاک ہے۔سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۲ میں ہے وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا "تسبیح بیان کرو اللہ تعالیٰ کی صبح اور شام۔"

اَلْمَلِكِ بادشاہ ہے اَلْقُدُّوْسِ پاک ہے اَلْعَزِيْزِ زبردست ہے اَلْحَكِيْمِ حکمت والا ہے۔ساری دنیا کا حقیقی بادشاہ ہے۔ وہ نقص اور عیب سے پاک ہے کیوں کہ وہ اپنی ذات وصفات میں کامل ہے۔ وہ کمالِ قدرت کا مالک ہے۔ حکمت والا ہے اس کا ہر کام حکمت پر مبنی ہے۔ هُوَ الَّذِیْ وہ وہی ہے بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں سے ایک رسول انھی میں سے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ عرب سارے ہی اَن پڑھ تھے (الا ما شاء اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انھی میں سے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے رشتہ دار تھے۔عرب کا کوئی قبیلہ ایسا نہ تھا کہ جس میں آپ کے باپ دادا سے پیدائشی قرابت نہ ہو سوائے بنو تغلب کے کہ ان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی قسم کی قرابت داری نہ تھی۔ یہ قبیلہ عرب کی سرحد شام سے متصل رہتا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھی میں سے تھے، عربی تھے۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ پڑھتا ہے ان پر اس کی آیتیں۔اللہ تعالیٰ کا قرآن ان کو پڑھ کر سناتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اول مخاطب چونکہ عرب تھے اور عربی ان کی مادری

زبان تھی اس لیے قرآن کریم کے اکثر مضامین کو وہ محض سننے سے ہی سمجھ جاتے تھے۔ تو فرمایا وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے وَيُزَكِّيهِمْ اور وہ ان کو پاک کرتا ہے شرک سے، کفر سے، بداعتقادیوں سے، بُرے اخلاق سے۔ حقیقتاً تو دلوں کی صفائی رب کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا ذریعہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اور تعلیم وتربیت سے لوگوں کے دل صاف ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے ہوئے وظائف کرنے کی ضرورت نہیں تھی مگر اب زنگ اُتارنے کے لیے وظائف کرنے پڑتے ہیں۔ پیر کامل اپنے مریدوں کو اگر کوئی وظیفہ بتائے گا اور وہ توجہ کے ساتھ پڑھے گا تو یقیناً اثر ہوگا وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ اور تعلیم دیتا ہے ان کو کتاب کی، سکھاتا ہے ان کو کتاب۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن کریم کی تعلیم دینا :

قرآن کریم کی وہ آیات جن کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صرف سننے سے نہیں سمجھ سکتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی تفسیر کر دیتے تھے کہ اس کا یہ مطلب اور مفہوم ہے۔ مثلاً: پانچواں پارہ سورۃ النساء میں یہ آیت ہے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ "جو شخص بُرے عمل کرے گا اس کا بدلہ دیا جائے گا۔" اس کی سزا پائے گا۔ یہ آیت کریمہ جب نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ہم میں سے کون سا ایسا آدمی ہے جس سے کوئی نہ کوئی بُرائی نہ ہو۔ معصوم تو صرف پیغمبر ہیں ان کے بغیر کوئی معصوم نہیں ہے۔ لہٰذا چھوٹی بڑی غلطی انسان سے ہو جاتی ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ بدلہ قبر، برزخ اور آخرت میں ہوگا کہ جس کے نتیجے میں دوزخ میں جانا پڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ يُجْزَ بِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو دنیا میں جو تکلیفیں آتی ہیں وہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً: بخار ہے، گرمی ہے، سردی ہے، سردرد

ہے، کمر درد ہے، گھٹنے کا درد ہے، پیٹ درد ہے یا کوئی اور تکلیف ہو یہ گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے۔ چلتے چلتے جیب سے رقم گر گئی یہ بھی گناہ کا کفارہ ہوگئی حتّٰی کہ کانٹے کا چبھ جانا اور چیونٹی کا کاٹنا بھی گناہ کا کفارہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم بھی دی۔

اور قرآن کریم کا پڑھانا اور سمجھانا بڑا کام ہے۔ ابن ماجہ جو صحاح ستہ کی کتاب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کریم کی ایک آیت سیکھے گا (بغیر ترجمہ کے) اس کو سو نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور جو شخص ایک آیت کریمہ ترجمے کے ساتھ سیکھے گا اس کو ہزار نفل پڑھنے والے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اور یاد رکھنا! قرآن کریم پڑھنا اور اس کا ترجمہ سیکھنا مردوں اور عورتوں سب کے لیے ضروری ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا کام وَالْحِكْمَةَ اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے۔ یعنی حدیث اور سنت کی۔ حدیث کے الفاظ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اور معانی بھی سکھائے ہیں۔

بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا صدقہ :

ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے بدن میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اور ہر ہر جوڑ پر صدقہ لازم ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑے حیران ہوئے اور عرض کیا حضرت! مَنْ يُطِيقُ ذٰلِكَ کس کو اس کی طاقت ہے کہ روزانہ تین سو ساٹھ صدقے کرے۔ فرمایا تم نے صدقے کا مفہوم روپیہ دینا ہی سمجھا ہے۔ صرف یہ معنٰی نہیں ہے بلکہ ایک دفعہ الحمد للہ! کہا صدقہ ادا ہوگیا، سبحان اللہ! کہا صدقہ ادا ہوگیا، لا الٰہ الا اللہ کہا صدقہ ادا ہوگیا، وعلیکم السلام کہا، صدقہ ادا ہوگیا۔ بلکہ ایک دوسرے کو ملتے وقت خندہ پیشانی سے پیش آنا بھی صدقہ ہے۔ راستے پر اینٹ پتھر پڑا ہوا ہے جو لوگوں کے لیے

تکلیف کا باعث ہے اس کو راستے سے ہٹا دینا بھی صدقہ ہے۔ ناواقف کو راستہ بتا دینا یا اس کو منزل تک پہنچا دینا بھی صدقہ ہے۔ ایک دفعہ درود شریف پڑھنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ایک صدقہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔

اور اگر یہ چاہتے ہو کہ تین سو ساٹھ صدقے ایک ہی مرتبہ کام میں آ جائیں تو وہ بھی ممکن ہے کہ چاشت کی نماز پڑھو۔ چاشت کی دو رکعتیں پڑھو اس میں تین سو ساٹھ صدقے ہیں اور چاشت کی نماز کے لیے مسجد میں جانا بھی ضروری نہیں ہے۔ گھر میں پڑھ لو، دفتر میں پڑھ لو، کارخانے میں پڑھ لو، اپنی زمین میں پڑھ لو، جہاں کہیں بھی ہو پڑھ سکتے ہو۔ اور یہ اکیلے پڑھنی ہے جماعت کے ساتھ نہیں۔ کیوں کہ نفلی نماز کے لیے جماعت کا اہتمام کرنا بڑا گناہ ہے۔ یہ بات تمام فقہائے کرام رحمہم اللہ علیہم نے لکھی ہے۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفلی نماز میں اگر ایک دو آدمی ساتھ مل جائیں تو کراہت نہیں اور اگر تیسرا مل گیا تو کراہتِ تنزیہی ہے اور چوتھا مل گیا تو مکروہ تحریمی ہے یعنی حرام ہے۔ مردوں کے لیے یہ حکم ہے۔ اور اب عورتوں نے یہ بدعت شروع کی ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کے لیے اہتمام کرتی ہیں اور اس کے لیے باقاعدہ مسجدوں میں اعلان ہوتے ہیں۔ یہ تمام بدعت ہے اور بدعت کا گناہ تو ہوتا ہے ثواب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ بدعت سے دین کا نقشہ بگڑ جاتا ہے۔ اپنی جگہ تہجد پڑھو، اشراق پڑھو، صلوٰۃ التسبیح پڑھو بڑی سعادت کی بات ہے۔ مگر اس کے لیے اہتمام کرنا بدعت ہے۔ اللہ تعالیٰ بدعت سے محفوظ فرمائے۔

مفہومِ صدقہ :

تو خیر صدقے کے متعلق بیان کر رہا تھا کہ صدقہ ضروری نہیں کہ رقم اور جنس کی شکل

میں ہی ہوسکتا ہے بلکہ اللہ اللہ کرنے میں بھی صدقہ ہے۔ اور ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ جاہلوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صدقہ کالی سری کا نام ہے کہ کالی سری دینے سے سب بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ یہ بالکل غلط بات ہے۔ صدقے کا مفہوم ہے غریب کی ضرورت پوری کرنا۔ غریب کو کپڑے کی ضرورت ہے تم کالی سری اس کی جھولی میں ڈالتے ہو وہ اس کا کیا کرے گا؟ اس کو جوتے کی ضرورت ہے، اس کے بچے پڑھتے ہیں ان کو کتابوں کی ضرورت ہے۔ یہ ضرورتیں کالی سری تو پوری نہیں کر سکتی۔ لہٰذا جو اس کی ضرورت ہے وہ پوری کرو۔ چاول کی ضرورت ہے اس کو چاول دو، کپڑے کی ضرورت ہے کپڑا لا کر دو۔ بہتر یہ ہے کہ نقد دے دو۔ اس کی جو ضرورت ہے پوری کرلے گا۔

تو فرمایا وہ رسول ان کو کتاب وسنت کی تعلیم دیتا ہے وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور بے شک وہ تھے اس سے پہلے کھلی گمراہی میں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی تو عرب کے ننانوے فیصد لوگ کفر و شرک میں مبتلا تھے صحیح العقیدہ کوئی اِکا دُکا آدمی تھا۔ جگہ جگہ بت رکھے ہوئے تھے حتیٰ کہ بیت اللہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ پوری قوم شرک کی لعنت میں گرفتار تھی۔ اخلاقیات کی بھی یہی صورت حال تھی جو آج کل ہے۔ قتل، اغواء، لوٹ کھسوٹ، بدکاری، بدمعاشی آج کل کی طرح تھی۔ ہم نے امن کا زمانہ دیکھا ہے حقیقت پوچھو تو لوگ یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ ان کی حکومت سے انگریز کی حکومت اچھی تھی کہ کم از کم جان تو محفوظ تھی۔ آج کل تو کسی کی جان بھی محفوظ نہیں ہے۔ آج کل یہ لٹیرے ساری دولت کھا گئے ہیں اور عوام رو رہے ہیں۔

تو فرمایا اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ اور دوسروں کے لیے انھی میں سے لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ جو ابھی تک نہیں ملے ان کو وَهُوَ

اَلْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ وَّاٰخَرِیْنَ کا عطف امیین پر ہے۔ اور معنیٰ اس طرح ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے زمانے کے اُمی لوگوں کے لیے بھی بھیجے گئے ہیں اور ان کے سوا دوسروں کے لیے بھی جو ابھی پیدا نہیں ہوئے یا پیدا ہوئے ہیں مگر ان کے ساتھ نہیں ملے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت عام ہے۔ موجودہ لوگوں کے لیے بھی اور قیامت تک آنے والوں کے لیے بھی۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ جملہ پڑھا لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ تو لوگوں نے عرض کیا کہ یہ کون لوگ ہیں یارسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب نہ دیا۔ پھر سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر جواب نہ دیا۔ پھر تیسری مرتبہ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو پالیں گے، حاصل کرلیں گے۔ یعنی اگر ایمان دنیا سے اُٹھ کر آسمان پر چلا جائے گا مطلب یہ ہے کہ اس کا لینا مشکل ہوجائے گا تو ابناء فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو حاصل کرلیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ آنے والے لوگوں سے مراد غیر عرب ہیں خواہ وہ فارس کے رہنے والے ہوں یا روم کے رہنے والے ہوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سب کے لیے ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قیصر و کسریٰ کو دعوتِ اسلام کے خط لکھے تھے۔ اس پیش گوئی کے مطابق بالخصوص اہلِ فارس میں سے بڑے بڑے نامور مسلمان پیدا ہوئے جن کی خدماتِ اسلام کا اس امت پر شکر واجب ہے۔ اور یہ بشارت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں پر صادق آتی ہے۔

اور ان کو مِنْھُمْ باعتبار اسلام کے فرمایا۔ کیوں کہ مسلمان سب ایک ہیں اگلے ہوں یا پچھلے۔ مسلمان سارے اُمت واحدہ ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سب کے

لیے ہے اور قیامت تک آنے والوں کے لیے ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے عجمیوں کو قریش کے ساتھ ملا دیا۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ذٰلِكَ اسم اشارہ سے مراد اسلام ہے۔ یعنی اسلام اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور بعض حضرات نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ وحی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فقراء مہاجرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ مال دار لوگ بلند اور پائیدار درجے لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کیا بات کہہ رہے ہو؟ انھوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ بھی نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں اور وہ صدقہ خیرات کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے۔ وہ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں اور ہم نہیں کرتے (کیوں کہ ہمارے پاس مال نہیں ہے تو ہم تو ان کو نہیں پہنچ سکتے)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز بتلاتا ہوں کہ جس کے ذریعے تم ان کو پہنچ جاؤ گے جو تم سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ تو فقراء مہاجرین نے کہا ہاں حضرت! ضرور بتلایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو۔ کچھ مدت کے بعد فقراء مہاجرین پھر آئے اور کہنے لگے حضرت مال داروں کو علم ہو گیا ہے اور انھوں نے بھی ہمارے عمل کو

شروع کر دیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا

التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًاۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۸ / ۱۱

مَثَلُ الَّذِيْنَ مثال ان لوگوں کی حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ جن سے اُٹھوائی گئی تورات ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا پھر انھوں نے نہیں اُٹھایا اس کو كَمَثَلِ الْحِمَارِ (جیسے مثال ہے گدھے کی) اس گدھے کی مثال ہے يَحْمِلُ اَسْفَارًا جو بوجھ اُٹھاتا ہے کتابوں کا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ بُری ہے مثال اس قوم کی كَذَّبُوْا جنھوں نے جھٹلایا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ظالم قوم کو قُلْ آپ فرمادیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اے وہ لوگو جو یہودی بنے ہو اِنْ زَعَمْتُمْ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ اَنَّكُمْ بے

شک تم اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ اللہ تعالیٰ کے دوست ہو مِنْ دُوْنِ النَّاسِ سب لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ تو تمنا کرو موت کی اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اور یہ نہیں تمنا کریں گے موت کی اَبَدًۢا کبھی بھی بِمَا بہ سبب اس کے کہ قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظالموں کو قُلْ آپ فرمادیں اِنَّ بے شک الْمَوْتَ الَّذِيْ وہ موت تَفِرُّوْنَ مِنْهُ بھاگتے ہو جس سے فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ پس بے شک وہ ملنے والی ہے تم سے ثُمَّ تُرَدُّوْنَ پھر تم لوٹائے جاؤ گے اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ عالم الغیب والشہادہ کی طرف فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمھیں بتائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے رہے ہو۔

ماقبل سے ربط :

پچھلے سبق کے آخر میں تھا وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ "اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔" اللہ تعالیٰ کے فضل کے مستحق وہی لوگ ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے اور اس کے رسول کا اتباع کریں گے۔ اور جو لوگ اعراض کریں گے وہ محروم ہو جائیں گے جیسے یہود کہ اُنھوں نے تورات سے اعراض کیا، آخری پیغمبر پر ایمان لانے سے اعراض تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محروم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ مثال ان لوگوں کی جن کو تورات اُٹھوائی گئی۔ یعنی اس پر عمل کرنے کا کہا گیا کہ اس کو سمجھو اور اس پر عمل کرو،

اس کا تحفظ کرو ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا پھر انھوں نے نہیں اُٹھایا اس کو یعنی اس پر عمل نہیں کیا، حفاظت کی ذمہ داری کو نہیں نبھایا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا اسفار جمع ہے سِفْرٌ کی سِفْر کا معنیٰ ہے بڑی کتاب۔ معنیٰ ہوگا اس گدھے کی مثال ہے جو کتابوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی رَحِمَهُ اللهُ فرماتے ہیں کہ یہود پر تورات کا بوجھ رکھا گیا تھا اور وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرائے گئے تھے لیکن اُنھوں نے اس کی تعلیمات وہدایات کی کچھ پروانہ کی نہ اس کو محفوظ رکھا اور نہ اس کو دل میں جگہ دی اور نہ اس پر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کے فضل وانعام سے بہرہ ور ہوئے۔ بلاشبہ تورات جس کے یہ لوگ حامل بنائے گئے تھے حکمت وہدایت کا ایک خزانہ تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے اس سے فائدہ نہ اُٹھایا تو ان کی مثال اس گدھے کی ہوگئی کہ جس پر علم وحکمت کی پچاس کتابیں لاد دو تو اس کو بوجھ میں دبنے کے سوا کوئی فائدہ نہیں۔ وہ تو صرف ہری گھاس کی تلاش میں ہے۔ اس کو اس بات سے کوئی سروکار نہیں کہ میری پیٹھ پر ہیرے موتی لدے ہوئے ہیں یا ٹھیکریاں اور پتھر۔ اگر محض اسی پر فخر کرنے لگے کہ دیکھو میری پیٹھ پر کیسی کیسی عمدہ اور قیمتی کتابیں لدی ہوئی ہیں لہٰذا میں بڑا عالم ہوں تو یہ اور زیادہ گدھا پن ہوگا۔

فرمایا بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ بُری ہے مثال اس قوم کی كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ جنھوں نے جھٹلایا اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو۔ جنھوں نے اپنے آپ گدھے کی طرح بنایا اس کی مثال بہت بُری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے کا مطلب ہے کہ ان پر عمل نہیں کیا۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تو آج مسلمان بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں۔ یہ بھی اپنے عقیدے اور عمل سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو جھٹلاتے ہیں۔ خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق

عقیدہ اور عمل نہ بنانا بھی کتاب وسنت کو جھٹلانا ہے۔ پھر غلط عقائد اور نظریات پر ڈٹ جانا اور ان کے خلاف قرآن وحدیث کی غلط تاویلیں کرنا۔ تو ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ اور اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا ظالم قوم کو۔ جو لوگ ضد، ہٹ دھرمی اور ناانصافی پر قائم رہیں انہیں ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔ ہدایت اُسے ملتی ہے جو ہدایت کا طالب ہوتا ہے۔ یہودیوں نے کتاب اللہ سے اعراض کیا، اس کی تعلیمات اور ہدایات کی پروانہ کی پھر بھی اس کے مدعی تھے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی اور محبوب ہیں۔ سورۃ المائدہ آیت نمبر ۱۸ میں ہے کہ کہا یہودیوں نے اور نصرانیوں نے نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور محبوب ہیں۔ لہٰذا ہم جو چاہیں کرتے پھریں ہم پر کوئی الزام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرمادیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اے وہ لوگو جو یہودی بنے ہوئے ہو اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ بے شک تم اللہ تعالیٰ کے دوست ہو مِنْ دُوْنِ النَّاسِ سب لوگوں کے سوا جنت کے ہم مستحق ہیں اور جنت ہماری ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ تو تم موت کی آرزو کرو تاکہ مرنے کے بعد عیش وآرام میں پہنچ جاؤ۔ حوریں اور غلمان تمھاری خدمت کریں اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے اپنے دعوے میں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں، محبوب ہیں۔ ولیوں کے مقام میں پہنچنے کی آرزو کرو، موت کی تمنا کرو تاکہ جلدی جنت میں پہنچو۔ لیکن یہودیوں میں سے کسی نے جرأت نہیں کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا اور یہ نہیں تمنا کریں گے موت کی کبھی بھی بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ بہ سبب اس کے کہ جو آگے بھیجا ہے ان کے ہاتھوں نے۔ اور سورۃ البقرہ آیت نمبر ۹۴ میں

ہے قُلْ "آپ ان سے کہہ دیں اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ اگر ہے تمھارے لیے آخرت کا گھر عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص تمھارے لیے مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ دوسرے لوگوں کے سوا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ پس تم موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔ کیوں کہ تمھارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صرف موت ہی حائل ہے۔ لہٰذا جلدی موت کی تمنا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! ہمیں جلدی موت دے تاکہ ہم جلدی جنت میں چلے جائیں۔ فرمایا وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اور وہ موت کی ہرگز تمنا نہیں کریں گے کبھی بھی بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اس وجہ سے کہ جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے۔" ان کو اپنے کرتوتوں کا علم ہے لہٰذا یہ موت کی تمنا کبھی بھی نہیں کریں گے۔ اور جن لوگوں نے آخرت کی تیاری کی ہوتی ہے وہ ہر وقت موت کے لیے تیار رہتے ہیں انھیں موت کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔

جنت کا طالب موت سے نہیں ڈرتا :

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشہور واقعہ ہے کہ تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور نماز کا وقت ہو گیا باوضو تھے۔ گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور اپنی چادر بچھا کر نماز شروع کر دی۔ ان کے بڑے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جی! تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور آپ نے نماز شروع کر دی ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لَا يُبَالِيْ اَبُوْكَ عَلَى الْمَوْتِ سَقَطَ اَمْ سَقَطَ عَلَيْهِ الْمَوْتُ "بیٹا تیرے باپ کو کوئی پروا نہیں ہے کہ وہ موت پر گرے یا موت اس پر گرے۔" یہ حضرات تو موت کو تلاش کر رہے تھے۔ موت اپنا کام کرے گی اور ہم اپنا کام کریں گے۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ اس طرح زخمی ہوئے کہ نیزہ بدن کے ایک طرف لگا

اور دوسری طرف نکل گیا۔ اور خون کے فوارے پھوٹ پڑے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا فُزْتُ بِرَبِّ الْكَعْبَةِ "کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ہوگیا ہوں۔" ساتھیو! مجھے مبارک دو۔ ساتھیوں نے کہا حضرت! آپ کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ فرمایا میں تو موت سے خوش ہو رہا ہوں اَلْاٰنَ اُلَاقِي الْاَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَحِزْبَهٗ "اب میری ملاقات ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور دوسرے ساتھیوں سے۔"

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایران کے محاذ پر ایرانیوں کے خلاف لڑ رہے تھے ایرانیوں کے جرنیل رستم بن فرخ زار نے بڑا دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ میں انسانی ہمدردی کا جذبہ رکھتے ہوئے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ میں تمھیں کہتا ہوں کہ تم واپس اپنے گھروں کو چلے جاؤ اپنے ان جوشیلے نوجوانوں کو نہ مرواؤ۔ کسی کی ماں روئے گی، کسی کی بیوی روئے گی، کسی کے بچے یتیم ہوں گے۔ جاؤ اپنی بھیڑ بکریاں اور اُونٹ جا کر چراؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا۔ فرمایا یاد رکھو! فَاِنَّ مَعِيَ قَوْمٌ يُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ "بے شک میرے ساتھ ایک ایسی قوم ہے جو موت کو اس طرح پسند کرتی ہے كَمَا تُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ جیسے تم عجمی لوگ شراب کو پسند کرتے ہو۔" یہ موت سے نہیں ڈرتے۔

؎ فنا فی اللہ کی تہہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جسے مرنا نہیں آتا اسے جینا نہیں آتا

رستم دھمکی دے کر چلا گیا۔ اس کے بعد دوسرا جرنیل آیا، یامانِ ارمنی۔ اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا تمھارے پاس کتنے فوجی ہیں؟ فرمایا میرے پاس صرف سات سو فوجی ہیں۔ اس نے کہا میرے پاس تیرہ ہزار سے زائد فوجی ہیں۔ لہٰذا تم موت کے منہ

میں نہ آؤ یہاں سے واپس چلے جاؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَوَاعِظٌ اَنْتَ اَمْ مُقَاتِلٌ "تو ہمیں نصیحت کرنے کے لیے آیا ہے یا لڑنے کے لیے" (تبلیغی ہے یا جنگ کرنے والا) کہنے لگا لڑنے کے لیے آیا ہوں۔ مگر یہ بتاؤ کہ تمھارے لیے پیچھے سے کمک کہاں سے آئے گی؟ کیوں کہ میرے لیے تو پیچھے سے مزید فوج آسکتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَمَّا فِی الْاَرْضِ فَلَا "زمین سے تو ہمارے لیے کمک نہیں آئے گی ہاں آسمان سے مدد آئے گی۔" چنانچہ جنگ ہوئی۔ سات سو نے تیرہ ہزار کو شکست فاش دی۔ کافروں کے ایک ہزار جنگجو مارے گئے اور اِدھر صرف سات مسلمان شہید ہوئے۔

جو جنت کا طالب ہوتا ہے وہ موت سے نہیں ڈرتا۔ اور یہ یہودی کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِالظّٰلِمِیْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے ظلم کرنے والوں کو۔ ان سے ذرے ذرے کا حساب لے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ لَوْ اَنَّ الْیَهُوْدَ تَمَنَّوُا الْمَوْتَ لَمَاتُوْا وَیَرَوْا مَقَاعِدَهُمْ مِنَ النَّارِ "اگر یہودی موت کی تمنا کرتے تو فوراً مر جاتے اور اپنا ٹھکانا دوزخ میں دیکھ لیتے۔"

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۹۶ میں ہے وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوةٍ "اور البتہ ضرور پاؤ گے تم ان لوگوں کو زیادہ حریص لوگوں سے زندگی پر۔" لیکن موت سے بچ تو نہیں سکتے۔

قُلْ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دیں اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ پس وہ یقیناً تم سے ملنے والی ہے۔ تم موت سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا موت سے بھاگنے

والے شخص کی مثال اُس لومڑی کی ہے جس نے زمین کا قرض دینا تھا۔ جب زمین نے اس سے قرضہ مانگا تو وہ بھاگ کھڑی ہوئی تا کہ کہیں دوسری جگہ چلی جائے جہاں زمین قرض نہ مانگ سکے۔ مگر وہ جہاں بھی جاتی زمین پر ہی ہوتی اور زمین اس سے قرض مانگتی۔ لومڑی بھاگتے بھاگتے تھک ہار کر مر گئی مگر زمین سے باہر نہ نکل سکی اور زمین اُس سے برابر قرض کا مطالبہ کرتی رہی۔

موت کی تمنا کرنے کی ممانعت :

تو موت سے مفر نہیں ہے۔ ہاں! ایک مسئلہ سمجھ لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ موت سے ڈرنا تو نہیں چاہیے مگر مصیبت سے تنگ آ کر موت کے لیے دعا کرنا صحیح نہیں ہے (یعنی موت کی تمنا نہ کرے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لِضُرٍّ نَزَلَ بِهٖ کوئی تکلیف پہنچ جائے، بیماری آجائے یا مال ضائع ہو جائے، اولاد باقی نہ رہے تو ایسی پریشانی سے تنگ آ کر موت نہیں مانگنی چاہیے۔ ہاں اگر دین کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو پھر موت کی تمنا کی جاسکتی ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا سکھائی ہے اَللّٰهُمَّ مَا عَلِمْتَ الْحَیٰوةَ خَیْرًا لِّیْ فَاَحْیِنِیْ "اے اللہ! جب تک تو جانتا ہے کہ دنیا کی زندگی میرے لیے بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے لیے موت بہتر ہو تو پھر موت عطا کر دے۔"

تو فرمایا جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تمھیں ملنے والی ہے۔ فرمایا ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ پھر تم لوٹائے جاؤ گے عالم الغیب والشہادہ کی طرف۔ اور سورۃ الم سجدہ آیت نمبر ۱۱ میں ہے قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ "اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ فرمادیں ملک الموت تمھیں

موت دے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے جزا، سزا کے لیے۔"

فَيُنَبِّئُكُمْ پس وہ تمھیں بتائے گا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو اعمال تم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز مخفی نہیں۔ نیک و بد اعمال سب اس کے سامنے ہیں۔ سورۃ مجادلہ پارہ ۲۸ آیت نمبر ۶ میں ہے اَحْصٰهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ "اللہ تعالیٰ نے مخلوق کا ہر فعل محفوظ کر لیا ہے حالانکہ وہ خود بھول گئے ہیں۔" وہ ہر ایک کو پورا پورا بدلا دے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِىَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ
الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹﴾ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى
الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا
لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا ۨانْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا
وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ
التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ ع ۲

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نُوْدِىَ
لِلصَّلٰوةِ جب اذان دی جائے نماز کے لیے مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جمعہ
کے دن فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ پس دوڑ لگا دو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف
وَذَرُوا الْبَيْعَ اور چھوڑ دو خرید و فروخت کو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ بہتر ہے
تمہارے لیے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے فَاِذَا قُضِيَتِ
الصَّلٰوةُ پس جب پوری ہو جائے نماز فَانْتَشِرُوْا پس پھیل جاؤ تم فِى
الْاَرْضِ زمین میں وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور تلاش کرو تم اللہ تعالیٰ
کے فضل کو وَاذْكُرُوا اللّٰهَ اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو كَثِيْرًا کثرت سے
لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اور جب یہ
دیکھتے ہیں تجارت اَوْ لَهْوَا یا کھیل کو انْفَضُّوْۤا اِلَيْهَا تو پھیل جاتے

ہیں اس کی طرف وَتَرَكُوكَ قَآئِمًا اور چھوڑ دیتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا
قُلْ آپ فرمادیں مَا عِنْدَ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے خَيْرٌ
وہ بہتر ہے مِّنَ اللَّهْوِ کھیل سے وَمِنَ التِّجَارَةِ اور تجارت سے
وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔

ربطِ آیات :

اس سے پہلے یہودیوں کی مذمت تھی۔ یہودیوں میں ساری خرابیاں پائی جاتی تھیں۔ ان میں ایک خرابی یہ بھی تھی کہ ہفتہ کا دن ان کے لیے عبادت کا دن تھا۔ عبادت کے علاوہ ہر کام ممنوع تھا۔ مگر اُنھوں نے اس کی پابندی نہ کی اور اس کی پاداش میں بندر اور خنزیر بنائے گئے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ تمھارے لیے جمعہ کا دن عبادت کے لیے ہے تم نے اس کی پابندی کرنی ہے۔ یہودیوں کے لیے تو چوبیس گھنٹے عبادت کے لیے تھے لیکن مسلمانوں کے لیے مخصوص وقت اذان جمعہ سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ جب اذان دی جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن۔ اس اذان سے مراد وہ اذان ہے کہ خطیب جب خطبہ پڑھنے کے لیے منبر پر بیٹھتا ہے تو اس کے سامنے کھڑے ہو کر جو اذان دی جاتی ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہی پہلی اذان تھی۔ پھر جب آبادی بڑھ گئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ کے مقام زوراء پر پہلی اذان دینے کا حکم دیا۔ اور دوسری اذان وہی قائم رہی کہ جب خطیب منبر پر بیٹھتا تھا تو اس کے

سامنے دوبارہ دی جاتی تھی۔ اس وقت سے لے کر آج تک اسی طرح معمول چلا آرہا ہے۔ اس زمانے میں اصحابِ پیغمبر مہاجرین وانصار کثرت کے ساتھ موجود تھے مگر کسی نے مخالفت نہیں کی کہ یہ کیا نیا کام شروع ہوگیا ہے۔ لہٰذا یہ اذان تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق سے شروع ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد ہیں۔ ان کا عمل بھی سنت ہے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَ عَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ "تم پر لازم ہے میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو اور اپنی ڈاڑھوں سے محکم طور پر اس کو قابو میں رکھو" لہٰذا یہ پہلی اذان بھی دوسری اذان کی طرح سنت ہے۔ اور فقہائے کرام فرماتے ہیں اَلْمُعْتَبَرُ هُوَ الْاَذَانُ الْاَوَّلُ "جو پہلی اذان ہے اس کا اعتبار ہے۔"

فضیلتِ جمعہ :

جمعہ کے دن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الایام فرمایا ہے۔ حضرت ابولبابہ بن عبد المنذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کا دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنوں کا سردار ہے اور تمام دنوں میں سب سے زیادہ عظمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک جمعہ کے دن کی عظمت عید الفطر اور بقر عید سے بھی زیادہ ہے۔ اور اس دن کی پانچ باتیں ہیں۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اُتارا، اسی دن آدم علیہ السلام کو وفات دی اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اس دن بندہ اللہ تعالیٰ سے حرام چیز کے سوا جو مانگتا ہے اللہ تعالیٰ ضرور عنایت فرماتے ہیں۔ اور تمام مقرب فرشتے آسمان، زمین، ہوا، پہاڑ اور دریا جمعہ کے دن

سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ قیامت جمعہ کے دن آنی ہے۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے۔

اور بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم (دنیا میں) بعد میں آئے اور قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے۔ اگرچہ اہل کتاب کو ہم سے پہلے کتاب دی گئی اور ہمیں بعد میں ملی ہے۔ پھر یہ دن (جمعہ کا) ان پر فرض کیا گیا تھا لیکن اُنھوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بارے میں ہماری رہنمائی فرمائی (کہ ہم نے اس کو عبادت کے لیے منتخب کرلیا)۔ یہود و نصاریٰ اس میں بھی ہمارے تابع ہیں۔ یہود نے کل یعنی ہفتہ کو اختیار کیا اور نصاریٰ نے اتوار کو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعے والے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجو کیوں کہ جمعہ والے دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور تمھارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس آدمی نے بغیر کسی عذر کے جمعہ چھوڑ دیا وہ ایسی کتاب میں منافق لکھ دیا جاتا ہے جو کبھی مٹائی نہیں جاتی۔ ہاں اگر کوئی معقول عذر ہو تو الگ بات ہے، پھر ظہر کی نماز پڑھے گا۔ عورتوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ مریضوں اور مسافروں پر بھی فرض نہیں ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جمعہ کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہو جس میں گلی کوچے بازار ہوں اور اس میں فیصلوں کے لیے قاضی یعنی مجسٹریٹ بیٹھتا ہو۔

جمعہ کی ابتداء :

جمعہ کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ

تشریف لے گئے تو چند دن محلہ قبا میں ٹھہرے بنی عمرو بن عوف کے ہاں۔ سوموار، منگل، بدھ، جمعرات۔ اور مسجد قبا کی بنیاد رکھی جمعہ والے دن۔ وہاں سے مدینہ طیبہ کے لیے چل پڑے۔ بنو سالم بن عوف کے علاقہ میں پہنچے تو جمعہ کی فرضیت کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہیں جمعہ پڑھایا اور وہاں مسجد بنا دی گئی جس کا نام مسجد جمعہ ہے۔ یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا۔

تو فرمایا اے ایمان والو! جب اذان دی جائے جمعہ والے دن نماز کے لیے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ پس دوڑ لگا دو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف یعنی فوراً چل پڑو وَذَرُوا الْبَیْعَ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔

اذانِ جمعہ کے بعد کن کاموں کا کرنا جائز ہے اور کن کا نہیں :

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس سے صرف خرید و فروخت کا چھوڑنا مقصود نہیں ہے بلکہ جمعہ کی نماز کی تیاری کے لیے تمام کاموں کا چھوڑ دینا مقصود ہے۔ چاہے کوئی شخص کھیتی باڑی کرتا ہے، صنعت و حرفت کا کام کرتا ہے، ملازم ہے، تاجر ہے، دکان دار ہے، ہر کام کو چھوڑ کر مسجد میں آجاؤ اور خطبہ سنو، نماز پڑھو۔ جمعہ کی پہلی اذان ہو جانے کے بعد امام کے سلام پھیرنے تک ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا تعلق جمعہ اور نماز کے ساتھ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ جمعہ کی پہلی اذان ہو جانے کے بعد اگر کسی نے پوری شرائط کے ساتھ نکاح پڑھایا، ایجاب و قبول ہوا ہے، گواہ موجود ہیں۔ نکاح نہیں ہوگا۔ اگر دوبارہ نکاح نہ پڑھایا تو ساری زندگی زنا ہوگا۔ (تفصیل کے لیے الاحکام القرآن لابی بکر بن العربی اور الاحکام القرآن للتھانوی دیکھیے۔)

اذان کے بعد غسل کر سکتا ہے۔ کیوں کہ جمعہ کا غسل سنت ہے۔ جمعہ والے دن

غسل کرنا، خوشبو لگانا، مسواک کرنا، حجامت بنوانا، ناخن تراشنا سنت اعمال ہیں۔ ان کی تاکید آئی ہے۔ خطیب اذان کے بعد مطالعہ کرسکتا ہے کہ اس کا تعلق جمعہ کے ساتھ ہے۔ ہاں جس کام کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے وہ سب حرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے اور طفیل سے اس امت پر کرم فرمایا کہ تھوڑے سے وقت کے لیے ہمیں پابند بنایا ہے۔ اذان سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک۔ ورنہ بنی اسرائیل کے لیے تو چوبیس گھنٹے عبادت کے سوا ہر کام ناجائز تھا۔ سورج کے طلوع ہونے سے لے کر اگلے دن طلوع ہونے تک۔ اور جن لوگوں نے خلاف ورزی کی تھی ان کو اللہ تعالیٰ نے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور ہمارے لیے تو صرف دو اڑھائی گھنٹے کی پابندی ہے۔ لہٰذا جمعہ والے دن جتنا جلدی ہو سکے مسجد میں آجانا چاہیے۔

حدیث پاک میں آتا ہے جو شخص جمعہ والے دن سب سے پہلے آئے گا اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا۔ اس کے بعد جو آئے گا اس کو گائے کی قربانی کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو دنبے کی قربانی کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو مرغی کے صدقے کا ثواب ملے گا اور جو اس کے بعد آئے گا اس کو انڈے کے صدقے کا ثواب ملے گا۔ پھر امام باہر آجاتا ہے خطبہ شروع کرتا ہے تو فرشتے رجسٹر لپیٹ دیتے ہیں اور ذکرِ الٰہی سننے لگ جاتے ہیں۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ پہلے زمانے میں نماز فجر کے بعد ہی جمعہ کے لیے جانے والوں سے راستے بھر جاتے تھے۔ ایک موقع پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلدی جلدی جمعہ کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ تین آدمی پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ اپنے نفس کو ملامت کرنا شروع کر دی اور کہا کہ اے نفس! میں دیکھتا ہوں کہ آج تیرا درجہ

چوتھا ہو گیا ہے۔ لہٰذا جمعہ والے دن جتنا جلدی ہو سکے مسجد میں پہنچ جانا چاہیے۔ اور اذان ہو جانے کے بعد تو ہر وہ کام حرام ہو جاتا ہے جس کا تعلق جمعہ کے ساتھ نہیں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کسی مسجد میں اذان جلدی ہو جاتی ہے کسی میں تاخیر سے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس مسجد میں جمعہ پڑھتا ہے اس مسجد کی اذان مراد ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب جمعہ کی اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ لگا دو اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ یہ خرید و فروخت کو چھوڑنا تمھارے حق میں بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اگر ہو تم جانتے کہ جمعہ کا نفع باقی رہنے والا ہے اور خرید و فروخت کا نفع فنا ہونے والا ہے۔ فرمایا فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ پھر جب پوری ہو جائے نماز فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ پس تم پھیل جاؤ زمین میں یعنی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو جاؤ، اپنی اپنی ڈیوٹی پر چلے جاؤ۔ جو شخص جو کام کرتا ہے اُسے اجازت ہے کہ اب وہ اپنا کام شروع کر سکتا ہے۔ اپنا کام کرو وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اور تلاش کرو اللہ تعالیٰ کے فضل کو۔ روزی کو تلاش کرو اور کاموں میں مشغول ہو کر اللہ تعالیٰ کو نہ بھول جانا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کو کثرت سے لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

ذکر کی کوئی حد نہیں ہے۔ جتنا چاہیں اور جس وقت چاہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں۔ ذکر کے لیے وضو بھی شرط نہیں ہے۔ وضو ہو یا نہ ہو، کھڑے کھڑے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، بیٹھے بیٹھے ذکر کرو، لیٹے ہوئے ذکر کرو، دن کو ذکر کرو، رات کو ذکر کرو۔ بہتر ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔ درود شریف پڑھو، استغفار کرو۔ ذکر کرنے والا آدمی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے، مصیبتوں اور پریشانیوں سے محفوظ رہتا ہے۔ دنیا میں بھی سکون اور آخرت میں بھی

سکون حاصل ہوگا۔ فلاح اللہ تعالیٰ کے ذکر ہی میں ہے۔

شانِ نزول :

اگلی آیت کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوکر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ اناج کا ایک قافلہ مدینہ طیبہ آ پہنچا (مسجد نبوی کے قریب جب اس طرح کا قافلہ آتا تھا تو دف بجا کر اعلان ہوتا تھا کہ قافلہ آ گیا ہے اناج وغیرہ خرید لو۔ ان دنوں میں اناج کی کمی بھی تھی۔ جب اعلان سنا تو) سب لوگ ادھر چلے گئے۔ صرف بارہ آدمی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہ گئے (جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ بھی تھے) باقی سارے چلے گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر تنبیہ فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَاۨ انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا اور جب یہ دیکھتے ہیں تجارت کو یا کھیل کو تو پھیل جاتے ہیں، منتشر ہو جاتے ہیں اس کی طرف وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا اور چھوڑ دیتے ہیں آپ کو کھڑا ہوا۔ اس وقت نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں ہوتا تھا عیدین کی طرح۔ بعد میں خطبہ پہلے ہونے لگا اور نماز بعد میں۔ اس وقت چونکہ نماز ہو چکی تھی اور یہ گمان کیا کہ خطبہ چھوڑنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ یہ معلوم نہیں تھا کہ جمعہ کا خطبہ بھی نماز کی طرح فرض ہے۔ کچھ ان دنوں اناج کی قلت تھی۔ یہ خیال آیا کہ دیر کریں گے تو خرید نہیں سکیں گے۔ ان وجوہ کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لغزش ہوئی جس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر سارے لوگ خطبہ چھوڑ کر چلے جاتے تو سب پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا اور ایسی آگ بھڑکتی کہ جس میں جل کر سارے راکھ ہو جاتے۔ اس تنبیہ کے بعد پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی

حالت یہ تھی کہ اگر کسی کی نکسیر بھی پھوٹ پڑتی تو وہ اجازت لے کر جاتا تھا۔

قُلْ آپ فرمادیں مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر ہے مِّنَ اللَّهْوِ کھیل سے وَمِنَ التِّجَارَةِ اور تجارت سے۔ نمازِ جمعہ اور خطبہ جمعہ سننے سے جو ثواب ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس کے سامنے کھیل، تجارت کی کیا حیثیت ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔ لہٰذا رزق کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اور نہ اس کے لیے احکام چھوڑنے کی ضرورت ہے۔

تفسیر

سُورَۃ المُنَافِقُون

(مکمل)

آیاتها ۱۱ ۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ۝۱ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝۳ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۘ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝۴ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق قَالُوْا
تو کہتے ہیں نَشْهَدُ ہم گواہی دیتے ہیں اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ بے شک
آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے

اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ بے شک منافق البتہ جھوٹ بولتے ہیں اِتَّخَذُوْۤا اَیْمَانَهُمْ بنالیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو جُنَّةً ڈھال فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ پس روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے اِنَّهُمْ بے شک یہ لوگ سَآءَ بُرا ہے مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ وہ کام جو وہ کرتے ہیں ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ یہ اس وجہ سے کہ وہ اٰمَنُوْا ایمان لائے ثُمَّ كَفَرُوْا پھر اُنھوں نے کفر کیا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ پس مہر لگادی گئی ان کے دلوں پر فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے وَاِذَا اور جب رَاَیْتَهُمْ آپ ان کو دیکھتے ہیں تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ تعجب میں ڈالتے ہیں آپ کو ان کے وجود وَاِنْ یَّقُوْلُوْا اور اگر وہ بات کریں گے تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ آپ سنیں گے ان کی بات کو كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں ٹیک لگائی ہوئی یَحْسَبُوْنَ گمان کرتے ہیں وہ كُلَّ صَیْحَةٍ ہر چیخ کو عَلَیْهِمْ اپنے برخلاف هُمُ الْعَدُوُّ یہی دشمن ہیں فَاحْذَرْهُمْ پس آپ ان سے بچیں قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ کدھر اُلٹے پھیرے جارہے ہیں وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اور جب کہا جاتا ہے ان سے تَعَالَوْا آؤ یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ بخشش طلب کرے تمہارے لیے

رَسُوْلُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کا رسول لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ تو مٹکاتے ہیں اپنے سروں کو وَرَاَیْتَهُمْ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دیکھتے ہیں یَصُدُّوْنَ کہ وہ رکتے ہیں وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ برابر ہے ان کے لیے اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا بخشش طلب نہ کریں لَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ نہیں ہدایت دیتا نافرمان قوم کو۔

وجہ تسمیہ و تعارف سورت :

اس سورت کا نام المنافقون ہے۔ منافقون کا لفظ پہلی ہی آیت کریمہ میں موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ اس سورۃ کے دو رکوع اور گیارہ آیتیں ہیں۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو تین سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا نزول کے اعتبار سے ایک سو چار نمبر ہے۔ شانِ نزول کے بارے میں امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ تبوک میں پیش آیا جو ہجرت کے نویں سال رجب کے مہینے میں پیش آیا۔ جب کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ غزوہ مریسیع کا واقعہ ہے۔ جو ہجرت کے پانچویں سال شعبان کے مہینے میں پیش آیا۔ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق زیادہ صحیح ہے۔

شانِ نزول کا واقعہ :

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ رات کے وقت چند منافق جمع تھے اور اُنھوں نے یہ

خیال کیا کہ ہماری باتیں کوئی نہیں سن رہا۔ اُنھوں نے آپس میں باتیں کیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف، اسلام کے خلاف اور قرآن کے خلاف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق کہا کہ دیکھو جی اس کا پیٹ ہی نہیں بھرتا۔ مدینہ پر قبضہ کیا، پھر مکہ پر قبضہ کیا، پھر خیبر پر اور اب رومیوں کے خلاف لڑنا چاہتا ہے۔ پھر کہنے لگے یہ ہماری غلطی ہے کہ ہم نے ان کو مکان دیئے، خرچہ دیا اور ان کے ساتھ تعاون کیا۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے کہا کہ میں سب سے زیادہ عزت والا ہوں اس ذلیل یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ سے نکالوں گا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ باتیں سنیں اور اپنے چچا کے سامنے پیش کر دیں۔ چچا نے یہ باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن اُبی کو بلا کر پوچھا کہ تو نے یہ باتیں کی ہیں؟ تو اُس نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ حضرت! وہ زبانیں نہ جل جائیں، وہ ہونٹ نہ فنا ہو جائیں جو ایسی باتیں کریں۔ حضرت! اس کو کہو کہ گواہ پیش کرے۔ قسمیں کھا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوب مطمئن کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی قسموں پر اعتبار کیا۔

بخاری شریف کی روایت ہے حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس کی تصدیق کی اور مجھے جھٹلایا۔ یہاں تک کہ دوسرے صحابہ بھی اور میرے چچا نے بھی مجھے کہا کہ احمق تو نے کیسی بات کی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے جھوٹا کہا ہے اب تجھے سچا کون کہے گا؟ یہاں تک کہ یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے بلا کر کہا اے زید! اِنَّ اللّٰهَ قَدْ صَدَّقَكَ "بے شک اللہ تعالیٰ نے تیری تصدیق کی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے ذریعے منافقوں کی برائیوں کو ظاہر کر دیا تاکہ سچے مسلمان ان سے بچ سکیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق قَالُوْا تو کہتے ہیں نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ شریعت کی زبان میں منافق اُسے کہتے ہیں جو زبان سے اقرار کرتا ہے مگر دل سے تسلیم نہیں کرتا۔

نفاق کی دوقسمیں :

فقہائے کرام، محدثین عظام اور مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں نفاق کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نفاق اعتقادی ہے اور دوسرا نفاق عملی ہے۔

اعتقادی منافق وہ ہوتا ہے جو دل سے بالکل تسلیم نہیں کرتا یعنی اس کے دل میں بالکل ایمان نہیں ہوتا۔ لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کہتا ہے کہ میں مومن ہوں۔ یہ منافق کافر اور مشرک سے بھی بدتر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی سزا بھی سب سے زیادہ سخت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ [النساء: ۱۴۵] "بے شک منافق دوزخ کے سب سے نیچے والے طبقے میں ہوں گے۔" جو سب سے زیادہ سزا والا طبقہ ہے۔

دوسرا نفاقِ عملی ہے۔ عملی منافق اُسے کہتے ہیں کہ اس کے دل میں ایمان موجود ہوتا ہے مگر عمل منافقوں والے کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملی نفاق کی چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ جس شخص میں ایک علامت ہوگی وہ ایک درجے کا منافق ہوگا جس میں دو علامتیں ہوں گی وہ دو درجے کا منافق ہوگا جس میں تین علامتیں ہوں گی وہ تین درجوں کا منافق ہوگا اور جس میں چار علامتیں پائی گئیں كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا "وہ پکا منافق ہے۔" ہمیں خالی الذہن ہو کر ٹھنڈے دل سے سوچنا چاہیے کہ کہیں ان میں سے کوئی

علامت ہمارے اندر تو نہیں ہے۔ اگر ہے تو بہت بُری بات ہے۔

منافق کی علامتیں :

وہ علامتیں کیا ہیں؟ فرمایا اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ "جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔" یہ منافق کی پہلی علامت ہے۔ جھوٹ کسے کہتے ہیں؟ ہر وہ بات جو واقعہ کے خلاف ہو شریعت اُسے جھوٹ کہتی ہے۔ اب ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ ہم نے کبھی زندگی میں جھوٹ تو نہیں بولا۔ اگر بولا ہے تو ہمیں اپنے آپ کو ایک درجے کا منافق سمجھنا چاہیے۔ کیوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان بالکل حق اور سچ ہے۔

منافق کی دوسری علامت اِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ جب وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے وَ اِذَا عَاھَدَ غَدَرَ اور جب معاہدہ کرتا ہے تو غداری کرتا ہے۔ وعدہ اور معاہدہ میں فرق ہے۔ جب کسی سے انفرادی طور پر وعدہ ہو تو وہ وعدہ کہلاتا ہے۔ اور جماعتی شکل میں ہو یا قومی شکل میں ہو یا حکومتی سطح پر کسی سے کوئی بات طے کی جائے تو اس کو معاہدہ کہتے ہیں۔ وعدے اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنا یہ بھی منافق کی علامت ہے۔ آج اس وقت دنیا میں جتنی بھی حکومتیں ہیں ساری اس مد میں ہیں الا ماشاء اللہ، کہ ان کا ظاہر کچھ اور ہے اور باطن کچھ اور۔ حالانکہ قرآن کریم میں آتا ہے اِنَّ الْعَھْدَ کَانَ مَسْئُوْلًا [بنی اسرائیل: ۳۴] وعدے کے بارے میں سوال ہوگا۔ لہٰذا کسی سے وعدہ کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا کر بھی سکوں گا کہ نہیں۔ اگر پورا نہیں کر سکتے تو وعدہ کرو ہی نہیں۔

منافق کی تیسری علامت اِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ [بخاری، رقم: ۳۴] پھر امانت کی کئی قسمیں ہیں۔ علم بھی امانت

ہے۔ اور علمی خیانت یہ ہے کہ لوگوں کو صحیح بات نہیں بتلاتا غلط بات بتاتا ہے۔ مشورہ بھی امانت ہے۔ اور مشورے میں خیانت یہ ہے کہ جب کوئی شخص تمھارے سے مشورہ طلب کرتا ہے تو اُسے صحیح رائے دو۔ بات بھی امانت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی آدمی مجلس میں اِدھر اُدھر دیکھ کر بات کرے تو سمجھ جاؤ کہ یہ بات اس کی امانت ہے۔ اس مجلس کی بات باہر کسی سے نہیں کرنی۔ مال بھی امانت ہے اور مالی خیانت یہ ہے کہ اس میں سے کچھ خرچ کرے یا اس کو تبدیل کرے۔

منافق کی چوتھی علامت یہ ہے کہ اِذَا خَاصَمَ فَجَرَ جب کسی سے جھگڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے۔ یاد رکھنا! آج کے معاشرے میں تو ہم نے منافق کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ کیوں کہ وہ تو جب لڑتا ہے تو گالیاں دیتا ہے اور ہم تو ہنسی مذاق میں بھی گالیاں دیتے ہیں۔ جس طرح پہلے نیک لوگوں کی زبان سے سبحان اللہ نکلتا تھا اسی طرح ہماری زبان سے گالیاں نکلتی ہیں۔ چھوٹوں کو بڑوں کو یہاں تک کہ گدھوں اور مرغیوں کو گالیاں دیتے ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی یہ چار علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ اگر کسی بد بخت میں یہ چاروں علامتیں پائی جاتی ہیں تو وہ پکا منافق ہے۔

کچھ علامتیں منافق کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى [النساء: ۱۴۲] جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی کرتے ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نماز کے لیے کھڑا ہونے میں سستی کرتا ہے تو اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ اس میں نفاق کی علامت ہے۔ اور بھی فرمایا وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔ ناولوں کے پیچھے پڑے رہیں گے، کھیلوں میں مشغول رہیں گے (آج کل موبائل فون پر لگے رہیں گے) یعنی اور سارے

کام ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ منافق کی موٹی موٹی علامتیں ہیں۔ چار حدیث شریف میں اور دو قرآن کریم میں۔ اور یہ حدیث بخاری شریف اور مسلم شریف کی ہے۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھ لو۔ اللہ کرے کہ ہم میں سے کسی میں یہ علامتیں نہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ جب آتے ہیں آپ کے پاس منافق تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ بے شک البتہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اتنی بات تو ان کی ٹھیک ہے اور باوجود اس کے وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق البتہ جھوٹے ہیں۔ کیوں کہ ان کی گواہی محض زبانی ہے دل سے منکر ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو مانتے ہیں اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں زبان سے کہہ رہے ہیں ان کے دلوں میں کفر بھرا ہوا ہے اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً بنالیا ہے اُنھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال۔ الزام سے بچنے کے لیے قسمیں اُٹھا کر کہتے ہیں کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔ جیسا کہ سورۂ توبہ آیت نمبر ۷۴ میں ہے يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا وہ اللہ تعالیٰ کے نام کی قسمیں اُٹھاتے ہیں کہ انھوں نے وہ بات نہیں کہی وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ حالانکہ بہ تحقیق اُنھوں نے کلمہ کفر کہا ہے۔

الزام سے بچنے کے لیے اُنھوں نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ پس روکتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے دوسرے لوگوں کو بھی۔ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے۔ نئے مسلمان ہونے والے کو اسلام سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ بے شک یہ لوگ بُرا ہے وہ جو کام کرتے ہیں۔ منافقت اور جھوٹا ایمان اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے لوگوں کو روکنا یہ سب بُرے کام ہیں۔

فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا یہ قبیح حرکتیں اور خباثتیں جو ان سے ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ بے شک وہ ایمان لائے ظاہری طور پر یعنی زبان سے ایمان ظاہر کیا ثُمَّ كَفَرُوْا پھر انھوں نے کفر کیا۔ دل سے کفر پر اڑے رہے اس وجہ سے فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ پس مہر لگا دی گئی ان کے دلوں پر۔ لہٰذا اب ان کے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوگا کہ ان کے دلوں میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہی فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ پس وہ نہیں سمجھتے حق کو نہ ایمان کو اور نہ بھلائی کو۔

چونکہ یہ لوگ آخرت سے بے فکر ہیں اور انجام سے بے خبر ہیں لہٰذا جسم ان کے موٹے تازے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ اور جب آپ ان کو دیکھتے ہیں تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ تعجب میں ڈالتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے جسم۔ ظاہری ڈیل ڈول، وضع قطع بالکل ٹھیک ٹھاک ہے دیکھ کر آدمی متاثر ہوتا ہے کہ یہ لوگ بڑے معزز ہیں مگر اندر سے گندے اور کمینے ہیں وَاِنْ يَّقُوْلُوْا اور اگر وہ بات کریں گے تو تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ آپ سنیں گے ان کی بات کو کہ وہ بات اس انداز سے کرتے ہیں کہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہے لیکن حقیقت سے خالی ہوتی ہے كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا کہ وہ لکڑیاں ہیں جنھیں دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا گیا ہے کہ وجود میں تو لمبی چوڑی ہیں مگر بے جان ہیں۔

یہی حال منافقوں کا ہے کہ ظاہری طور پر بڑے ڈیل ڈول والے ہیں مگر بالکل بے مغز ہیں جیسے ڈھول کا اندر بالکل خالی ہوتا ہے يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ گمان

کرتے ہیں وہ ہر چیخ کو اپنے برخلاف۔ ایمان اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ لشکر میں اگر کوئی گم شدہ جانور کے لیے آواز دے یا کسی اور وجہ سے آواز دی جاتی ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اُوپر کوئی آفت آنے والی ہے هُمُ الْعَدُوُّ یہی دشمن ہیں فَاحْذَرْهُمْ پس آپ ان سے بچتے رہیں۔ ان کی کسی بات پر اعتماد نہ کریں قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ کرے دین حق سے دور جا رہے ہیں اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کدھر پھیرے جا رہے ہیں ایمان سے۔ دلیل قائم ہونے کے بعد پھر منافقوں کی حماقت دیکھو کہ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اور جب ان سے کہا جاتا ہے تَعَالَوْا آؤ معذرت کرلو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنی غلطیوں کی يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ بخشش طلب کرے تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ سے لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ تو مٹکاتے ہیں اپنے سروں کو کہ ان سے معذرت کریں اپنی غلطیوں کا اعتراف کریں وَرَاَيْتَهُمْ اور آپ ان کو دیکھتے ہیں يَصُدُّوْنَ رکتے ہیں اعراض کرتے ہیں معذرت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور وہ تکبر کرنے والے ہیں کہ ہمیں بخشش کی ضرورت نہیں ہے۔ منافقوں کے جو مخلص مومن، قریبی رشتہ دار تھے اُنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے درخواست کی کہ حضرت! یہ تو احمق ہیں لیکن اگر آپ ان بدبختوں کے لیے مغفرت مانگیں شاید اللہ تعالیٰ ان کو معاف کردے اور ایمان کی توفیق عطا فرمادے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے استغفار کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو آگاہ فرمادیا۔

ارشاد ربانی ہے سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ برابر ہے ان کے لیے اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ کیا آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ یا بخشش طلب نہ کریں

لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ہرگز نہیں بخشے گا اللہ تعالیٰ ان کو۔ کیوں کہ ان میں ہدایت کی طلب نہیں ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ بے شک اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں دیتا نافرمان قوم کو۔ یہ لوگ ضدی ہیں کھوٹے ہیں اور کفر سے باہر نکلنا نہیں چاہتے لہٰذا ان کو ہدایت نصیب نہیں ہو سکتی۔

هُمُ الَّذِيْنَ

يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

هُمُ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں يَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں لَا تُنْفِقُوْا نہ خرچ کرو عَلٰى مَنْ ان پر عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہیں حَتّٰى يَنْفَضُّوْا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو جائیں وَلِلّٰهِ اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آسمانوں اور زمین کے خزانے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور لیکن منافق لَا يَفْقَهُوْنَ نہیں سمجھتے يَقُوْلُوْنَ کہتے ہیں لَئِنْ رَّجَعْنَاۤ اگر ہم لوٹے اِلَى الْمَدِيْنَةِ

مدینہ منورہ کی طرف لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا ضرور نکالے گا زور والا اس میں سے الْاَذَلَّ ذلیل کو وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے عزت وَلِرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول کے لیے وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور ایمان والوں کے لیے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ اور لیکن منافق لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُلْهِكُمْ نہ غافل کریں تمھیں اَمْوَالُكُمْ تمھارے مال وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اور نہ تمھاری اولاد عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جس نے ایسا کیا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس یہی لوگ ہیں نقصان اُٹھانے والے وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو مِنْ مَّا اس چیز میں سے رَزَقْنٰكُمْ جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَ کہ آئے اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تم میں سے کسی ایک کو موت فَيَقُوْلَ پس کہے وہ رَبِّ اے میرے رب لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ کیوں نہ مہلت دی آپ نے مجھے اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ تھوڑی سی مدت فَاَصَّدَّقَ پس میں صدقہ کرتا وَاَكُنْ اور ہو جاتا میں مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ نیکوں میں سے وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اور ہرگز نہیں مہلت دے گا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا جب آجائے گا اس کا وعدہ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا ہے بِمَا ان کاموں کی تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو۔

اوپر سے منافقوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هُمُ الَّذِيْنَ یہ وہی لوگ ہیں يَقُوْلُوْنَ جو کہتے ہیں لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ نہ خرچ کرو تم ان پر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کے پاس ہیں حَتّٰى يَنْفَضُّوْا یہاں تک کہ وہ تتر بتر ہو جائیں، اِدھر اُدھر بھاگ جائیں۔ تو اس طرح کی باتیں کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کیوں کر بخشے گا۔ غزوہ بنو مصطلق کے سفر میں ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ مہاجر نے انصاری کی پشت پر تھپڑ مار دیا۔ مہاجر نے مدد کے لیے مہاجرین کو آواز دی اور انصاری نے مدد کے لیے انصاریوں کو آواز دی کہ پہنچو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ باتیں سنیں تو فرمایا کہ یہ تم نے کیا نو مانہ جاہلیت کی باتیں شروع کر دی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایک مہاجر نے انصاری کو تھپڑ مارا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس اب تم اس معاملے کو ختم کر دو۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین اور دوسرے منافقوں کو علم ہوا تو کہنے لگے یہ سب تمھاری امداد کا نتیجہ ہے۔ تم نے ان کو ٹھکانا دیا، ان پر مال خرچ کرتے ہو اس لیے تو نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ یہ اب تمھیں مارنے لگ گئے ہیں۔ لہٰذا آئندہ ان پر خرچ کرنا بند کر دو۔ یہ سب اِدھر اُدھر بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا اور فرمایا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں خزانے آسمانوں اور زمین کے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ اور لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق میں دو چیزیں نہیں ہوتیں۔ حسن خلق اور دین کی سمجھ۔ چنانچہ اُنھوں نے یہ سمجھا کہ مال ہمارے پاس ہے اور سدا ہمارے پاس ہی رہنا ہے لہٰذا مہاجرین پر خرچ نہ کرو تاکہ یہ مدینہ سے منتشر ہو جائیں۔ ان کو اتنی سمجھ نہیں تھی کہ خزانے سارے کے سارے اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ حقیقی مالک وہی ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

اور جس سے چاہتا ہے روک لیتا ہے۔ اس کے دینے میں بھی امتحان ہے اور نہ دینے میں بھی امتحان ہے اور دے کر واپس لے لینے میں بھی امتحان ہے۔ اگر منافقوں کو اتنی سمجھ ہوتی تو وہ خرچ کرنے میں بخل نہ کرتے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو بڑی تکلیفیں آئی ہیں۔ جسمانی بھی اور مالی بھی۔ فاقے کاٹے۔ مگر پھر وہ وقت آیا کہ قیصرو کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں تھے۔ بلکہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب زکوٰۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا۔ تو فرمایا کیا منافقوں کو علم نہیں ہے کہ خزانوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

منافقین کی خباثت :

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی ایک خباثت کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا یَقُوْلُوْنَ یہ کہتے ہیں لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ اگر ہم لوٹے مدینہ کی طرف لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ تو نکال دے گا زور والا اس سے ذلیل کو۔ یہ بات رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے کہی تھی کہ ہم باعزت لوگ ہیں ان ذلیل مہاجروں کو وہاں سے نکال دیں گے۔ یہ بات ایک صحابی نے سن لی اور جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتادی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت! آپ مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اُتار دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دَعْهُ لَا يَتَحَدَّثُ النَّاسُ اَنَّ مُحَمَّدًا يَقْتُلُ اَصْحَابَهٗ "اس کو چھوڑ دو لوگ یہ پروپیگنڈہ نہ کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔" اور یہ چیز اسلام کے راستے میں رکاوٹ بن جائے گی۔

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کا بیٹا کہ اس کا نام بھی عبداللہ تھا وہ مخلص مومن تھا۔ اس کو جب اس بات کا علم ہوا کہ میرے باپ نے یہ بات کہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

یہ کہا ہے۔تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے باپ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں جس نے ایسے غلط کلمات کہے ہیں۔لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو منع کر دیا کہ ایسا نہ کرنا جب تک یہ بد بخت ہمارے ساتھ ہے ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔لیکن جب قافلہ مدینہ طیبہ کے قریب پہنچا تو بیٹے نے باپ کے سامنے تلوار سونت لی اور باپ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا وَاللّٰہِ لَا تَنْقَلِبُ حَتّٰی تُقِرَّ اِنَّكَ ذَلِیْلٌ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ عَزِیْزٌ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے میں تجھے اس وقت تک شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک تو اقرار نہ کرے کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ باعزت ہیں۔جب باپ نے دیکھا کہ بیٹا مجھے چھوڑے گا نہیں تو اس نے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ میں ذلیل ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم باعزت ہیں۔

منافقوں نے یہ سمجھا کہ عزت مال کے زیادہ ہونے کا نام اور افراد کے زیادہ ہونے کا نام ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ حقیقی عزت ان چیزوں کا نام نہیں ہے حقیقتاً عزت کس کے لیے ہے۔فرمایا وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے عزت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن منافق نہیں جانتے اس بات کو۔

اوپر بیان ہوا ہے کہ منافقوں نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو۔اب اللہ تعالیٰ مومنوں کو فرما رہے ہیں کہ منافقوں، کافروں کو تو اپنے مالوں پر گھمنڈ ہے تمھیں نہیں ہونا چاہیے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰہِ نہ غفلت میں ڈالیں تمھیں تمھارے مال اور نہ اولاد اللہ تعالیٰ کے ذکر سے، نماز پڑھنے سے،

حج کرنے سے، زکوٰۃ دینے سے، قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے، ہمیشہ اللہ اللہ کرنے سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارے ذمہ جو فرائض ہیں ان کے ادا کرنے میں یہ چیزیں رکاوٹ نہ بنیں۔ لیکن دیکھا ایسا ہی گیا ہے کہ لوگ جب ان چیزوں میں زیادہ منہمک ہوجاتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوجاتے ہیں۔ فرمایا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ اور جو ایسا کرے گا کہ مال اور اولاد کی وجہ سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گا فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ پس یہی لوگ ہیں نقصان اُٹھانے والے۔ کیوں کہ جب آدمی نے دائمی آخرت کو چھوڑ کر فانی دنیا کو اختیار کیا وہ نقصان ہی اُٹھائے گا۔ اور پارہ ۱۶ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲۴ میں ہے وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا "اور جس شخص نے اعراض کیا میرے ذکر سے اس کے لیے گزران ہوگا تنگی کا۔" مال و دولت کی فراوانی کے باوجود زندگی میں سکون نہیں ہوگا۔

مال کا فتنہ :

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہر امت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے۔ فرمایا میری امت کا فتنہ مال ہے۔ دیکھ لو لوگوں کا جو حال ہے کہ مال و دولت کی طلب میں سرگرداں ہیں حدودِ شرع کا کوئی لحاظ نہیں، جائز و ناجائز کی کوئی پروا نہیں ہے، حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں ہے اور جائز ناجائز خواہشات میں لگا رہتے ہیں۔ ایسے لوگ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ منافق تو ضرورت مندوں پر خرچ کرنے سے منع کرتے تھے اللہ تعالیٰ ایمان والوں سے فرمارہے ہیں وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ اور خرچ کرو اس چیز میں سے جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے۔ اکثر حضرات تو فرماتے ہیں کہ چیز سے مراد مال ہے کہ ہم نے جو تمھیں مال دیا ہے اس میں سے خرچ کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو، عشر نکالو، فطرانہ ادا کرو اور نفلی

صدقات بھی کرتے رہو۔ بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَی الزَّکٰوۃ بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ بعض لوگ بڑے کنجوس ہوتے ہیں۔ زکوٰۃ کے مال کے سوا مال خرچ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ رشتے داریاں بھی زکوٰۃ کے ساتھ نبھاتے ہیں۔ مثلاً: ان کے عزیز رشتہ داروں کی شادیاں ہوں تو آکر پوچھتے ہیں کہ وہاں ہماری زکوٰۃ لگ سکتی ہے۔ بھائی! ٹھیک ہے اگر وہ مستحق ہے تو اس کو زکوٰۃ لگ جائے گی مگر زکوٰۃ کے علاوہ دوسرا مال بھی تو تمھارے پاس موجود ہے وہ کیوں نہیں دیتے۔ زکوٰۃ پر ہی کیوں ٹرخاتے ہو۔ لیکن امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چیز سے صرف مال مراد نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی نعمت اور قوت عطا فرمائی ہے کہ علم ہے، عقل ہے، بدنی طاقت ہے، اس کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

تو فرمایا خرچ کرو اس چیز میں سے جو ہم نے تمھیں رزق دیا ہے مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ پہلے اس سے کہ آئے تم میں سے کسی ایک کو موت۔ یعنی موت کے آثار ظاہر ہوں فَیَقُوْلَ پس کہے وہ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ اے میرے رب! کیوں نہ مہلت دی آپ نے مجھے تھوڑی سی مدت۔ مجھے تھوڑی سی مزید مدت کے لیے مہلت کیوں نہ دی فَاَصَّدَّقَ پس میں صدقہ کرتا، زکوٰۃ دیتا، خیرات کرتا وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ اور ہو جاتا میں نیکوں میں سے۔ مگر اس وقت مہلت نہیں ملے گی۔ سورہ اعراف آیت نمبر ۳۴ میں ہے فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ "پس جب آجائے گا ان کا وعدہ تو نہیں پیچھے ہٹیں گے اس سے ایک گھڑی اور نہ آگے ہوں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ صدقہ ایسے وقت میں دے جب تندرست ہو اور مال کی رغبت رکھتا ہو اور محتاج ہونے سے بھی ڈرتا ہو۔ ایسا نہیں کہ

مرنے لگے تو کہے کہ یہ مال فلاں کے واسطے صدقہ ہے۔ حالاں کہ وہ فلاں وارث ہو چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جس آدمی کے پاس مال ہے مگر اس نے حج نہیں کیا، زکوٰۃ واجب تھی ادا نہیں کی۔ وہ آدمی مرتے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی آرزو کرے گا ایک آدمی نے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ سے ڈرو کہ دنیا میں لوٹائے جانے کی درخواست تو کافر کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تجھے قرآن سناتا ہوں۔ پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ کہ اس آیت کریمہ میں خطاب ایمان والوں کو ہے لیکن یہ درخواست منظور نہیں ہوگی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اور ہرگز مہلت نہیں دے گا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا جب آجائے گا اس کا وعدہ یعنی جب کسی جان کا دنیا میں رہنے کا وقت جو مقدر تھا پورا ہو گیا پھر اس کو ایک سانس کی بھی مہلت نہیں ملتی وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خبر رکھتا۔ ان کاموں کی جو تم کرتے ہو۔ تمھارا ہر فعل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اعمال کے مطابق سزا اور جزا کے مستحق ہوں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَةُ التَّغَابُن

(مکمل)

آیاتها ۱۸　۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۸　رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۴ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۡ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۵ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۡ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ　پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی　مَا　وہ مخلوق　فِي السَّمٰوٰتِ　جو آسمانوں میں ہے　وَمَا　اور وہ مخلوق　فِي الْاَرْضِ　جو زمین میں ہے　لَهُ الْمُلْكُ　اسی کے لیے ہے ملک　وَلَهُ الْحَمْدُ　اور اُسی کے لیے ہے تعریف　وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ　اور وہ ہر چیز پر قادر ہے　هُوَ الَّذِيْ

وہ وہ ذات ہے خَلَقَكُمْ جس نے تم کو پیدا کیا فَمِنْكُمْ پس تم میں سے بعض كَافِرٌ کافر ہیں وَّمِنْكُمْ اور تم میں سے بعض مُّؤْمِنٌ مومن ہیں وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بِمَا اس کارروائی کو تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو بَصِيْرٌ دیکھنے والا ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ وَ صَوَّرَكُمْ اور تمھیں صورت بخشی فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی صورت عطا کی تم کو وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے يَعْلَمُ وہ جانتا ہے مَا اس چیز کو فِي السَّمٰوٰتِ جو آسمانوں میں ہے وَ الْاَرْضِ اور زمین میں ہے وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے مَا اس چیز کو تُسِرُّوْنَ جس کو تم چھپاتے ہو وَمَا اور اس چیز کو تُعْلِنُوْنَ جس کو تم ظاہر کرتے ہو وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جاننے والا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے راز اَلَمْ يَاْتِكُمْ کیا نہیں آئی تمھارے پاس نَبَؤُا الَّذِيْنَ خبر اُن لوگوں کی كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے فَذَاقُوْا پس چکھا اُنھوں نے وَبَالَ اَمْرِهِمْ اپنے معاملے کا وبال وَلَهُمْ اور ان کے لیے ہے عَذَابٌ اَلِيْمٌ درد ناک عذاب ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ یہ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ آئے تھے ان کے پاس رُسُلُهُمْ ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ

واضح دلائل لے کر فَقَالُوْٓا پس اُنھوں نے کہا اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا کیا بشر رہنمائی کریں گے ہماری فَکَفَرُوْا پس اُنھوں نے انکار کیا وَتَوَلَّوْا اور اعراض کیا وَّاسْتَغْنَی اللّٰہُ اور اللہ تعالیٰ نے بھی بے پروائی کی۔ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہے حَمِیْدٌ تعریفوں والا ہے۔

وجہ تسمیہ سورۃ :

اس سورت کا نام تغابن ہے۔ اگلی آیات میں تغابن کا لفظ آئے گا۔ تغابن کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔ ہر آدمی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک مقام بنایا ہے اور دوزخ میں بھی ایک مقام بنایا ہے۔ مومنوں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں اور کافروں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں۔ جو ایمان لائے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو کفر اختیار کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ان کی جنت دوزخ میں جو سیٹیں خالی ہوئی ہیں وہ ایک دوسرے کو مل جائیں گی۔ جنتی کی جو سیٹ اور گھر دوزخ میں تھا وہ کافر کو مل جائے گا اور کافر کی جو سیٹ اور گھر جنت میں خالی ہوا وہ مومن کو مل جائے گا۔ گویا اس طرح ایک دوسرے کو نقصان پہنچائیں گے۔

قبر میں سوال وجواب :

بخاری شریف میں روایت ہے کہ جب انسان کی وفات ہوتی ہے اور اس کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور سوال جواب والے فرشتے آتے ہیں اور سوال کرتے ہیں مَنْ رَّبُّكَ "تیرا رب کون ہے؟" مومن ہے تو جواب دیتا ہے رَبِّیَ اللّٰہُ "میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔" مَنْ نَّبِیُّكَ "تیرا نبی کون ہے؟" جواب دیتا ہے نَبِیِّیْ مُحَمَّدٌ ﷺ "میرا نبی

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔" مَا دِيْنُكَ "تیرا دین کیا ہے؟" دِيْنِيَ الْإِسْلَامُ "میرا دین اسلام ہے۔" اور کافر ہے تو جوابات میں ناکام ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے مجھے کسی شے کا علم نہیں ہے۔ یہ فرشتے سوال جواب کر کے چلے جاتے ہیں۔ دوسرے محکمہ کے فرشتے آ جاتے ہیں اور دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھولتے ہیں۔ نیک آدمی دیکھ کر گھبرا جاتا ہے کہ میں نے جوابات تو صحیح دیئے ہیں پھر یہ آگ کے شعلے مجھے کیوں دِکھائے جا رہے ہیں۔ پھر دوزخ کی کھڑکی بند کر کے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے کہ اس کی ہوائیں اور خوشبوئیں اور لذتیں وہ محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے کہتے ہیں کہ پہلی کھڑکی جو کھولی تھی وہ تجھے یہ بتلانے کے لیے کھولی تھی کہ اگر تو مومن نہ ہوتا تو یہ تیرا ٹھکانا ہوتا۔ ایمان کی وجہ سے رب تعالیٰ نے تجھے بچا لیا ہے۔ اور اگر کافر مشرک ہے تو سوال جواب والے فرشتے اپنا کام کر کے چلے جاتے ہیں اور دوسرے محکمے کے فرشتے آ جاتے ہیں۔ وہ اس کے لیے پہلے جنت کی کھڑکی کھولتے ہیں تو وہ خوش ہوتا ہے کہ مزے بن گئے۔ جب وہ اچھی طرح دیکھ لیتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اگر تو ایمان لاتا تو تیری یہ جگہ ہونی تھی مگر اب نہیں ہے۔ وہ کھڑکی بند کر کے دوزخ کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ تو ہر ایک کے لیے رب تعالیٰ نے جنت میں بھی جگہ بنائی ہے اور دوزخ میں بھی بنائی ہے۔ اب جس جگہ کوئی جانا چاہے چلا جائے۔

اس سورۃ کا نام تغابن ہے۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ایک سو سات سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا ایک سو آٹھ [۱۰۸] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھارہ آیتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يُسَبِّحُ لِلّٰهِ پاکی بیان کرتی ہے اللہ تعالیٰ کی مَا فِي

اَلسَّمٰوٰتِ وہ مخلوق جو آسمانوں میں ہے۔ آسمانوں میں فرشتے ہیں۔ چاند، سورج، ستارے ہیں یا اور مخلوق جس کو ہم نہیں جانتے سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں وَمَا فِي الْاَرْضِ اور وہ مخلوق جو زمین میں ہے۔ اوپر نیچے سات زمینیں ہیں۔ ان میں بے شمار مخلوق ہے۔ سب اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں لَهُ الْمُلْكُ اسی کے لیے ہے ملک۔ سارے ملک کا خالق بھی وہی ہے، مالک بھی وہی ہے، سارے ملک میں تصرف بھی اسی کا ہے۔ خدائی اختیارات اللہ تعالیٰ نے رتی برابر بھی کسی کو نہیں دیئے وَلَهُ الْحَمْدُ اور اُسی کے لیے ہے تعریف۔ کیوں کہ تعریفوں کے لائق اور تعریفوں کا مستحق صرف وہی ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جو چاہے سو کرے اس کو کوئی پوچھ نہیں سکتا۔

دیانند سرسوتی کا قرآن کریم پر اعتراض :

دنیا میں بڑے منہ پھٹ لوگ گزرے ہیں، اب بھی ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ ان منہ پھٹ لوگوں میں سے ایک آریا سماج کا لیڈر دیانند سرسوتی بھی تھا۔ بڑا موذی قسم کا آدمی تھا۔ اس نے قرآن کریم پر الحمد للہ سے لے کر والناس تک بڑے اعتراض کیے ہیں۔ اس کی کتاب کا نام ہے "ستیارتھ پرکاش"۔ اس کتاب کا چودھواں باب اس نے اس کے لیے وقف کیا ہے۔ اس آیت کریمہ پر وہ اعتراض کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کہ تمھارا قرآن کہتا ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تو پھر تو تمھارا رب چوری پر بھی قادر ہے، زنا پر بھی قادر ہے۔ کیوں کہ چوری اور زنا بھی تو ایک شے ہے (العیاذ باللہ تعالیٰ) اگر قادر نہیں ہے تو پھر یہ آیت غلط ہوئی۔

اب دیکھو! اس نے کیسی خباثت کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر باطل کی سرکوبی کے لیے حق والے کھڑے کیے ہیں۔ چنانچہ بانیٔ دارالعلوم دیو بند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی خوب سرکوبی کی ہے۔ حضرت کی بہت ساری علمی کتابیں ہیں۔ ایک کا نام انتصار الاسلام ہے۔ اس میں حضرت نے جواب میں بڑا کچھ لکھا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ تمھیں سمجھاتا ہوں۔ حضرت فرماتے ہیں اے دیانند سرسوتی تم کہتے ہو کہ کیا رب چوری پر قادر ہے؟ چوری ہوتی ہے غیر کی ملک میں۔ اگر کوئی اپنی چیز اُٹھالے تو اس کو کوئی چور نہیں کہتا۔ تم غیر کی ملک ثابت کرو دلیل کے ساتھ پھر ہم چوری ثابت کر دیں گے۔ پہلے تم اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کائنات کا خالق مالک ثابت کرو، واجب الوجود ثابت کرو پھر ہم کہیں گے کہ ہاں رب نے غیر کی ملک میں چوری کی ہے یا کر سکتا ہے۔ اور زنا کے لیے آلات درکار ہیں۔ تم پہلے رب تعالیٰ کے لیے مردانہ آلات ثابت کرو پھر ہم اگلی بات کریں گے۔

تو دنیا میں ایسے منہ پھٹ بھی گزرے ہیں جنھوں نے رب تعالیٰ کو بھی معاف نہیں کیا۔ تو فرمایا وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وہ وہی ذات ہے جس نے تمھیں پیدا کیا ہے فَمِنْكُمْ كَافِرٌ پھر بعض تم میں سے کافر ہیں وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ اور بعض تم میں سے مومن ہیں۔ کافروں کی دنیا میں ہمیشہ اکثریت رہی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام کے زمانے تک تو كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً [البقرہ: ۲۱۳] "سب لوگ ایک ہی دین پر تھے" ایک امت تھے۔ سب سے پہلے جس قوم نے کفر و شرک کی اشاعت کی وہ نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔ اور عرب کی زمین پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین تھا۔ پہلا شخص جس نے دین کو بگاڑا عمرو بن لُحی بن قمع تھا۔ اس خبیث

نے دین میں فتور پیدا کیا۔ غیر اللہ کے نام پر جانور چھوڑے۔

جیسے تم نے گوجرانوالا شہر میں گائیں بازاروں میں گھومتی پھرتی دیکھی ہوں گی۔ یہ گائیں جاہل قسم کے لوگوں نے پیروں کے نام پر چھوڑی ہوئی ہیں۔ لوگ ڈر کے مارے ان کو چھیڑتے نہیں۔ چاہے کسی کی ریڑھی سے پھل وغیرہ کھا جائیں۔ اس کو عربی میں سائبہ کہتے ہیں جس کا ذکر ساتویں پارے میں ہے مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ [مائدہ:۱۰۳] سائبہ کا معنیٰ وہ جانور جو غیر اللہ کے تقرب کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ رب تعالیٰ نے اس کا کوئی حکم نہیں دیا۔ اَوَّلُ مَنْ سَيَّبَ السَّوَائِبَ "پہلا وہ آدمی جس نے غیر اللہ کے نام پر جانور وقف کیا وہ عمرو بن لحی تھا۔" یہ اخلاق میں اتنا گرا ہوا تھا کہ حاجیوں کے کندھوں پر سے چادریں اُٹھا لیتا تھا۔ وہ اس طرح کہ اس نے لاٹھی کے آگے کنڈی لگائی ہوئی تھی جیسے مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی ہوتی ہے طواف کرتے وقت جس کے کندھے پر اچھی چادر دیکھتا کنڈی کے ساتھ اُڑا لیتا۔ اگر کسی کو پتا چل جاتا تو کہتا اوہو غلطی ہوگئی ہے۔ اور اگر کسی کو پتا نہ چلتا تو اپنے تھیلے میں ڈال لیتا جو اس نے اپنے پیچھے لٹکایا ہوا ہوتا تھا۔ وہ ظالم عین طواف کے وقت یہ کارروائی کرتا مگر اس کا مذہب بھی دنیا میں چل رہا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عمرو بن لحی بن قمع کے دور تک عرب کے سارے لوگ صحیح مذہب پر تھے۔ باقی علاقوں میں کفر تھا۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم میں سے بعض کافر ہیں اور تم میں سے بعض مومن ہیں وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ اور اللہ تعالیٰ اس کارروائی کو جو تم کرتے ہو دیکھنے والا ہے۔ جو عمل تم کر رہے ہو وہ اس کی نگاہ میں ہے۔ ہر

چیز اس کی نگاہ میں ہے خَلَقَ السَّمٰوٰتِ اس نے پیدا کیا آسمانوں کو وَالْاَرْضَ اور زمین کو بِالْحَقِّ حق کے ساتھ۔ دنیا میں کوئی چیز بے مقصد اور بے فائدہ نہیں ہے تو کیا خیال ہے تمھارا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بے فائدہ پیدا کیا ہے ہرگز نہیں! اس کے پیدا کرنے والے نے وَصَوَّرَكُمْ تمھیں شکلیں اور صورتیں دی ہیں فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ پس بہت اچھی صورتیں تمھیں عطا کیں وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ صُوَر صُوْرَةٌ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو تم کو صورتیں دی ہیں وہ سب سے اچھی ہیں۔ انسان کی شکل کو دیکھو! کتے بلی اور گدھے کی شکل کو دیکھو۔ گھوڑے اور دیگر جانوروں کی شکلوں کو دیکھ لو۔ وہ رب تعالیٰ کی مخلوق ہیں اللہ تعالیٰ نے سب سے اچھی شکل انسان کو دی ہے احسن تقویم۔ ترکیب اور احسن صورت میں پیدا فرمایا۔ انسان بدصورت سے بدصورت بھی ہو حیوان کے مقابلے میں اس کی ظاہری شکل اچھی ہے۔ اندر کا معاملہ علیحدہ ہے۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب ایسے لوگ بھی ہوں گے کہ شکلیں ان کی انسانوں جیسی ہوں گی اور دل ان کے بھیڑیوں کی طرح ہوں گے۔ یہ جو چور ڈاکو ہیں، عزتیں لوٹنے والے ہیں، قتل کرنے والے ہیں اور جو رشوت کے بغیر کام نہیں کرتے ان کے دل بھیڑیوں سے بھی سخت ہیں۔ ان میں کوئی ترس اور رحم نہیں ہے۔ اخبارات میں تم پڑھتے ہو گے کہ ڈکیتی کے وقت عورتیں منتیں کرتی ہیں قرآن اور خدا کا واسطہ دیتی ہیں مگر ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اُلٹا آگے سے مسخرے کرتے ہیں۔ اور بھیڑیا کس بلا کا نام ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمھیں صورتیں دیں اور اچھی صورتیں دیں اور اسی کی طرف تم نے لوٹنا ہے۔ سب نے لوٹ کر رب تعالیٰ کی طرف جانا ہے اور کوئی جگہ نہیں ہے اس کو نہ بھولنا۔

پہلے رب تعالیٰ کی صفت خلق کا بیان تھا آگے صفت علم کا بیان ہے۔فرمایا یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وہ جانتا ہے اس چیز کو جو آسمانوں میں ہے وَالْاَرْضِ اور جو کچھ زمین میں ہے وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ اور وہ جانتا ہے اس چیز کو جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم آہستہ باتیں کرتے ہو ان کو جانتا ہے وَمَا تُعْلِنُوْنَ اور اس کو بھی جانتا ہے جس کو تم ظاہر کرتے ہو۔ جو تم کھلے بندوں باتیں کرتے ہو ان کو بھی جانتا ہے۔ بلکہ باتوں کی کیا بات ہے؟ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا ہے دلوں کے راز۔ دلوں میں جو نیک اور بد خیال آتے ہیں ان کا خالق بھی وہی ہے اور جاننے والا بھی وہی ہے۔اللہ تعالیٰ کے سوا دلوں کی بات کو کوئی نہیں جانتا۔

اس سے پچھلی سورت میں تم سن چکے ہو کہ منافقوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کو بلا کر پوچھا کہ تم نے ایسی باتیں کی ہیں تو وہ منکر ہو گئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہمارے تو فرشتوں کو بھی ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ قسمیں کھا گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابی پر ناراض ہوئے کہ تو نے خواہ مخواہ ان کے ذمے ایسی باتیں لگائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی تصدیق کی اور صحابی کو جھوٹا کہا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نازل فرمائی کہ صحابی نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اور منافق جھوٹے ہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دلوں کے راز جانتے ہوتے تو یہ واقعہ کبھی پیش نہ آتا۔تو وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ صرف رب تعالیٰ کی ذات ہے۔

فرمایا اَلَمْ یَاْتِکُمْ کیا نہیں آئی تمھارے پاس نَبَؤُا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا خبر اُن لوگوں کی جنھوں نے کفر کیا مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے۔ تمھارے سے پہلے جو کافر ہوئے

ہیں ان کی خبریں، ان کے حالات تمھارے پاس نہیں آئے؟ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال۔ دنیا میں جو سزائیں ان پر نازل ہوئیں ان کی خبریں تمھارے پاس نہیں پہنچیں۔ بہت ساری قوموں کی سزاؤں کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ کسی کو اللہ تعالیٰ نے پانی میں غرق کیا، کسی پر پتھر برسائے، کسی پر زلزلہ آیا، کسی کو زمین میں دھنسا دیا۔ یہ تو دنیا میں سزا ملی وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ اور ان کے لیے عذاب ہے دردناک۔ دنیا کی سزا کے علاوہ عذاب قبر میں ہوگا، حشر میں ہوگا، دوزخ میں ہوگا۔ دنیا میں ان کو کیوں سزائیں ہوئیں اور آخرت میں عذابِ الیم کیوں ہوگا؟ فرمایا ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ یہ اس لیے کہ بے شک شان یہ ہے کہ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ آئے تھے ان کے پاس ان کے رسول بِالْبَيِّنٰتِ واضح دلائل لے کر فَقَالُوْٓا پس کہا اُن کافروں نے اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا کیا بشر رہنمائی کریں گے ہماری۔ کافروں کا نظریہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو ہماری ہدایت مطلوب ہوتی تو فرشتوں کو پیغمبر بنا کر ہماری رہنمائی کے لیے بھیجتا۔ یہ بشر ہو کر ہماری رہنمائی کرتے ہیں فَكَفَرُوْا پس اُنھوں نے انکار کیا نبی کی نبوت کا کہ بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ ہم تجھے نبی ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بشریت :

تفسیر روح المعانی اور زرقانی اور عالمگیری میں یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی شخص سے یہ پوچھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق تم کیا کہتے ہو کہ انسانوں میں سے تھے، جنات میں سے تھے، عربی تھے یا عجمی تھے؟ کس مخلوق میں سے تھے؟ فَقَالَ "پس اس نے کہا لَا اَدْرِيْ میں نہیں جانتا يَكْفُرُ وہ کافر ہے۔" کیوں دین کے ضروری اور بنیادی عقائد میں سے یہ عقیدہ بھی ہے کہ مسلمان کو علم ہونا چاہیے کہ ہمارے پیغمبر

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں، بشر ہیں، عربی ہیں۔ وہ کیوں کہتا ہے میں نہیں جانتا۔ تمام نبی بشر تھے، انسان تھے، آدمی تھے۔ رب تعالیٰ نے ان کو نبوت اور رسالت کا مقام عطا فرمایا جس سے وہ عام انسانوں سے بلند ترین ہو گئے۔

تو ان لوگوں نے پیغمبروں کی بشریت کا انکار کیا تو کافر ہو گئے کہ ہماری رہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بشر بھیجے ہیں۔ تو مسئلہ آپ نے روح المعانی وغیرہ کے حوالے سے سمجھ لیا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشر تھے یا جن تھے، عربی تھے یا عجمی، تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اور یہاں تو اُلٹی گنگا ہے کہ نبی کی بشریت کا انکار کرتے ہیں کہ نبی بشر نہیں ہے۔ میں ساری عوام کے بارے میں بدگمانی نہیں کرتا عوام تو سادے ہیں (ان کے) مولوی ان کے غلط ذہن بناتے ہیں۔ عوام کو نرمی کے ساتھ سمجھاؤ کہ یہ عقائد ضروری اور بنیادی ہیں۔ صرف مولوی کے ذمہ تڑپنا نہیں ہے تمھارا بھی فریضہ ہے۔ مولوی نے تو اپنی جگہ تڑپنا ہے تم بھی جتنا قرآن پڑھو گھر جا کر سناؤ اور سمجھاؤ عورتوں کو اور بچوں کو۔

تو فرمایا اُنھوں نے کہا کیا بشر ہمیں ہدایت دیں گے؟ پس اُنھوں نے کفر کیا وَتَوَلَّوا اور اُنھوں نے اعراض کیا، منہ موڑ لیا حق سے۔ توحید کو اُنھوں نے نہ مانا، رسالت کا انکار کر دیا، قیامت کو تسلیم نہیں کیا، وحی کو نہیں مانا کہ وحی کوئی چیز نہیں ہے وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے۔ وہ تو محتاج نہیں ہے۔ محتاج تو مخلوق ہے کہ روٹھ جائے تو دوسرے اس کو منانے کے لیے جاتے ہیں یعنی مان جاؤ تسلیم کر لو۔ رب تعالیٰ تو منکروں کے پیچھے نہیں جاتا ہے وہ مستغنی ہے وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ اور اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے تعریفوں والا ہے۔

زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ
لَّنْ يُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ
وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ
اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۸ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ
ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ
عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ
الْمَصِيْرُ ۝۱۰ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ
يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۱۱ وَاَطِيْعُوا
اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ ۝۱۲ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳

زَعَمَ الَّذِيْنَ دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگ كَفَرُوْا جنھوں نے کفر
کیا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے قُلْ اے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کہہ دیں بَلٰى کیوں نہیں وَرَبِّيْ قسم ہے
میرے رب کی لَتُبْعَثُنَّ تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ پھر
تمھیں بتلایا جائے گا بِمَا عَمِلْتُمْ جو عمل تم نے کیے وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
يَسِيْرٌ اور یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ پس ایمان لاؤ تم اللہ تعالیٰ

پر وَرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وَالنُّوْرِ الَّذِیْۤ اور اس نور پر اَنْزَلْنَا جو ہم نے نازل کیا وَاللّٰهُ اور اللہ تعالیٰ بِمَا اس چیز سے تَعْمَلُوْنَ جو تم کرتے ہو خَبِیْرٌ خبر رکھنے والا ہے یَوْمَ جس دن یَجْمَعُكُمْ جمع کرے گا تم کو لِیَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے کے دن ذٰلِكَ یَوْمُ التَّغَابُنِ یہ دن ہار جیت کا دن ہے وَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ اور جو شخص ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَیَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا یُّكَفِّرْ عَنْهُ معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے سَیِّاٰتِهٖ اس کی برائیاں وَیُدْخِلْهُ اور داخل کرے گا اس کو جَنّٰتٍ باغوں میں تَجْرِیْ بہتی ہیں مِنْ تَحْتِهَا اس کے نیچے الْاَنْهٰرُ نہریں خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ رہیں گے ان میں اَبَدًا ہمیشہ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ یہ ہے بڑی کامیابی وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وَكَذَّبُوْا اور جھٹلایا بِاٰیٰتِنَاۤ ہماری آیتوں کو اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ہمیشہ رہیں گے اس میں وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی مَاۤ اَصَابَ نہیں پہنچتی مِنْ مُّصِیْبَةٍ کوئی مصیبت اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وَمَنْ اور وہ شخص یُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ جو ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر یَهْدِ قَلْبَهٗ رہنمائی کرتا ہے اس کے دل کی وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ

ہر چیز کو جاننے والا ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو رسول کی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم منہ موڑو گے فَاِنَّمَا پس پختہ بات ہے عَلٰى رَسُوْلِنَا ہمارے رسول کے ذمہ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پہنچا دینا ہے کھول کر اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے وَعَلَى اللّٰهِ اور اللہ تعالیٰ ہی پر فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ پس چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے۔

دین کے بنیادی اُصول تین ہیں۔توحید، رسالت اور قیامت۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تک توحید کا مسئلہ بیان ہوا اور لَمْ يَاْتِكُمْ سے لے کر وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ تک رسالت کا بیان تھا۔اب قیامت کے مسئلے کا بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا دعویٰ کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا، کیا دعویٰ کرتے ہیں اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا کہ وہ ہرگز نہیں اُٹھائے جائیں گے۔قریش مکہ بڑے شد و مد کے ساتھ بعث بعد الموت کا انکار کرتے تھے۔کہتے تھے قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ [یٰسین:۷۸] ”کون زندہ کرے گا ہڈیوں کو حالانکہ وہ بوسیدہ ہو چکی ہوں گی۔“ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ [پارہ ۲۶،سورۂ ق:۳] ”کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا تو بہت بعید ہے۔“اور سورۂ سجدہ آیت نمبر ۱۰ میں ہے ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ”کیا جس وقت ہم رل مل جائیں گے زمین میں کیا ہم نئی پیدائش میں پیدا کیے جائیں گے۔“ تو مشرکین مکہ دوبارہ زندہ ہونے کے منکر تھے۔

فرمایا قُلْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہہ دیں بَلٰی کیوں نہیں دوبارہ اُٹھائے جاؤ گے وَ رَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ قسم ہے میرے رب کی تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ پھر تمھیں بتلایا جائے گا جو عمل تم نے کیے وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔جس نے پہلے پیدا کیا ہے اس کے لیے دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے لہٰذا تم اس کی تیاری کرو فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ پس تم ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ پر جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ ، اس کی اطاعت کو اپنے اوپر لازم سمجھو وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا اور اس نور پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔مراد قرآن ہے۔قرآن پر ایمان لاؤ اس میں جو احکام بیان ہوئے ہیں ان پر عمل کرو۔یہ قیامت تک کے لیے ضابطۂ حیات ہے۔تو نور سے مراد قرآن پاک ہے۔سورۃ النساء آیت نمبر ۱۷۴ میں ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا "اور نازل کیا ہم نے تمھاری طرف واضح نور۔"

تو فرمایا اس نور پر ایمان لاؤ اس کے پروگرام کو اپناؤ۔ایمان اور کفر، توحید اور شرک، حق اور باطل کا فرق معلوم ہو جائے گا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے جو تم کرتے ہو خبر رکھتا ہے۔تمھارا ہر کام اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔قیامت والے دن ہر شے تمھارے سامنے آجائے گی یَوْمَ یَجْمَعُكُمْ جس دن جمع کرے گا تم کو لِیَوْمِ الْجَمْعِ جمع ہونے کے دن۔اگلے پچھلے اس دن سارے جمع ہوں گے۔ سورۂ واقعہ پارہ نمبر ۲۷ میں ہے اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ "بے شک پہلے اور پچھلے البتہ سب جمع کیے جائیں گے ایک مقررہ دن کے وعدے پر۔" اور سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۳ میں ہے ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ

لَہُ النَّاسُ وَذٰلِکَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ "یہ ایک دن ہے جس میں لوگ اکٹھے کیے جائیں گے اور یہ دن ہے کہ جس میں حاضری ہوگی۔" تو محشر والے دن میدانِ محشر میں سب اگلے پچھلے جمع ہوں گے ذٰلِکَ یَوْمُ التَّغَابُنِ یہ دن ہار جیت کا دن ہوگا۔ اس دن بعض لوگ ہار جائیں گے اور بعض لوگ جیت جائیں گے۔ امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اس کی تفسیر اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کے لیے ایک مقام جنت میں بنایا ہے اور ایک مقام دوزخ میں بنایا ہے۔ مومنوں کے لیے بھی دو دو سیٹیں ہیں اور کافروں کے لیے بھی دو دو۔ جو ایمان لائے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو کفر اختیار کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ ان کی جنت اور دوزخ والی سیٹیں جو خالی ہوں گی وہ ایک دوسرے کو مل جائیں گی۔ تو اس طرح وہ ہار جیت کا دن ہوگا۔ مومن جیت جائے گا کافر ہار جائے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمَنْ یُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور جو شخص ایمان لایا اللہ تعالیٰ پر وَیَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کیا اچھا یُّکَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں۔ اس کی کوتاہیوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرمائے گا۔ ایمان اور نیکی سے صغیرہ گناہ ویسے ہی معاف ہوتے رہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وضو ایک نیک عمل ہے جس کی وجہ سے انسان کی بہت سی کوتاہیاں معاف ہو جاتی ہیں۔ مثلاً: جب کوئی آدمی وضو کی نیت سے ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ جب منہ دھوتا ہے تو منہ کی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں اور جب پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے صغائر معاف ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ جب پانی کا آخری قطرہ زمین پر گرتا ہے تو انسان تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

سورۂ ہود آیت نمبر ۱۱۴ میں ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ "بے شک

انسان کی نیکیاں اس کی برائیوں کو مٹاتی ہیں۔" مسجد کی طرف آنے سے ایک ایک قدم پر دس دس نیکیاں ملتی ہیں، ایک ایک صغیرہ گناہ جھڑ جاتا ہے اور ایک ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَوَضَّأَ وَضُوْئِیْ هٰذَا جس شخص نے میرے اس وضو کی طرح وضو کیا پھر دو رکعت نماز پڑھی اس حال میں کہ وہ دل سے بات نہ کرتا ہو (یعنی خود خیالات نہ لائے) تو اس کے لیے وہ گناہ بخش دیئے جائیں گے جو پہلے ہو چکے ہیں۔ یہ بخاری اور مسلم شریف کی روایت ہے۔

تو فرمایا معاف کر دے گا اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور داخل کرے گا اس کو باغوں میں بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رہیں گے ان میں ہمیشہ کبھی وہاں سے نکالے نہیں جائیں گے اور نہ ہی وہاں کی نعمتیں کم ہوں گی ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ یہی ہے بڑی کامیابی جس کو نصیب ہو جائے کہ جہنم سے بچ جائے اور جنت میں پہنچ جائے۔ اس سے بڑی کوئی کامیابی نہیں ہے۔

اس کے برعکس فرمایا وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو نہیں مانا، اس کے رسولوں کا انکار کیا، قیامت کا انکار وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اور جھٹلایا ہماری آیتوں کو۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار کیا، معجزات کو جادو کہا اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ یہی لوگ ہیں دوزخ والے خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ہمیشہ رہیں گے دوزخ میں۔ کافر مشرک کو کبھی دوزخ سے رہائی نصیب نہیں ہوگی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بہت بری جگہ ہے لوٹ کر جانے کی۔ اس سے بری جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ جہاں نہ

مرنا ہے اور نہ زندگی ہے۔

آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ دکھ، تکلیف رب تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آسکتی اور دور کرنے والا بھی وہی ہے۔ تکالیف کو دور کرنے کے لیے شرک میں مبتلا ہو کر اپنے آپ کو جہنمی نہ بناؤ۔ تکلیف آتی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور جاتی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ فرمایا مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت مگر اللہ تعالیٰ کے حکم سے، اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ جو ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر رہنمائی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے دل کی۔ وہ مصیبت کے وقت پڑھتا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون وہ جزع فزع نہیں کرتا۔ اس کو یقین ہوتا ہے کہ دکھ سکھ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل میں یہ یقین ڈال دیتا ہے کہ جو مصیبت اُسے پہنچی ہے اسے ٹال کوئی نہیں سکتا اور جو نہیں آنی اسے کوئی مسلط نہیں کر سکتا۔ لہٰذا مجھے جو تکلیف پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عین علم اور حکمت کے مطابق ہے۔

اور لفظ يَهْدِ کو يُهْدَ، مجہول بھی پڑھا گیا ہے۔ پھر مطلب ہوگا کہ جو شخص ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر اس کا دل سکون اور اطمینان پکڑتا ہے۔ اور جو شخص صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتا اس کا دل ہمیشہ خلفشار میں رہتا ہے اور اس کے دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے ہیں وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ انسان کی ہر حالت اس کے سامنے ہے دکھ کی ہو یا سکھ کی۔

آگے اللہ تعالیٰ نے نجات کا راستہ بیان فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ اور اطاعت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اطاعت کرو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

اس میں تمھاری دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔نجات اور فلاح کا رستہ یہی ہے اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو اور رسول ﷺ کی سنت کو اپناؤ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ پس اگر تم اعراض کروگے،منہ موڑوگے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اور اس کے رسول کی اطاعت سے فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ پس پختہ بات ہے ہمارے رسول کے ذمہ پہنچادینا ہے کھول کر۔پیغمبر کی ذمہ داری اتنی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام اللہ تعالیٰ کی مخلوق تک پہنچا دے۔منوانا پیغمبر کے ذمہ نہیں ہے۔اگر کوئی نہیں مانتا تو یہ رسول کی ذمہ داری نہیں ہے اور نہ ہی پیغمبر سے یہ سوال ہوگا کہ یہ جہنم میں کیوں گئے ہیں؟ سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۱۹ میں ہے وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ "اور آپ سے سوال نہیں کیا جائے گا دوزخیوں کے بارے میں۔" کہ آپ ﷺ نے ان کو ہدایت دے کر جنت میں کیوں نہیں پہنچایا، کیوں کہ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ہدایت دینا آپ ﷺ کے اختیار میں نہیں تھا۔پیغمبر کے ذمہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچادینا ہے جو نہیں مانیں گے رب تعالیٰ خود ان سے نمٹ لے گا۔پیغمبر کی تبلیغ کیا ہے؟ اس میں سرفہرست اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا سبق ہے۔

فرمایا اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اللہ وہ ہے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے۔اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔اس کے سوا کوئی سدسور، پکار کے لائق نہیں ہے۔مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس، دستگیر صرف اللہ تعالیٰ ہے۔اس کے سوا نہ کوئی خالق ہے نہ مالک ہے نہ رازق ہے وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ اور اللہ تعالیٰ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کریں ایمان والے کہ اس کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ازلی ابدی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔لہٰذا بھروسا بھی صرف اسی پر ہونا چاہیے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ ۚ وَإِن تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنفِقُوا خَيْرًا لِّأَنفُسِكُمْ ۗ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٦﴾ إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٧﴾ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٨﴾ ع

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ اے وہ لوگو آمَنُوا جو ایمان لائے ہو إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ بے شک تمھاری عورتوں میں سے بعض وَأَوْلَادِكُمْ اور تمھاری اولاد میں سے بعض عَدُوًّا لَّكُمْ تمھارے دشمن ہیں فَاحْذَرُوهُمْ پس تم ان سے بچتے رہو وَإِن تَعْفُوا اور اگر تم معاف کروگے وَتَصْفَحُوا اور درگزر کروگے وَتَغْفِرُوا اور بخش دوگے فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ بے شک تمھارے مال وَأَوْلَادُكُمْ اور تمھاری اولاد فِتْنَةٌ آزمائش ہیں وَاللَّهُ عِندَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے فَاتَّقُوا اللَّهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے مَا اسْتَطَعْتُمْ جس قدر تم طاقت رکھتے ہو وَاسْمَعُوا اور سنو وَأَطِيعُوا اور اطاعت کرو وَأَنفِقُوا

اور خرچ کرو خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ یہ تمھارے لیے بہتر ہے وَمَنْ يُّوْقَ

اور جو بچالیا گیا شُحَّ نَفْسِهٖ اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں کامیاب ہونے والے اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ

اگر تم قرض دو گے اللہ تعالیٰ کو قَرْضًا حَسَنًا قرض حسن يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ

وہ دُگنا کرے گا تمھارے لیے وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو وَاللّٰهُ

شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ قدر دان اور حوصلے والا ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ

وَالشَّهَادَةِ جاننے والا ہے چھپے ہوئے اور ظاہر کو الْعَزِيْزُ زبردست ہے

الْحَكِيْمُ حکمتوں والا ہے۔

ربطِ آیات :

کل کے سبق میں یہ بیان ہوا تھا کہ کوئی مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں آتی۔ تو مصیبت کی وجہ کبھی بیوی بن جاتی ہے اور کبھی مصیبت کا سبب اولاد ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ بے شک تمھاری عورتوں میں سے بعض اور تمھاری اولاد میں سے بعض عَدُوًّا لَّكُمْ تمھارے دشمن ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیات حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ مال دار اور کثیر الاولاد تھے۔ جب یہ جہاد پر جانے کا ارادہ کرتے تو ان کے اہل و عیال رونے لگ جاتے کہ ہمیں کس کے حوالے کرتے ہو؟ پس ان کا جی بھر آتا، نرم ہو جاتے اور ٹھہر جاتے۔ بالآخر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

شکایت کی کہ مجھے اہل وعیال کی طرف سے یہ خسارہ ہے اور اس وجہ سے وہ بیوی بچوں پر سختی کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرما کر بتایا کہ تمھاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں پس تم ان سے بچتے رہو۔ ان کو اطاعت خدا اور اطاعت رسول میں رکاوٹ نہ بننے دو اور ان کے شر سے بچتے رہو۔

بسا اوقات آدمی بیوی بچوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر جاتا ہے۔ خوشی غمی کے موقع پر اکثر لوگ بیوی بچوں کی وجہ سے خدا رسول کی نافرمانی کرتے ہیں اور ناجائز رسومات اور خرافات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ نا چاہتے ہوئے بھی ان کی خواہش پر بینڈ باجے منگواتے ہیں، رنڈیاں نچواتے ہیں، بھانڈ بلا کر دولت اُڑاتے ہیں اور بعض اوقات ان کی وجہ سے قطع رحمی کرتے ہیں۔ قرابت داری کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ اور بسا اوقات بیوی بچوں کی وجہ سے والدین کی نافرمان ہو جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے بات سمجھائی ہے کہ ان کے شر سے بچو، خدا رسول کی اطاعت نہ چھوڑو۔ اگر تم ان کی وجہ سے خدا رسول کی نافرمانی کرو گے تو یہ سب تمھارے دشمن ہیں اور تمھیں جہنم میں لے جائیں گے تم ان سے پرہیز کرو۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی روایت ہے کہ مکہ مکرمہ میں کچھ لوگ ایمان لائے اور اُنھوں نے ہجرت کا ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر دین کی معرفت حاصل کریں، قرآن کریم کی تعلیم حاصل کریں اور ہجرت کا ثواب حاصل کریں۔ لیکن ان کے بیوی بچوں نے ان کو نہ جانے دیا۔ پھر جب یہ حضرات ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ جو ساتھی پہلے ہجرت کر کے آئے تھے اُنھوں نے دین میں بڑی فقاہت حاصل کر لی ہے اور یہ دیر سے آنے کی وجہ سے محروم ہو

گئے۔ تو انھوں نے بیوی بچوں کو سزا دینے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں اور مومنوں کو آگاہ کیا کہ بعض تمھاری بیویاں اور بعض تمھاری اولاد تمھاری دشمن ہے فَاحْذَرُوْهُمْ ان سے بچتے رہو وَاِنْ تَعْفُوْا اور اگر تم معاف کردو گے وَتَصْفَحُوْا اور درگزر کرو گے وَتَغْفِرُوْا اور بخش دو گے تو فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس بے شک اللہ تعالیٰ بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ کیوں کہ انھوں نے جان بوجھ کر عداوت نہیں کی لہٰذا تم ان سے درگزر کرو اور عفو سے کام لو کیوں کہ اللہ تعالیٰ بھی بخشنے والا مہربان ہے۔ بیوی بچوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرو اور ان کے شر سے بچتے رہو۔

فرمایا اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ بے شک تمھارے مال اور تمھاری اولاد آزمائش ہیں۔ ان کی وجہ سے بسا اوقات آدمی حرام کمائی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حرام کمائی سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ لہٰذا معصیت میں اولاد کی بات نہیں ماننی چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قیامت والے دن ایک آدمی لایا جائے گا پھر اُسے کہا جائے گا کہ تیری نیکیاں تیرے عیال نے کھالی ہیں یعنی ان کی وجہ سے تباہ ہو گئی ہیں۔ بزرگانِ دین فرماتے ہیں العیال سوس الطّاعاتِ "انسان کے بال بچے اس کے حق میں گھن ہوتے ہیں۔" جس طرح گھن لکڑی یا اناج کو کھا جاتا ہے اسی طرح بیوی بچے بھی نیکیوں کے ضیاع کا سبب بنتے ہیں۔

مال اور اولاد کا فتنہ :

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے لہٰذا ہر فتنے سے تو پناہ نہیں مانگی جا سکتی اس لیے دعا اس طرح کیا کرو اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ "اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں گمراہی

میں ڈال دینے والے فتنوں سے۔" حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا آپ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سرخ لباس پہنے ہوئے گرتے پڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف آرہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم منبر سے نیچے اُترے دونوں کو اُٹھایا، پیار کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ میں ان کو گرتے پڑتے دیکھ کر برداشت نہیں کر سکا خطبہ روک کر میں نے ان کو اُٹھالیا ہے۔ اور ترمذی شریف کی روایت میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہر اُمت کا کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے میری اُمت کا فتنہ مال ہے۔ اس کی وجہ سے ہی لوگ بے ایمان ہوتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں، خیانت کرتے ہیں۔ غلط رسومات میں پیسہ خرچ کرتے ہیں شادی بیاہ کے موقع پر بینڈ باجے ڈھول ڈھمکے، چراغاں، جھنڈیاں وغیرہ پر مال خرچ کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب حرام ہیں۔

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کندہ قبیلے کے وفد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تمھاری کوئی اولاد بھی ہے۔ میں نے کہا ہاں! اب آتے ہوئے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے کاش کہ اس کے بجائے کوئی درندہ ہی ہوتا میری قوم کی حفاظت کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کہو ان میں آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور انتقال کر جائیں تو اجر ہے۔ پھر فرمایا ہاں ہاں یہی بزدلی اور غم کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔

بہر حال مال اولاد کے فتنے سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیے وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اجر ہے۔ مال اولاد کا حال بیان کرنے کے بعد

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ہدایت فرمائی ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم طاقت رکھتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت اور پکڑ سے بچو۔ کفر، شرک، نفاق کے قریب نہ جاؤ۔ یہاں ایک اشکال ہے اس کو سمجھ لیں۔ اشکال یہ ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈرو اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم میں طاقت ہے۔ اور سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ "اے ایمان والو ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے۔" تو بہ ظاہر دونوں آیتوں کا آپس میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ تو بعض مفسرین حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ سے سورۂ آل عمران والی آیت منسوخ ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ تو صحابہ کرام پر عمل کرنا دشوار گزرا کہ دن رات کے قیام سے ان کے پاؤں سوج گئے، پیشانیاں زخمی ہو گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر رحم فرما کر تخفیف کی اور یہ آیت نازل فرمائی فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جس قدر تم طاقت رکھتے ہو۔

لیکن دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ منسوخ نہیں ہے بلکہ سورۂ آل عمران میں حَقَّ تُقٰتِهٖ کا تعلق عقیدے کے ساتھ ہے کہ ایمان، توحید میں کسی قسم کی کمزوری نہیں آنی چاہیے۔ عقیدے کے معاملے میں اس طرح تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ تقوے کا حق ہے۔ ایمان اعتقاد کو ہر قسم کی آلائش سے پاک رکھو اور فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ کا تعلق اعمال کے ساتھ ہے کہ جس قدر تمھارے اندر طاقت ہے اس کے مطابق اعمال کرو۔ مثلاً: اگر تم کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو اشارے کے ساتھ پڑھ لو۔

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تمھیں کسی کام

کے کرنے کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس کو بجا لاؤ اور جب میں تمھیں کسی بات سے منع کروں تو اس سے بالکل پرہیز کرو۔ یہ روایت بخاری شریف اور مسلم شریف میں ہے۔تو پہلی آیت کا تعلق عقیدے کے تقوے کے ساتھ ہے۔

فرمایا وَاسْمَعُوْا اور سنو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات کو۔ کیوں کہ سنو گے تو سمجھو گے اور عمل کرو گے وَاَطِيْعُوْا اور اطاعت کرو۔ جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرو وَاَنْفِقُوْا اور خرچ کرو۔اور سورۂ منافقوں آیت نمبر ۱۰ میں ہے وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ "اور خرچ کرو تم اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی ہے۔" اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ یہ بہتر ہے تمھاری جانوں کے لیے کیوں کہ بخل اچھا نہیں ہے۔ پارہ ۲۶ سورۂ محمد کی آخری آیت میں ہے وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ "اور جو بخل کرے گا بے شک وہ بخل کرے گا اپنے نفس کے لیے۔" اس کا وبال اسی پر پڑے گا وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ اور جو بچا لیا گیا اپنے نفس کے بخل سے فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پس یہی لوگ ہیں کامیاب ہونے والے۔ جو لوگ بخل نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کے راستے میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں یہ فلاح پانے والے ہیں۔ پھر جو تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرو گے وہ ضائع نہیں جائے گا بلکہ وہ تمھیں دگنا چگنا ہو کر ملے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اگر دو تم اللہ تعالیٰ کو قرض حسن يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وہ دُگنا کر کے دے گا تمھیں۔قرض حسن وہ ہوتا ہے جو کسی ضرورت مند کو بغیر سود اور احسان کے دیا جائے۔ یہ قرضہ قابل واپسی ہوتا ہے تا کہ وہ اپنی ضرورت پوری کر کے واپس کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے

اس لیے تعبیر کیا ہے کہ یہ تمھیں واپس ملے گا۔حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک صحابی نے جہاد کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک اُونٹنی بمع سازوسامان کے دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت والے دن اللہ تعالیٰ تجھے اس کے بدلے میں سات سواونٹنیاں بمع سازوسامان کے عطافرمائے گا۔

فرمایا وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور بخش دے گا تم کو۔تمھاری غلطیاں معاف کردے گا وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ اور اللہ تعالیٰ قدر دان اور حوصلے والا ہے۔اللہ تعالیٰ اطاعت کرنے والوں کی قدر کرتا ہے اور غلطی ہو جائے تو جلد سزا نہیں دیتا بڑے حوصلے والا ہے عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ وہ جاننے والا ہے چھپی ہوئی چیزوں کو اور جو ظاہر ہیں۔سورہ یونس آیت نمبر ۶۱ میں ہے وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ "اور نہیں ہے غائب تیرے رب سے مقدار ایک ذرے کی زمین میں اور نہ آسمان میں۔" الْعَزِيْزُ زبردست ہے اس کی گرفت سے کوئی بچ نہیں سکتا الْحَكِيْمُ حکمتوں والا ہے۔اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہے اگر جلدی نہ پکڑے تو اس میں حکمت ہوتی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَۃ الطّلاق

(مکمل)

آیاتها ۱۲ ۶۵ سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ۹۹ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ③

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! (ان سے کہہ دو) اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ جب تم طلاق دے دو عورتوں کو فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ پس تم طلاق دو ان کو عدت میں وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اور شمار کرو عدت وَاتَّقُوا اللّٰهَ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے رَبَّكُمْ جو تمہارا رب ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ نہ

نکالو تم ان عورتوں کو مِنۢ بُيُوْتِهِنَّ ان کے گھروں سے وَلَا يَخْرُجْنَ
اور نہ وہ خود نکلیں اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ مگر یہ کہ وہ کریں بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ
بے حیائی کھلی وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں وَمَنْ
يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ اور جو تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدود سے فَقَدْ ظَلَمَ
نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے ظلم کیا اپنی جان پر لَا تَدْرِيْ نہیں جانتا کوئی
نفس لَعَلَّ اللّٰهَ شاید کہ اللہ تعالیٰ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا پیدا کر
دے اس کے بعد کوئی معاملہ فَاِذَا بَلَغْنَ پس جس وقت پہنچیں وہ عورتیں
اَجَلَهُنَّ اپنی عدت کو فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس روک رکھو تم ان کو
بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے اَوْ فَارِقُوْهُنَّ یا الگ کر دو تم ان کو
بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ اور گواہ بنا لو دو عدل
والے مِّنْكُمْ اپنے میں سے وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ اور قائم کرو
گواہی اللہ تعالیٰ کے لیے ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ اس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے
مَنْ اس شخص کو كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر وَ
الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کے دن پر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو شخص ڈرے گا
اللہ تعالیٰ سے يَجْعَلْ لَّهٗ بنائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مَخْرَجًا
تنگی سے نکلنے کا راستہ وَّيَرْزُقْهُ اور رزق دے گا اس کو مِنْ حَيْثُ لَا
يَحْتَسِبُ جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ اور

جس نے توکل کیا اللہ تعالیٰ پر فَهُوَ حَسْبُهٗ پس وہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہے اِنَّ اللّٰهَ بے شک اللہ تعالیٰ بَالِغُ اَمْرِهٖ پورا کرنے والا ہے اپنے معاملے کو قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ تحقیق کیا ہے اللہ تعالیٰ نے لِكُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کے لیے قَدْرًا اندازہ۔

نکاح اور طلاق کے اصول :

انسانی زندگی میں جو مسائل پیش آتے رہتے ہیں یا آسکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق اُصول بیان فرمائے ہیں۔ کیوں کہ دنیا کا نظام آئین کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ ان میں نکاح اور طلاق کے مسائل بھی ہیں۔ وہ بھی رب تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں۔ چوتھے پارے کے آخر اور پانچویں پارے کی ابتدا میں نکاح کے مسائل بیان فرمائے کہ کون سی عورت کے ساتھ نکاح ہوسکتا ہے اور کون سی کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔ نکاح کے متعلق اُصول یہ ہے کہ ایجاب وقبول ہو اور کم از کم دو شرعی گواہ ہوں جن کو شریعت مسلمان کے لیے گواہ بناتی ہے۔ دو مسلمان مرد دین دار پرہیز گاروں کے سامنے نکاح ہوگا تو صحیح ہے۔ اگر ایسے گواہ نہ ہوں تو پھر نکاح بالکل نہیں ہوگا۔ دو سے زیادہ گواہ ہوں تو پھر نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔

نکاح کے بعد بعض دفعہ میاں بیوی میں ناچاقی بھی ہو جاتی ہے۔ اسلام نے اس ناچاقی کے حل کے لیے اُصول بیان فرمائے ہیں۔ حتی الوسع ناچاقی اور بدمزگی سے بچنا چاہیے اور صلح صفائی کے ساتھ زندگی گزارنی چاہیے۔ عورت کو بھی حوصلہ کرنا چاہیے اور مرد کو بھی۔ کیوں کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اَبْغَضَ الْمُبَاحَاتِ عِنْدَ اللّٰهِ الطَّلَاقُ ” جائز چیزوں میں مبغوض ترین چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں

طلاق ہے۔" جو چیزیں جائز ہیں ان میں بُری چیز طلاق ہے کیوں کہ انسانیت کا مسئلہ ہے۔ یہ کوئی بھیڑ بکری تو نہیں کہ آج یہاں اور کل وہاں، یہ سوال یہاں [illegible] انسانی زندگی کا سوال ہے۔ اس لیے شریعت کہتی ہے کہ تم نکاح سوچ [illegible] اور [illegible] کرو کہ جہاں نباہ ہو سکے۔ کفو کا مسئلہ اسی لیے مستحب ہے کہ برادری ہو۔ کیوں کہ آپس میں ملتے جلتے ہوں گے طور طریقوں سے واقف ہوں گے۔ تو نکاح کے لیے گواہ شرط ہیں۔ لیکن کبھی طلاق کی بھی نوبت آ جاتی ہے اگرچہ بُری چیز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کے اُصول بھی بیان فرمائے ہیں اور مستقل پوری سورۃ طلاق نازل فرمائی۔

طلاق دینے کا طریقہ اور طلاقِ ثلاثہ :

ارشاد ہے یَاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان لوگوں سے کہہ دیں اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ جب تم طلاق دے دو عورتوں کو۔ طلاق کا سنت طریقہ یہ ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق دے۔ پھر دوسرے طہر میں دوسری طلاق دے۔ پھر تیسرے طہر میں تیسری طلاق دے۔ دو طلاقوں کے بعد رجوع کر سکتا ہے۔ اس دوران سوچنے سمجھنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔ ممکن ہے شکوک وشبہات دور ہو جائیں۔

کیوں کہ بعض اوقات شرارتی قسم کے لوگ مرد عورت کے حالات بگاڑ دیتے ہیں شکوک وشبہات ڈال کر کہ تیری بیوی اچھی نہیں ہے یہاں کھڑی تھی وہاں بیٹھی تھی۔ وہ جوش میں آکر سب کچھ کر دیتا ہے۔ تو شریعت نے موقع دیا ہے کہ ایک طہر میں ایک طلاق، دوسرے طہر میں دوسری طلاق، تیسرے طہر میں تیسری طلاق دو تا کہ سوچنے سمجھنے کا موقع ملے۔ لیکن اگر کسی نے تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو تمام فقہاء، ائمہ اربعہ حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اور امام بخاری

رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی بھی واقع ہو جاتی ہیں۔

اہل حدیث حضرات کے دو فرقے ہیں۔ ایک حافظ ابن حزم کا۔ وہ تین اکٹھی طلاقوں کو تین ہی سمجھتا ہے۔ دوسرا فرقہ جس کی یہاں اکثریت ہے وہ تین کو ایک کہتے ہیں۔ لیکن جب قرآن پاک کے الفاظ بھی صاف ہوں، احادیث بھی واضح ہوں، چاروں امام بھی متفق ہوں، تمام محدثین بھی متفق ہوں اور مسئلہ حلال حرام کا ہو تو اس کو سوچ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے۔ لہٰذا یاد رکھنا! تین طلاقیں حیض میں ہو جاتی ہیں، ایک مجلس میں بھی ہو جاتی ہیں، ایک کلمے کے ساتھ بھی ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے۔

تو فرمایا اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ ان سے کہہ دیں جب تم طلاق دو عورتوں کو فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ پس تم طلاق دو ان کو عدت میں۔ یعنی عدت کے مطابق ایک طہر میں ایک طلاق، دوسرے طہر میں دوسری طلاق اور تیسرے طہر میں تیسری طلاق وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ اور شمار کرو عدت کو تا کہ نسب میں گڑبڑ نہ ہو۔ جس کا نطفہ ہے اسی کا رہے۔ اسی نطفے سے جو بچہ پیدا ہونا ہے اس کی تعلیم و تربیت کا سوال ہے، وراثت کے احکام ہیں۔ جس کا بچہ ہوگا اس کے ذمہ تعلیم و تربیت ہے اس کا وہ وارث ہے۔ شریعت بات کو جھگڑے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔ طلاق کی عدت بھی اسی لیے ہے اور وفات کی عدت بھی اسی لیے ہے کہ بچے کی تعیین ہو جائے کہ کس کا ہے، کس سے اس کو وراثت ملے گی، اس کا خرچہ کس کے ذمہ ہوگا، کون اس کا نگران ہوگا۔ تو فرمایا عدت کو شمار کرو۔

دوسرے پارے میں رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ [البقرہ: ۲۲۸] "اور حلال نہیں ہے

ان کے لیے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو پیدا کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر۔" تو جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو نہ چھپائیں۔ ضروری نہیں کہ مردوں کے سامنے ڈھنڈورا پیٹتی پھریں اپنی والدہ کو بتا دیں، [illegible] کو بتا دیں کہ میرے پیٹ میں بچہ ہے۔ اگر نہیں ہے تو وہ بھی بتا دیں۔ اس لیے کہ اس پر عدت موقوف ہے اور عدت کا مسئلہ بڑا اہم ہے۔ عدت کے اندر اگر عورت کے ساتھ کسی نے دیدہ و دانستہ نکاح کیا تو کافر ہو گیا اور اس مجلس میں جو شریک ہوں گے وہ مرتد ہو جائیں گے۔ عدت کے اندر نکاح کا ذکر کرنا بھی حرام ہے۔ یعنی اگر کوئی عورت عدت گزار رہی ہے اور اس دوران میں کوئی اس کو کہتا ہے کہ عدت کے بعد فلاں کے ساتھ یا میرے ساتھ نکاح کرنا۔ یہ لفظ کہنا بھی گناہ ہے۔ دوسرے پارے میں یہ حکم موجود ہے وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ [البقرہ: ۲۳۵] "اور نہ ارادہ کرو نکاح کی گرہ باندھنے کا یہاں تک کہ کتاب اپنی مدت کو پہنچ جائے۔" ہاں اشارے کنایہ سے سمجھا سکتا ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ اور ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے جو تمھارا رب ہے لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ اور نہ نکالو تم ان عورتوں کو ان کے گھروں سے۔ طلاق کے بعد وہ عدت وہیں گزاریں گی۔ عدت کے دنوں کا خرچہ اور سُکنیٰ خاوند کے ذمہ ہے۔ اگر یہ نکالے گا گناہ گار ہوگا۔ اگر عورت نکلے گی بغیر کسی شرعی عذر کے تو وہ گناہ گار ہوگی۔ گھر سے مراد وہ گھر ہے جہاں وہ رہتی تھی چاہے وہ تمھارا ذاتی گھر ہو یا کرائے کا ہو یا مانگے کا ہو عدت کے دوران میں تم اس کو وہاں سے نہیں نکال سکتے وَلَا يَخْرُجْنَ اور نہ وہ خود نکلیں۔ ان کو بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ عدت کے دنوں میں باہر جائیں اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

مُّبَيِّنَةٍ مگر یہ کہ کریں وہ کوئی بے حیائی کھلی یعنی زنا کا ارتکاب کریں یا وہ بعض عورتیں جو لڑاکا اور بدزبان ہوتی ہیں اور ہر وقت گھر میں فتنہ ڈال کر رکھتی ہے تو اس کی زبان سے بچنے کے لیے گھر سے نکال دیں اس کی اجازت ہے۔

عدت کے مسائل :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت جو بڑی سخت اور فحش گو تھی۔ اس کو طلاق ہوگئی۔ طلاق کے بعد وہ پہلے سے زیادہ سخت اور تیز ہوگئی۔ گھر کے افراد کو اس نے پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر ساس نندوں اور گھر کے دیگر افراد نے کہا کہ حضرت! ہم اس کی زبان سے پہلے بھی تنگ تھے اب تو اور تیز ہوگئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تو تم اس کو وہاں سے نکال دو۔ بخاری شریف میں موجود ہے اور ابوداؤد شریف میں بھی ہے۔ تو اگر بی بی لڑاکو اور بدزبان ہو تو نکالنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ عورت عدت کے دوران میں گھر سے باہر نہیں جا سکتی۔ اگر اس کو کوئی ضرورت کا سودا لا کر دینے والا کوئی نہیں ہے تو پھر اس کو اجازت ہے کہ قریب کی دکان سے اپنے کھانے پینے کی چیزیں لے لے۔ اسی طرح بیمار ہوگئی ہے اور اتنی توفیق نہیں ہے کہ ڈاکٹر کو فیس دے کر گھر بلالیں کیوں کہ ڈاکٹروں کی بڑی فیس ہوتی ہے غریب آدمی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو قریب جو ڈاکٹر یا حکیم ہے اس سے دوائی لے لے۔ رات کسی جگہ نہیں ٹھہر سکتی۔ اور دیہاتی عورتیں جو اپنے جانور خود سنبھالتی ہیں، دودھ دُوہتی ہیں، زمینوں سے ساگ بھی چنتی ہیں۔ تو ایسی عورتیں جو مجبور ہیں اور دوسرا کوئی کرنے والا نہیں ہے اور ان کی زندگی کا اس پر دار و مدار ہے تو ان کو بھی اجازت ہے وہ یہ سارے کام کر سکتی

ہیں۔ اگر اس کا باپ فوت ہو گیا ہے، بھائی فوت ہو گیا ہے آخر انسان ہے موت ساتھ ہے۔ تو تھوڑے سے وقت کے لیے جا سکتی ہے۔ لیکن رات کسی جگہ نہیں گزار سکتی۔ یہ عورت کے لیے بڑا سخت مسئلہ ہے۔

تو فرمایا نہ نکالو تم ان کو ان کے گھروں سے اور نہ وہ خود نکلیں مگر یہ کہ کریں وہ بے حیائی کھلی وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں مقرر کی ہوئی وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ اور جو تجاوز کرے گا اللہ تعالیٰ کی حدوں سے فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ پس تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ سب کی رب تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی اور رتی رتی کا حساب ہوگا۔ یہ جو فرمایا کہ ان کو عدت کے اندر طلاق دو۔ مثلاً: ایک طہر میں ایک، دوسرے طہر میں دوسری، تیسرے طہر میں تیسری کہ مستحب اور مسنون طریقہ یہی ہے۔ کیوں؟ فرمایا لَا تَدْرِیْ ۔ اس کا فاعل نفس ہے۔ نہیں جانتا کوئی نفس لَعَلَّ اللّٰهَ شاید کہ اللہ تعالیٰ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا پیدا کر دے اس کے بعد کوئی معاملہ۔ یعنی اگر کسی شریر عورت اور مرد کے ذہن بھرنے سے یا کسی اور وجہ سے جذبات میں آکر طلاق دے دی۔ اگر وہ ایک طلاق ہوگی تو وہ رجوع کر سکے گا سوچنے کا موقع ملے گا۔ دو طلاقیں ہوں گی تو بھی عدت کے دوران میں موقع ملے گا شریروں کی شرارت سے آگاہ ہو جائے گا کہ عورت بے قصور ہے، رجوع کر سکے گا۔ اور اگر تین طلاقیں اکٹھی دے دیں تو اس کے بعد تو کوئی موقع نہیں ہے۔ لہٰذا جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

صریح لفظوں میں ایک طلاق ہو، دو ہوں یہ رجعی طلاق کہلاتی ہیں۔ طلاق رجعی کا حکم یہ ہے کہ عدت کے دوران میاں بیوی آپس میں مل جائیں تو طلاق کا اثر ختم ہو جاتا ہے لیکن گنتی میں آئیں گی۔ اگر ایک طلاق دی ہے تو باقی دو کا اختیار ہوگا۔ اگر دو ہیں تو باقی

ایک کا حق ہوگا۔ اگر کنایہ کے لفظ سے طلاق دیتا ہے مثلاً: کہتا ہے یہاں سے دفع ہو جا یا کہتا ہے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا ہے یا کہتا ہے میں تیری شکل نہیں دیکھنا چاہتا اور طلاق مراد لیتا ہے۔ یعنی ان الفاظ سے طلاق کی نیت کرتا ہے تو اس کو طلاقِ بائن کہتے ہیں۔ اس میں رجوع نہیں کر سکتا دوبارہ نکاح ہوگا چاہے عدت میں ہو یا عدت گزر گئی ہو۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ایک آدھ مرتبہ کہا جائے۔ اگر زیادہ مرتبہ کہے گا تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔

فرمایا فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ پس جس وقت وہ عورتیں جن کو طلاق دی گئی ہے پہنچ جائیں اپنی عدت کو۔ مراد ہے عدت ختم ہونے کے قریب پہنچیں فَاَمْسِكُوْهُنَّ پس روک رکھو تم ان کو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے اَوْ فَارِقُوْهُنَّ یا الگ کر دو تم ان کو بِمَعْرُوْفٍ عمدہ طریقے سے وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور گواہ بنا لو دو عدل والے اپنے میں سے۔ یہ گواہ بنانا مستحب ہے شرط نہیں ہے۔ طلاق تنہائی میں بھی ہو سکتی ہے، زبانی بھی ہو سکتی ہے، تحریری بھی ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی آدمی زمین پر لکھ دے، اپنی بیوی کا نام لکھ کر کہ میں نے اس کو طلاق دی ہے تو ہو جائے گی۔ دیوار پر لکھ دے ہو جائے گی بے شک زبان سے کچھ نہ کہے۔ لیکن پانی پر لکھنے سے نہیں ہوگی، ہوا میں لکھنے سے نہیں ہوگی۔ کیوں کہ یہ تحریریں پڑھی نہیں جا سکتیں۔ اگر دل میں طلاق دے وہ نہیں ہوگی۔

بہر حال زبان سے طلاق دے گا تو ہو جائے گی چاہے ٹھٹھے کے طور پر دے۔ ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ مسخرے (ہنسی مذاق) کے ساتھ بھی طلاق ہو جائے گی۔ یعنی دل لگی کے طور پر کہا تجھے طلاق ہے تو وہ ہو گئی۔ بعض جاہل قسم کے لوگ آ کر کہتے ہیں کہ انھوں نے لڑکی کو طلاق بھیجی ہے ہم نے خط وصول نہیں کیا۔ بھئی! تمھارے نہ وصول کرنے سے کیا بنتا ہے؟ طلاق تو ہو گئی ان باتوں سے طلاق نہیں ٹلتی وصول کرو یا نہ کرو

طلاق ہوگئی۔

توفرمایا دوگواہ بنالو عدل والے یہ مستحب ہے وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ اور قائم کرو گواہی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ذٰلِكُمْ یہ جو مسائل ہیں يُوْعَظُ بِهٖ ان کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے مَنْ اس کو كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ جو ایمان لاتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو شخص ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا بنادے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے تنگی سے نکلنے کا راستہ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور رزق دے گا اس کو ایسی جگہ سے جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔ اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ [آل عمران:۱۰۲] جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرے جس طرح ڈرنے کا حق ہے تو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے دو وعدے ہیں۔

① یہ کہ تنگی سے نکلنے کے لیے کوئی سبیل پیدا کردے گا یعنی ہر پریشانی سے نکلنے کی کوئی صورت پیدا کردے گا۔

② ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوگا۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرے گا پس وہ اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہوگا۔ سب قدرتیں اس کے پاس ہیں، سب خزانے اس کے پاس ہیں اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ بے شک اللہ تعالیٰ پورا کرنے والا ہے اپنے معاملے کو جو وہ کرنا چاہے اس کو روک کوئی نہیں سکتا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ [سورۃ البروج، پارہ ۳۰] "وہ کر گزرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔" قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا تحقیق مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ۔ زندگی اور موت کا، بیماری اور تندرستی کا۔ جو کسی کو دینا ہے ہر چیز کے اللہ تعالیٰ کے ہاں اندازے اور مقدار مقرر ہے۔

وَالّٰٓـِٔىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗۤ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع

وَالّٰٓـِٔىْ اور وہ عورتیں يَئِسْنَ جو ناامید ہو چکی ہیں مِنَ الْمَحِيْضِ حیض سے مِنْ نِّسَآئِكُمْ تمہاری عورتوں میں سے اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تم کو شک ہو (کہ ان کی عدت کیا ہے) فَعِدَّتُهُنَّ پس ان کی عدت ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ تین مہینے ہے وَّالّٰٓـِٔىْ لَمْ يَحِضْنَ اور وہ جن کو حیض نہیں آیا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور حمل والیاں اَجَلُهُنَّ ان کی عدت اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہ کہ جن (پیدا کر) دیں اپنے حمل کو وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے يَجْعَلْ لَّهٗ

کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا اس کے معاملے میں آسانی
ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ یہ حکم ہے اللہ تعالیٰ کا اَنْزَلَهٗۤ اِلَیْكُمْ جو اُتارا ہے اس نے تمھاری
طرف وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے یُكَفِّرْ عَنْهُ مٹادے گا
اس سے سَیِّاٰتِهٖ اس کی خطائیں وَیُعْظِمْ لَهٗۤ اَجْرًا اور بڑھائے گا اس کے
لیے اجر اَسْكِنُوْهُنَّ ٹھہراؤ تم ان کو مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ جہاں تم خود ٹھہرتے
ہو مِّنْ وُّجْدِكُمْ اپنی طاقت کے مطابق وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ اور نہ ضرر دو ان کو
لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ تاکہ تم تنگی کرو ان پر وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ اور اگر ہیں وہ
عورتیں حمل والی فَاَنْفِقُوْا عَلَیْهِنَّ پس تم خرچ کرو ان پر حَتّٰى یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ
یہاں تک کہ وہ جن دیں اپنے حمل کو فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ پس اگر وہ دودھ پلائیں
(بچے کو) تمھاری خاطر فَاٰتُوْهُنَّ پس دو تم ان کو اُجُوْرَهُنَّ ان کا معاوضہ
وَاْتَمِرُوْا بَیْنَكُمْ اور آپس میں مشورہ کرو بِمَعْرُوْفٍ اچھے طریقے سے وَاِنْ
تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم تنگی کرو گے فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى پس پلادے گی اس کو کوئی
دوسری عورت لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا مِّنْ سَعَتِهٖ
اپنی وسعت کے مطابق وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْهِ رِزْقُهٗ اور جس پر تنگ کیا گیا ہو اس کا
رزق فَلْیُنْفِقْ پس چاہیے کہ خرچ کرے مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ اس سے جو اللہ تعالیٰ
نے اس کو دیا ہے لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف اِلَّا
مَاۤ اٰتٰىهَا مگر اس چیز سے جو اس کو دی ہے سَیَجْعَلُ اللّٰهُ عنقریب کرے گا
اللہ تعالیٰ بَعْدَ عُسْرٍ تنگی کے بعد یُّسْرًا آسانی۔

اس سورۃ کا نام سورۃ الطلاق ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے کچھ ضروری

اور بنیادی مسائل بیان فرمائے ہیں۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جو چیزیں جائز ہیں ان میں بری چیز طلاق ہے۔ لیکن بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی وجہ سے طلاق دینی پڑتی ہے اس لیے اسلام نے اجازت دی ہے۔ طلاق دیتے وقت اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ طلاق ان دنوں میں دینی چاہیے جن دنوں میں عورت پاک ہو اور ان دنوں میں عورت کے ساتھ ہمبستری بھی نہ کی ہو۔ مستحب طریقہ یہی ہے۔ لیکن اگر کسی نے حیض کی حالت میں دے دی تو طلاق ہو جائے گی۔ اکٹھی تین طلاقیں دے دیں ہو جائیں گی۔ ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دیں ہو جائیں گی۔ طلاق کے بعد عورت کے لیے عدت ہے۔ اگر طلاق کے وقت عورت حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ جب بچہ پیدا ہو گا عدت ختم ہو جائے گی۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ تین ماہواریاں گزریں گی تو اس کی عدت ختم ہو گی۔ اگر ماہواری نہیں آتی تو اس کا مسئلہ الگ ہے۔

جن عورتوں کو حیض نہیں آتا ان کی عدت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَالّٰٓـِٔيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ اور وہ عورتیں جو نا امید ہو چکی ہیں حیض سے۔ زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے ان کو حیض نہیں آتا مِنْ نِّسَآئِكُمْ تمھاری عورتوں میں سے اِنِ ارْتَبْتُمْ اگر تمھیں شک ہو کہ ان کی عدت کیا ہے فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ پس ان کی عدت تین مہینے ہے۔ اگر حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو اس کی عدت تین حیض ہیں۔ اور اگر حیض نہیں آتا تو اس کی عدت تین مہینے ہے۔ پس یہی تین عدتیں ہیں۔ رب تعالیٰ نے مطلقہ کا قاعدہ بتلا دیا۔

فرمایا وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ اور وہ جن کو حیض نہیں آیا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے۔ بچی نابالغ ہے کیوں کہ نابالغ بچی کا بھی نکاح ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بچی کا نکاح نابالغی

میں اس کے والد نے کر دیا یا دادا نے کر دیا تو اس بچی کو بالغ ہونے کے بعد نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ کیوں کہ جو شفقت باپ دادا میں ہے وہ اور کسی میں نہیں ہے۔ ہاں اگر دلائل کے ساتھ باپ کا فسق ثابت ہو جائے اور یہ کہ اس نے پیسوں کی خاطر یہ کام کیا ہے تو پھر معاملہ جدا ہے۔ اسی طرح اگر ثابت ہو جائے کہ دادا بے ایمان تھا اس نے پیسوں کی خاطر چھوٹی بچی کسی جگہ پھنسا دی ہے تو پھر مسئلہ جدا ہے۔ باپ دادا کے سوا اگر کوئی اور بچی کا نکاح کر دے تو بچی کو فسخ کا اختیار ہے۔ فسخ کا یہ معنیٰ ہے کہ عدالت میں جائے قاضی کو کہے، مفتی کو کہے، جج کو کہے کہ میرے بھائی نے یا میرے چچا نے یا تائے یا ماموں نے نکاح کر دیا تھا میں اس پر راضی نہیں ہوں تو وہ نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اب رہا یہ سوال کہ عورت کب بالغ ہوتی ہے؟ اگر بچی صحت مند ہو اور خوراک گرم ہو تو نو دس سال کی عمر میں بالغ ہو جاتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چھ سال کی عمر میں ہوا اور جب رخصتی ہوئی نو سال عمر تھی۔ اگر صحت اور خوراک اچھی نہیں ہے تو پھر گیارھویں سال، بارھویں سال، تیرھویں سال، چودھویں سال بھی بالغ ہو سکتی ہے۔ پندرھواں سال آخری حد ہے۔ اگر کوئی اور علامت عورت میں ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کی لڑکی بالغ شمار ہو گی۔ پہلے علامت ظاہر ہو جائے تو پہلے بالغ ہے اور پندرہ سال کا لڑکا بھی بالغ ہے۔ پہلے علامت ظاہر ہو جائے تو پہلے بالغ ہے۔

تو ابھی بالغ نہیں ہوئیں۔ حیض ابھی تک شروع نہیں ہوا ان کی عدت بھی تین ماہ ہے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور جو حمل والی ہیں اَجَلُهُنَّ ان کی عدت اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہ کہ جن دیں وہ اپنے حمل کو۔ بچے کو جنم دیں۔ بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی عدت ختم ہو جائے گی۔ مثلاً: حمل کو ایک ہفتہ گزرا ہے یا دو ہفتے گزرے ہیں اور طلاق کی

نوبت آگئی ہے تو اس عورت کی عدت آٹھ ماہ دو ہفتے ہوگی جب تک بچہ پیدا نہیں ہوگا اس عورت کی عدت ختم نہیں ہوگی۔ یہ قرآن پاک کا حکم ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو ڈرے گا اللہ تعالیٰ سے مرد و عورت یَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ یُسْرًا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے معاملے میں آسانی۔ دین صرف مردوں کے لیے نہیں عورتوں کے لیے بھی ہے۔ دین میں جس طرح مردوں کا حصہ ہے عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ عورتیں آدھی اُمت ہیں۔ عورتیں بھی دین سیکھیں۔ جن گھروں میں دین دار عورتیں ہیں ان گھروں میں دین کا تھوڑا بہت اثر ہوتا ہے۔ ان گھروں میں شادی اور موت کی رسمیں بہت کم ہوتی ہیں۔ اور جن گھروں میں عورتیں دین سے عاری ہوتی ہیں وہاں بدعتیں اور رسمیں چھلانگیں لگا کر آتی ہیں۔ اس لیے عورتوں کا بھی فریضہ ہے کہ وہ دین سیکھیں۔ الحمد للہ! گکھڑ میں عورتوں کے درس بھی باقاعدہ موجود ہیں جہاں عورتیں پڑھاتی ہیں اور ایک آدھ ہفتے کے بعد عورتوں کا بیان بھی ہوتا ہے۔ عورتوں کو ضروری ضروری مسائل بتائے جاتے ہیں۔ جس گھر میں دین دار عورت ہوگی اس کا اولاد پر بھی اثر پڑے گا۔ عورت وقت پر اُٹھے گی، بچے بھی وقت پر اُٹھیں گے۔ اور جہاں عورت آٹھ بجے اُٹھے گی وہاں بچے دس بجے اُٹھیں گے۔ تو گھروں کی اصلاح میں عورتوں کا بڑا دخل ہے۔

تو فرمایا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے معاملے میں آسانی پیدا کر دے گا ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو عدت کے بارے میں تمھیں بتلایا ہے اَنْزَلَهٗ اِلَیْكُمْ جو اُس نے اُتارا ہے تمھاری طرف وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا یُكَفِّرْ عَنْهُ سَیِّاٰتِهٖ مٹا دے گا اس سے اس کی خطائیں۔ اس کی خطائیں معاف کر دے گا یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَیُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا اور بڑھائے گا اس کے

لیے اجر۔ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا دے گا۔ اور جو فی سبیل اللہ کی مد میں نیکی کرے گا اس کا بدلہ سات سو گناہ ملے گا وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ [البقرہ:۲۶۱] "اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے۔" جس کے لیے چاہے گا اس سے بھی زیادہ دے گا۔

فرمایا اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ ٹھہراؤ تم ان کو جہاں تم خود ٹھہرتے ہو مِّنْ وُّجْدِكُمْ اپنی طاقت کے مطابق۔ یعنی جہاں تم رہتے ہو مطلقہ عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق وہیں رکھو۔ مسئلہ یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا عدت کے دوران خرچہ اور مکان سابق خاوند کے ذمہ ہے۔ جب تک عدت ختم نہیں ہوگی وہ عورت وہیں رہے گی باہر نہیں جاسکتی مگر بہ امر مجبوری۔ شریعت نے مجبوریوں کا لحاظ رکھا ہے۔

مثال کے طور پر میاں بیوی حج پر گئے ہیں خاوند نے وہاں طلاق دے دی یا خاوند وہاں فوت ہوگیا۔ ایسے حالات بہ کثرت پیش آتے ہیں۔ تو اب عورت عرفات، مزدلفہ یا منیٰ میں تو نہیں رہ سکتی اس کو وہاں سے منتقل ہونے کی اجازت ہے۔ مجبوری کے بغیر گھر سے نہیں نکل سکتی۔ اگر عورت لڑاکو اور بدزبان ہے تو جاسکتی ہے یا طلاق مغلظہ ہے اور خاوند بدکار ہے۔ خدشہ ہے کہ طلاق کے بعد بھی چھیڑ خانی کرے گا تو اس صورت میں بھی عورت کو گھر سے جانے کی اجازت ہے۔ غلط کار لوگ بھی موجود ہیں۔ ایسے واقعات بھی پیش آئے ہیں کہ باپ نے بیٹی کے ساتھ برائی کی، بھائی نے بہن کے ساتھ، ماموں نے بھانجی کے ساتھ، چچے نے بھتیجی کے ساتھ۔ اکثر اخبارات میں خبریں آتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ بچائے بہت نازک زمانہ ہے۔ اس لیے شریعت نے کہا ہے کہ کسی عورت کو اجنبی مرد کے ساتھ ٹھہرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اُن محرموں کے ساتھ ٹھہر سکتی ہے جو دین دار ہوں۔ چچا فاسق ہے، ماموں فاسق ہے تو ان کے پاس نہیں ٹھہر سکتی۔ سگا بھائی بدکار ہے

اس کے ساتھ بھی نہیں ٹھہر سکتی۔

تو فرمایا ٹھہراؤ ان کو جہاں تم خود ٹھہرتے ہو اپنی طاقت کے مطابق وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ اور نہ تم ان کو ضرر دو ان کو ایذا نہ پہنچاؤ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ تا کہ تم تنگی کرو ان پر طلاق دینے کے بعد ان پر سختی نہ کرو وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ اور اگر وہ عورتیں حمل والی ہیں فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ پس تم خرچ کرو ان پر۔ جب تک بچہ پیدا نہیں ہوتا تمھیں خرچہ دینا پڑے گا۔ حمل کے زمانے کا خرچ اور رہائش خاوند کے ذمہ ہے حَتَّىٰ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یہاں تک کہ وہ جن دیں اپنے حمل کو۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ عورت نکاح میں ہے اور بچہ پیدا ہوا ہے تو اس بچے کو دودھ پلانا عورت کے فریضہ میں شامل ہے۔ اگر نہیں پلائے گی تو گناہ گار ہوگی۔ کیوں کہ اس عورت کا خرچہ، رہائش وغیرہ خاوند برداشت کرتا ہے۔ اور اگر طلاق کے بعد بچہ پیدا ہوا ہے اور عدت ختم ہوگئی ہے اب اس کا خرچہ اور رہائش خاوند کے ذمہ نہیں ہے۔ لہٰذا اب وہ اس بچے کا خرچہ لے سکتی ہے۔ دودھ پلانے کے پیسے بھی لے سکتی ہے۔ اپنے ہی بچے کو دودھ پلانے کی اجرت لے سکتی ہے وہاں کے ماحول کے مطابق۔ فرمایا فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ پس اگر وہ عورتیں دودھ پلائیں بچے کو تمھاری خاطر فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ پس دو تم ان کو ان کا معاوضہ جو طے کیا ہے وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ اور آپس میں مشورہ کرو عمدہ طریقے سے کہ بچہ تو دونوں کا ہے اس کے لیے کچھ تو کرنا ہے اگر ہر کوئی ضد پر اڑے گا تو بچے کو نقصان ہوگا لہٰذا بچے کا خیال رکھو اور اس کے متعلق ایک دوسرے سے مشورہ کرو عمدہ طریقے سے۔

وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم تنگی کرو گے کہ کسی سمجھوتے پر نہ پہنچ سکو کہ عورت کہے کہ میں نے اتنی اُجرت لینی ہے جو خاوند کے بس میں نہ ہو یا خاوند کہے کہ میں اتنی اُجرت نہیں دینا چاہتا فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ پس پلا دے گی اس کو کوئی دوسری عورت۔ بچے کو کسی اور عورت کے حوالے کر دو اور اس کے ساتھ معاملہ طے کر لو۔ قرآن کے نزول کے زمانے میں عرب میں عام دستور تھا کہ دوسری عورتیں دودھ پلاتی تھیں اور اُجرت لیتی تھیں۔ ان کے لیے اُجرت جائز تھی۔ بچوں کے سرپرست اُجرت طے کرتے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعدیہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا ہے۔ تو اگر آپس میں سمجھوتا نہ ہو سکے تو کسی دوسری عورت سے دودھ پلوایا جائے۔ عدت اور رضاعت کے دوران کا خرچہ خاوند کے ذمہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ چاہیے کہ خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق۔ یعنی اگر باپ یا متولی مال دار ہے تو بچے کی ماں کو دودھ پلانے کا خرچہ اپنی وسعت کے مطابق دے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ اور جس پر تنگ کیا گیا ہو اس کا رزق یعنی وہ آدمی غریب ہے فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ پس چاہیے کہ وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ تعالیٰ نے اس کو دیا ہے۔ اگر وہ تنگ دست ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق اس سے خرچہ لیا جائے گا اس کو زیادہ دینے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ بے چارہ بوجھ کے نیچے آ جائے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف مگر اس چیز سے جو اس کو دی ہے۔

سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۸۶ میں ہے لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا "نہیں تکلیف دیتا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو مگر اس کی طاقت کے مطابق۔" یہاں بھی اللہ تعالیٰ نے

مطلقہ اور اس کے بچے کے متعلق یہی اُصول بیان فرمایا ہے کہ آدمی اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے۔ نہ بخل کرے اور نہ طاقت سے زیادہ خرچ کرے۔ حالات بدلتے رہتے ہیں سَیَجۡعَلُ اللّٰہُ بَعۡدَ عُسۡرٍ یُّسۡرًا عنقریب کرے گا اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی۔ تنگی خوش حالی سب اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اس لیے فرمایا کہ تنگ دستی سے نہ گھبراؤ عُنقریب اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی لے آئے گا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ
عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا وَّعَذَّبْنٰهَا
عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا
خُسْرًا ﴿٩﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى
الْاَلْبَابِ ۚ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُوْلًا
يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ
صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ
اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ﴿١١﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ
مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى
كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾ ع ٢ / ١٨

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں (تھیں) عَتَتْ جنھوں
نے نافرمانی کی عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا اپنے رب کے حکم سے وَرُسُلِهٖ اور
اس کے رسولوں کے حکم سے فَحَاسَبْنٰهَا پس ہم نے ان سے حساب لیا
حِسَابًا شَدِيْدًا سخت حساب وَّعَذَّبْنٰهَا اور ہم نے ان کو سزا دی
عَذَابًا نُّكْرًا نرالی سزا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا پس چکھا اُنھوں نے اپنے
معاملے کا وبال وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا اور تھا ان کے معاملے کا انجام
خُسْرًا خسارہ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے

عَذَابًا شَدِيدًا سخت عذاب فَاتَّقُوا اللهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ اے عقل مندو! الَّذِينَ آمَنُوا جو ایمان لائے ہو قَدْ أَنزَلَ

اللهُ تحقیق نازل کیا اللہ تعالیٰ نے إِلَيْكُمْ ذِكْرًا تمھاری طرف ذکر

رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ رسول جو تلاوت کرتا ہے تم پر آيَاتِ اللهِ اللہ تعالیٰ

کی آیتیں مُبَيِّنَاتٍ جو کھول کر بیان کرتی ہیں لِيُخْرِجَ الَّذِينَ تاکہ

نکالے ان لوگوں کو آمَنُوا جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

اور عمل کیے اچھے مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ اندھیروں سے روشنی کی طرف

وَمَن يُؤْمِن بِاللهِ اور جو ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر وَيَعْمَلْ صَالِحًا اور

عمل کرے گا اچھے يُدْخِلْهُ داخل کرے گا اس کو جَنَّاتٍ باغوں میں

تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا

رہیں گے ان جنتوں میں ہمیشہ قَدْ أَحْسَنَ اللهُ لَهُ رِزْقًا تحقیق اچھا کیا اللہ

تعالیٰ نے ان کے لیے رزق اَللهُ الَّذِي اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ

سَبْعَ سَمَاوَاتٍ جس نے پیدا کیے سات آسمان وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور

اتنی ہی زمینیں يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ اترتا ہے حکم ان کے درمیان

لِتَعْلَمُوا تاکہ تم جان لو أَنَّ اللهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ بے شک اللہ تعالیٰ

ہر چیز پر قادر ہے وَأَنَّ اللهَ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے قَدْ أَحَاطَ

احاطہ کر رکھا ہے بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ہر چیز کا علم کے لحاظ سے۔

ربطِ آیات :

ان سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرے کے بنیادی اُصول بیان فرمائے۔ معاشرت کا معنیٰ ہے ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنا۔ نکاح کا مسئلہ، طلاق کا، عدت کا، یہ سب مسائل کافی تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔ یہ بھی بتلایا کہ طلاق اچھی چیز نہیں ہے لیکن اگر مجبوری ہو تو پھر دی بھی جاسکتی ہے۔ مجبوری کے تحت شریعت نے اجازت دِی ہے۔ بچوں کی پرورش کے متعلق بھی بنیادی چیزیں بیان کیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کا نتیجہ یقیناً سزا ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ لہٰذا ان احکام کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور کتنی ہی بستیاں تھیں عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا جنھوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے حکم کی۔ بستیوں میں رہنے والوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی، وَرُسُلِهِ اور اس کے رسولوں کے حکم کی۔ اللہ تعالیٰ نے جو پیغمبر ان کی طرف بھیجے تھے ان کے احکام کی بھی نافرمانی کی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی، حضرت ہود علیہ السلام کی، حضرت صالح علیہ السلام کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی، حضرت لوط علیہ السلام کی، حضرت شعیب علیہ السلام کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ ان قوموں کا ذکر قرآن پاک میں ہے۔ انھوں نے رب تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی، پیغمبروں کے احکام کی مخالفت کی۔

فرمایا فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيدًا پس ہم نے ان بستیوں کا حساب لیا بڑا سخت حساب۔ کسی کو طوفان میں غرق کیا، کسی کو زلزلے میں تباہ کیا، کسی پر آسمان سے پتھر برسائے، کسی کو زمین میں دھنسا دیا، مختلف شکلوں کے عذاب اُن پر مسلط کیے۔ فرمایا وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا اور ہم نے ان کو سزا دی نرالی سزا۔ جو عذاب ایک قوم پر آیا

دوسری پر نہیں آیا اور جو دوسری پر آیا تیسری پر نہیں آیا۔ رب تعالیٰ کی قدرت بڑی وسیع ہے۔ اس نے نافرمانوں کو مختلف قسم کے عذابوں کے شکنجوں میں کسا فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا پس چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال۔ جب ان کو اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرایا جاتا تھا تو ٹھٹھا کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی تو واویلا شروع کر دیا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ [الانبیاء:۴۶] "بے شک ہم ظالم تھے۔" وہ فرعون جو پہلے منہ بھر کر کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى "میں رب اعلیٰ ہوں۔" جب اللہ تعالیٰ نے بحر قلزم میں ڈبویا اور پانی میں غوطے کھانے لگا تو کہا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ [یونس:۹۰] "میں ایمان لایا ہوں کہ بے شک نہیں ہے کوئی معبود مگر وہی جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں بھی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔" رب تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ "اب یہ کہتے ہو اور تحقیق تم نافرمانی کرتے تھے پہلے۔" اب ایمان لانے کا وقت نہیں اب تو بھگتنے کا وقت ہے۔ تو فرعون نے بڑا واویلا کیا مگر اس کے کام نہ آیا۔

تو فرمایا چکھا اُنھوں نے اپنے معاملے کا وبال وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا اور تھا ان کے معاملے کا انجام خسارہ۔ اُنھوں نے نقصان ہی اُٹھایا۔ یہ تو دنیا کا عذاب تھا آگے جو عذاب آنا ہے وہ بھی سن لو۔ فرمایا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا تیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے سخت عذاب۔ برزخ، قبر کی سزا الگ ہے، قیامت قائم ہونے کے بعد محشر کی سزا الگ ہے، پل صراط سے گزرنے کی سزا الگ ہے، دوزخ کا عذاب الگ ہے۔ یہ سب سزائیں نافرمانوں نے بھگتنی ہیں۔

تم نے ہمارے احکام بھی سنے ہیں اور نافرمانی کا انجام بھی سنا ہے کہ جن قوموں

نے نافرمانی کی ان کا کیا انجام ہوا۔لہٰذا فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس ڈرو تم اللہ تعالیٰ سے۔اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اور اس کی گرفت سے ڈرو اور بچو يٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ اے عقل مندو۔ دنیا تو شاید عقل مند اُسے کہے جو زُہرہ ستارے تک پہنچ جائے ، فضا میں اُڑتا پھرے ، کئی مہینے خلا میں رہے ، سمندر کی تہہ میں کئی مہینے گزارے ، مہلک قسم کے ہتھیار تیار کرے ۔ اللہ تعالیٰ نے عقل مندوں کی تفسیر بڑے اختصار کے ساتھ کی ہے ۔فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا جو ایمان لائے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عقل مند وہ ہیں جو ایمان لائے ہیں ۔یہاں نہایت اجمال کے ساتھ فرمایا اور چوتھے پارے میں تفصیل ہے۔

فرمایا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ اور دن رات کے اختلاف میں لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ البتہ نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے ۔عقل مند کون ہیں؟ اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا عقل مند وہ ہیں جو یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے کھڑے اور بیٹھے بیٹھے وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ اور اپنے پہلو کے بل لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور غور وفکر کرتے ہیں زمین اور آسمان کی پیدائش میں اور کہتے ہیں رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے ہمارے رب تو نے نہیں پیدا کیا اس کو باطل ، بے فائدہ ، بے کار سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ آپ کی ذات پاک ہے بچا ہمیں دوزخ کے عذاب سے رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ اے ہمارے رب بے شک آپ نے جس کو داخل کر دیا دوزخ کی آگ میں فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ پس تحقیق آپ نے اس کو رسوا کر دیا وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ اور نہیں ہوگا ظالموں کے لیے کوئی مددگار رَبَّنَاۤ اے ہمارے رب اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ

لِلْاِیْمَانِ بے شک ہم نے سنا ایک منادی کرنے والے کو (یعنی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو) جو منادی کر رہا تھا ایمان کی کہ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّکُمْ ایمان لے آؤ اپنے رب پر فَاٰمَنَّا پس ہم ایمان لے آئے رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہوں کو وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا اور مٹا دے ہماری برائیاں وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ اور ہمیں وفات دے نیک لوگوں کے ساتھ رَبَّنَا اے ہمارے رب وَاٰتِنَا اور دے ہمیں مَا وَعَدْتَّنَا وہ چیز جس کا آپ نے وعدہ کیا ہے ہمارے ساتھ عَلٰی رُسُلِکَ اپنے رسولوں کی زبانوں پر وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اور ہمیں رُسوا نہ کرنا قیامت والے دن اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ بے شک آپ وعدے کا خلاف نہیں کرتے۔" [آل عمران، رکوع نمبر ۱۱، آیت ۱۹۰ تا ۱۹۴]

یہ رب تعالیٰ نے عقل مندوں کی نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ اور یہاں فرمایا عقل مند وہ ہیں جو ایمان لائے۔ فرمایا قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا تحقیق اُتارا اللہ تعالیٰ نے تمھاری طرف ذکر۔ قرآن پاک کا نام ذکر بھی ہے۔ سورۃ الحجر پارہ ۱۴ آیت ۹ میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ "بے شک ہم نے اُتارا ہے ذکر کو یعنی نصیحت والی کتاب کو اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

تو یہ کتاب نازل کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا عَلَیْکُمْ اٰیٰتِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمھیں پڑھ کر سناتا ہے وہ آیات مُبَیِّنٰتٍ جو کھول کر بیان کرتی ہیں حقیقت کو۔ یہ آیتیں ہم نے کیوں نازل کیں لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تاکہ نکالیں ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور عمل کرتے ہیں اچھے مِنَ الظُّلُمٰتِ کفر شرک کے اندھیروں سے اِلَی النُّوْرِ ایمان کی روشنی کی طرف۔

جو اس کتاب پر ایمان لائیں گے، پیغمبر پر ایمان لائیں گے وہ کفر شرک کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کی روشنی میں آجائیں گے وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ اور جو ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ پر۔ کالا ہو، گورا ہو، عربی ہو، عجمی ہو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان کی قدر ہے شکل و صورت کی نہیں وَيَعْمَلْ صَالِحًا اور عمل کرے گا اچھے۔ ایمان کے ساتھ عمل کی بھی ضرورت ہے محض ایمان کافی نہیں ہے۔ ایمان لائے اور عمل اچھے کرے يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ داخل کرے گا اس کو ایسے باغوں میں جاری ہیں ان کے نیچے نہریں۔ عرب کے علاقے میں پانی کی بڑی قلت تھی اور ہرے بھرے درخت بھی بہت کم تھے۔ لہٰذا نہریں اور سبز درخت ان کے لیے بڑی خوشی کی بات تھی۔ اس لیے ان کو سمجھانے کے لیے فرمایا کہ جنت اس جگہ کا نام ہے جہاں باغات ہوں گے، نہریں ہوں گی لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا [ق:۳۵] "ان کے لیے ہو گا جو وہ چاہیں گے اس میں۔" رب تعالیٰ کی طرف سے ان کو ملے گا۔ نہ جنت دور ہے نہ دوزخ دور ہے بس آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ اس کو داخل کرے گا باغات میں جاری ہوں گی ان کے نیچے نہریں خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا رہیں گے ان باغوں میں ہمیشہ۔ جو سعادت مند خوش نصیب جنت میں داخل ہو گیا پھر اس کو وہاں سے نکالا نہیں جائے گا۔ بہ خلاف دوزخ کے کہ کچھ مومن گناہ گار دوزخ میں جائیں گے سزا بھگتنے کے بعد وہاں سے نکل آئیں گے۔

فرمایا قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا تحقیق اچھا کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے رزق۔ جنتی کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا رزق بنایا ہے جو چاہے گا کھائے گا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک ایک جنتی سو سو آدمی کے برابر کھائے گا۔ پھر بڑی عجیب بات ہے کہ لَا يَبُوْلُوْنَ وَلَا يَتَغَوَّطُوْنَ وَلَا يَتَمَخَّطُوْنَ بخاری شریف کی روایت ہے کہ "نہ

پیشاب کریں گی نہ پاخانہ کریں گے اور نہ ناک منہ سے بلغم نکلے گی۔" پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! سو آدمیوں کا کھانا آدمی کھالے تو وہ بڑی جگہ خراب کرتا ہے۔ وہ کھانا کہاں جائے گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ بدن میں ایسی قوت پیدا کرے گا کہ خوشبودار پسینا نکلے گا جیسے کستوری ہوتی ہے۔ اس پسینے کے ذریعے کھانا ہضم ہو جائے گا اور ڈکار لے گا کھانا ہضم ہو جائے گا۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اچھا رزق بنایا ہے۔

سات آسمان ہیں ایسے ہی سات زمینیں ہیں :

اَللّٰہُ الَّذِیْ اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جس نے پیدا کیے سات آسمان وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں۔ قرآن کریم میں سات آسمانوں کا ذکر تو متعدد مقامات پر آیا ہے اور زمینوں کے سات ہونے کا ذکر صرف اسی آیت کریمہ میں ہے۔ یا پھر ایک حدیث آتی ہے کہ سات زمینیں ہیں اور ہر زمین میں مخلوق ہے۔ ہر زمین میں آدم بھی ہے، نوح بھی ہے، ابراہیم بھی ہے علیہم السلام، موسیٰ علیہ السلام بھی ہیں۔ اس پر لمبی چوڑی بحث۔ ہمارے دو بزرگوں نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔ ایک مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ، رب تعالیٰ نے ان کو بڑا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ سینتیس سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ وہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ اُنھوں نے کتاب لکھی ہے "دافع الوسواس عن اثر ابن عباس" یہ سات زمینوں والی روایت حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ تو اس کے متعلق جو لوگوں کو شکوک و شبہات تھے اس کتاب میں اُنھوں نے ان کی وضاحت فرمائی ہے۔ دوسری کتاب بانی دار العلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "تحذیر الناس"۔ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے ذہین ترین علماء میں سے تھے۔

حضرت نے صرف پچاس سال عمر پائی ہے۔ مگر پچاس سال میں وہ کام کر گئے ہیں کہ الحمد للہ! دنیا کے ختم ہونے تک وہ سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ یعنی وہ دینی مدارس کے جال بچھا گئے ہیں۔ دیوبند، سہارن پور، مظاہر العلوم اور بہت سارے کہ آج لوگ ان سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔

اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما میں جن سات زمینوں کا ذکر ہے وہ ایسی نہیں ہیں جیسا کہ ہمارے بعض سائنس دان کہتے ہیں کہ سات براعظم ہیں۔ ایک بِراعظم ایشیا ہے، ایک (شمالی) امریکہ، (ایک جنوبی امریکہ) ہے، ایک افریقہ ہے، ایک آسٹریلیا، (یورپ، انٹارکٹیکا،) وغیرہ ہے۔ بلکہ وہ سات زمینیں اوپر نیچے ہیں۔ اور یہ احادیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں روایت ہے کہ جس نے کسی کی ایک بالشت زمین ہتھیالی تو یہ زمین اور دوسری، تیسری، چوتھی، ساتویں زمین تک کے ٹکڑے اس کی گردن پر رکھے جائیں گے۔ اوپر نیچے زمینیں ہوں گی اور میدانِ محشر میں اُٹھائے ہوئے ہوگا۔ اور ترمذی شریف میں روایت ہے کہ اگر کوئی زنجیر لٹکائے وہ اس زمین کو چھید کر نیچے دوسری، تیسری، چوتھی، پانچویں، چھٹی اور ساتویں تک چلی جائے یہ رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔ تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ زمینیں اُوپر نیچے ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب :

بعض ملحد قسم کے لوگ ایک اشکال پیش کرتے ہیں وہ بھی سمجھ لیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے دوسرے زمین چھین لی تو وہ اس چھوٹی سے گردن پر کیسے اُٹھائے گا؟ اگر کسی نے مربع زمین چھین لی، دومربعے چھین لی تو وہ اس گردن پر کیسے اُٹھائے گا۔ ایسا ہی سوال ایک ملحد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کیا تھا کہ حضرت! آپ ہمیں یہ احادیث سناتے

ہیں اگر کوئی شخص اُونٹ چرائے گا تو اس کی گردن پر ہوں گے، بکریاں چرائے گا اس کی گردن پر ہوں گی۔ تو حضرت! اگر ایک آدمی کسی کے دس اُونٹ چرائے تو وہ اپنے کندھے پر کہاں رکھے گا؟ بخاری شریف کی روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا احادیث کے ساتھ تمسخر نہ کیا کرو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجرموں کے کندھے اتنے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک کندھے سے گھوڑا چلے، دوسرے کندھے تک تین دن میں پہنچے گا۔ تو جس کا کندھا اتنا چوڑا ہو کہ ایک گھوڑا ایک طرف سے دوسری طرف تک تین دن میں مشکل سے پہنچے گا تو اس پر کتنی چیزیں آجائیں گی۔ ایک ایک مجرم کو بیٹھنے کے لیے اُحد پہاڑ کے برابر جگہ ملے گی۔

تو قرآن پاک میں سات آسمانوں کا ذکر تو متعدد مقامات پر ہے مگر زمینوں کا ذکر صرف اِسی جگہ ہے۔ تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان اور اتنی ہی زمینیں پیدا کیں يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ اترتا ہے حکم ان کے درمیان اللہ تعالیٰ کا۔ آسمانوں اور زمینوں میں رب تعالیٰ کا حکم چلتا ہے لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے علم کے لحاظ سے۔ نہ اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ التحریم

(مکمل)

ایاتھا ۱۲ ۶۶ سُوْرَۃُ التَّحْرِیْمِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۷ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(۱) قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ(۲) وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًاۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَاؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ(۳) اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَاۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَۚ وَ الْمَلٰٓىٕكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ(۴) عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓىٕبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓىٕحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا(۵)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لِمَ تُحَرِّمُ آپ کیوں حرام قرار دیتے ہیں مَاۤ وہ چیز اَحَلَّ اللّٰهُ جو حلال کی ہے اللہ تعالیٰ نے لَكَ آپ کے لیے تَبْتَغِیْ آپ چاہتے ہیں مَرْضَاتَ رضا اَزْوَاجِكَ اپنی بیویوں کی وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا

مہربان ہے قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے
تمھارے لیے تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ کھولنا ہے تمھاری قسموں کو وَاللّٰهُ
مَوْلٰىكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمھارا مولیٰ ہے وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ اور وہی
سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اور جب چھپا کر کہی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ اپنی ایک بیوی سے حَدِيْثًا بات
فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ پس جب بتلادی اس نے وہ بات وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ اور اللہ
تعالیٰ نے ظاہر کردیا اس بات کو عَلَيْهِ پیغمبر پر عَرَّفَ بَعْضَهٗ اس
نے بتلادی بعض وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ اور اعراض کیا بعض سے فَلَمَّا
نَبَّاَهَا بِهٖ پس جس وقت خبر دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو اس بات کی
قَالَتْ اس نے کہا مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا کس نے خبر دی ہے آپ کو اس کی
قَالَ فرمایا نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ خبر دی مجھ کو جاننے والے خبردار نے
اِنْ تَتُوْبَآ اگر تم دونوں توبہ کرو اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف فَقَدْ
صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا پس تحقیق مائل ہو چکے ہیں تمھارے دل وَاِنْ تَظٰهَرَا
عَلَيْهِ اور اگر تم چڑھائی کروگی پیغمبر کے خلاف فَاِنَّ اللّٰهَ پس بے شک
اللہ تعالیٰ هُوَ مَوْلٰىهُ وہ آپ کا آقا ہے وَجِبْرِيْلُ اور جبریل علیہ السلام
وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ اور نیک مومن وَالْمَلٰٓئِكَةُ اور فرشتے بَعْدَ ذٰلِكَ
ظَهِيْرٌ اس کے بعد امدادی ہیں عَسٰى رَبُّهٗٓ قریب ہے کہ اس کا رب

اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر وہ طلاق دے دے تم کو اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ تبدیل کر دے گا اس کے لیے اَزْوَاجًا عورتیں خَيْرًا مِّنْكُنَّ تم سے بہتر مُسْلِمٰتٍ فرمانبردار مُّؤْمِنٰتٍ ایمان دار قٰنِتٰتٍ اطاعت کرنے والیاں تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنے والیاں عٰبِدٰتٍ عبادت کرنے والیاں سٰٓئِحٰتٍ ہجرت کرنے والیاں ثَيِّبٰتٍ بیاہی ہوئیں وَّاَبْكَارًا اور کنواریاں۔

شانِ نزول :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں آنے والی کل گیارہ بیویاں تھیں۔ دو کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں وفات ہوگئی۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا۔ حضرت زینب اُم المساکین رضی اللہ عنہا کچھ عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نکاح میں رہ کر وفات پاگئیں۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس نو بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تمام بیویوں کو رہائش کے لیے چھوٹے چھوٹے کمرے بنا کر دیئے تھے۔ مسجد نبوی کی بائیں طرف (یعنی شرقی جانب) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ وہی ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مرقد مبارک ہے۔ اسی لائن میں دوسرے کمرے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ عصر کی نماز کے بعد تمام بیویوں سے حال اور ضرورت پوچھتے تھے کہ کسی شے کی ضرورت ہے۔ آخری کمرے کی طرف سے شروع فرماتے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے کمرے میں اختتام ہوتا تھا۔ ہر بیوی کے

پاس دو تین منٹ بیٹھتے اور پوچھتے کہ تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس کہیں سے شہد آیا وہ آپ کو پیش کر دیتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد بہت پسند تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھاتے تھے۔ شہد کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ [النحل:۶۹] "اس میں شفا ہے لوگوں کے لیے۔"

جس کے بارے میں رب نے شفا فرمایا ہے یقیناً اس میں شفا ہے۔ جالینوس یونانیوں کا بہت بڑا حکیم گزرا ہے۔ حکیم لوگ معدے کی اصلاح اور دردوں کے لیے جالینوس استعمال کراتے ہیں۔ جالینوس کہتا ہے کہ ٹھنڈی (سرد) بیماریوں کے لیے شہد سے زیادہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے۔ نزلہ زکام، لقوہ، فالج، نمونیہ وغیرہ کے لیے شہد سے بہتر کوئی شے نہیں ہے۔ بعض دفعہ مفرد شہد کام آتا ہے اور بعض دفعہ دواؤں میں ملا کر استعمال کیا جاتا ہے۔

تو خیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد سے بہت پیار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا شہد نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیتیں آپ کھاتے، دیر ہو جاتی۔ دوسری بیویوں کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتے۔ چونکہ عصر اور مغرب کے درمیان وقت تھوڑا ہوتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں مشورہ کیا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس زیادہ دیر بیٹھتے تھے اور اب بالکل مختصر۔ وجہ کیا ہے؟ تلاش کرو۔ چنانچہ اس بات پر جب اُنھوں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہد پیش کرتی ہیں اس کے کھانے کی وجہ سے وہاں دیر ہو جاتی ہے اور بعد میں وقت تھوڑا رہ جاتا ہے۔ اُنھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہم میں سے کسی کے پاس آئیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ مبارک کے قریب ہو کر کہہ

دے کہ حضرت مغافیر کی بو آرہی ہے۔ مغافیر ایک پودے کا نام ہے جس سے گوند نکلتی ہے۔ اس سے قدرے بو آتی ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بو سے سخت نفرت تھی تو اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہد کا استعمال چھوڑ دیں گے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو اُنھوں نے قریب ہو کر کہہ دیا کہ حضرت! ایسا لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ ان کو شہد کھانا ناگوار گزرا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم اُٹھالی کہ آئندہ میں شہد استعمال نہیں کروں گا اگر میرے شہد کھانے سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے۔ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کسی اور کو نہ بتلانا۔ ان سے غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دیا۔ چونکہ دونوں کا راز ایک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی نے راز کی بات آگے بتلا دی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو تنبیہ بھی فرمائی کہ میں نے کہا تھا آگے نہ بتلانا تم نے آگے بتلا دیا ہے، وہ کہنے لگیں حضرت! آپ کو کس نے بتلایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے میرے رب نے بتلایا ہے جو علیم وخبیر ہے۔ یہ ہے اس سورة کا شانِ نزول۔

یہ ہجرت کے دسویں سال کا واقعہ ہے۔ اور نزول کے اعتبار سے اس سورة کا ایک سو ساتواں نمبر ہے۔ اس کے بعد صرف سات سورتیں نازل ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے کئی عقائد ثابت ہوتے ہیں۔

❀ اس سے پہلا عقیدہ تو یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر ان کا عقیدہ ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عالم الغیب ہیں تو کبھی آپس میں مشورہ نہ کرتیں کہ ایسا کہنا اور میں ایسے کہوں گی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلایا کہ تو نے راز نہیں رکھا آگے بتلا دیا ہے تو وہ یہ نہ پوچھتی کہ آپ کو کس نے بتلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے رب تعالیٰ نے بتلایا ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں غائب کا عقیدہ ہوتا تو یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اور حاضر و ناظر کی بھی نفی ہوگئی۔

❀ دوسرا عقیدہ یہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال وحرام کا اختیار نہیں تھا۔ بلکہ حلال کرنا اور حرام کرنا یہ رب تعالیٰ کا کام ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد صرف اپنی ذات کے لیے حرام کیا تھا نہ امت کے لیے اور نہ ہی اپنے خاندان کے لیے۔ اور رب تعالیٰ نے اس پر پوری سورت نازل فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ جس چیز کو میں نے آپ کے لیے حلال کیا ہے آپ اس کو کیوں حرام کرتے ہیں؟ فرمایا قسم توڑ دو اور شہد کا استعمال کرو۔

ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ اس میں لہسن اور پیاز تھا۔ آج بھی لوگ لہسن اور پیاز کو سلاد کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا۔ پوچھنے والوں نے پوچھا حضرت! یہ لہسن حرام ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس چیز کو رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس کو حرام نہیں کر سکتا مگر اِنِّیْٓ اُنَاجِیْ مَنْ لَّمْ تُنَاجُوْا میرے پاس فرشتے آتے ہیں میں ان کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں اور ان کو بدبو سے نفرت ہے اس لیے میں نہیں کھاتا۔ یہ حرام نہیں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ علی (رضی اللہ عنہ) ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ یہ مسلمان ہوگئی تھی اور ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئی تھی۔ باپ تو بدر میں قتل ہو گیا تھا یہ بعد کی بات ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی

رضی اللہ عنہ کو بلایا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تو جویریہ ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ خبر صحیح ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ خیال (ارادہ تو) ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں یہ نہیں کہتا کہ ابوجہل کی لڑکی تیرے لیے حلال نہیں ہے لَسْتُ اُحَرِّمُ حَلَالًا "جس چیز کو رب تعالیٰ نے حلال کیا ہے میں اس چیز کو حرام نہیں کرسکتا" لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی کی بیٹی اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کی بیٹی اکٹھے نہیں رہ سکتیں۔ کیوں کہ میری بیٹی کا مزاج علیحدہ ہے اور اُس خاندان کا مزاج الگ ہے۔ میری بیٹی اس کے ساتھ گزارا نہیں کرسکتی۔

مزاج کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ اگر میاں بیوی کا مزاج مل جائے تو وہ گھر جنت ہے۔ اور اگر مزاج نہ ملے تو دوزخ ہے۔ میاں بیوی کے لیے بھی اور بچوں کے لیے بھی۔ اسی لیے شریعت نے کفو کا مسئلہ رکھا ہے کہ رشتہ کرتے وقت خاندان اور برادری کا لحاظ رکھو۔ آج لوگ عموماً بعض اور چیزیں دیکھ کر رشتے کر لیتے ہیں۔ پھر بڑی بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں۔ لہٰذا اپنا مزاج، سسرال کا مزاج، لڑکی کا مزاج اور لڑکے کا مزاج دیکھ کے رشتہ کرنا چاہیے۔

تو فرمایا ابوجہل کی بیٹی تمھارے لیے حلال ہے میں حرام نہیں کرسکتا لیکن میری بیٹی کا اس کے ساتھ گزارا نہیں ہو سکے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! میری توبہ فاطمہ کی موجودگی میں مَیں کسی اور کے ساتھ کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ چنانچہ جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور کوئی نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی وفات پا گئیں۔ اس کے بعد پھر اور نکاح کیے ہیں۔

تو حلال حرام کرنا بھی رب تعالیٰ کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! لِمَ تُحَرِّمُ کیوں حرام قرار دیتے ہیں مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ جو چیز حلال کی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے۔ جو چیز شرعاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حلال تھی آپ نے اس کو کیوں حرام قرار دیا ہے تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی رضا۔ دیکھو! کتنے سخت الفاظ ہیں کہ بیویوں کی رضا کے لیے میری حلال چیز کو حرام کر دیا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تحقیق فرض کر دیا ہے اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ کھولنا تمھاری قسموں کو۔ (تمھاری قسموں کا) توڑنا رب تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔

مسئلہ :

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ میں فلاں چیز نہیں کھاؤں گا یا وہ میرے لیے حرام ہے۔ تو اس پر قسم کا کفارہ آئے گا۔ اگر کسی حلال چیز کو حرام کہہ دے تو اس کو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ کفارے کا ذکر ساتویں پارے میں موجود ہے۔ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یا کپڑے پہنانا ہے یا غلام آزاد کرنا ہے۔ جس آدمی میں ان چیزوں کی ہمت نہ ہو تو وہ تین روزے رکھ لے۔

تو فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا ہے تمھارے لیے تمھاری قسموں کا توڑنا وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ اور اللہ تعالیٰ تمھارا آقا ہے وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ اور وہی جاننے والا حکمت والا ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اور جس وقت چھپا کر کہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا اپنی ایک بیوی سے بات۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میں نے اپنی ذات کے لیے شہد حرام کر لیا ہے یہ بات تمھارے تک محدود رہے اور کسی کو نہ بتلانا

فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ پس جس وقت بتلا دی اس نے وہ بات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لیے شہد حرام کر لیا ہے وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا اس بات کو پیغمبر پر کہ آپ کی بیوی حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ خبر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتلا دی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ کے طور پر اس بات کا کچھ حصہ اپنی بیوی پر ظاہر کر دیا کہ تم نے شہد والا قصہ آگے چلا دیا ہے وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ اور اعراض کیا کچھ حصے سے، اس کو ظاہر نہ کیا۔ پوری بات نہ بتلائی کہ میں نے شہد حرام کیا تھا اور تجھے کہا تھا کہ آگے نہ بتلانا۔ وہ سارا قصہ آگے بیان نہ کیا۔ مثلاً: فرمایا کہ تم نے شہد والا قصہ آگے چلا دیا۔ سارا واقعہ اس لیے نہ دُہرایا کہ بی بی زیادہ شرمندہ نہ ہو۔

فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ پس جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی بیوی کو اس بات کی کہ تم نے بات آگے بتلا دی ہے قَالَتْ وہ کہنے لگی مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا کس نے خبر دی ہے آپ کو اس بات کی کہ میں نے آگے بتلا دی ہے قَالَ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ خبر دی مجھ کو جاننے والے خبردار نے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو فرماتے تجھے علم نہیں ہے کہ میں غیب دان ہوں کسی کو مجھے بتلانے کی کیا ضرورت ہے؟ مگر فرمایا مجھے علیم وخبیر نے خبر دی ہے۔

اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ اگر تم دونوں توبہ کرو اللہ تعالیٰ کی طرف عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حفصہ رضی اللہ عنہا فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا پس تحقیق تم دونوں کے دل توبہ کی طرف مائل ہیں۔ غلطی تو تم دونوں نے کی ہے لیکن وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ اور اگر تم چڑھائی کرو گی پیغمبر کے خلاف، ضد پر اَڑی رہو گی تو یاد رکھو فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ پس بے شک اللہ تعالیٰ وہ اس کا آقا ہے وَجِبْرِيْلُ اور جبریل علیہ السلام آپ کے ساتھ ہیں وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور نیک مومن سب آپ کے ساتھ ہیں وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ اور فرشتے اس کے بعد امدادی ہیں۔ اس لیے غلطی کا اقرار کرو اور توبہ کرو رب سے معافی مانگو عَسٰى رَبُّهٗٓ قریب ہے کہ اس کا رب تبارک وتعالیٰ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اگر بالفرض وہ تمھیں طلاق دے دے اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ تو وہ اللہ تعالیٰ تبدیل کر دے گا اس کے لیے اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ عورتیں تم سے بہتر۔ یہ نہ سمجھو کہ ہم ہی ہیں۔ ہو سکتا ہے رب تعالیٰ تم سے بہتر بیویاں دے دے۔

ان کی خوبیاں کیا ہوں گی؟ مُسْلِمٰتٍ فرماں بردار ہوں گی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی کرنے والیاں ہوں گی مُّؤْمِنٰتٍ ایمان لانے والیاں ہوں گی جن چیزوں پر ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے قٰنِتٰتٍ اطاعت کرنے والیاں ہوں گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی۔ عام بیویوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اپنے خاوند کی جائز کاموں میں اطاعت کرنے والی ہوں۔ تٰٓئِبٰتٍ توبہ کرنے والیاں ہوں گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے بَنِیْ اٰدَمَ كُلُّكُمْ خَطَّاءُوْنَ "تم سب اولادِ آدم خطا کار ہو وَ خَيْرُ الْخَطَّائِيْنَ التَّوَّابُوْنَ اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔"

عٰبِدٰتٍ عبادت کرنے والیاں ہوں گی سٰٓئِحٰتٍ ہجرت کرنے والیاں ہوں گی۔ سَاحَ يَسِيْحُ سياحة کا معنیٰ ہے سفر کرنا۔ بعض مفسرین نے سٰٓئِحٰتٍ کا معنیٰ کیا ہے روزے رکھنے والیاں ہوں گی۔ یعنی نفلی روزے کثرت سے رکھیں گی ثَيِّبٰتٍ بیاہی ہوئی ہوں گی۔ یعنی جن کی پہلے شادی ہو چکی ہوگی، بیوہ ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ جتنی عورتیں آئیں سب بیوہ تھیں۔ کسی کا

خاوند فوت ہو گیا تھا اور کوئی مطلقہ تھی۔ صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کنواری تھیں۔
حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے پہلے دو خاوند فوت ہو چکے تھے اور حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ اُنھوں نے طلاق دی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کیا۔ وَّاَبْکَارًا باکرہ کی جمع ہے۔ اور کنواریاں بھی دے سکتا ہے۔ لہٰذا تم اپنی غلطی پر اصرار نہ کرو رب تعالیٰ سے معافی مانگو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو قُوْٓا بچاؤ اَنْفُسَكُمْ اپنی جانوں کو وَاَهْلِيْكُمْ اور اپنے گھر والوں کو نَارًا دوزخ کی آگ سے وَّقُوْدُهَا جس کا ایندھن النَّاسُ انسان ہوں گے وَالْحِجَارَةُ اور پتھر ہوں گے عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ اس پر مقرر ہوں گے فرشتے غِلَاظٌ سخت دل والے شِدَادٌ سخت پکڑ والے لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ نہیں نافرمانی کریں گے اللہ تعالیٰ کی مَآ اَمَرَهُمْ جو ان کو حکم دے گا وَيَفْعَلُوْنَ اور کرتے ہیں مَا يُؤْمَرُوْنَ جو ان کو حکم دیا جاتا ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے وہ لوگو جو کافر ہو لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ مت عذر پیش کرو آج کے دن اِنَّمَا تُجْزَوْنَ بے شک تم کو بدلہ دیا جائے گا

مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس چیز کا جو تم کرتے تھے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ رجوع کرو تم اللہ تعالیٰ کی طرف تَوْبَةً نَّصُوْحًا رجوع کرنا اخلاص کے ساتھ عَسٰى رَبُّكُمْ قریب ہے کہ تمہارا رب اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ کہ مٹا دے تم سے سَيِّاٰتِكُمْ تمہاری برائیاں وَيُدْخِلَكُمْ اور داخل کرے گا تم کو جَنّٰتٍ ایسے باغوں میں تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اس کے ساتھ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى ان کا نور دوڑ رہا ہوگا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے آگے وَبِاَيْمَانِهِمْ اور ان کے دائیں طرف يَقُوْلُوْنَ وہ کہیں گے رَبَّنَاۤ اے ہمارے رب اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا مکمل کر دے ہمارے نور کو وَاغْفِرْ لَنَا اور ہمیں بخش دے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومنوں کو خطاب کیا ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تمہیں دو حکم ہیں قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ بچاؤ اپنی جانوں کو نَارًا آگے آرہا ہے، دوزخ کی آگ سے وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اور اپنے گھر والوں کو، اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ ایک حکم یہ کہ اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ نیک عمل کر کے اور برے عملوں سے بچ کر۔ یہ موٹی موٹی چیزیں ہیں دوزخ سے بچانے والی کہ ایمان کے ساتھ عمل بھی کرو کہ جو چیزیں دوزخ میں لے جانے کا سبب ہیں قولی ہوں یا فعلی ہوں ان

سے اپنے آپ کو بھی بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی بچاؤ۔ یہ دو فرض ہیں تمھارے۔ خود کو دوزخ سے بچانا اور جن جن پر تمھارا اثر ہے، بیوی ہے، اولاد ہے، چھوٹے بہن بھائی ہیں، تمھارے شاگرد اور ملازم ہیں، مرید ہیں، ان کو بھی دوزخ کی آگ سے بچانا۔ اگر تم نے اس میں کوئی کوتاہی کی کہ خود تو اچھے عمل کرتے رہے لیکن اہل وعیال کا فکر نہ کیا تو عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

مسئلہ :

مسئلہ سمجھ لیں۔ اگر مرنے والا گھر والوں پر مسئلہ واضح کر کے نہیں گیا کہ آواز کے ساتھ رونا گناہ ہے تو اس کے مرنے کے بعد جب گھر والے روئیں گے تو اس کو عذاب ہوگا۔ بخاری اور مسلم میں روایت ہے اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَاءِ اَھْلِهٖ عَلَیْهِ "بے شک میت کو عذاب دیا جاتا ہے گھر والوں کو اس پر رونے کی وجہ سے۔" یہ رو رہے ہیں اور اس کی پٹائی ہو رہی ہے۔ یہاں اشکال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النجم آیت نمبر ۳۸ میں ضابطہ بیان فرمایا ہے اَلَّا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی "کہ نہیں اُٹھائے گا کوئی بوجھ اُٹھانے والا دوسرے کا بوجھ۔" تو روتے تو گھر والے ہیں۔ بیوی روتی ہے، اولاد روتی ہے بہن بھائی روتے ہیں۔ اس کو کیوں سزا ہوتی ہے ان کی وجہ سے؟

فقہائے کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کو سزا اس لیے ہوتی ہے کہ اس نے گھر والوں کو مسئلہ نہیں بتلایا۔ گھر والوں کو سمجھانا اس کا فریضہ تھا کہ گھر والوں کو بتاتا کہ آواز کے ساتھ نہیں رونا۔ تو اس کو سزا اپنے فریضے میں کوتاہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ دیکھنا! کسی کے مرنے پر نہ رونا تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے آنسو جاری ہو گئے کوئی گناہ نہیں ہے۔ آواز سے رونا منع ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا وَ اَنْتَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ "حضرت! آپ بھی روتے ہیں؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رونے سے منع فرمایا ہے وَاَشَارَ اِلٰی لِسَانِہٖ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے زبان کے ساتھ رونے سے منع کیا ہے۔" آنکھوں میں آنسوؤں کا آجانا رب تعالیٰ کی رحمت ہے گناہ نہیں ہے، دل میں صدمہ ہو گناہ نہیں ہے، طبیعت پریشان ہو گناہ نہیں ہے۔

تو اگر مرنے والے نے زبان سے رونے سے منع نہیں کیا تو اس کو سزا ہوگی اپنی کوتاہی کی وجہ سے۔ اور جو مسئلہ واضح کر کے گیا ہے اس کو سزا نہیں ہوگی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو عورت آواز کے ساتھ روئی، نوحہ کیا، بین کیا اور بغیر توبہ کے مر گئی اس کو گندھک کا کرتہ پہنا کر دوزخ میں پھینکا جائے گا۔ گندھک کو آگ جلدی پکڑتی ہے۔ تو آواز کے ساتھ رونا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

تو فرمایا اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے اہل وعیال کو بھی دوزخ کی آگ سے بچاؤ وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ جس کا ایندھن انسان ہوں گے اور پتھر ہوں گے۔ وہاں انسان اور پتھر ایسے جلیں گے جیسے خشک لکڑیاں جلتی ہیں عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ غِلَاظ غِلِيْظٌ کی جمع ہے۔ غلیظ عربی میں سخت دل والے کو کہتے ہیں۔ اور شِدَاد شَدِيْدٌ کی جمع ہے۔ شدید اُسے کہتے ہیں جو پکڑ میں سخت ہو۔ تو معنیٰ ہوگا اس پر مقرر ہوں گے فرشتے سخت دل والے اور سخت پکڑ والے لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ وہ نافرمانی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی مَآ اَمَرَهُمْ ان چیزوں میں جن کا وہ ان کو حکم دیتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ان کو حکم دیتا ہے وہ پورا کرتے ہیں وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ اور کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے رب تعالیٰ کی طرف سے۔

پہلے مومنوں کا ذکر تھا اور اب کافروں کا ذکر ہے۔ فرمایا يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اے وہ لوگو جو کافر ہو لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ مت عذر پیش کرو آج کے دن۔ قیامت والے دن کافر عجیب عجیب عذر پیش کریں گے۔ کبھی کہیں گے رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا [الاحزاب:۶۷] "اے ہمارے رب بے شک ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بڑوں کی پس انھوں نے ہمیں گمراہ کیا سیدھے راستے سے۔ اے رب ہمارے اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ ان کو دگنا عذاب دے۔" ہمارا عذاب بھی ان کو دے۔ اور کبھی کہیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ "قسم ہے اللہ تعالیٰ کی اے رب ہمارے نہیں تھے ہم شرک کرنے والے۔" [الانعام:۲۳]

جو کچھ ہم کرتے رہے ہیں اس کو تو ہم شرک ہی نہیں سمجھتے تھے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے میں نے عقل دی تھی، سمجھ دی تھی، تمھاری طرف پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں مگر تم نے کسی چیز کی پروانہ کی اور خواہشات کے پیچھے دوڑتے رہے۔ تمھاری ان معذرتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ یہاں نہ توبہ ہے اور نہ ایمان ہے۔ ان تمام چیزوں کا تعلق دنیا کے ساتھ تھا۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ بے شک تم کو بدلہ دیا جائے گا اس چیز کا جو تم کرتے تھے دنیا میں۔ یہ دار الجزاء ہے۔ دنیا میں ہی توبہ کر سکتے تھے، ایمان لا سکتے تھے، نیکی کر سکتے تھے، غرغرے سے پہلے نزع کی حالت سے پہلے انسان سچے دل سے توبہ کرے تو قبول ہے اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ مثلاً: ابھی تم نے حدیث سنی کہ جو عورت آواز سے روئے گی اس کو گندھک کا کرتہ پہنا کر جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اور یہ عورت کی

تخصیص اس لیے ہے کہ ان میں صبر کا مادہ کم ہوتا ہے۔ حکم مرد کے لیے بھی یہی ہے۔ جو مرد آواز سے رویا اور توبہ نہ کی تو مرنے کے بعد گندھک کا کرتہ پہنا کر دوزخ کے حوالے کیا جائے گا۔ زندگی میں توبہ کرلیں تو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ حقوق اللہ میں سے جو بھی حق ضائع کیا ہے قاعدے کے مطابق توبہ کرے اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔ اگر کسی کی حق تلفی کی ہے تو توبہ سے معافی نہیں ہوگی جب تک صاحبِ حق کا حق ادا نہیں کرے گا۔

پھر مومنوں کو خطاب ہے۔ فرمایا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، توبہ کرو تَوْبَةً نَّصُوْحًا توبہ اخلاص کے ساتھ۔ خالص دل سے توبہ کرو اور خالص دل سے توبہ وہ ہوتی ہے کہ جس گناہ سے توبہ کی ہے پھر وہ گناہ نہ کرے۔ اگر پھر کرتا ہے تو پھر توبہ تو نہ ہوئی۔

ہماری توبہ اور تمیزہ بی بی کا وضو :

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کی مثنوی شریف اب تک پڑھی پڑھائی جاتی تھی۔ وہ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک بزرگ قحبہ خانہ کے پاس سے گزر رہے تھے۔ ایک عورت بڑی خوب صورت جس کا نام تمیزہ تھا وہاں بیٹھی تھی۔ ان کے دل میں خیال آیا کہ رب تعالیٰ نے اس کو عمدہ شکل دی ہے یہ دوزخ میں جائے اچھی بات نہیں ہے۔ اس کو سمجھانا چاہیے۔ تو انھوں نے تمیزہ بی بی کو نصیحت کی کہ دیکھو! رب تعالیٰ نے تجھے جسم دیا ہے اچھی صورت دی ہے، صحت دی ہے، رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو۔ اس بات کا اس کے دل پر اثر ہوا۔ اس نے توبہ کی۔ اس بزرگ نے اس کو وضو کا طریقہ بتلایا کہ اس طرح سے وضو کرو، پھر نماز پڑھو اور نماز کا طریقہ بھی بتلایا کہ اس طرح سے نماز پڑھو۔ ایک سال کے بعد اُدھر سے گزر ہوا تو خیال آیا کہ تمیزہ کا حال

پوچھوں کہ توبہ پر قائم ہے یا نہیں۔ اس سے پوچھا بی بی! تم نماز پڑھتی ہو؟ اس نے کہا کہ جس دن سے آپ نے شروع کرائی ہے اس دن سے لے کر آج تک میں نے نماز نہیں چھوڑی۔ فرمایا وضو بھی کرتی ہو؟ کہنے لگی وضو تو آپ نے کرا دیا تھا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ہماری توبہ بھی تمیزہ بی بی کا وضو ہے کہ ایک دفعہ کر لو پھر کچھ بھی ہو نہیں ٹوٹتا۔ اس کا وضو پیشاب پاخانے سے بھی نہ ٹوٹا۔ یہی حال ہے ہماری توبہ کا کہ ہم توبہ کر کے سارے گناہ کرتے رہتے ہیں اور ہماری توبہ نہیں ٹوٹتی۔

تو فرمایا توبہ کرو اخلاص کے ساتھ پھر وہ گناہ نہ ہو عَسٰی رَبُّکُمْ قریب ہے کہ تمھارا رب اَنْ یُّکَفِّرَ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ مٹا دے گا تمہاری خطائیں۔ توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمھارے وہ گناہ معاف کر دے گا جو توبہ سے معاف ہوتے ہیں۔ اور جو محض توبہ سے معاف نہیں ہوتے ان کی معافی نہیں ہے مگر ان کے ادا کرنے کے ساتھ۔ جیسے: نماز ہے، روزہ ہے، حقوق العباد ہیں۔ یہ قضا کرنے سے معاف ہوں گے وَیُدْخِلَکُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ اور داخل کرے گا تمھیں ایسے باغوں میں جاری ہوں گی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ ان کے نیچے نہریں۔ کوثر کی نہر، سلسبیل کی نہر، کافور کی اور زنجبیل کی، شہد اور دودھ کی نہر ہوگی، شرابِ طہور کی نہر ہوگی، خالص پانی کی نہر ہوگی۔ عجیب قسم کا نقشہ ہوگا۔ ان نعمتوں اور خوشیوں کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے اور نہ ہمارے تصور میں آسکتی ہیں۔

اسی طرح جہنم کا عذاب اور اس کی پریشانیاں بھی ہمارے تصور میں نہیں آسکتیں کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہوگی اور انسان اس میں زندہ رہیں گے۔ اس میں سانپ بھی ہوں گے، بچھو بھی ہوں گے خچر خچر کے برابر۔ تھوہر اور ضریع کے

درخت بھی ہوں گے۔ ظاہر بات ہے کہ عقل تو نہیں مانتی۔ اسی لیے سطحی قسم کے لوگ ان چیزوں کا انکار کرتے ہیں مانتے نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ پر ایمان پختہ ہو تو سب کچھ ماننا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے وہ قادر مطلق ہے۔ آخرت کو دنیا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ دنیا میں دودھ کی نہر چل رہی ہو کوئی نہیں مانتا لیکن وہاں ہمیشہ چلے گی اور دودھ دودھ ہی رہے گا۔ نہ دہی بنے گا اور نہ کھٹا ہوگا۔ ایک ایک جنتی کو ساٹھ ساٹھ میل کے رقبے میں کوٹھیاں ملیں گی۔ یہ باتیں ہم یہاں تو نہیں سمجھ سکتے مگر سب کچھ ہوگا۔

فرمایا یَوۡمَ لَا یُخۡزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ جس دن نہیں رسوا کرے گا اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ اور ان لوگوں کو بھی جو ایمان لائے اس کے ساتھ رسوا نہیں کرے گا۔ جو دوزخ میں ڈالا گیا رسوا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو بھی رسوا نہیں کریں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مومنین کو بھی رسوا نہیں کریں گے بلکہ نُوۡرُہُمۡ یَسۡعٰی بَیۡنَ اَیۡدِیۡہِمۡ ان کا نور دوڑ رہا ہوگا ان کے آگے۔ یہ جس وقت قبروں سے نکلیں گے تو نورِ ایمان، نورِ اسلام، نورِ توحید، نورِ سنت حسی طور پر آگے ہوگا۔ جیسے گاڑی کے آگے بتیاں ہوتی ہیں یا جیسے ہمارے سامنے یہ ٹیوبیں جل رہی ہیں وَ بِاَیۡمَانِہِمۡ اور ان کے دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا۔

منافقوں کے لیے نور نہیں ہوگا۔ مومن جب چلیں گے تو منافق اندھیرے میں ہوں گے مومنوں کو کہیں گے اُنۡظُرُوۡنَا نَقۡتَبِسۡ مِنۡ نُّوۡرِکُمۡ ۚ قِیۡلَ ارۡجِعُوۡا وَرَآءَکُمۡ فَالۡتَمِسُوۡا نُوۡرًا [الحدید: ۱۲] ”دیکھو ہماری طرف دھیان کرو تاکہ ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہاری روشنی سے، کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے پس تلاش کرو روشنی۔“ وہ بے وقوف سمجھیں گے کہ شاید یہیں میدانِ محشر میں چند قدم پیچھے سے نور ملتا ہے۔ مگر پیچھے سے

مراد تو یہ ہوگا کہ دنیا سے ملتا ہے اب یہاں نہیں ملے گا۔ منافق پیچھے مڑ کر دیکھیں گے تو درمیان میں دیوار حائل کردی جائے گی۔ منافق اندھیرے میں رہ جائیں گے۔

آگے نور اس لیے ہوگا کہ آدمی کو چلنے کے لیے آگے (سامنے) روشنی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور دائیں طرف اس لیے ہوگا کہ مومن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑایا جائے گا۔ فرشتے سامنے سے آکر بڑے ادب واحترام سے، پیار محبت سے سلام کریں گے اور دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیں گے۔ اور منافقوں، کافروں اور مشرکوں کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال پکڑائیں گے بڑے بُرے حال کے ساتھ۔ جیسے کوئی ناراضگی کی حالت میں کوئی شے کسی کو پکڑاتا ہے۔ اس وقت وہ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُوْتَ کِتٰبِیَهْ [الحاقہ: پارہ ۲۹] ”کاش کہ میرا اعمال نامہ مجھے نہ دیا جاتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ اور میں نہیں جانتا میرا حساب کیا ہے؟“ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ ”اور جس دن کاٹے گا ظالم اپنے ہاتھوں کو یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا [الفرقان: ۲۷] کہے گا کاش کہ میں نے پکڑ لیا ہوتا رسول کے ساتھ راستہ۔“ فلاں کے ساتھ دوستی نہ ہوتی اس نے میرا بیڑا غرق کردیا لیکن اس وقت اس واویلا کا فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائی ہیں اور واضح کردی ہیں تاکہ کل کو کوئی پچھتائے

تو فرمایا ایمان والوں کے سامنے اور دائیں طرف نور دوڑتا ہوگا یَقُوْلُوْنَ کہیں گے رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا اے ہمارے رب مکمل کردے ہمارے نور کو۔ جہاں تک ہم نے جانا ہے وہاں تک ہمارے نور کو مکمل کردے۔ کیوں کہ رب تعالیٰ کی عدالت وہاں سے کافی دور ہوگی۔ مشرق، مغرب، شمال، جنوب سے سب آئیں گے وَاغْفِرْ لَنَا

اور ہمیں بخش دے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِیْرٌ بے شک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔ اب وقت ہے ایمان کو قوی کرو، اعمالِ صالحہ اپناؤ، گناہوں سے بچو۔ کل معذرت قبول نہیں ہوگی۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ

الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

الْمَصِيْرُ ۝۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ

امْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ

مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۝۱۰ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ

فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ

مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۱ وَمَرْيَمَ

ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۝۱۲

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جَاهِدِ الْكُفَّارَ آپ جہاد

کریں کافروں کے ساتھ وَالْمُنٰفِقِيْنَ اور منافقوں کے ساتھ

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور ان پر سختی کریں وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان کا

دوزخ ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بہت برا ٹھکانا ہے ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِيْنَ اُن لوگوں کے لیے كَفَرُوا

جو کافر ہیں امْرَاَتَ نُوْحٍ نوح علیہ السلام کی بیوی کی وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ اور

لوط علیہ السلام کی بیوی کی كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ تھیں

دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں فَخَانَتٰهُمَا پس ان دونوں نے خیانت کی فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا پس نہ کام آئے وہ دونوں ان دونوں کے لیے مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی وَّقِيْلَ اور کہا گیا ادْخُلَا النَّارَ داخل ہو جاؤ تم دونوں آگ میں مَعَ الدّٰخِلِيْنَ داخل ہونے والوں کے ساتھ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کی اِذْ قَالَتْ جس وقت کہا اُس نے رَبِّ ابْنِ لِيْ اے میرے رب بنا میرے لیے عِنْدَكَ اپنے پاس بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ گھر جنت میں وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ اور نجات دے مجھے فرعون سے وَعَمَلِهٖ اور اس کی کارروائی سے وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے وَمَرْيَمَ اور مریم کی مثال بیان کی ابْنَتَ عِمْرٰنَ عمران کی بیٹی الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے حفاظت کی اپنی شرم گاہ کی فَنَفَخْنَا فِيْهِ پس پھونک ماری ہم نے اس کے بدن میں مِنْ رُّوْحِنَا اپنی طرف سے روح وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اور تھی اطاعت کرنے والیوں میں سے۔

منافقین کے ساتھ جہاد کا حکم :

عقائد ضروریہ میں سے کسی شے کا اگر کوئی انکار کرے تو وہ کافر ہے۔ اور جو زبان سے تو اقرار کرے اور دل سے تسلیم نہ کرے وہ منافق ہے۔ کچھ منافق ایسے تھے کہ نشانیوں سے، علامتوں سے، اور ان کی کارروائیوں سے ان کا نفاق واضح تھا۔ اور ایسے منافق بھی تھے جو منافقت میں بہت سخت تھے۔ ان کی منافقت کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۰۱ میں ہے لَا تَعۡلَمُهُمۡ ؕ نَحۡنُ نَعۡلَمُهُمۡ " آپ ان کو نہیں جانتے ہم ان کو جانتے ہیں۔" ان کا علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو نہیں تھا۔

اور جن کا نفاق نشانیوں، علامتوں اور کارروائیوں سے ظاہر تھا ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جہاد کرو اور یہ جہاد زبانی ہے، تلوار کے ساتھ نہیں ہے۔ تلوار کے ساتھ نہ ہونے کی وجہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! ہم کافروں کے ساتھ لڑنے کے لیے دور دراز کا سفر کرتے ہیں تو جن لوگوں کا منافق ہونا معلوم ہے ان کے ساتھ کیوں نہ لڑیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ تلوار کا جہاد نہیں ہے۔ کیوں اگر ہم نے ان کے ساتھ تلوار کا جہاد کیا تو اِنَّ النَّاسَ یَتَحَدَّثُوۡنَ اَنَّ مُحَمَّدًا ﷺ یَقۡتُلُ اَصۡحَابَهٗ "لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتا ہے۔"

یہ لوگ کلمہ بھی پڑھتے ہیں زبانی طور پر، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، بہ ظاہر روزے بھی رکھتے ہیں۔ دوسرے نیکی کے کاموں میں حصہ بھی لیتے ہیں۔ اگر ان کو قتل کیا گیا تو سطحی قسم کے لوگ کہیں گے کہ کلمہ پڑھنے والوں قتل کیا گیا ہے کیوں کہ دنیا میں سمجھ دار لوگ بہت کم ہوتے ہیں۔ اکثریت سطحی ذہن رکھنے والوں کی ہوتی ہے۔ تو کافروں کے ساتھ

جہاد تلوار کے ساتھ ہے اور منافقوں کے ساتھ زبان کے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ جہاد کریں کافروں کے ساتھ اور منافقوں کے ساتھ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ اور ان پر سختی کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعاً بہت نرم مزاج تھے۔ سورۂ آل عمران آیت نمبر ۱۵۹ میں ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ "پس اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے آپ ان کے لیے نرم ہیں۔ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ اور اگر آپ سخت مزاج اور تنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے منتشر ہو جاتے۔" تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج مبارک بہت نرم تھا جس سے منافق غلط فائدہ اُٹھاتے تھے۔ کہتے تھے کہ ہم غلطی کریں بھی تو کس نے پوچھنا ہے؟ یہ بڑے نرم مزاج ہیں نہیں پوچھتے۔

تو انتظامی اُمور میں نرمی سے بہت زیادہ بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر غلطی پر سختی نہ کی جائے تو دنیا کا نظام نہیں چلتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا کہ ان پر سختی کریں وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ اور بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہر مسلمان مرد و عورت کو بچائے اور محفوظ رکھے۔

محض نسبت کام نہیں آئے گی:

آگے اللہ تعالیٰ نے ایک بڑی اہم بات سمجھائی ہے کہ نیکوں کے ساتھ نسبت تب کام آئے گی کہ تم بھی نیک ہو۔ تمھارا ایمان اور عمل درست ہو۔ اگر تمھارا ایمان اور عمل درست نہیں ہے تو پھر نیکوں کے ساتھ نسبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ نیک لوگوں کے

ساتھ نسبت ہے اور اپنا ایمان اور عمل بھی صحیح ہے تو پھر سونے پر سہاگا ہے، نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہے۔ مثلاً: ایک آدمی سید ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہے، صحیح العقیدہ ہے، نماز روزے کا پابند ہے۔ تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد ہونے کا شرف اور نسبت نورٌ علیٰ نور ہے۔ لیکن اگر خدانخواستہ سید ہے اور عقیدہ خراب ہے، بے نماز ہے، روزہ نہیں رکھتا، بھنگ چرس پیتا ہے تو حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھ قسم کے آدمی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور میں بھی اُن پر لعنت بھیجتا ہوں۔ ان چھ میں سے ایک وہ ہے جو میری اولاد میں سے ہو کر دین کی پابندی نہیں کرتا۔ رب تعالیٰ کے ہاں بھی ملعون ہے اور میں بھی اس پر لعنت بھیجتا ہوں۔ کیوں کہ میری اولاد ہونے کا معنیٰ تو یہ تھا کہ یہ میرے دین کی حفاظت کرتا، میرے دین کا محافظ اور چوکیدار ہوتا اور یہ خود چور بن گیا ہے۔ تو چوکیدار ہی چوری کرنے لگ جائے تو اس کا جرم زیادہ شمار ہوتا ہے۔

تو نیکوں کے ساتھ نسبت کے ساتھ ساتھ خود بھی نیک ہے تو یہ نسبت نورٌ علیٰ نور ہے۔ اپنا ایمان عمل صحیح نہیں اور محض نیک لوگوں کے ساتھ پر گھمنڈ کرنا کہ میرا باپ بڑا نیک تھا، میرا دادا بڑا نیک تھا، ہم سید ہوتے ہیں۔ تو اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سنو! ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا بیان کی ہے اللہ تعالیٰ نے ایک مثال لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا اُن لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کفر کرتے ہوئے نیک لوگوں کے ساتھ تعلق جوڑتے ہیں۔ اس تعلق سے کچھ نہیں حاصل ہوگا۔ رب تعالیٰ نے مثال بیان کی ہے امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ نوح علیہ السلام کی بیوی کی جس کا نام واہلہ تھا لاہوری ہا کے ساتھ۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کی جس کا نام واعلہ تھا عین کے ساتھ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ یہ دونوں ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں

فَخَانَتٰهُمَا پس ان دونوں نے ان کے ساتھ مذہبی خیانت کی جسمانی نہیں فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا پس نہ کام آئے، نہ کفایت کی اللہ تعالیٰ کے دونوں پیغمبر اپنی بیویوں کے اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ بھی۔ دونوں پیغمبر اپنی بیویوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکے۔ کتنی بڑی نسبت تھی؟ پیغمبر کی بیوی ہونا کوئی چھوٹی نسبت تو نہیں ہے۔

تفسیروں میں حضرت نوح علیہ السلام کی دو بیویوں کا ذکر آتا ہے۔ ایک مومنہ تھی جس کے تین بیٹے تھے۔ سام، حام اور یافث۔ اس نیک بی بی کا اثر تھا کہ تینوں بیٹے مومن تھے۔ دوسری بیوی کافرہ تھی۔ اس کا ایک بیٹا تھا جس نام کنعان تھا۔ اس پر ماں کا اثر تھا وہ کافر تھا۔ اسی واسطے حدیث پاک میں آتا ہے کہ چار چیزوں کو سامنے رکھ کر عورت کے ساتھ نکاح کیا جاتا ہے۔ مال کی وجہ سے، حسب نسب کی وجہ سے، حسن کی وجہ سے اور دین کی وجہ سے۔ لیکن فرمایا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تم دین کو سامنے رکھو۔ قاعدہ کلیہ تو نہیں کہ ماحول بہت بگڑا ہوا ہے۔ لیکن جن گھروں میں دین دار نیک خواتین ہیں ان کی اولاد بہ نسبت دوسروں کے اچھی ہوتی ہے۔ اور جن گھروں میں عورتیں بے دین ہیں ان کی اولاد در اولاد خراب ہوتی ہے الا ماشاء اللہ۔ ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً: اب سردی کا موسم ہے مری کے علاقہ میں برف باری ہو رہی ہے اور سردی ہمیں یہاں لگ رہی ہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین فرماتے ہیں کہ اپنے ماحول کو صاف ستھرا رکھو غلط ماحول میں ایک لمحہ بھی نہ گزرے۔

تو فرمایا نوح علیہ السلام کی بیوی اور لوط علیہ السلام کی بیوی ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اپنے خاوندوں کے ساتھ مذہبی خیانت کی، پیغمبروں کا عقیدہ نہیں مانا، شرک پر رہیں۔ نوح علیہ السلام کی بیوی کے متعلق تفسیروں میں آتا ہے کہ جس وقت نوح

علیہ السلام تبلیغ کرتے ان کی بیوی پہنچ جاتی اور کہتی میرا خاوند مجنون ہے اس کے قابو میں نہ آنا۔ جب گھر والے اس طرح کی حرکتیں کریں گے تو دوسرے کیا اثر لیں گے۔ عوام تو سطحی ہوتے ہیں معاملہ فہم لوگ تو ہمیشہ کم رہے ہیں۔ تو جب گھر کا فرد کہے گا کہ یہ پاگل ہے تو دوسرے تو اور زیادہ کھل کر کہیں گے مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ [القمر:۹] "یہ دیوانہ ہے اس کو جھڑک دیا گیا ہے۔" حضرت نوح علیہ السلام جب کسی مجلس میں جاتے تو بے باک قسم کے لوگ دھکے دے کر باہر نکال دیتے کہ پاگل آ گیا ہے۔ پاگل پاگل کہہ کر نکال دیتے تھے۔ اور یہی حالت لوط علیہ السلام کی بیوی کی تھی کہ اپنی برادری کا ساتھ دیا خاوند اور بیٹیوں کا ساتھ نہیں دیا۔

تو اتنی بڑی نسبت بھی کام نہ آئی۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت آئی تو پیغمبر اپنی بیویوں کو نہ بچا سکے وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ اور رب تعالیٰ کی طرف سے کہا گیا تم دونوں داخل ہو جاؤ دوزخ میں مَعَ الدّٰخِلِيْنَ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ جس طرح دوسرے لوگ داخل ہو رہے ہیں تم بھی ان کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔ معلوم ہوا کہ محض نسبت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

آگے دوسری مثال بیان فرمائی کہ تم اچھے ہو تو کامیاب ہو اگرچہ نسبت بُرے کے ساتھ ہو۔ فرمایا وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا اور بیان کی اللہ تعالیٰ نے مثال لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ فرعون کی بیوی کی کہ دیکھو نسبت کتنے بُرے آدمی کے ساتھ تھی کہ وہ خدائی کا دعوے دار تھا۔ اپنے آپ کو رب الاعلیٰ کہتا تھا۔ بلکہ اس کی سرکشی یہاں تک پہنچی ہوئی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے لوگوں کو کہا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ [القصص:۳۸] "میں نہیں جانتا تمھارے لیے کوئی الٰہ اپنے

سوا۔ "میرے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ مگر اس کی بیوی آسیہ بنت مزاحم رحمۃ اللہ علیہا بڑی نیک خاتون تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب پانی کے تالاب سے نکال کر لایا گیا تو فرعون اور اس کے ساتھیوں نے کہا اس کو قتل کرو۔ لیکن فرعون کی بیوی نے کہا لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا [القصص:۹] "اس کو قتل نہ کرو ہو سکتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ دے یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔" اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ "اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔" بی بی کی نیت صاف تھی رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے ایمان کی دولت سے مالا مال فرما دیا۔ کسی سے ایمان حاصل ہو جائے، اصلاح ہو جائے تو بڑی دولت ہے۔ لیکن لوگ تو آج مال کو دولت سمجھتے ہیں۔ آج ہمیں کوئی مال دے دے تو بڑے خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر کوئی حق کی بات بتا دے تو اس کی اتنی قدر نہیں ہوتی جتنی مال دینے والے کی ہوتی ہے۔

تو اگر آدمی خود صحیح ہے، مومن ہے اور عمل صالح ہیں اور نسبت برے آدمی کی طرف ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً: باپ کافر ہے، دادا کافر ہے، مشرک ہے اور یہ خود مومن ہے، نیک ہے تو اُن کی برائی کا وبال اس پر نہیں پڑے گا۔ دیکھو! فرعون کی بیوی کی نسبت کتنے برے آدمی کے ساتھ ہے اور وہ خود مومنہ تھی۔ تو اس کا اس پر کچھ اثر نہیں پڑا اور نہ اس کا کچھ بگڑا ہے۔ دیکھو! ابو جہل کا بیٹا عکرمہ رضی اللہ عنہ تھا اور باپ ابو جہل اس اُمت کا فرعون تھا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا باپ عاص بن وائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صف اوّل کے دشمنوں میں سے تھا مگر بیٹا عمرو صحابی اور فاتح مصر ہے۔

فرمایا اِذْ قَالَتْ جس وقت کہا آسیہ بنت مزاحم علیہا نے جو فرعون کی بیوی تھی رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ اے میرے رب بنا میرے لیے اپنے پاس گھر

جنت میں وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ اور نجات دے مجھ کو فرعون سے اور اس کی کارروائی سے وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ اور نجات دے مجھے ظالم قوم سے۔ جس وقت اس بی بی کا ایمان ظاہر ہو گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکی ہے تو فرعون نے سختی شروع کر دی کہ میں تو اسلام کو مٹانے کے لیے لٹھ لے کر موسیٰ (علیہ السلام) کے پیچھے پڑا ہوا ہوں اور تم میرے گھر میں اس کا کلمہ پڑھتی ہو۔ حضرت آسیہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا جو تمھاری مرضی ہے کرو، میں کلمہ چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ فرعون بڑا سخت گیر تھا۔ "ذوالاتاد" اس کا لقب تھا، میخوں والا۔ جب کسی کے ساتھ بگڑتا تھا تو اس کے بدن میں میخیں ٹھونک کر سزا دیتا تھا۔ کہنے لگا کہ میں تیرے بدن میں میخیں ٹھونک کر سزا دوں گا۔ حضرت آسیہ رحمہا اللہ تعالیٰ نے کہا جو تیرے جی میں آئے کر لے میں کلمہ نہیں چھوڑوں گی۔

چنانچہ ظالم نے اسی طرح کیا کہ اس کو زمین پر لٹا کر ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھکوا کر اس کی چھاتی پر بھاری بھرکم پتھر رکھوا دیا اور ایک ملازم کو کہا کہ تو اس پتھر پر چڑھ کر کھڑا ہو جا۔ ظلم کی بھی انتہا ہے۔ ساری عمر بی بی نے اس کی خدمت کی۔ جو گھر کی خدمت ہوتی ہے اس میں کوئی کمی نہیں آنے دی۔ لیکن اس ظالم نے کلمہ چھڑوانے کے لیے سارے حربے استعمال کیے۔ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار بندی (خاتون) نے شہادت قبول کر لی مگر ایمان نہیں چھوڑا، کفر اختیار نہیں کیا۔ تو آدمی اگر خود صحیح ہو تو بُرے کے ساتھ نسبت تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ جس طرح آسیہ کا نسبت نے کچھ نہیں بگاڑا۔

تیسری مثال دی کہ تم خود مومن ہو، نیک ہو اور تمھاری نسبت نہ نیک کے ساتھ ہے اور نہ بد کے ساتھ ہے تو تم کامیاب ہو جیسے: مریم علیہا السلام۔ فرمایا وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ

اور مریم کی مثال جو بیٹی ہے عمران کی الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا جس نے محفوظ رکھا اپنی شرم گاہ کو فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا پس ہم نے پھونکی اس کے بدن میں اپنی طرف سے روح۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں پھونک ماری تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وجود ان کے پیٹ میں شروع ہوگیا۔ ویسے تو نسل کا سلسلہ میاں بیوی کے ملاپ سے چلتا ہے لیکن یہاں یہ بات نہیں تھی۔ بس جبرئیل علیہ السلام کی پھونک ہی سے ان کے پیٹ میں عیسیٰ علیہ السلام کا وجود (بننا) شروع ہوگیا۔

فرمایا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا اور اس نے تصدیق کی اپنے رب کے کلمات کی۔ رب تعالیٰ کے احکام اور فیصلوں کو سچا مانا وَكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی۔ اور کیا پوچھتے ہو؟ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ اور تھی وہ اطاعت کرنے والیوں میں سے۔ جو رب تعالیٰ کے اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں ان میں سے تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سُورَۃ المُلک

(مکمل)

آیاتها ۳۰ ﴿۶۷ سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ ۷۷﴾ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴿۵﴾ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۶﴾ اِذَاۤ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۙ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَاۤ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ﴿۸﴾ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۖۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ﴿۹﴾

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بابرکت ہے وہ ذات بِیَدِهِ الْمُلْكُ جس کے ہاتھ میں ہے ملک وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور وہ ذات ہر چیز پر قادر ہے

الَّذِیْ وہ ذات خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ جس نے پیدا کیا موت کو اور
زندگی کو لِیَبْلُوَکُمْ تا کہ وہ تمھارا امتحان لے اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم
میں سے کون اچھا ہے ازروئے عمل کے وَھُوَ الْعَزِیْزُ اور وہ غالب ہے
الْغَفُوْرُ بخشنے والا ہے الَّذِیْ وہ ذات ہے خَلَقَ جس نے پیدا
کیے سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان طِبَاقًا تہ بہ تہ مَاتَرٰی
آپ نہیں دیکھیں گے فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے پیدا کرنے میں
مِنْ تَفٰوُتٍ کوئی فرق فَارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ ھَلْ تَرٰی مِنْ
فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہے کوئی سوراخ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ
کَرَّتَیْنِ بار بار یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ لوٹے گی تیری طرف نگاہ
خَاسِئًا ذلیل ہوکر وَّھُوَ حَسِیْرٌ اور وہ تھکی ہوئی ہوگی وَلَقَدْ زَیَّنَّا
السَّمَآءَ الدُّنْیَا اور البتہ تحقیق ہم نے مزین کیا آسمانِ دنیا کو بِمَصَابِیْحَ
ستاروں کے ساتھ وَجَعَلْنٰھَا اور ہم نے بنایا ان ستاروں کو رُجُوْمًا
مارنے کا ذریعہ لِّلشَّیٰطِیْنِ شیطانوں کو وَاَعْتَدْنَا لَھُمْ اور ہم نے
تیار کیا ہے ان کے لیے عَذَابَ السَّعِیْرِ شعلہ مارنے والا عذاب
وَلِلَّذِیْنَ اور ان لوگوں کے لیے کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ جو منکر ہیں اپنے رب
کے عَذَابُ جَھَنَّمَ جہنم کا عذاب ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور برا ٹھکانا
ہے اِذَآ اُلْقُوْا فِیْھَا جس وقت ڈالے جائیں گے دوزخ میں سَمِعُوْا لَھَا

سنیں گے اس کے لیے شَہِیْقًا گدھے کی آواز وَّهِیَ تَفُوْرُ اور وہ جوش مار رہی ہوگی تَكَادُ قریب ہے تَمَیَّزُ پھٹ جائے مِنَ الْغَیْظِ غصے کی وجہ سے كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا جب کبھی ڈالی جائے گی اس میں فَوْجٌ فوج سَاَلَهُمْ سوال کریں گے ان سے خَزَنَتُهَآ جہنم کے داروغے اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ کیا نہیں آیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا قَالُوْا وہ کہیں گے بَلٰى کیوں نہیں قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ تحقیق آیا ہمارے پاس ڈرانے والا فَكَذَّبْنَا پس ہم نے جھٹلا دیا وَقُلْنَا اور ہم نے کہا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اِنْ اَنْتُمْ نہیں ہو تم اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ مگر بڑی گمراہی میں۔

نام و کوائف :

اس سورۃ کا نام سورۃ الملک ہے۔ ملک کا لفظ پہلی آیت کریمہ میں موجود ہے۔ اس سے پہلے چھہتر (۷۶) سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ نزول کے اعتبار سے اس کا ستتر واں (۷۷) نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور تیس آیتیں ہیں۔

سورۃ الملک کی فضیلت :

قرآن کریم سارے کا سارا ہی برکت والا، شان والا اور فضیلت والا ہے۔ لیکن بعض سورتوں کو بعض سورتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ جیسے تمام پیغمبر برحق اور فضیلت والے ہیں۔ اس کے باوجود بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [پارہ:۳]

"یہ سب رسول ہیں فضیلت دی ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر۔"

اور سورۂ بنی اسرائیل آیت نمبر ۵۵ میں ہے وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا "اور البتہ تحقیق ہم نے فضیلت دی بعض نبیوں کو بعض پر اور دی ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔" اسی طرح قرآن پاک سارا فضیلت والا ہے لیکن بعض سورتوں کو بعض پر فضیلت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت والے دن یہ سورت تمام سورتوں سے زیادہ سفارش کرے گی۔ یہ روایت نسائی شریف اور دیگر حدیث کی کتابوں میں ہے۔ اگر کسی گناہ گار کو دوزخ میں ڈالنے کا فیصلہ کریں گے (جو یہ سورۃ پڑھتا ہوگا) تو یہ سورۃ کہے گی اے پروردگار! میں تیرے کلام کا حصہ ہوں اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کی سفارش قبول کرے گا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر میں مجرم کو فرشتے سزا دینے کے لیے جب پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو یہ سورت پاؤں کی طرف جا کر کھڑی ہو جاتی ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو میری تلاوت کرتا تھا۔ تو اس شخص کو عذاب سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ تو یہ سورۃ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے عذابِ قبر سے نجات دلانے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے تَبٰرَكَ الَّذِيْ بابرکت ہے وہ ذات بِيَدِهِ الْمُلْكُ جس کے ہاتھ میں ہے ملک۔ ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہی مراد ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اس مقام پر مفرد کا لفظ آیا ہے اور سورۃ مائدہ آیت نمبر ۶۴ میں تثنیہ کا لفظ آیا ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ "بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔" ابلیس لعین نے جب آدم کو سجدہ نہ کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا سجدہ کرنے

سے لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ [ص:۷۵] "جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔" اور سورۂ یٰسین آیت نمبر ۷۱ میں ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ "کیا نہیں دیکھا ان لوگوں نے بے شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کے لیے جو ہمارے ہاتھوں نے بنایا ہے۔" یہاں جمع کا لفظ آیا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں جو اس کی شان کے لائق ہیں۔ ہم کسی شے کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے کہ ایسے ہیں یا ایسے ہیں۔ مثلاً: ہمارے ہاتھ میں ہتھیلی ہے، انگلیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ساری چیزوں سے پاک ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ [شوریٰ:۱۱] "اس کے مثل کوئی شے نہیں ہے۔"

بعض حضرات اس سے قبضہ مراد لیتے ہیں اور بِيَدِهِ الْمُلْكُ کا ترجمہ کرتے ہیں اس کے قبضے میں ہے ملک، اس کے اختیار میں ہے ملک۔ اللہ تعالیٰ ہی مالک ہے، خالق ہے، وہی متصرف ہے، کسی دوسرے کو کارخانۂ خداوندی میں ایک رتی کا بھی اختیار نہیں ہے وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ الَّذِيْ وہ ذات ہے خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ جس نے پیدا کیا موت کو اور زندگی کو۔ کیوں؟ لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ وہ تمھارا امتحان لے اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تم میں سے کون اچھا عمل کرنے والا ہے۔ زندگی دے کر موت سر پر کھڑی کر دی کہ زندگی کے اعمال کا حساب دینا ہے موت کو یاد رکھو اور اچھے اعمال کرو برے اعمال سے بچو۔ دیکھو! روزمرہ کا معمول ہے کوئی پیدا ہوتا ہے کوئی مرتا ہے۔ کتنی کثرت کے ساتھ موتیں ہو رہی ہیں۔ دیکھ سن کر بھی ہمارے دل نرم نہیں ہوتے۔ اگر موت نہ ہوتی تو پھر توبہ توبہ انسان انسان نہ ہوتے نہ جانیں کیا بلائیں ہوتیں۔

ایک وہ زمانہ تھا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ جو تبع تابعین میں سے ہیں۔فرماتے ہیں کہ ہمارے محلے میں اگر کوئی فوت ہو جاتا تو ایک ایک ہفتہ ہمارے حلق سے روٹی پانی نیچے نہیں اُترتا تھا کہ رب جانے اس کے ساتھ قبر میں کیا ہوا ہے؟ اور آج حالت یہ ہے کہ باپ مرجائے ماں مرجائے آخرت کا احساس ہی نہیں ہے۔دفنا کر آ کے گپیں ماریں گے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ دلوں میں کتنا فرق آ گیا ہے۔جیسے جیسے قیامت قریب آئے گی دل سخت ہوتے جائیں گے۔دلوں میں بغض، کینہ، عداوت، بھر جائے گی۔باوجود اس کے کہ ہر آدمی جانتا ہے موت سر پر کھڑی ہے اور پکار رہی ہے۔ ؎

غنیمت جان لو اس مل بیٹھنے کو
جدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

پھر بھی کوئی پروا نہیں کرتا۔نیکی کرنے والے اور برائی سے بچنے والے کتنے ہیں۔اگر گناہ کرو گے تو وَهُوَ الْعَزِيزُ اور وہ غالب ہے۔اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا الْغَفُورُ بخشنے والا ہے۔اگر قاعدے کے مطابق اپنے گناہوں کی معافی مانگو تو بخش دے گا۔ قاعدے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حقوق اللہ جن کی قضا ہے ان کی قضا لوٹائے اور حقوق العباد ادا کرے۔اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ستایا ہے تو معافی مانگے اللہ تعالیٰ غفورٌ رّحیم ہے معاف کر دے گا۔

فرمایا الَّذِیْ وہ ذات ہے خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا جس نے پیدا کیے سات آسمان تہہ بہ تہہ۔آسمانِ دنیا ہے اس کے اُوپر دوسرا، پھر تیسرا، پھر چوتھا، پھر پانچواں، پھر چھٹا، پھر ساتواں۔جتنا فاصلہ زمین سے لے کر آسمانِ دنیا تک ہے اتنا ہی فاصلہ پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک ہے۔ہر آسمان کے درمیان اتنا ہی فاصلہ

ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آدمی پانچ سو سال تک چلتا رہے تو جتنا سفر طے کرے گا زمین سے آسمان تک اتنی ہی مسافت ہے۔ لیکن فرشتے ایک لمحے میں آ جا سکتے ہیں۔

حرم کا رقبہ جو کسی طرف سے تین میل ہے۔ تنعیم حرم سے باہر ہے جس کو مسجد عائشہ کہتے ہیں۔ یہ کعبۃ اللہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر ہے۔ عرفات حرم سے باہر ہے۔ یہ دس میل کا فاصلہ بنتا ہے۔ جعرانہ حرم سے باہر ہے۔ ادھر سے حرم تقریباً اٹھارہ انیس میل بنتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حرم کے علاقے سے نہ تو کوئی خار دار درخت کاٹا جائے اور نہ شکار سے تعرض کیا جائے اور نہ یہاں کا لقطہ اُٹھایا جائے۔ ہاں وہ اُٹھا سکتا ہے جو اس کا اعلان کرے۔ اور نہ اس زمین کی گھاس کاٹی جائے گی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ مگر اِذخر (یہ ایک قسم کی گھاس ہے) وہ تو ایسی چیز ہے جو لوہاروں اور بھٹیاروں کے کام آتی ہے۔ (لوہا سونا گلانے کے لیے) اور گھروں کی چھتیں بنانے میں بھی اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِلَّا الْإِذْخَرُ "ہاں اِذخر کاٹی جا سکتی ہے۔"

استدلال باطل :

بعض حضرات نے اس روایت سے یہ استدلال کیا ہے کہ پیغمبر اپنی طرف سے بھی جو چاہے کہہ سکتا ہے۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت فرمایا إِلَّا الْإِذْخَرَ۔ اس کے جواب میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ جو وکیلِ احناف ہیں اپنی کتاب "مشکل الاثار" میں فرماتے ہیں کہ إلا الإذخر کا جو استثناء ہے وہ بذریعہ وحی ہوا ہے جبریل علیہ السلام نے آ کر بتلایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اتنی جلدی وحی کیسے آ گئی کہ اِدھر سوال ہوا اور جواب کے لیے وحی آ گئی۔ فرماتے ہیں کہ وَلَا يُنْكِرُهٗ إِلَّا مُلْحِدٌ أَوْ زِنْدِيْقٌ "اور اس کا

نہیں انکار کرے گا مگر ملحد اور زندیق۔" ملحد اور زندیق ہی کہے گا کہ اتنی جلدی وحی نہیں آ سکتی۔ وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

دیکھو! لیلۃ القدر کے بارے میں آتا ہے کہ اس رات کو جبریل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں اور دوسرے فرشتے بھی۔ اور جہاں جہاں کوئی عبادت کر رہا ہوتا ہے اس کو وہ سلام کرتے ہیں اور دعائیں کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ ایک منٹ گکھڑ اور دوسرے منٹ میں گوجرانوالا، تیسرے میں لاہور اور چوتھے میں ملتان۔ یہ سفر ان کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ فرشتوں کے لیے دیواریں ایسے ہی ہیں جیسے پرندوں کے لیے ہوا۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ کی ذات وہ ہے جس نے پیدا کیے سات آسمان تہہ بہ تہہ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ آپ نہیں دیکھیں گے رحمان کے پیدا کرنے میں کوئی فرق۔ دیکھو! مسجد کی چھوٹی سی چھت ہے اور مستریوں نے پوری محنت اور کوشش کے ساتھ بنائی ہے۔ اس کو ہموار کیا ہے۔ مگر پھر بھی اس میں اونچ نیچ کا فرق ہے۔ لیکن آسمان کتنا بڑا ہے مشرق سے لے کر مغرب تک، لیکن اس میں کہیں آپ رتی برابر بھی فرق نہیں دکھا سکتے۔ رائی کے دانے کے برابر بھی آپ کو فرق نظر نہیں آئے گا۔

فَارْجِعِ الْبَصَرَ پھر لوٹا نگاہ اے دیکھنے والے آسمان کی طرف هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ کیا دیکھتا ہے کوئی سوراخ، دراڑ۔ قاعدے کے مطابق دروازے تو موجود ہیں باقی کوئی سوراخ، دراڑ تمھیں نظر نہیں آئے گی ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ پھر اُٹھا نگاہ بار بار يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا لوٹے گی آپ کی طرف نگاہ ذلیل ہو کر وَّهُوَ حَسِيْرٌ اور وہ تھکی ہوئی ہوگی۔ سارا دن دیکھتے رہو آسمان میں تمھیں رتی برابر تفاوت اور فرق نظر نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو سمجھنے کے لیے ایک آسمان ہی کافی ہے کہ اتنا بڑا

آسمان اور نیچے کوئی ستون اور دیوار نہیں ہے۔ یہ چھوٹی سی عمارت کی چھت ہے نیچے ستون اور دیواریں ہیں ان کو نکال دو تو چھت گر جائے گی۔ لیکن آسمان رب تعالیٰ کے حکم اور قدرت سے کھڑا ہے۔ پھر ایک نہیں سات آسمان ہیں۔

ستاروں کی اقسام :

فرمایا وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا اور البتہ تحقیق ہم نے مزین کیا آسمانِ دنیا کو بِمَصَابِيْحَ [illegible]وں کے ساتھ۔ مَصَابِيْح مِصْبَاحٌ کی جمع ہے اور مصباح کا معنیٰ ہے چراغ، مراد ستارے ہیں کہ یہ اس کے چراغ ہیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ ستارے آسمان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں یا نیچے لٹکے ہوئے ہیں جیسے یہ ہمارے پنکھے لٹکے ہوئے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں قول نقل کیے ہیں کہ علمائے کرام کی ایک جماعت کہتی ہے کہ یہ ستارے آسمان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اور دوسری جماعت کہتی ہے کہ لٹکے ہوئے ہیں۔ پھر یہ ستارے دو قسم کے ہیں، سیارات، ثوابت۔

ثوابت وہ ہیں جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں حرکت نہیں کرتے۔ اور سیارات وہ ہیں جو چلتے ہیں۔ کوئی مشرق کی طرف اور کوئی مغرب کی طرف چل رہا ہوتا ہے کوئی شمال کی طرف اور کوئی جنوب کی طرف۔ بعض ستارے زمین سے کئی گنا بڑے ہیں اور باوجود تیز حرکت کے آج تک کسی نے نہیں سنا کہ ستارہ ستارے کے ساتھ ٹکرا گیا ہے۔ آج سے چند سال پہلے کی بات ہے کہ سائنس دانوں نے کہا کہ ایک ستارے کا کچھ حصہ نیچے کو آرہا ہے۔ تو دنیا بے چاری پریشان ہوگئی اور لوگوں کی نیندیں حرام ہوگئیں کہ نیچے گرا تو ہم مر جائیں گے۔ صرف ایک ستارے کے کچھ حصے کی بات ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ کہیں اور چلا گیا اِدھر نہیں آیا۔ اگر اِدھر آتا تو کوئی نہ کوئی ملک تباہ ہو جاتا۔

تو فرمایا ہم نے مزین کیا آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ وَجَعَلْنٰهَا رُجُومًا لِّلشَّيٰطِيْنِ اور ہم نے بنایا ان ستاروں کو مارنے کا ذریعہ شیطانوں کو۔ یہ شیطان اُوپر جا کر فرشتوں کی باتیں سننے کی کوشش کرتے ہیں۔تو ستارے سے ایک شعلہ نکل کر ان پر جا پڑتا ہے ستارہ خود نہیں گرتا۔اس طرح سمجھو کہ جیسے چراغ جل رہا ہو تو آدمی اس سے تھوڑی سی آگ لے لے تو ستاروں سے چنگاری نکلتی ہے اور شیطانوں پر جا پڑتی ہے۔اس سے کوئی مرجاتا ہے، کوئی جھلس جاتا ہے، کوئی زخمی ہوجاتا ہے۔

تو فرمایا ہم نے بنایا ستاروں کو مارنے کا ذریعہ شیطانوں کو وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ اور تیار کیا ہم نے ان شیطانوں کے لیے شعلہ مارنے والا عذاب۔ بعض ملحد یہ کہتے ہیں کہ جنات آگ سے پیدا ہوئے ہیں۔سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۷ میں ہے وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ "اور جنوں کو ہم نے پیدا کیا اس سے پہلے آگ کی لو سے۔" تو دوزخ کی آگ میں ان کو کیا سزا ہوگی؟

تو جواب یہ ہے کہ جس آگ سے ان کو سزا ہونی ہے وہ اس آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔اور خود آگ میں اتنا تفاوت ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار! اس طبقے کی حرارت نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس کو اجازت دی کہ تو ایک سانس لے لے۔فرمایا یہ جو سخت گرمی ہے یہ جہنم کا سانس ہے۔اسی طرح زمہریر جہنم کا ٹھنڈا طبقہ ہے۔اس نے دوسرے ٹھنڈے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار! اس کی ٹھنڈک نے مجھے پریشان کردیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اجازت دی کہ تو ایک سانس لے لے۔یہ جو سخت سردی ہوتی ہے یہ جہنم کے اس طبقے کا سانس ہے۔لہٰذا شیطانوں کو بھی عذاب ہوگا چاہے آگ کا

ہو یا برف کا۔ تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے جو سمجھ نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مرد عورت کو محفوظ فرمائے اور بچائے۔

انجامِ منکرین :

فرمایا وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اور ان لوگوں کے لیے جو منکر ہیں اپنے رب کے یعنی اپنے رب کے احکام کے منکر ہیں۔ رب تعالیٰ کی ذات کے تو وہ لوگ قائل تھے۔ رب تعالیٰ کے احکام کا انکار رب تعالیٰ کا انکار ہے۔ ان لوگوں کے لیے عَذَابُ جَهَنَّمَ دوزخ کا عذاب ہے وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ اور بُرا ٹھکانا ہے، اللہ تعالیٰ بچائے۔

اِذَاۤ اُلْقُوْا فِيْهَا جس وقت ڈالے جائیں گے دوزخ میں سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا سنیں گے اس کے لیے گدھے کی آواز۔ شهيق گدھے کی اس آواز کو کہتے ہیں جو بعد میں مدھم سی ہوتی ہے۔ دوزخ جوش مار رہی ہوگی۔ اور زفیر گدھے کی ابتدائی آواز کو کہتے ہیں جو وہ زور سے نکالتا ہے۔ جیسا کہ سورۂ ہود آیت نمبر ۱۰۷ میں ہے بد بخت لوگ دوزخ میں ہوں گے لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ان کے لیے دوزخ میں گدھے کی آوازیں ہوں گی۔ گدھوں کی آواز کے ساتھ تشبیہ کیوں دی ہے؟ اس لیے دی ہے کہ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [لقمان:١٩] "سب سے بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔" وَّهِيَ تَفُوْرُ اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ تیز آگ ہو تو جھوں جھوں کی آواز آتی ہے۔ تو جہنم جوش مار رہی ہوگی تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ قریب ہے کہ پھٹ جائے غصے کی وجہ سے۔ اتنی تپش اور حرارت ہوگی کہ اس کی وجہ سے پھٹ جائے۔

بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جہنم کو کافروں پر اتنا غصہ ہوگا کہ اس غصے کی وجہ سے قریب ہے کہ پھٹ جائے كُلَّمَاۤ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب کبھی اس میں ڈالی

جائے گی اس میں فوج، گروہ کافروں کا، مشرکوں کا سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ خَزَنَةٌ جمع ہے خَازِنٌ کی۔ خازن پہرے دار اور چوکیدار کو کہتے ہیں۔ معنیٰ ہوگا سوال کریں گے ان سے جہنم کے داروغے۔ وہاں جو پہرے دار فرشتے ہوں گے وہ پوچھیں گے اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ کیا نہیں آیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا جہنم کے عذاب سے۔ آج لشکروں کے لشکر آرہے ہو تمھیں سمجھانے والا کوئی نہیں آیا تھا جس نے تمھیں ڈرایا ہو کہ جس کفر و شرک کے راستے پر تم چل رہے ہو اس کا انجام دوزخ ہے۔

قَالُوْا بَلٰى وہ کہیں گے کیوں نہیں آیا قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ تحقیق آیا ہمارے پاس ڈرانے والا۔ پھر کیا ہوا؟ ہماری بدبختی فَكَذَّبْنَا پس ہم نے جھٹلا دیا وَقُلْنَا اور ہم نے کہا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز تمھارے اُوپر۔ نہ وحی، نہ کتاب، یہ سب تم اپنی طرف سے بنا کر لاتے ہو۔ اور ہم نے کہا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ نہیں ہو تم مگر بڑی گمراہی میں۔ تم لوگوں کو پھنساتے ہو اور اپنے ساتھ ملاتے ہو۔ باقی آگے آئے گا۔

ان شاء اللہ تعالیٰ

وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۴﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿۱۶﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۷﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰۗفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ڼ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

وَقَالُوْا اور وہ کہیں گے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کاش کہ ہم سنتے اَوْ نَعْقِلُ یا ہم سمجھتے مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ نہ ہوتے ہم شعلہ مارنے والی آگ والوں میں سے فَاعْتَرَفُوْا پس وہ اقرار کریں گے بِذَنْۢبِهِمْ اپنے گناہوں کا فَسُحْقًا پس دوری ہے لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخ والوں کے لیے اِنَّ الَّذِيْنَ بے شک وہ لوگ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے لَهُمْ

مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور بہت بڑا اجر ہے
وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اور اگر تم چھپاؤ اپنی بات کو اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ یا ظاہر کرو
اس کو اِنَّهٗ بے شک اللہ تعالیٰ عَلِيْمٌ جانتا ہے بِذَاتِ الصُّدُوْرِ
دلوں کے راز اَلَا يَعْلَمُ خبردار وہ جانتا ہے مَنْ خَلَقَ جس کو اس
نے پیدا کیا ہے وَهُوَ اللَّطِيْفُ اور وہ باریک بین ہے الْخَبِيْرُ
خبردار هُوَ الَّذِيْ وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ جس نے
بنائی تمھارے لیے زمین ذَلُوْلًا تابع فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا پس چلو تم
اس کے اطراف پر وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ اور کھاؤ تم اس کے رزق سے وَاِلَيْهِ
النُّشُوْرُ اور اس کی طرف اُٹھ کر کھڑا ہونا ہے ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ
کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ کہ
تمھیں دھنسا دے الْاَرْضَ زمین میں فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ پس اچانک
وہ حرکت کرنے لگے اَمْ اَمِنْتُمْ کیا تم امن میں ہو مَّنْ فِي السَّمَآءِ
اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ کہ چھوڑے تم پر
حَاصِبًا سنگ ریزے فَسَتَعْلَمُوْنَ پس تم عنقریب جان لوگے
كَيْفَ نَذِيْرِ کیسا ہے میرا ڈرانا وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ اور البتہ تحقیق
جھٹلایا ان لوگوں نے مِنْ قَبْلِهِمْ جو ان سے پہلے تھے فَكَيْفَ كَانَ
نَكِيْرِ پھر کیسا تھا میرا انکار کرنا اَوَلَمْ يَرَوْا کیا نہیں دیکھا انھوں نے

اِلَى الطَّيْرِ پرندوں کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر صٰٓفّٰتٍ پر پھیلائے ہوئے وَّيَقْبِضْنَ اور سمیٹتے بھی ہیں مَا يُمْسِكُهُنَّ نہیں روکتا ان کو اِلَّا الرَّحْمٰنُ مگر رحمٰن اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ بے شک وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

ربط :

اس سے پہلے اس بات کا ذکر تھا کہ " كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ جب کبھی ڈالا جائے گا دوزخ میں کوئی گروہ تو جہنم کے داروغے ان سے پوچھیں گے کیا تمھارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ کیوں نہیں تحقیق آیا تھا ہمارے پاس ڈرانے والا۔ ہم نے اس کو جھٹلا دیا اور کہا اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز نازل نہیں کی تم ویسے ہی نبی بن گئے ہو اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ نہیں ہو تم مگر کھلی گمراہی میں۔"

دوزخ سے بچنے کے اسباب :

وَقَالُوْا اور کہیں گے دوزخ میں جلنے والے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ کاش کہ ہم سنتے یا ہم سمجھتے مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ نہ ہوتے ہم شعلہ مارنے والی آگ والوں میں سے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں اور مولانا عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں اور بزرگوں نے بھی لکھا ہے کہ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ کا مفہوم یہ ہے کہ ہم دوسروں سے اچھی بات سن لیتے اور اس پر عمل کرتے دوزخ سے بچ جاتے۔ اَوْ نَعْقِلُ کا مفہوم یہ ہے کہ ہمیں خود تحقیق ہوتی ہم خود عقل سے کام لیتے تو دوزخ میں نہ جلتے۔ خود تحقیق کرے تو اجتہاد ہے دوسرے سے اچھی بات سن

کر اس پر عمل کرے تو تقلید ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دوزخ سے بچنے کے دو سبب ہیں۔ ایک تقلید اور دوسرا تحقیق۔ تقلید کا معنیٰ ہے خود مسائل کو نہیں جانتا دوسروں سے پوچھ کر عمل کرتا ہے۔ اور اس کا قرآن پاک میں حکم ہے فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل: ۴۳] "پس پوچھو تم اہل علم سے اگر تم نہیں جانتے۔"

اہل حدیث حضرات کے سب سے بڑے بزرگ گزرے ہیں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی۔ وہ اپنی کتاب "انتصار الحق" میں لکھتے ہیں کہ اگر خود کسی کو علم نہ ہو، تحقیق نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد حکم دیتا ہے فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کہ علم والوں سے پوچھو۔ پھر فرماتے ہیں کہ آدمی اس کا مکلف نہیں ہے کہ تمام علماء سے پوچھے۔ ایک سے بھی بات پوچھ کر چلے تو کافی ہے۔ ہم کہتے ہیں اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔ تو مولانا نذیر حسین صاحب فرماتے ہیں کہ سب سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ایک سے پوچھ لے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ تقلید شخصی جائز ہے یا ناجائز؟ فرمایا جائز ناجائز پوچھتے ہو یہ تو فرض ہے۔ ایمان تب بچے گا جب تقلید کرے گا۔ یہ جتنے باطل فرقے ہیں ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے کسی پر اعتماد نہیں کیا۔ اگر مسئلہ قرآن وحدیث میں نہ ہو، خلفائے راشدین سے بھی نہ ملے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی نہ ملے تو پھر اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرے۔ پھر چونکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ بڑی گہری، بڑی وسیع اور فطری فقہ ہے اس لیے ان کی تقلید کرنی چاہیے۔

تو دوزخی کہیں گے کاش ہم سنتے اور دوسروں کی بات سن کر عمل کرتے یا ہم سمجھتے، تحقیق کرتے، عقل سے کام لیتے تو آج ہم دوزخ میں نہ ہوتے فَاعْتَرَفُوا بِذَنۡۢبِهِمْ پس وہ اقرار کریں گے اپنے گناہوں کا کہ واقعی ہم نے گناہ کیے ہیں فَسُحْقًا پس دوری ہے رحمت سے لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ دوزخ والوں کے لیے۔

اب ان کے برعکس دوسروں کا بھی سن لیں اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بے شک وہ لوگ جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے بِالْغَيْبِ بن دیکھے۔ رب تعالیٰ کو دیکھا نہیں مگر اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ اس کو خالق، مالک، رازق مانتے ہیں۔ سارے نظام کو چلانے والی ذات سمجھتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اس کے احکام پر عمل نہ کیا تو گرفت میں آئیں گے۔ محض ڈرنے کا دعویٰ کرنے سے کچھ نہیں بنتا۔

اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ایک آدمی پیاسا ہو اور سارا دن کہتا رہے کہ پیاس کو پانی بجھاتا ہے اور پانی نہ پیے تو پیاس تو نہیں بجھے گی۔ پیاس تو تب بجھے گی جب پانی پیے گا۔ بھوکا سارا دن کہتا رہے کہ روٹی سے پیٹ بھر جاتا ہے، روٹی سے بھوک ختم ہو جاتی ہے تو بھوک تو ختم نہیں ہوگی۔ بھوک تو روٹی کھانے سے ختم ہوگی۔ اور اسی طرح ایک آدمی بیمار ہے اور سارا دن ورد کرتا رہے کہ رب تعالیٰ نے اس بیماری کا علاج فلاں چیز بتایا ہے۔ جب تک اس چیز کو استعمال نہیں کرے گا شفا نہیں ہوگی۔ اسی طرح زبانی طور پر کہنا کہ میں رب تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اس کا کوئی معنیٰ ہے جب تک عملی ثبوت نہیں دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے۔

تو فرمایا بے شک وہ لوگ جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بن دیکھے لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ان کے لیے بخشش ہے رب کی طرف سے وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ اور اجر ہے بہت بڑا۔

آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے انسانو! وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اور اگر تم چھپاؤ اپنی بات کو، آہستہ بات کرو اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ یا ظاہر کرو اس کو، اونچی آواز سے بات کرو اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ بے شک اللہ تعالیٰ جانتا ہے دلوں کے راز۔ کوئی آہستہ بولے یا بلند آواز سے سب رب تعالیٰ کے علم میں ہے۔

بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہِ تحریمی ہے :

خیبر کے سفر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ کبھی ٹیلوں پر چڑھتے کبھی نیچے اُترتے اور بلند آواز سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ بخاری شریف کی روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا اَيُّهَا النَّاسُ ارْبَعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اِنَّكُمْ لَيْسَ تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا قَرِيْبًا وَهُوَ مَعَكُمْ "اے لوگو! اپنی جانو پر رحم کرو تم اس ذات کو نہیں پکار رہے جو بہری اور غائب ہو تم تو سمیع اور قریب ذات کو پکار رہے ہو وہ تمھارے ساتھ ہے۔"

اس روایت کی روشنی میں ائمہ اربعہ متفق ہیں کہ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔ ہاں تعلیم کی خاطر ہو تو الگ بات ہے کہ کسی موقع پر پیر اپنے مریدوں کو جمع کر کے بلند آواز سے ذکر سناتا ہے کہ ان کو ذکر کا طریقہ آجائے تو وہ جائز ہے کیوں کہ تعلیم کا مسئلہ ہے۔ ویسے بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ تحریمی ہے، خاص طور پر مسجدوں میں۔ اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتلائی گئی ہے کہ رفع الاصوات فی المساجد "مسجدوں میں آوازیں بلند ہوں گی۔" ہاں یہ مسئلہ یاد رکھنا! اگر آدمی کسی جگہ اکیلا ہے اور اس کے بلند آواز سے ذکر کرنے میں کسی کی نماز میں خلل نہیں آتا، کسی کے مطالعے میں خلل نہیں آتا تو پھر بلند آواز سے ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور اگر کسی کی نماز

میں خلل آتا ہو یا کسی کے مطالعہ میں خلل آتا ہو تو پھر بلند آواز سے قرآن پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔

احمد رضا خان صاحب جن کو بریلوی اپنا امام مانتے ہیں۔ اس کا بہت بڑا فتاویٰ ہے، فتاویٰ رضویہ۔ اس میں ہے کہ کسی نے پوچھا بلند آواز سے ورد کرنا اور قرآن پڑھنا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ اس کے جواب میں خان صاحب لکھتے ہیں اگر کسی کی نماز میں خلل پیدا ہوتا ہو ایسے موقع پر بلند آواز سے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے۔ پڑھنے والا گناہ گار ہے۔ پھر آگے فقہی حوالہ دیتے ہیں۔ پھر کسی نے پوچھا کہ اگر کوئی اس طرح کرتا ہے تو اس کا کیا علاج ہے؟ تو فرماتے ہیں کہ اگر طاقت ہے تو ہاتھ سے روکو نہیں تو کم از کم دل سے نفرت کرو۔ لیکن آج کل اُلٹی منطق ہے۔ یہ اہل بدعت سارے کہتے ہیں کہ ہم حنفی ہیں اور فقہ حنفی پر چلنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ فقہ حنفی میں شرک و بدعت کی جتنی تردید کی گئی ہے اتنی اور کسی فقہ میں نہیں ہوئی۔ سب سے زیادہ بلند آواز سے ذکر کرنے کے مخالف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ البحر الرّائق، فتح القدیر، کبیری فقہ کی مستند ترین کتابیں ہیں۔ ان میں ہے قال ابو حنیفة رحمه الله رفع الصوت فی الدّعاء والذّکر بِدعةٌ مُخَالِفٌ لِلامْر فی قوله تعالیٰ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً "بلند آواز سے دعا کرنا اور ذکر کرنا بدعت ہے اور رب تعالیٰ کے حکم کے مخالف ہے۔" رب تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً "پکارو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور آہستہ۔" تو رب تعالیٰ تو آہستہ کا حکم دیتا ہے اور تم بلند آواز سے کرتے ہو۔

ایک اور بات بھی سمجھ لیں کہ ایک ہے دعا اور ایک ہے توجہ الی الدعا۔ توجہ الیٰ

الدعا کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً: کوئی آدمی کہتا ہے کہ بیماروں کے لیے دعا کرو، مجاہدین کی فتح کے لیے دعا کرو، فلاں فوت ہوگیا ہے اس کی مغفرت کے لیے دعا کرو۔ یہ اس نے بلند آواز سے کہا ہے لوگوں کی توجہ دلانے کے لیے۔ یہ کہنا جائز ہے۔ اور جب دعا کی باری آئے گی تو آہستہ ہوگی۔

فرمایا اَلَا خبردار یَعۡلَمُ رب تعالیٰ جانتا ہے مَنۡ خَلَقَ جس کو اس نے پیدا کیا ہے وَهُوَ اللَّطِيفُ الۡخَبِيرُ اور وہ اللہ تعالیٰ باریک بین ہے خبردار ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سارے نام برکت والے ہیں۔ لفظ اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ یہ رب تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ رحمٰن، رحیم، قہار، جبار، ستار، خبیر، لطیف، یہ رب تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔ ہر نام میں کوئی نہ کوئی خاصیت ہے۔ جن بزرگوں نے عملیات کی کتابیں لکھی ہیں وہ لکھتے ہیں اگر رشتے میں پریشانی ہو تو یا لطیفُ یا رحیمُ یا کریمُ کا ورد بڑا موثر ہے۔ ان اسماء کا ذکر کرو اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔ مگر ہم لوگ بڑے جلد باز ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہماری دعا بعد میں ختم ہو اور ہمارا کام پہلے ہو جائے۔ ذکر کرتے رہو اللہ تعالیٰ کرم کرے گا۔ کاروباری پریشانی میں بھی انھی اسماء کا ذکر کرو۔

فرمایا هُوَ الَّذِيۡ وہ وہی ذات ہے جَعَلَ لَكُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا جس نے بنائی تمھارے لیے زمین تابع فَامۡشُوۡا فِيۡ مَنَاكِبِهَا پس چلو تم اس کے اطراف پر۔ مَنَاكِب مَنۡكِبٌ کی جمع ہے۔ منکب کا معنیٰ ہے کندھا۔ یہ کندھا ہمارے ایک طرف ہے۔ تو مراد زمین کی اطراف ہیں۔ مشرق کی طرف جاؤ، مغرب کی طرف جاؤ، شمال کی طرف جاؤ، جنوب کی طرف جاؤ، یہ زمین تمھارے تابع ہے۔ اس پر چلو، کھیتی باڑی کرو، مکان بناؤ، پیشاب پاخانہ کرو تمھیں کچھ نہیں کہے گی وَكُلُوۡا مِنۡ رِّزۡقِهٖ اور کھاؤ تم اس

کے رزق سے۔ اللہ تعالیٰ نے جو روزی دی ہے اس کو کھاؤ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ اور اسی کی طرف اُٹھ کر کھڑا ہونا ہے۔ اس بات کو بھولنا نہ کہ سب نے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پیش ہونا ہے۔

خوفِ خدا کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے۔ فرمایا ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ کہ وہ دھنسا دے تم کو زمین میں فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ پس اچانک وہ زمین حرکت کرنے لگے، لرزنے لگے۔ چند دن پہلے کی بات ہے چند سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا پورا منٹ نہیں تھا۔ سائنس دان کہتے ہیں کہ چند سیکنڈ مزید ہوتا تو بیڑا غرق ہو جاتا۔ رب تعالیٰ نے ہلا کر رکھ دیا ہر چیز کو۔ رب رب ہے۔ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو لوگ کلمہ پڑھنے لگ جاتے ہیں، توبہ کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس وقت لوگوں کو کلمہ بھی یاد آ جاتا ہے، توبہ بھی یاد آ جاتی ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت کلمہ اور استغفار کا اعتبار نہیں ہے۔ کلمہ ہر وقت معتبر ہے مگر اصل اللہ تعالیٰ کی یاد تو یہ ہے کہ حالت امن میں پڑھو، عافیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔ سر پر چوٹ لگنے کے بعد رب یاد آئے اور کہے یا اللہ! یہ تو مطلب پرست ہوا۔ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھو۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ تکلیفوں میں اس کے کام ہو جائیں اس کو چاہیے کہ راحت کے دنوں میں رب کو کثرت سے یاد کرے۔

تو فرمایا کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمانوں میں ہے کہ تمھیں دھنسا دے زمین میں اور زمین لرزنے لگے۔ اور یہ بھی یاد رکھنا کہ جس طرح یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں میں ہے عرش پر مستوی ہے اسی طرح یہ بھی عقیدہ رکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے

ساتھ بھی ہے۔ سورۃ الحدید آیت نمبر ۴ میں ہے وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ "وہ اللہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔" دونوں باتیں قرآن کریم میں ہیں۔ عرش پر بھی مستوی ہے جو اس کی شان کے لائق ہے اور جہاں کہیں تم ہو تمھارے ساتھ بھی ہے۔ اور شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ سورۃ ق پارہ ۲۶ میں ہے وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ "اور ہم زیادہ قریب ہیں ان کے اس کی دھڑکتی ہوئی رگ سے۔"

فرمایا أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا کیا تم امن میں ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے کہ چھوڑے تم پر سنگ ریزے۔ حَاصِبٌ کے دو معنیٰ کرتے ہیں۔ ایک تند و تیز ہوا کا، جیسے: قوم ہود (علیہ السلام) پر آئی تھی جن کے بڑے بڑے قد تھے۔ ہوا نے ان کو اٹھا کر دور، دور پھینک دیا۔ دوسرا معنیٰ سنگ ریزے، پتھر کا کرتے ہیں۔ جیسے: لوط علیہ السلام کی قوم پر آسمان سے پتھر برسے فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ پس تم عنقریب جان لو گے کیسا ہے میرا ڈرانا۔ جب تم زمین میں دھنس جاؤ گے یا تمھارے اُوپر پتھر برسیں گے پھر تمھیں پتا چلے گا میرا ڈرانا کیسا ہے وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے۔ حق کو جھٹلایا ان لوگوں نے فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ پھر کیسا تھا میرا انکار کرنا۔ میرے انکار کرنے کا نتیجہ ان کے سامنے آیا یا نہیں آیا۔

فرمایا أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ کیا نہیں دیکھا اُنھوں نے پرندوں کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر فضا میں صَافَّاتٍ پر پھیلائے ہوئے۔ یہ رب تعالیٰ کی قدرت نہیں دیکھی انھوں نے کہ پرندے کئی کئی گھنٹے فضا میں اُڑتے رہتے ہیں وَيَقْبِضْنَ اور سمیٹتے بھی ہیں پروں کو جب چاہتے ہیں اور زمین پر اُتر آتے ہیں مَا يُمْسِكُهُنَّ إِلَّا الرَّحْمَٰنُ

نہیں روکتا ان کو مگر رحمٰن ۔ یہ ہوا کس نے پیدا فرمائی، جانوروں کو پَر کس نے عطا فرمائے، اُڑنے کا طریقہ کس نے بتایا؟ رحمٰن کے سوا کون ہے ان کو ہوا میں روکنے والا؟

مرغی کو دیکھو! اکیس بائیس دن تقریباً انڈوں پر بیٹھتی ہے پھر بچے نکلتے ہیں۔ یہ اس کی فطرت میں کس نے رکھا ہے کہ تو نے اتنے دن انڈوں پر بیٹھنا ہے اور انڈوں کو سینکنا ہے اور ادلنا بدلنا بھی ہے۔ پھر بچہ نکلنے کے بعد خود زمین سے اپنی روزی تلاش کرتا ہے۔ یہ اس کی فطرت میں کس نے رکھا ہے؟ بچہ پیدا ہوتے ہی چھاتی پر پستان تلاش کرتا ہے اور چوستا ہے۔ بھئی! اس کو کس نے پڑھا کر بھیجا ہے کہ تیری خوراک ماں کی چھاتی میں ہے؟ بندہ رب تعالیٰ کی قدرتوں کو سمجھنا چاہے تو:

فِیْ کُلِّ شَیْءٍ لَہٗ اٰیَۃٌ :: "ہر چیز میں اس کی قدرت کی نشانی ہے۔"

فرمایا اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ بے شک وہ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔ اس کا علم، اس کی سمع، اس کی بصر، ہر چیز کو محیط ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍۚ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَاۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَاۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾ ع ۲

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ بھلا وہ کون ہے هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ جو فوج ہے تمھاری یَنْصُرُكُمْ مدد کرے تمھاری مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمان سے نیچے نیچے اِنِ الْكٰفِرُوْنَ نہیں ہیں کافر اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ مگر دھوکے میں اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ بھلا وہ کون ہے یَرْزُقُكُمْ جو تمھیں روزی

دے گا اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر اللہ تعالیٰ روک لے اپنے رزق کو بَلْ
لَّجُّوْا بلکہ وہ اصرار کرتے ہیں فِیْ عُتُوٍّ سرکشی میں وَّنُفُوْرٍ اور
نفرت میں اَفَمَنْ کیا وہ شخص یَّمْشِیْ جو چلتا ہے مُكِبًّا اوندھا
عَلٰی وَجْهِهٖۤ اپنے چہرے کے بل اَهْدٰۤی زیادہ ہدایت والا ہے
اَمَّنْ یا وہ شخص یَّمْشِیْ جو چلتا ہے سَوِیًّا سیدھا عَلٰی صِرَاطٍ
مُّسْتَقِیْمٍ سیدھے راستے پر قُلْ آپ فرمادیں هُوَ الَّذِیْۤ وہ وہی
ذات ہے اَنْشَاَكُمْ جس نے پیدا کیا تم کو وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ اور
بنائے تمھارے لیے کان وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں وَالْاَفْـِٕدَةَ اور دل
قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکر ادا کرتے ہو قُلْ آپ فرمادیں هُوَ
الَّذِیْ وہ وہی ذات ہے ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ جس نے بکھیرا تمھیں
زمین میں وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ اور اُسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے
وَیَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ کب یہ وعدہ پورا ہوگا
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اگر ہو تم سچے قُلْ آپ فرمادیں اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ
اللّٰهِ پختہ بات ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاِنَّمَاۤ اَنَا اور پختہ
بات ہے میں نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر فَلَمَّا رَاَوْهُ
پس جس وقت وہ دیکھیں گے اس کو زُلْفَةً قریب سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ
الَّذِیْنَ بگڑ جائیں گے ان لوگوں کے چہرے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر

كيا وَقِيْلَ اور کہا جائے گا هٰذَا الَّذِيْ یہ وہ چیز ہے كُنْتُمْ بِهٖ

تَدَّعُوْنَ جس کو تم طلب کرتے تھے قُلْ آپ فرمادیں اَرَءَيْتُمْ

بتلاؤتم اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ اگر ہلاک کردے مجھے اللہ تعالیٰ وَمَنْ مَّعِيَ

اور ان کو جو میرے ساتھ ہیں اَوْ رَحِمَنَا یا رحم کرے ہم پر فَمَنْ يُّجِيْرُ

الْكٰفِرِيْنَ پس کون پناہ دے گا کافروں کو مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ دردناک

عذاب سے قُلْ آپ فرمادیں هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ رحمٰن ہی ہے

اٰمَنَّا بِهٖ ایمان لائے ہیں ہم اس پر وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اسی پر ہم نے

بھروسا کیا ہے فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لوگے مَنْ هُوَ فِيْ

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے قُلْ آپ فرمادیں

اَرَءَيْتُمْ بتلاؤتم اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ اگر ہوجائے تمھارا پانی غَوْرًا

گہرا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ پس کون لاکردے گا تمھیں بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ایسا

پانی جو جاری ہو۔

عموماً حکومتوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ اپنے دفاع کے لیے فوج رکھتی ہیں۔ اگر کوئی ملک فوج نہیں رکھتا تو وہ محفوظ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ طاقت ور حکومت کمزور حکومت کو کھا جاتی ہے۔ اگر کچھ نہ کچھ فوج ہوگی تو دوسرے کو جھجک ہوگی کہ کوئی مجھے بھی روکنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے کافرو مشرکو! اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمھاری يَنْصُرُكُمْ مدد کرے تمھاری مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ رحمان کے سوا کہ جب تم مصیبت میں پھنس جاؤ، دشمنوں میں گھر جاؤ کون ہے جو تمھاری

مدد کرے گا۔ لشکر بن کر کون تمھارا بچاؤ کرے گا، کون تمھارا دفاع کرے گا؟ رب تعالیٰ کو چھوڑ دو اس سے نیچے نیچے کی بات کرو۔ رب تعالیٰ تو تمھیں ایک لمحے میں تباہ بھی کر سکتا ہے اور آباد بھی کر سکتا ہے۔ دوسروں کی بات کرو وہ تمھارا کیا کر سکتے ہیں؟

فرمایا اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ نہیں ہیں کافر مگر دھوکے میں کہ فلاں ہمارے کام آئے گا فلاں ہمیں بچا لے گا۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ رب تعالیٰ کے مقابلہ میں کوئی فوجیں لا کر کھڑا نہیں کر سکتا۔ دیکھو! (کشمیر میں) ایک منٹ بھی زلزلہ نہیں آیا مگر اس نے دنیا کو اوپر نیچے کر کے رکھ دیا ہے۔ اور آج سے تقریباً اڑھائی تین سال پہلے جاپان میں صرف سترہ (۱۷) سیکنڈ کا زلزلہ آیا تھا۔ اس سے اتنی تباہی ہوئی تھی کہ حکومتِ جاپان جس نے صنعت میں پورے یورپ کو آگے لگایا ہوا ہے، کہا تھا کہ یہ نقصان ہم چار سال میں بھی پورا نہیں کر سکتے۔ بھائی! رب، رب ہے اس کا کون مقابلہ کر سکتا ہے؟

اچھا اور بات بتلاؤ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ بھلا وہ کون ہے جو تمھیں روزی دے گا اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ اگر اللہ تعالیٰ روک لے اپنے رزق کو۔ تم تو ہر وقت اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو پھر رب تعالیٰ کے ساتھ ضد لگائے ہوئے ہو بَلْ لَّجُّوْا بلکہ وہ اصرار کرتے ہیں فِیْ عُتُوٍّ سرکشی میں وَّنُفُوْرٍ اور نفرت میں۔ حق سے، توحید سے، اسلام سے، رب تعالیٰ کے احکام سے نفرت میں۔

آگے اللہ تعالیٰ نے مثال کے ساتھ سمجھایا ہے کہ تم خود فیصلہ کرو کہ ایک آدمی قیامت والے دن قبر سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اس طرح جائے کہ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر۔ سر کے بل چل کر جائے اندھیرے میں اور دوسرا ٹانگوں پر چل کر جائے

روشنی میں نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ [سورۃ التحریم] تو ان دونوں میں سے کون بہتر ہے۔ یقیناً یہی حال ہوگا حشر والے دن مومن اور کافر کا۔ کافر قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف سر کے بل چل کر جائیں گے اندھیرے میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا حضرت! سر کے بل کیسے چلیں گے؟ فرمایا جو رب پاؤں کے بل چلا سکتا ہے وہ سر کے بل بھی چلائے گا۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ ان لوگوں کی کھوپڑیاں اُلٹی تھیں۔ دماغ ان کے اُلٹے تھے۔ یہ دنیا میں اُلٹی چال چلتے تھے۔

فرمایا اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا کیا پس وہ شخص جو چلتا ہے اوندھا ہو کر عَلٰى وَجْهِهٖٓ چہرے کے بل اَهْدٰٓى وہ زیادہ ہدایت والا ہے اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا یا وہ جو چلتا ہے سیدھا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ سیدھے راستے پر۔ ان میں سے بہتر کون ہے، سہولت والا کون ہے؟ ٹانگوں کے بل چلنے والا یا سر کے بل چلنے والا؟ قُلْ آپ کہہ دیں هُوَ الَّذِيْٓ وہ وہی ذات ہے اَنْشَاَكُمْ جس نے پیدا کیا تم کو۔ اور (کوئی) خالق ہے جس نے تمھیں پیدا کیا ہو وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ اور بنائے اس نے تمھارے لیے کان، آنکھیں اور دل۔ رب تعالیٰ کے سوا کوئی کان دینے والا ہے؟ آنکھیں دینے والا ہے؟ دل دینے والا ہے؟ پھر ہر چیز مفت دی ہے۔

تین چار دن ہوئے کہ ایک بوڑھی بی بی حاجن نیک سیرت آئی تھی۔ کہنے لگی میں نے آنکھوں کا آپریشن کرایا ہے پچیس ہزار (۲۵۰۰۰) روپے میں اور ابھی پوری روشنی نہیں آئی۔ یہ رب تعالیٰ کا شکر ہے کہ نظر آتا ہے۔ رب تعالیٰ نے مفت دی ہیں بڑے ناشکرے ہو قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ بہت کم تم شکر ادا کرتے ہو رب تعالیٰ کی نعمتوں کا۔

میدانِ محشر کا منظر :

قُلۡ آپ کہہ دیں ھُوَالَّذِیۡ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ذَرَاَکُمۡ فِی الۡاَرۡضِ جس نے بکھیرا تمھیں زمین میں۔ کوئی مشرق میں ہے، کوئی مغرب میں ہے، کوئی شمال میں ہے، کوئی جنوب میں ہے وَاِلَیۡہِ تُحۡشَرُوۡنَ اور اُسی کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے یَوۡمَئِذٍ یَّتَّبِعُوۡنَ الدَّاعِیَ لَا عِوَجَ لَہٗ [طٰہٰ:۱۰۸] "اس دن پیچھے لگیں گے پکارنے والے کے اس کے لیے کوئی کجی نہیں ہوگی۔" میدانِ محشر بالکل ہموار ہوگا لَّا تَرٰی فِیۡھَا عِوَجًا وَّلَآ اَمۡتًا [ایضاً:۱۰۷] "نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اکٹھی ہوگی۔ کیا جنات کیا انسان، خشکی والے، سمندر والے، عجیب منظر ہوگا۔ سورج ایک میل کی مسافت پر ہوگا۔ گرمی کا کیا عالم ہوگا۔ اس وقت سورج ہم سے کروڑوں میل دور چوتھے آسمان پر ہے۔ جیٹھ ہاڑ کے مہینے میں اس کی تپش برداشت سے باہر ہوتی ہے۔

فِیۡ یَوۡمٍ کَانَ مِقۡدَارُہٗ خَمۡسِیۡنَ اَلۡفَ سَنَۃٍ [المعارج:۴] پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔ لوگ گناہوں کی نسبت سے پسینے میں (ڈوبے) ہوں گے۔ کوئی اپنے پسینے میں ٹخنوں تک، کوئی ناف تک، کوئی حلق تک، کوئی کانوں تک۔ نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کی زبانوں پر ہوگا رَبِّ سَلِّمۡ رَبِّ سَلِّمۡ "پروردگار سلامتی فرما، پروردگار سلامتی فرما۔" وہ دن ہوگا یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّہٖ وَاَبِیۡہِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیۡہِ ﴿۳۶﴾ "جس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اپنی والدہ سے اور اپنے باپ سے اپنی بیوی اور اپنے بیٹوں سے۔" [سورۃ عبس، پارہ:۳۰]

آج دنیا میں ایک دوسرے پر جانیں قربان کرتے ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ

ایک آدمی کی پچاس نیکیاں ہوں گی اور پچاس ہی بُرائیاں ہوں گی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! ایک نیکی لاؤ کہ تیرا نیکیوں والا پلہ بھاری ہو جائے اور جنت میں چلے جاؤ۔ پہلے تو وہ بڑا خوش ہوگا کہ ایک نیکی کیا ہے۔ اپنے لنگوٹیے دوستوں کے پاس جائے گا کہ مجھے ایک نیکی دے دو۔ وہ کہیں گے اِلَيْكَ دفع ہو جا تجھے نیکی دے کر ہم کہاں جائیں گے؟ بھائی کے پاس جائے گا، والد کے پاس جائے گا۔ سب جواب دے دیں گے۔ آخر میں والدہ کے پاس جائے گا۔ کہے گا اَتَعْرِفِيْنَ کیا مجھے پہچانتی ہے میں کون ہوں؟ ماں کہے گی ہاں! میں نے تجھے اپنے پیٹ میں اُٹھایا، مشکل سے جنا، پھر تجھے پالا، تو میرا بیٹا ہے۔ کہے گا امی! مجھے ایک نیکی دے دے۔ ماں کہے گی اِلَيْكَ عَنِّيْ "میری آنکھوں سے دور ہو جا۔" تجھے نیکی دے کر میں کہاں جاؤں گی؟ تو محشر بڑا مشکل مرحلہ ہے اور ہم غفلت میں ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے تمھیں زمین میں بکھیرا اور اس کی طرف تم اکٹھے کیے جاؤ گے وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کافر ٹھٹھے کے طور پر کہتے ہیں مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب یہ وعدہ پورا ہوگا، قیامت کب برپا ہوگی؟ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر ہو تم سچے تو ہمیں بتلاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا قُلْ آپ فرما دیں اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ پختہ بات ہے اس کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اس کا صحیح وقت رب تعالیٰ ہی جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اجمالی طور پر سب جانتے ہیں کہ قیامت آئے گی۔ اس طرح سمجھو جیسے ہم سب جانتے ہیں کہ ہم نے مرنا ہے۔ لیکن مرنے کے وقت کا کسی کو علم نہیں ہے۔ یہ رب تعالیٰ کا راز ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ع

آگاہ اپنی موت سے کوئی بشر نہیں
سامان سو برس کا ہے کل کی خبر نہیں

اس میں رب تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں۔ اگر ہر آدمی کو اپنی موت کا علم ہوتا تو نظام دنیا چل ہی نہیں سکتا تھا۔ جس کو پتا ہوتا کہ میں نے آج سے تیس سال بعد مرجانا ہے وہ آج ہی سے سوکھنا شروع ہو جاتا۔ خوشیاں ختم، شادیاں ختم۔

(پھر رب تعالیٰ کی حکمت دیکھو کہ کسی کو علم نہیں ہے کہ میں نے پہلے مرنا ہے یا بیٹے نے۔ آنے کی ترتیب ہے جانے کی کوئی ترتیب نہیں ہے۔ باپ اپنے ہاتھ سے بیٹے اور پوتے کو دفنا رہا ہوتا ہے۔ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کو دفنا رہا ہوتا ہے۔ اگر واپسی (موت) بھی آنے والی ترتیب سے ہوتی تو پھر بھی نظام دنیا نہ چلتا کہ بڑے کے مرنے کے بعد چھوٹے کو فکر لاحق ہو جاتی کہ اب میں نے مرنا ہے۔ لہٰذا دنیا سے جانے کی رب نے ترتیب نہیں رکھی۔ نواز بلوچ، مرتب)

تو فرمایا پختہ بات ہے قیامت کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اور پختہ بات ہے میں ڈرانے والا ہوں کھول کر کہ اَلسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ [القمر: ٤٦] "قیامت بہت بڑی آفت اور کڑوی چیز ہے۔" فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً پس جب دیکھیں گے اس کو قریب آگئی ہے سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بگڑ جائیں گے ان لوگوں کے چہرے جو کافر ہیں، پریشان ہو جائیں گے۔ آج تو کہتے ہیں کب آئے گی؟ جس وقت آئے گی تو ان کے یہ چہرے نہیں رہیں گے عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ۝ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝ [سورۃ عبس] "چہروں پر غبار چڑھا ہوگا ان پر سیاہی چڑھی ہوئی ہوگی۔" اس دن مومنوں کے چہرے بالکل سفید ہوں گے اور کافروں اور اہل بدعت کے چہرے بالکل

سیاہ ہوں گے یَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ [آل عمران:۱۰۶] "جس دن کئی چہرے سفید ہوں گے اور کئی چہرے سیاہ ہوں گے۔" اس آیت کریمہ کی تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں تَبْيَضُّ وُجُوهٌ ای اھل السنۃ والجماعۃ وَ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ ای اھل البدعۃ والھواء جنھوں نے دین میں بدعتیں گھڑی ہیں ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

تو فرمایا جب دیکھیں گے قیامت کو کہ قریب آگئی ہے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے وَقِيْلَ اور کہا جائے گا هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ یہ وہی ہے جس کو تم مانگتے تھے۔ کہتے تھے مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کب آئے گی یہ قیامت؟ قُلْ آپ فرما دیں اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ اگر ہلاک کردے مجھے اللہ تعالیٰ وَمَنْ مَّعِيَ اور ان کو بھی جو میرے ساتھ ہیں اَوْ رَحِمَنَا یا ہم پر رحم فرمائے۔ دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو اللہ تعالیٰ ہمیں زندہ چھوڑ دے یا ہمیں دنیا سے لے جائے۔ ہمارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے جو چاہے کرے۔ اے کافرو! تم بتلاؤ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ پس کون پناہ دے گا کافروں کو دردناک عذاب سے۔ ہمارا معاملہ تو رب تعالیٰ کے ساتھ ہے دنیا میں رکھے یا دنیا سے لے جائے۔ تمھیں رب تعالیٰ کی گرفت سے کون بچائے گا؟

رب کی گرفت سے کوئی نہیں بچا سکتا:

روایات میں آتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا جب سیلاب آیا تو ایک شادی شدہ لڑکی تھی جس کی عمر سترہ (۱۷) اٹھارہ (۱۸) سال تھی۔ چاند جیسا خوب صورت بیٹا اس کے پاس تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر کہا بچی اپنی جان پر بھی ترس کھاؤ اور بچے پر

بھی ترس کھاؤ۔ تجھے رب تعالیٰ نے خوب صورت بیٹا عطا فرمایا ہے کلمہ پڑھ لو اور کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ تو بھی بچ جائے گی اور بچہ بھی بچ جائے گا۔ کہنے لگی تمھارے کلمے کی ضرورت نہیں ہے میں خود ہی بچ جاؤں گی۔ بچے کو اس نے چھاتی کے ساتھ لگایا ہوا تھا، دودھ پلا رہی تھی پانی آیا تو اُٹھ کھڑی ہوئی۔ جب پانی چھاتی تک پہنچا تو بچے کو اس نے کندھے پہ بٹھالیا۔ جب پانی کندھے تک ہو گیا تو بچے کو سر پر بٹھالیا۔ جب پانی اور بلند ہوا تو بچے کو اس نے ہاتھوں پر اُٹھالیا۔ پانی اور بلند ہوا تو خود بھی ہلاک ہوئی اور بچہ بھی ہلاک ہو گیا اور اُس کو کوئی خدا کے عذاب سے بچا نہ سکا۔

تو فرمایا کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ قُلْ آپ فرما دیں ان سے هُوَ الرَّحْمٰنُ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی رحمٰن ہے وہ ہم پر رحم کرے گا کیوں کہ اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے ہیں اس پر۔ اس کی ذات پر، اس کی صفات پر کہ وہ ذات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے اور صفات میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ اپنے افعال میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے اور وہ اپنے ارادے میں بھی وحدہٗ لاشریک ہے۔ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا اور اسی پر ہم نے بھروسا کیا ہے۔ اور تم لات، منات، عزّیٰ اور دوسروں پر بھروسا کرتے ہو فَسَتَعْلَمُوْنَ پس عنقریب تم جان لو گے مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ کون ہے جو کھلی گمراہی میں ہے۔ تم ہو یا ہم ہیں۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر سب کچھ سامنے آجائے گا۔

قُلْ آپ ان سے کہہ دیں اَرَءَيْتُمْ بتلاؤ تم اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا اگر ہو جائے تمھارا پانی گہرا۔ موجودہ سطح سے نیچے چلا جائے۔ ہمارا علاقہ تو الحمد للہ! پانی والا ہے۔ ہم چمن سے قندھار گئے۔ وہ پس ماندہ علاقہ ہے۔ تقریباً اسی (۸۰) میل کا رقبہ

ہوگا۔ راستے میں نہ پانی، نہ کھیتی، نہ درخت۔ جن کا وضو تھا انھوں نے تو نمازیں پڑھ لیں اور جن کا نہیں تھا وہ بڑے پریشان ہوئے۔ تیمم کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے گھر گھر پانی، جگہ جگہ پانی اور ہم ناشکرے۔

تو فرمایا اگر تمھارا پانی گہرا ہو جائے فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ پس کون لا کر دے گا تمھیں ایسا پانی جو جاری ہو زمین کی سطح پر۔ تفسیروں میں یہاں ایک واقعہ نقل کیا گیا ہے۔ ایک سرکش متکبر عربی تھا۔ جب اس کے سامنے یہ آیت کریمہ پڑھی گئی فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ تو کہنے لگا اَلۡفُؤُسُ وَالمعاوِل "کلہاڑیاں اور کدال پانی لا کر دیں گی" کہ ان کے ذریعے سے کنویں کھودتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے اس کو اسی وقت اندھا کر دیا۔ لفظ منہ سے نکالنے کی دیر تھی اس کی آنکھوں کا پانی ختم کر دیا کہ رب تعالیٰ کے کلام کے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ وہ ساری عمر کے لیے اندھا ہو گیا۔ رب تعالیٰ کے عذاب سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیے۔ (اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے جب یہ آیت پڑھی جائے فَمَنۡ يَّاۡتِيۡكُمۡ بِمَآءٍ مَّعِيۡنٍ تو اس کے بعد کہنا چاہیے اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِيۡنَ۔ گویا یہ اس آیت کا جواب ہے)۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْقَلَم

(مکمل)

آیاتها ۵۲ ۶۸ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ۲ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶

نٓ وَالْقَلَمِ قسم ہے قلم کی وَمَا اور اس چیز کی يَسْطُرُوْنَ جو وہ لکھتے ہیں مَآ اَنْتَ نہیں ہیں آپ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ اپنے رب کے فضل سے بِمَجْنُوْنٍ دیوانے وَاِنَّ لَكَ اور بے شک آپ کے لیے لَاَجْرًا البتہ اجر ہے غَيْرَ مَمْنُوْنٍ کبھی نہ ختم ہونے والا وَاِنَّكَ اور بے شک آپ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ البتہ بڑے اخلاق پر ہیں فَسَتُبْصِرُ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے وَيُبْصِرُوْنَ اور وہ بھی دیکھ

لیں گے بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا گیا ہے اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب هُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ ضَلَّ اس کو جو بہک گیا عَنْ سَبِیْلِهٖ اس کے راستے سے وَهُوَ اَعْلَمُ اور وہ خوب جانتا ہے بِالْمُهْتَدِیْنَ ہدایت پانے والوں کو فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ پس آپ اطاعت نہ کریں جھٹلانے والوں کی وَدُّوْا وہ لوگ پسند کرتے ہیں لَوْ تُدْهِنُ اگر آپ نرمی کریں فَیُدْهِنُوْنَ پس وہ بھی نرم ہو جائیں وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں كُلَّ حَلَّافٍ کسی بھی قسم کھانے والے کی مَّهِیْنٍ جو ذلیل ہے هَمَّازٍ عیب نکالنے والا ہے مَّشَّآءٍۭ بِنَمِیْمٍ کثرت سے چغلیاں لے کر چلتا ہے مَّنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ روکنے والا ہے خیر سے مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے اَثِیْمٍ گناہ گار ہے عُتُلٍّ بدمزاج ہے بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِیْمٍ اس کے بعد بدنام بھی ہے اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ اس لیے کہ مال والا ہے وَّبَنِیْنَ اور بیٹوں والا ہے اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ جس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر اٰیٰتُنَا ہماری آیتیں قَالَ کہتا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں سَنَسِمُهٗ عنقریب ہم داغ لگائیں گے اس کو عَلَى الْخُرْطُوْمِ سونڈ پر۔

نٓ کے متعلق مفسرین کے اقوال :

نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا دوسرا نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور باون (۵۲) آیتیں ہیں۔ نٓ کے متعلق مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بہت سی باتیں فرمائی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات هِيَ مِنْ أَسماءِ الله تعالىٰ "یہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔" اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں کے مخفف ہیں۔ مثلاً: نون سے مراد نور ہے۔ نور بھی اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ بعض فرماتے ہیں کہ نٓ سے مراد نصیر ہے۔ بعض فرماتے ہیں ناصر مراد ہے۔ ناصر بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ نون کے معنیٰ مچھلی کے ہیں۔ سات زمینوں کے نیچے ایک مچھلی ہے جس کی پشت پر سات زمینیں ٹکی ہوئی ہیں۔

بعض مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ نون سے مراد دوات ہے اور قلم سے قلم مراد ہے۔ پھر قلم سے کون سا قلم مراد ہے؟ ایک یہ ہے کہ وہ قلم مراد ہے جس سے لوحِ محفوظ لکھی گئی ہے۔ ابوداؤد شریف میں ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللهُ الْقَلَمَ "سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ قلم ہے۔" تقدیر کا قلم۔ بعض فرماتے ہیں کہ ہر قلم مراد ہے جس سے پہلے زمانے کے لوگ لکھتے رہے اور اب لکھتے ہیں اور آئندہ لکھیں گے۔

تو قسم ہے دوات اور قلم کی وَمَا يَسْطُرُوْنَ اور اس چیز کی جس کو وہ لکھنے والے لکھتے ہیں مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ نہیں ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے۔ قلم دوات کا کیا تعلق ہے اس جملے کے ساتھ؟ مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ تعلق یہ ہے کہ اب تک قلم دوات سے جو لکھنے والوں نے لکھا اور آئندہ لکھیں گے وہ

اس بات پر گواہ ہے کہ آپ دیوانے نہیں۔ تاریخ لکھنے والوں کی تاریخ، مضمون لکھنے والوں کا مضمون آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام کو پہنچ ہی نہیں سکتا آپ کس طرح دیوانے ہو سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیوانہ کہنے کی کیا وجہ تھی؟ دیوانہ اس وجہ سے کہتے تھے کہ ساری قوم ایک بات کہتی ہے اور ایک بندہ ساری قوم کے خلاف دوسری بات کرتا ہے۔ تو ظاہری طور پر نتیجہ یہی اخذ کرنا چاہیے کہ یہ دیوانہ ہے۔

حضرت ضماد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:

تو اُنھوں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو مجنون، مجنون کہہ کر مشہور کیا ہوا تھا۔ اور اتنا پروپیگنڈہ کیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے پانچ منزلوں کے فاصلے پر ایک قبیلہ رہتا تھا ازدشنؤہ۔ وہاں تک یہ بات پہنچی۔ اس قبیلہ کا ایک آدمی جس کا نام ضماد تھا وہ پاگلوں کو دم کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر شفا دیتا تھا۔ فیس بھی کافی لیتا تھا۔ اس نے سنا کہ کعبۃ اللہ کے متولیوں کا ایک لڑکا جس کا باپ فوت ہو چکا ہے اور ماں بھی فوت ہو چکی ہے۔ بہن بھائی بھی اس کا کوئی نہیں ہے۔ وہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ کعبۃ اللہ کے ساتھ سارے عرب کی عقیدت تھی۔ اس کے متولیوں کے ساتھ بھی عقیدت تھی۔

ضماد انسانی ہمدردی کے تحت مکہ مکرمہ پہنچ گیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ میں اس شخص کو ملنا چاہتا ہوں جس کا نام محمد ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم۔ میں نے سنا ہے کہ اس کو دیوانگی ہے۔ جس کے ساتھ بھی بات کرتا کیا مرد یا عورتیں، کیا بچے، کیا بوڑھے، سبھی کہتے دیوانے کے ساتھ ملاقات کرنی ہے اس کو مل کر کیا کرنا ہے؟ کہتا مجھے بتاؤ تو سہی میں نے اس کے ساتھ ملاقات کرنی ہے۔ چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ گفتگو شروع کی۔ کہنے لگا حضرت! آپ نے قبیلہ ازدشنؤہ کا نام سنا ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے سنا ہے۔

کہنے لگا شاید آپ نے یہ بھی سنا ہو کہ اس قبیلے کا ایک آدمی پاگلوں کو دم کرتا ہے اور ان کو شفا ہو جاتی ہے۔ وہ عاجز میں ہوں۔ میں نے آپ سے فیس نہیں لینی صرف انسانی ہمدردی کے تحت آپ کے پاس آیا ہوں لَعَلَّ اللّٰہَ یَشْفِیْكَ عَلٰی یَدِیْ "شاید اللہ تعالیٰ آپ کو میرے ہاتھ سے شفا دے دے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں آپ کے آنے پر بڑا شکر گزار ہوں کہ آپ دور سے انسانی ہمدردی کے تحت آئے ہو اور کہہ رہے ہو کہ فیس بھی نہیں لوں گا اور یہ بھی کہہ رہے ہو کہ شاید اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر آپ کو شفا دے دے۔ یعنی یہ مانتے ہو کہ شفا رب تعالیٰ کے پاس ہے۔ لیکن میں پاگل نہیں ہوں۔ ضماد کہنے لگا لوگ کیوں پاگل کہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی زبانیں ان کے مونہوں میں ہیں میں پاگل نہیں ہوں۔ کہنے لگا آپ کہتے کیا ہیں؟ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ خطبہ پڑھا جو آپ حضرات جمعہ کے موقع پر سنتے ہیں الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ یہ خطبہ پڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَالسَّمَاءِ وَ الطَّارِقِ پڑھ کر سنائی۔ چونکہ عربی تھا اور پھر شاعر اور مقرر بھی تھا۔ جوں جوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آیات پڑھتے گئے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے گئے۔ آخر اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔ کہنے لگا میں شاعر بھی ہوں، ادیب بھی ہوں، مقرر بھی ہوں۔ یہ کلام جو آپ نے سنایا ہے یہ کسی بندے کا کلام نہیں ہے۔ یہ رب ہی کا کلام ہے۔ لہٰذا آپ جو دعوت دیتے ہیں میں قبول کرتا ہوں اور (یہ کہہ کر) مسلمان ہو گیا اور رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت میں شامل ہو گیا۔

مشرکین مکہ کا پروپیگنڈہ :

تو اندازہ لگاؤ کہ مشرکین مکہ نے آپ ﷺ کے بارے میں کتنے دور دور تک پروپیگنڈہ کیا ہوا تھا کہ یہ دیوانہ ہے۔ مستدرکِ حاکم حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں بھی لوگ حج کرتے تھے۔ منیٰ، مزدلفہ، عرفات کے میدان میں لوگ کافی اکٹھے ہوتے تھے۔ آنحضرت ﷺ موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہ لوگ اکٹھے ہیں جا کر تبلیغ کرتے تھے۔ اور اُدھر ابو جہل اور ابولہب نے باری مقرر کی ہوئی تھی کہ عرفات میں تم نے تردید کرنی ہے اور منیٰ میں مَیں نے تردید کرنی ہے۔ جس وقت آنحضرت ﷺ تقریر فرماتے تو ابو جہل خاموشی کے ساتھ سنتا رہتا شور نہیں مچاتا تھا۔ جب آپ ﷺ تقریر ختم کرتے تو یہ اُٹھ کر کھڑا ہو جاتا اور کہتا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو! تم نے اس کا بیان سنا۔ ہوسکتا ہے کہ تم اس کے بیان سے متاثر ہوئے ہو۔ میں اس کا چچا لگتا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ صابی ہے، کذّاب ہے، پاگل ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔ منیٰ کے مقام پر آپ ﷺ نے تقریر کی تو ابولہب اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا اَيُّهَا النَّاس اے لوگو میری بات سنو! میرا نام عبدالعزّیٰ ہے۔ میرے باپ کا نام عبد المطلب ہے۔ یہ میرے چھوٹے بھائی عبداللہ کا لڑکا ہے۔ یہ دیوانہ ہے، صابی ہے، جھوٹا ہے، اس کے پھندے میں نہ آنا۔

تو ان لوگوں نے آپ ﷺ کے خلاف اتنا زبردست پروپیگنڈہ کیا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو قسم اُٹھا کر صفائی دینی پڑی۔ قسم دوات اور قلم کی اور اس چیز کی جو وہ لکھتے ہیں آپ اپنے رب کے فضل سے دیوانے نہیں ہیں وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ اور بے شک آپ کے لیے البتہ اجر ہے کبھی ختم نہ ہونے والا۔ آپ ﷺ کی اُمت نے جتنی

نیکیاں کیں اور کر رہی ہے اور قیامت آنے تک کرتی رہے گی وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نامۂ اعمال میں بھی برابر درج ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی، کیوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتلائی ہیں۔ نماز ہے، روزہ ہے، حج ہے، زکوٰۃ ہے، تلاوت قرآن پاک ہے، سلام کہنا ہے۔ غرض کہ جو بھی نیکی کرتے ہیں۔

تو فرمایا بے شک آپ کے لیے البتہ اجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور بے شک آپ البتہ بڑے اخلاق پر ہیں۔ ان لوگوں کا پروپیگنڈہ بالکل غلط ہے۔

شیخ الرئیس ابن سینا جو بہت بڑا حکیم گزرا ہے اور لوگ اب اس کی برسیاں مناتے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ طبی نقطۂ نظر سے دنیا میں اگر کوئی کامل انسان تھا تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ یعنی طبی لحاظ سے جتنی صحت درکار ہوتی ہے کہ جسم میں کوئی کمی اور نقص نہ ہو وہ واحد شخص دنیا میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ اور روحانی مقام تو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں بلند ترین تھا۔

تو فرمایا بے شک آپ خلق عظیم کے مالک ہیں فَسَتُبْصِرُ پس عنقریب آپ دیکھ لیں گے وَيُبْصِرُوْنَ اور وہ بھی دیکھ لیں گے بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ کہ تم میں سے کون فتنے میں ڈالا گیا ہے۔ کون مجنون ہے عنقریب پتا چل جائے گا۔

قوموں کے لیے چند سال کوئی شے نہیں ہوتے۔ تیئس سال میں عرب کی وہ زمین جو کفر، شرک اور برائیوں سے اَٹی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کفر و شرک اور برائیوں سے پاک ہو گئی اور وہ سارے لوگ ہدایت یافتہ ہو گئے۔ مولانا حالی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے: ؏

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

کوئی گھر ایسا نہ رہا جس میں اسلام داخل نہ ہوا ہو۔ ۹،۸ سنہ ھ میں سارا عرب من حیث القوم مسلمان ہو گیا۔ وہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیوانہ کہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتے ہوئے سر جھکا لیتے تھے، آنکھیں نیچی کر لیتے تھے۔

تو فرمایا آپ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ کون مجنون ہے؟ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب ھُوَ اَعْلَمُ وہ خوب جانتا ہے بِمَنْ اس کو ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ جو بھٹک گیا اس کے راستے سے، گمراہ ہو گیا وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔ نہ کوئی گمراہ اس کی نظر سے غائب ہے اور نہ کوئی ہدایت یافتہ اس کی نظر سے اوجھل ہے۔

شانِ نزول :

آگے ایک سکیم کا ذکر ہے۔ جو قریش مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشن سے ہٹانے کے لیے تیار کی تھی۔ مکہ مکرمہ کے بڑے سرداروں میں ایک ولید بن مغیرہ تھا۔ اٹھارہ سال کی عمر تک اس کا کوئی باپ بننے کے لیے تیار نہ ہوا۔ اٹھارہ سال کے بعد مغیرہ نے کہا کہ یہ میرا نطفہ ہے۔ اس کے تیرہ بیٹے تھے اور کافی نوکر چاکر تھے۔ تیرہ بیٹوں میں سے تین مسلمان ہوئے۔ اسلام کے مشہور جرنیل خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ اور ولید بن ولید رضی اللہ عنہ۔ مکہ مکرمہ کے ہر محلے میں اس کی دُکان تھی اور ہر دکان میں ہر طرح کا سامان ہوتا تھا۔ بڑا مالدار آدمی تھا۔

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اس کے ساتھ عتبہ بن ابی ربیع تھا۔ عتبہ کی

لڑکیاں بڑی خوب صورت تھیں۔ عتبہ نے کہا کہ اگر آپ اپنا مشن چھوڑ دیں تو میں یہ قربانی دے سکتا ہوں کہ میری خوب صورت جوان لڑکیاں ہیں۔ جس کی طرف آپ اشارہ کریں بغیر حق مہر کے آپ کے نکاح میں دے دوں گا۔ یہ جو کارروائی آپ نے شروع کی ہوئی ہے اس کو چھوڑ دیں۔ گھر گھر میں لڑائی شروع ہو گئی ہے۔ بیٹا باپ کا مخالف ہے، بھائی بھائی کا مخالف ہے، بیوی خاوند کے مخالف ہو گئی ہے۔ گلی محلوں میں یہ سلسلہ چل نکلا ہے۔ ولید بن مغیرہ نے کہا اگر آپ اس پروگرام سے باز آجائیں تو میں آپ کو اتنا مال دینے کے لیے تیار ہوں کہ آپ کی سات پشتیں کھاتی رہیں تو ان سے ختم نہیں ہوگا۔ مگر آپ اس کارروائی سے باز آجائیں۔ اس موقع پر زیادہ گفتگو کرنے والا ولید بن مغیرہ تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ پس آپ اطاعت نہ کریں جھٹلانے والوں کی حق کو وَدُّوا وہ پسند کرتے ہیں لَوْ تُدْهِنُ۔ یہ لَوْ مصدریہ ہے اِنْ کے معنیٰ میں۔ وہ پسند کرتے ہیں اس کو کہ اگر آپ نرمی کریں مذہب میں فَيُدْهِنُونَ وہ بھی نرمی کرلیں گے۔ وہ کہتے تھے کہ تم ہمارے لات، منات، عزیٰ کی تعریف کر دیا کرو ہم تمھارے رب کی تعریف کر دیا کریں گے۔ صلح صفائی کے ساتھ اکٹھے رہیں۔ رب تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرما دیا۔

فرمایا وَلَا تُطِعْ اور آپ اطاعت نہ کریں كُلَّ حَلَّافٍ ہر قسم اُٹھانے والے کی۔ یہ ولید بن مغیرہ جب بھی بات کرتا تھا قسم اُٹھاتا تھا۔ حلاف کا معنیٰ ہوتا ہے زیادہ قسمیں اُٹھانے والا۔ مَّهِينٍ جو ذلیل ہے لوگوں کی نگاہوں میں۔ لوگ اس کے سامنے تو اس کی قدر کرتے تھے۔ جب بیٹھ کر جاتا تو کہتے یہ وہی ہے جس کا باپ نہیں ملتا تھا هَمَّازٍ عیب نکالنے والا ہے، طعنہ دینے والا ہے۔ کسی کو کہتا تیری آنکھ ایسی ہے، کسی کو کہتا

تیرا بازو ایسا ہے، کسی کو کہتا تیرا پیشہ ایسا ہے۔ کسی کو کچھ کہتا اور کسی کو کچھ کہتا۔ هَمَّازٍ کا معنیٰ ہے طعنہ مارنے والا مَشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ کثرت سے چغلیاں لے کر چلتا ہے۔ یہاں کی بات وہاں اور وہاں کی بات یہاں پہنچاتا ہے مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ . خیر سے روکنے والا ہے۔ ایمان سے روکتا ہے، اسلام سے روکتا ہے مُعْتَدٍ تجاوز کرنے والا ہے۔ چونکہ مال دار بھی تھا اور تیرہ بیٹے اور نوکر چاکر تھے کوئی اس کے سامنے نہیں کھڑا ہوتا تھا۔ کسی کو مکا مار دیا، کسی کو لاٹھی مار دی۔ اَثِيمٍ گناہ گار ہے عُتُلٍّ بدمزاج ہے۔ عُتل کہتے ہیں جو اپنی منوائے اور کسی کی نہ سنے، اُجڈ مزاج بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيمٍ اس کے بعد بدنام بھی ہے۔ اٹھارہ سال تک اس کے باپ کا علم نہیں تھا۔ اٹھارہ سال کے بعد مغیرہ نے دعویٰ کیا کہ میرا نطفہ ہے۔ اس کی ماں کے ساتھ میں نے بُرائی کی تھی۔ اپنا حال تو یہ ہے اور لوگوں کو طعنے دیتا ہے۔ پیغمبر کو دیوانہ کہتا ہے۔ اپنے گریبان میں منہ ڈال (جھانک) کر دیکھ۔ لیکن دنیا کے لوگوں کا حال یہ ہے بُرے لوگوں کی ظاہری طور پر بڑی قدر کرتے ہیں (ان کے شر سے بچنے کے لیے۔ مرتب) دل میں ان کی کوئی قدر نہیں ہوتی۔

فرمایا یہ کارروائیاں اس لیے کرتا ہے اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ کہ مال والا ہے وَّ بَنِيْنَ اور بیٹوں والا ہے۔ مال اولاد کے بل بوتے پر یہ حرکتیں کرتا ہے اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا جس وقت پڑھی جاتی ہیں اس پر ہماری آیتیں۔ قرآن اس کو سنایا جاتا ہے قَالَ کہتا ہے اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اساطیر اسطورۃ کی جمع ہے۔ اسطورۃ کا معنیٰ ہے کہانی۔ کہتا ہے یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ٹھیک ہے قرآن میں واقعات بھی ہیں۔ مگر وہ سبق آموز ہیں، عبرت کے لیے ہیں۔ محض قصے، کہانیاں تو نہیں ہیں۔ کرلے یہ باتیں سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ اصل میں خرطوم ہاتھی کے سونڈ کو کہتے ہیں۔ اس کی

ناک لوٹے کی طرح پھولی ہوئی تھی ہاتھی کی سونڈ کی طرح۔ اور خنزیر کی ناک کو بھی خرطوم کہتے ہیں۔ فرمایا عنقریب ہم داغ لگائیں گے اس کو سونڈ پر۔

۰ اور بدر کے موقع پر ایک انصاری صحابی نے اس کی ناک پر زخم لگایا تھا۔ وہاں سے بچ کر بھاگ گیا۔ واپس مکہ مکرمہ آ کر علاج کراتا رہا مگر وہ زخم ٹھیک نہ ہوا۔ پھر اسی تکلیف میں مر گیا۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا
لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ
مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۰﴾ فَتَنَادَوْا
مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۲﴾
فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ
مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۴﴾ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا
لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ
لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾
فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا
كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا
رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۗ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا
يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾

اِنَّا بے شک ہم نے بَلَوْنٰهُمْ آزمایا ان کو كَمَا بَلَوْنَا
جیسے ہم نے آزمایا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ باغ والوں کو اِذْ اَقْسَمُوْا
جب انھوں نے قسم اٹھائی لَيَصْرِمُنَّهَا البتہ ضرور کاٹیں گے وہ اس باغ
کے پھل کو مُصْبِحِيْنَ صبح کے وقت وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ . اور انھوں نے
ان شاء اللہ بھی نہ کہا فَطَافَ عَلَيْهَا پس پھر گیا اس باغ پر طَآئِفٌ
ایک پھرنے والا مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے وَهُمْ نَآئِمُوْنَ

اور وہ سوئے ہوئے تھے فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ پس ہو گیا وہ باغ جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہوتی ہے فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ پس اُنھوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں صبح کرتے ہوئے اَنِ اغْدُوْا کہ سویرے چلو عَلٰى حَرْثِكُمْ اپنی کھیتی پر اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ اگر ہو تم پھل توڑنے والے فَانْطَلَقُوْا پس وہ چلے وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ اور وہ آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ کہ داخل نہ ہو اس باغ میں آج کے دن عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ تمھارے اُوپر کوئی مسکین وَّغَدَوْا اور ہو گئے وہ عَلٰى حَرْدٍ منع کرنے پر قٰدِرِيْنَ قادر فَلَمَّا رَاَوْهَا پس جس وقت دیکھا اُنھوں نے باغ کو قَالُوْا کہنے لگے اِنَّا لَضَآلُّوْنَ بے شک ہم راستہ بھولنے والے ہیں بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں قَالَ اَوْسَطُهُمْ کہا اُن میں سے درمیانے نے اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ کیا میں نے نہیں کہا تھا تم کو لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ کیوں نہیں تم تسبیح بیان کرتے قَالُوْا وہ کہنے لگے سُبْحٰنَ رَبِّنَآ پاک ہے ہمارا رب اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ بے شک ہم ظالم تھے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ پس متوجہ ہوا بعض ان کا عَلٰى بَعْضٍ بعض پر يَّتَلَاوَمُوْنَ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے قَالُوْا کہنے لگے يٰوَيْلَنَآ ہائے افسوس ہم پر اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ بے شک ہم ہی سرکشی کرنے والے تھے عَسٰى قریب

ہے رَبُّنَآ ہمارارب اَنْ يُّبْدِلَنَا کہ بدل دے ہمیں خَيْرًا مِّنْهَآ بہتر اس سے اِنَّآ بے شک ہم اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اسی طرح عذاب ہوتا ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اور البتہ آخرت کا عذاب اَكْبَرُ بہت بڑا ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں۔

باغ والوں کا واقعہ :

اس سے پہلی آیات میں تم نے ولید بن مغیرہ کے متعلق سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین میں سے ایک تھا۔ اور بڑا منہ پھٹ اور امیر ترین آدمی تھا۔ اس کے تیرہ بیٹے تھے۔ اور اسی مال اور اولاد کی وجہ سے وہ حد سے بڑھا ہوا تھا۔ ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اے پروردگار! ایسے گھٹیا آدمی کو تو نے مال، اولاد سے کیوں نوازا؟

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان مکے والوں کو آزمایا جن میں ولید بن مغیرہ بھی تھا كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جیسے ہم نے آزمایا باغ والوں کو۔ یہ باغ والے کہاں کے رہنے والے تھے؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حبشہ کے رہنے والے تھے۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ تابعین میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں یمن میں رہتے تھے۔ اپنی اپنی تحقیق ہے۔

واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک آدمی تھا بڑا نیک پارسا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ایک باغ عطا فرمایا تھا جس میں ہر قسم کے پھل تھے اور کھیتی بھی تھی۔ اس کا یہ معمول تھا کہ پھل جب اُتارنا ہوتا تھا تو علاقے میں اعلان کرا دیتا تھا کہ فلاں دن میں نے پھل اُتارنا ہے

غرباء، مساکین پہنچ جائیں اور اپنا حق وصول کرلیں۔ پھل کے وہ تین حصے کرتا تھا۔ ایک حصہ گھر کی ضروریات کے لیے رکھ لیتا تھا۔ ایک حصہ باغ کی ضروریات، کھاد، پانی، گوڈی وغیرہ کے لیے اور ایک حصہ غریبوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا معمول تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے تین بیٹے دیئے تھے لڑکی کوئی نہیں تھی۔ لڑکوں کو بھی ساتھ لے جاتا تھا کہ یہ بھی دیکھیں کہ میں کس طرح تقسیم کرتا ہوں اور میرے بعد یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے۔ وہ اللہ کا بندہ بیمار ہو گیا اور سمجھا کہ میں اس بیماری سے جانبر نہیں ہوسکوں گا۔ بیٹوں کو وصیت کی اور سمجھایا کہ بیٹو! یہ سب کچھ رب تعالیٰ کا دیا ہوا ہے اور یہ باغ بھی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا تو صرف نام ہے حقیقت میں سب کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ بیٹو! کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ "ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔" اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ میرا آخری وقت آپہنچا ہے۔ بیٹو! میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ جس طرح میں کرتا ہوں تم نے بھی اسی طرح کرنا ہے۔ پھل اُتارنے کا جب وقت آئے تو غریبوں، مسکینوں کو ان کا حق وہیں دے دینا ہے۔ وہ فوت ہو گیا۔

پھل تیار ہو گیا، کھیتی پک گئی۔ پھل توڑنے کا وقت آیا تو رات کو تینوں بھائیوں نے مشورہ کیا کہ کل پھل توڑنا ہے کیا کرنا چاہیے؟ درمیانے نے کہا اسی طرح کرنا چاہیے جس طرح ہمارا باپ کرتا تھا اور اس نے ہمیں وصیت بھی کی ہے۔ بڑے اور چھوٹے نے کہا کہ ہمارے والد کی عقل، سمجھ ٹھیک نہیں تھی۔ سارا سال محنت کرتا، گرمی سردی برداشت کرتا اور جب پھل تیار ہوتا تھا تو غریبوں اور مسکینوں کو دے دیتا۔ ہم نے ان کو کچھ نہیں دینا۔

درمیانے نے کہا کہ خدا خوفی کرو نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرو اور نہ والد صاحب کا

اچھا نام بدلو۔ کیونکہ اُس زمانے میں رب تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا چوتھائی غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرنے کا۔ وہ نیک آدمی چوتھائی کے بجائے تیسرا حصہ نکالتا تھا۔ دوسرے دو بھائیوں نے کہا کہ تو بھی والد صاحب کی طرح بے وقوف ہے۔ کمائیں ہم اور کھائیں دوسرے، یہ کوئی عقل کی بات ہے؟ وہ بے چارہ اکیلا تھا دب گیا۔ اُنھوں نے قسم اُٹھائی کہ رب تعالیٰ کی قسم ہے صبح جا کر ہم نے پھل کاٹنا ہے اور کسی کو ایک دانہ بھی نہیں دینا۔ اور کہنے لگے کہ جاتے وقت بلند آواز سے بات بھی نہیں کرنی کہ کوئی فقیر سن نہ لے اور وہاں آنہ جائے۔ اور اس طرح چلنا ہے کہ پاؤں کی آہٹ بھی کوئی نہ سنے۔ مشورہ کر کے سو گئے۔

ادھر اللہ تعالیٰ نے آگ کا بگولا بھیجا جس نے سارے باغ کو راکھ کر کے رکھ دیا اور کوئی چیز اس نے نہ چھوڑی۔ صبح اندھیرے منہ باغ کی طرف چلے۔ جب وہاں پہنچے تو باغ نظر نہ آیا۔ نہ درخت، نہ کھیتی وغیرہ۔ پہلے تو کہنے لگے ہم پر نیند غالب ہے ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہم کسی اور جگہ چلے آئے ہیں۔ پھر جس وقت اچھی طرح غور کیا آس پاس کو دیکھا تو کہنے لگے جگہ تو وہی ہے مگر ہمیں رب تعالیٰ نے محروم کر دیا ہے۔ اب واویلا کرنے لگ گئے کہ ہائے مارے گئے۔ تو درمیانے نے کہا میں نے تم کو نہیں کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مقابلہ نہ کرو اور والد صاحب کی وصیت پر عمل کرو۔ پھر اُنھوں نے رو رو کر آہ وزاری کی، گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے مانگا اور کچھ باپ کی نیکی کام آگئی۔ بڑوں کی نیکی بھی چھوٹوں کے کام آجاتی ہے۔

بڑوں کی نیکی کا چھوٹوں کے کام آنا :

سولھویں پارے کے پہلے رکوع میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام

سفر کرتے ہوئے انطاکیہ شہر پہنچے۔ انطاکیہ شہر آج بھی مصر میں موجود ہے۔ دوپہر کا وقت تھا بھوک لگی ہوئی تھی اور پیسا پاس نہیں تھا۔ سامنے کچھ لوگ آئے۔ ان سے کہا بھوک لگی ہوئی ہے کھانا کھلا دو۔ اُنھوں نے دیکھا کہ قد بت، شکلیں خوب صورت ہیں۔ صحت مند بھی ہیں۔ یہ کیوں سوال کرتے ہیں۔ اُن کا خیال تھا اندھا مانگے، لنگڑا مانگے، لولا مانگے۔ مگر یہ کوئی پیشہ ور سائل تو نہیں تھے۔ اتفاق ہو گیا کہ پیسے پاس نہیں ہیں اور بھوک بھی لگ گئی۔ کیوں کہ پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے ایسے وجود تو نہیں دیئے کہ کھانے کی ضرورت نہ ہو۔ کھانا پیغمبر بھی کھاتے ہیں۔ مگر ان لوگوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا کہ کر کے کھاؤ۔ انھوں نے جاتے ہوئے دیکھا کہ ایک بڑی دیوار ہے جو گرنے والی ہے۔ خضر علیہ السلام کا نام بلیا بن ملکان تھا۔ خضر اس لیے کہتے تھے کہ جس جگہ بیٹھتے تھے وہ جگہ فوراً سبز ہو جاتی تھی۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم عصر تھے اور ذوالقرنین جس کا ذکر قرآن کریم میں آتا ہے اس کے وزیرِ اعظم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لمبی عمر عطا فرمائی تھی۔ جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ وہ اب بھی زندہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام نے دیکھا کہ دیوار گرنے والی ہے اُنھوں نے اس کو سیدھا کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا حضرت! یہ اتنے بے مروت لوگ ہیں جنھوں نے ہمیں مانگنے پر بھی کھانا نہیں کھلایا اور آپ نے مفت میں ان کو دیوار سیدھی کر دی۔ کچھ تھوڑے بہت پیسے لے لیتے کہ ہم روٹی کھا لیتے۔ بعد میں خضر علیہ السلام نے بتلایا کہ یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی۔ اور اس کے نیچے خزانہ تھا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَالِحًا "اور ان دونوں کا باپ نیک تھا۔" دیوار گر جاتی خزانہ ننگا (ظاہر) ہو جاتا اور دوسرے لوگ لے جاتے۔ اب جب یہ بڑے

ہوں گے تو نکال لیں گے۔ والد نیک تھا اس کی نیکی بیٹوں کے کام آئی۔

تو باغ والوں نے گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے درخواست کی اور والد کی نیکی بھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے بہتر باغ عطا فرما دیا۔

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر کشاف میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس باغ کے انگور کا ایک ایک گچھا اتنا بڑا ہوتا تھا کہ اس کا آدھا حصہ خچر کے ایک طرف اور دوسرا آدھا خچر کے دوسری طرف رکھنا پڑتا تھا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جتنی چاہے برکت ڈال دے۔

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اتنا بڑا سنگترہ دیکھا کہ اس کے دو حصے کر کے آدھا اُونٹ کے ایک طرف اور آدھا دوسری طرف رکھنا پڑتا تھا۔ ابوداؤد شریف میں ہے کہ میں نے ترشہتیر کے برابر لمبی دیکھی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تشریف لائیں گے تو انار کا ایک دانہ اتنا بڑا ہوگا کہ اس کے خول کے نیچے دس دس آدمی بیٹھ سکیں گے۔ سب کچھ اپنے مقام پر حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے کہ ان کو آناً فاناً دوبارہ باغ مل جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ بے شک ہم نے آزمایا ان کو كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ جیسے آزمایا ہم نے باغ والوں کو اِذْ اَقْسَمُوْا جب اُنھوں نے قسم اُٹھائی لَيَصْرِمُنَّهَا البتہ ضرور کاٹیں گے وہ اس کو یعنی اس کا پھل اُتاریں گے۔ صرم کا معنیٰ ہے باغ کا پھل اُتارنا۔ مُصْبِحِيْنَ صبح کے وقت۔ رب کی قسم صبح ہم نے باغ کا پھل اُتارنا ہے وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ اور ان شاء اللہ بھی نہ کہا۔ حالانکہ آدمی جب بھی کوئی کام کرنا چاہے تو ان شاء اللہ ضرور کہے۔ کیوں کہ ان شاء اللہ کے بغیر کچھ بھی

نہیں ہے۔

کئی دفعہ سن چکے ہو کہ یہود نے آپ ﷺ سے تین سوال کیے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کل جواب دوں گا اور زبان سے ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ کل گزرا، پرسوں گزرا، ہفتہ گزرا تو یہود نے بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیا کہ خدا جانے اس کا کل کب آئے گا۔ پندرہ دن کے بعد وحی آئی اور وحی کا آغاز اس سے ہوا وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ [الکہف: ۲۳، ۲۴] "اور آپ نہ کہیں کسی چیز کے بارے میں کہ میں کرنے والا ہوں اس کو کل مگر یہ کہ اللہ چاہے۔" اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کیا ہو سکتا ہے؟

تو اُنھوں نے ان شاء اللہ! بھی نہ کہا فَطَافَ عَلَيْهَا طَآىِٕفٌ پس پھر گیا اس باغ پر پھرنے والا مِّنْ رَّبِّكَ آپ کے رب کی طرف سے۔ آسمانی آفت آئی جس نے سارے باغ کو جلا کر راکھ کر دیا وَهُمْ نَآىِٕمُوْنَ اور وہ سوئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آیا باغ پر فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۔ صریم کا معنیٰ کٹی ہوئی کھیتی بھی کرتے ہیں اور راکھ بھی کرتے ہیں۔ جیسے لکڑیاں جلنے کے بعد راکھ باقی رہ جاتی ہے۔ اور صریم کا معنیٰ کالی راکھ بھی کرتے ہیں۔ سب معانی صحیح ہیں۔ وہ باغ ایسے ہو گیا جیسے کٹی ہوئی کھیتی ہوتی ہے، وہ ایسے ہو گیا جیسے راکھ، وہ باغ ایسے سیاہ ہو گیا جیسے کالی راکھ ہوتی ہے۔ فَتَنَادَوْا پس اُنھوں نے ایک دوسرے کو پکارا مُصْبِحِيْنَ صبح ہو جانے پر۔ صبح صادق ہوئی تو ایک دوسرے کو جگایا اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ کہ سویرے سویرے چلو اپنی کھیتی پر اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ اگر ہو تم پھل اُتارنے والے فَانْطَلَقُوْا پس وہ چلے وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ اور وہ آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے

اَنۡ لَّا یَدۡخُلَنَّهَا الۡیَوۡمَ عَلَیۡكُمۡ مِّسۡكِیۡنٌ کہ داخل نہ ہو اس باغ میں آج کے دن تمھارے اُوپر کوئی مسکین۔ آہستہ آہستہ بولو کسی مسکین کو خبر نہ ہو جائے کہ یہ باغ کا پھل اُتارنے کے لیے جا رہے ہیں اور وہ بھی پہنچ جائے کہ ہمیں بھی کچھ ملے گا۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَّغَدَوۡا عَلٰی حَرۡدٍ قٰدِرِیۡنَ اور ہو گئے وہ غریبوں کو روکنے پر قادر اپنے خیال کے مطابق فَلَمَّا رَاَوۡهَا پس جس وقت اُنھوں نے وہ باغ دیکھا قَالُوۡۤا کہنے لگے اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ بے شک ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہمارے باغ کے تو درخت تھے، بڑی رونق تھی یہ ہموار زمین ہے ہم غلط جگہ آ گئے ہیں۔ پھر جب آنکھیں کھولیں اِدھر اُدھر کے ماحول کو دیکھا تو کہنے لگے بَلۡ نَحۡنُ مَحۡرُوۡمُوۡنَ بلکہ ہم محروم ہو گئے ہیں۔ جگہ وہی ہے لیکن ہماری نافرمانی کی وجہ سے سارا (باغ) ختم ہو گیا۔

قَالَ اَوۡسَطُهُمۡ کہا اُن میں سے درمیانے نے اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ کیا میں نے تمھیں نہیں کہا تھا اے بھائیو! لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ کیوں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان نہیں کرتے کہ اس نے ہم پر احسان کیا ہے ہمیں اس کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اور باپ کی وصیت کے مطابق غریبوں کو ان کا حق دینا چاہیے۔ اور تم نے تو ان شاء اللہ بھی نہ کہا اور اپنے آپ کو پھل کاٹنے پر قادر سمجھا۔ اب تم نے ناشکری کا نتیجہ دیکھ لیا ہے۔ اس وقت قَالُوۡا کہنے لگے سُبۡحٰنَ رَبِّنَاۤ پاک ہے ہمارا رب اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِیۡنَ بے شک ہم ظالم تھے۔ آدمی جب اپنے گناہوں کا اقرار کر کے سچے دل سے توبہ کرتا ہے معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے كُلُّكُمۡ خَطَّاءُوۡنَ وَ خَيۡرُ الۡخَطَّائِيۡنَ التَّوَّابُوۡنَ "تم سب کے سب خطا کار ہو اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے

ہیں۔" تو انھوں نے کہا کہ بے شک ہم ظالم تھے فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ پس متوجہ ہوا بعض ان کا بعض پر يَّتَلَاوَمُوْنَ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ایک نے کہا کہ تو نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ دوسرے نے کہا تو نے کیا تھا اور میں نے تیری تائید کی تھی۔ عموماً لوگوں کی عادت ہے کہ کام ٹھیک ہو جائے تو ہر آدمی اپنی طرف نسبت کرتا ہے اور اس کا سہرا اپنے سر باندھنے کی کوشش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری وجہ سے ہوا ہے۔ اور اگر کام بگڑ جائے، خراب ہو جائے تو دوسرے پر ڈالتا ہے کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔

تو ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ پھر قَالُوْا کہنے لگے يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ہائے افسوس ہم پر بے شک ہم سرکشی کرنے والے تھے۔ خدا کی نافرمانی کی، والد صاحب کا اچھا طریقہ چھوڑا عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا اُمید ہے کہ ہمارا رب بدل دے ہمیں خَيْرًا مِّنْهَآ اس سے بہتر اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ بے شک ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔ اپنا جرم مانتے ہیں، اپنی سرکشی کو تسلیم کرتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ مال والو! مال پر گھمنڈ نہ کرو كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اسی طرح مال پر عذاب آتا ہے۔ یہ تو دنیا کا عذاب ہے وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ اور آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے جس کا آج ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ دنیا کی آگ میں لوہے تک ہر چیز پگھل جاتی ہے اور جہنم کی آگ اس سے اُنہتر گنا تیز ہے۔ اگر مارنا مقصود ہو تو اس کا ایک شعلہ ہی کافی ہے لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى "نہ مرے گا اس میں اور نہ زندہ رہے گا۔" لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ کاش کہ یہ لوگ جان لیں دنیا کی ناپائیداری کو اور عارضی ہونے کو سمجھ لیں۔ آخرت کو سامنے رکھیں۔ دنیا راستہ ہے منزل نہیں ہے۔ اس کو منزل نہ سمجھ لو۔ منزل تمھاری آخرت ہے۔

****

اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ كَالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ اَیُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْیَاْتُوْا بِشُرَكَآىٕهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ﴿۴۱﴾ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَ قَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرْنِیْ وَ مَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾

اِنَّ بے شک لِلْمُتَّقِیْنَ پرہیزگاروں کے لیے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں جَنّٰتِ النَّعِیْمِ نعمتوں کے باغ ہیں اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کیا پس ہم کر دیں گے فرماں برداروں کو كَالْمُجْرِمِیْنَ مجرموں کی طرح مَا لَكُمْ تمھیں کیا ہو گیا ہے كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ تم کیسے فیصلے کرتے ہو اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ اس میں تم پڑھتے ہو اِنَّ لَكُمْ بے شک تمھارے لیے ہے فِیْهِ اس میں لَمَا البتہ وہ چیز تَخَیَّرُوْنَ جو تم پسند کرتے

ہو اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ کیا تمھارے لیے قسمیں ہیں عَلَيْنَا ہمارے
ذمے بَالِغَةٌ جو پہنچنے والی ہیں اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن تک
اِنَّ لَكُمْ کہ تمھارے لیے ہے لَمَا البتہ وہ چیز تَحْكُمُوْنَ جو تم
فیصلہ کرتے ہو سَلْهُمْ آپ پوچھیں ان سے اَيُّهُمْ کون اُن میں
سے ہے بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ اس کا ذمہ دار اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ کیا ان کے
لیے شریک ہیں فَلْيَأْتُوْا پس چاہیے کہ لے آئیں وہ بِشُرَكَآئِهِمْ
اپنے شریکوں کو اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ اگر ہیں وہ سچے يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ
سَاقٍ جس دن کھولی جائے گی پنڈلی وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور بلائے
جائیں گے یہ سجدے کی طرف فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس وہ طاقت نہیں رکھیں
گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی تَرْهَقُهُمْ
ذِلَّةٌ چھا جائے گی ان پر ذلت وَقَدْ كَانُوْا اور تحقیق تھے يُدْعَوْنَ اِلَى
السُّجُوْدِ بلائے جاتے سجدے کی طرف وَهُمْ سٰلِمُوْنَ اور وہ سالم
تھے فَذَرْنِىْ پس چھوڑ دیں مجھے وَمَنْ اور اس کو يُّكَذِّبُ جو
جھٹلاتا ہے بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اس بات کو سَنَسْتَدْرِجُهُمْ بہ تاکید ہم
ان کو درجہ بہ درجہ چڑھائیں گے مِّنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَعْلَمُوْنَ
ان کو علم نہیں ہوگا وَاُمْلِىْ لَهُمْ اور میں مہلت دیتا ہوں ان کو اِنَّ كَيْدِىْ
مَتِيْنٌ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

متقین کا تذکرہ :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیز گاروں کے لیے عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے رب کے ہاں جَنّٰتِ النَّعِيْمِ نعمتوں کے باغ ہیں۔ متقین تقویٰ سے ہے۔ تقویٰ کا معنیٰ ہے بچنا، پرہیز کرنا۔ تقویٰ کا سب سے اعلیٰ درجہ ہے کہ انسان کفر وشرک سے بچے۔ پھر گناہِ کبیرہ سے بچے پھر صغیرہ سے بچنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی سے بچے۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، حکم عدولی سے بچتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمتوں کے باغ ہیں۔

تقویٰ کا مفہوم بقول اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تقویٰ کا مفہوم بیان کرو۔ مجلس میں کافی لوگ بیٹھے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ تقویٰ کا مفہوم سمجھ لیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت! آپ کبھی ایسے علاقے سے گزرے ہیں جہاں خاردار جھاڑیاں ہوں؟ فرمایا ہاں! گزرا ہوں۔ حضرت کیسے؟ فرمایا اپنے کپڑوں کو سمیٹ کر گزرتا ہوں کہ کانٹوں کے ساتھ اُلجھ نہ جائیں۔ کہنے لگے حضرت! یہی تقویٰ ہے۔ اس دنیا میں گناہوں کے بہت سے کانٹے ہیں۔ مومن کا کام ہے کہ اپنے دامن کو سنبھال کر نکل جائے تاکہ کوئی کانٹا اس کو نہ چبھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے ٹھیک کہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی بنائے۔ آج کل متقی بننا بہت مشکل کام ہے۔ محنت کرنا پڑے گی۔ نفس امّارہ پر قابو پانا پڑے گا۔ شیطان لعین کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ مگر

اتنا مشکل بھی نہیں ہے کہ انسان تقویٰ حاصل نہ کر سکے۔ نیت کر لے تو حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر آخرت کو سامنے رکھے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ میرے سامنے آنے والا ہے۔ ہر آدمی کو اپنی آخرت کی زندگی بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور یہ عہد کرے کہ کل جو مجھ سے گناہ ہوئے تھے وہ آج میں نے نہیں کرنے۔ ان شاء اللہ نہیں ہوں گے۔ اور نیت کرے کہ کل جو نیکیاں مجھ سے رہ گئی تھیں آج میں نہیں چھوڑوں گا۔ آدمی عزم اور نیت پختہ کرلے تو کر سکتا ہے۔

تو فرمایا بے شک متقیوں کے لیے ان کے رب کے ہاں نعمتوں کے باغ ہیں۔ مشرک کہتے تھے یہ مسلمان بھوکے مر رہے ہیں آگے جا کر بھی بھوکے مریں گے۔ رب تعالیٰ ان سے راضی ہوتا تو ان کو مال و دولت دیتا۔ مال و دولت تو ہمارے پاس ہے۔ یہ ان کا غلط قیاس تھا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی اور ناراضی کا معیار مال و دولت نہیں ہے بلکہ دین ہے، ایمان ہے۔ دنیا ملنے سے رب تعالیٰ کی رضا حاصل نہیں ہوتی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھو! بکریاں چرا کر کھانا کھاتے ہیں۔ قرآن پاک میں موجود ہے دس سال خدمت کی۔ مقابلے میں سگا چچازاد بھائی قارون ہے۔ اس کے پاس اتنی دولت تھی کہ اس کے خزانے کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ دادا دونوں کا ایک ہے۔ اگر مال کی وجہ سے خدا کا قرب ہوتا تو قارون کا درجہ زیادہ ہوتا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، ہارون علیہ السلام کا معاذ اللہ (درجہ) کم ہوتا۔

تو کافروں کا یہ خیال غلط تھا کہ جس کے پاس مال زیادہ ہوتا ہے اس پر اللہ راضی ہوتا ہے اور یہاں مال دیا تو آگے بھی دے گا۔ اور مسلمان یہاں مالی طور پر کمزور ہیں تو آگے بھی نہیں ملے گا۔ رب تعالیٰ نے فرمایا مومنوں کے لیے رب کے ہاں نعمتوں کے

باغ ہیں۔ کل قیامت والے دن ان کی یہ حالت نہیں ہوگی۔ اور کافر، مشرک آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم ہوں گے۔ ایسا نہیں ہوگا کہ آخرت میں مومنوں کو نعمتیں ملیں اور مشرکوں اور مجرموں کو بھی۔

فرمایا اَفَنَجۡعَلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کَالۡمُجۡرِمِیۡنَ کیا پس ہم کردیں گے مسلمانوں کو مجرموں کی طرح۔ فرماں بردار اور نافرمان برابر ہوں گے یہ تمھارا خیال غلط ہے مَا لَکُمۡ تمھیں کیا ہوگیا ہے کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ کیسے فیصلے کرتے ہو کہ مسلم کافر برابر ہوجائیں، موحد مشرک برابر ہوجائیں، بدعتی اور سنی برابر ہوجائیں، حق باطل ایک ہو جائے۔ یہ کیسے فیصلے کرتے ہو؟ اَمۡ لَکُمۡ کِتٰبٌ کیا تمھارے پاس کوئی کتاب ہے فِیۡهِ تَدۡرُسُوۡنَ اس میں تم پڑھتے ہو اِنَّ لَکُمۡ کہ تمھارے لیے فِیۡهِ اس کتاب میں لکھا ہوا ہے لَمَا تَخَیَّرُوۡنَ البتہ تمھارے لیے وہ ہے جو تم پسند کرتے ہو۔ عقل کی بات کرو کسی کتاب کا حوالہ دو کہ جو تم پسند کروگے تمھیں ملتا رہے گا۔

اَمۡ لَکُمۡ اَیۡمَانٌ عَلَیۡنَا بَالِغَةٌ یا تمھارے لیے قسمیں ہیں ہمارے ذمے اور وہ قسمیں اتنی پکی ہیں کہ پہنچنے والی ہیں اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ قیامت کے دن تک۔ اور ان قسموں کے ذریعے یہ معلوم ہو کہ اِنَّ لَکُمۡ بے شک تمھارے لیے ہے لَمَا تَحۡکُمُوۡنَ جو تم فیصلہ کرتے ہو۔ جو تم چاہو گے تمھیں ملے گا اگر کوئی کتاب ہے تو لاؤ۔ نافرمان اور فرماں بردار برابر نہیں ہوسکتے، حق اور باطل برابر نہیں ہوسکتے۔ اگر تمھارے پاس کوئی کتاب ہے کوئی دلیل ہے تو پیش کرو کہ جو فیصلہ تم کروگے وہی تمھیں ملے گا۔ سَلۡهُمۡ آپ ان سے پوچھیں اَیُّهُمۡ بِذٰلِکَ زَعِیۡمٌ کون ان میں سے ہے ذمہ دار اس کا۔ ان باتوں کا ذمہ دار ان میں سے کون ہے؟ اَمۡ لَهُمۡ شُرَکَآءُ کیا ان

کے لیے شریک ہیں۔ کسی نے لات کو، کسی نے منات کو، کسی نے عزّیٰ کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا ہوا تھا لیکن ان کو خالق و مالک نہیں مانتے تھے۔ خالق مالک صرف رب تعالیٰ کو مانتے تھے۔ ان کے متعلق کہتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس:۱۸] "یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔" اور سورۂ زمر آیت نمبر ۳ میں ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى "نہیں عبادت کرتے ہم ان کی مگر اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلائیں گے۔" اللہ تعالیٰ کے قریب کریں گے۔ جب ان کو سفارشی مان لیا تو ان کو عالم الغیب اور حاضر و ناظر بھی ماننا پڑے گا۔ یہی عقیدہ کفر کا ستون ہے۔ قرآن پاک نے صاف لفظوں میں کہا ہے قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ [النمل:۶۵] "آپ فرما دیں نہیں جانتا جو بھی ہے آسمانوں میں اور زمین میں غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے۔"

تو فرمایا کیا ان کے لیے شریک ہیں فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ پس چاہیے کہ لے آئیں وہ اپنے شریکوں کو میدان میں اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ اگر ہیں یہ سچے کہ پتا چلے ان شریکوں میں کیا قوت اور طاقت ہے اور وہ کیا کر سکتے ہیں؟

کشفِ ساق یعنی پنڈلی ننگی ہونے سے کیا مراد ہے؟

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ جس دن کھولی جائے گی، ننگی کی جائے گی پنڈلی وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور بلائے جائیں گے سجدے کی طرف فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے۔ کشفِ ساق، پنڈلی ننگی ہونے سے کیا مراد ہے؟ یہاں مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ایک یہ کہ اس سے مراد شدت ہے کہ آدمی جب بھاگتا ہے تو پنڈلی ننگی کر کے

بھاگتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب قیامت والے دن سختی ظاہر ہوگی ان کو کہا جائے گا آؤ سجدہ کرو۔ تو وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے۔ یعنی جنھوں نے دنیا میں اخلاص کے ساتھ سجدہ نہیں کیا ان کی کمر تختے کی طرح ہو جائے گی جھک نہیں سکیں گے۔ بہ خلاف ان لوگوں کے جو اخلاص کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے اور گردنیں ان کی جھکتی رہیں، سجدے کرتے رہے۔ وہ بڑی آسانی کے ساتھ سجدہ کریں گے۔ کافر اور منافق سجدہ نہیں کرسکیں گے۔

اور ایک مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ کشفِ ساق سے مراد اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص صفت ہے جس کی حقیقت کو ہم نہیں جانتے۔ جس طرح دوسری متشابہات آیتیں ہیں۔ مثلاً: سورۃ المائدہ آیت نمبر ۶۴ میں ہے بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ "اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کشادہ ہیں خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔" اب ہم اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کو مخلوق کے ہاتھوں کے ساتھ تشبیہ نہیں دے سکتے حاشا وکلا۔ ہاں! یہ کہیں گے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سنتا ہے مگر ہماری طرح کان نہیں ہیں۔ دیکھتا ہے مگر ہماری طرح آنکھیں نہیں ہیں، جو اس کی شان کے لائق ہیں۔

اللہ تعالیٰ متکلم ہے وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ۱۶۴] "اور کلام کیا اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنا۔" ہم ہونٹوں، دانتوں اور تالو کے بغیر نہیں بول سکتے۔ لیکن رب تعالیٰ کے نہ ہونٹ ہیں، نہ دانت ہیں، نہ تالو ہے۔ لیکن وہ متکلم ہے جو اس کی شان کے لائق ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے مگر ہم اس کی کیفیت کو نہیں جانتے جو اس کی شان کے لائق ہے اس طرح مستوی ہے۔

تو ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی خاص صفت ہے جس کو وہ ظاہر فرمائیں گے اور بلایا جائے گا کہ آؤ سجدہ کرو! تو کافر، مشرک، منافق سجدہ نہیں کرسکیں

گے۔ ان کی کمریں تختے کی طرح ہو جائیں گی سجدہ کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی آنکھیں ان کی۔ آدمی شرمندہ ہو جائے تو عموماً
آنکھیں اُٹھانے کے قابل نہیں رہتا۔ سب سے زیادہ شرمندگی قیامت والے دن ہوگی۔
اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت والے دن کی شرمندگی سے بچائے۔ تو آنکھیں ان کی جھکی ہوئی
ہوں گی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ چھا جائے گی ان پر ذلت۔ خود اپنے آپ کو بھی ذلیل سمجھیں
گے، اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے، فرشتوں کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے اور دیگر
لوگوں کے ہاں بھی ذلیل ہوں گے وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ اور تحقیق تھے
بلائے جاتے سجدے کی طرف دنیا میں، پانچ وقت اذان کی آواز ان کے کانوں میں پڑتی
تھی وَهُمْ سٰلِمُوْنَ اور وہ صحیح سالم ہوتے تھے، تندرست ہوتے تھے۔ ان کو دعوت
دی جاتی تھی کہ آؤ نماز پڑھو! کہتے تھے تم جاؤ پڑھو۔ دیکھنا! آج کل ڈاکٹر، حکیم کہتے ہیں
کہ سجدہ کرنے سے ریڑھ کی ہڈی کو تقویت پہنچتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کی بیماریاں دور ہوتی
ہیں۔ لیکن ہمارے پیغمبر نے آج سے چودہ سو سال پہلے چٹائی پر بیٹھ کر بتلایا ہے کہ نماز
میں تمھاری صحت ہے۔

تو فرمایا ان کو بلایا جاتا تھا سجدے کی طرف اور وہ صحیح سالم تھے اس وقت سجدہ
نہیں کرتے تھے فَذَرْنِىْ پس اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ چھوڑ دیں مجھے وَمَنْ
اور اس کو يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ جو جھٹلاتا ہے اس بات کو۔ میری باتوں کو جو جھٹلاتا
ہے میں اس سے خود نمٹ لوں گا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ بہ تاکید ہم اس کو درجہ بہ درجہ
چڑھائیں گے مِّنْ حَيْثُ جہاں سے لَا يَعْلَمُوْنَ ان کو علم بھی نہیں ہوگا۔ استدراج
آہستہ آہستہ چڑھانے کو کہتے ہیں۔ نافرمانیاں کرتے ہوئے مال مل رہا ہے، اولاد مل رہی

ہے، عہدہ مل رہا ہے، ترقی مل رہی ہے۔ اس کو معلوم ہی نہیں ہے کہ وہ شکنجے میں کسا جا رہا ہے۔ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔ یہ کتنا عرصہ کھا پی لیں گے اور مزے اُڑا لیں گے مرنے کی دیر ہے نتیجہ سامنے آجائے گا۔ انسان کو قبر اور آخرت کی زندگی کبھی نہیں بھولنی چاہیے۔ دنیا کی زندگی تو سفر ہے منزل آخرت ہے۔ اگر کوئی آدمی راستے ہی میں دل لگا کر بیٹھ جائے کہ میں نے یہاں ہی رہنا ہے تو بڑا نادان ہے۔ سفر کو سفر سمجھو اور منزل کو منزل سمجھو۔

فرمایا وَاُمْلِیْ لَهُمْ اور میں ان کو مہلت دیتا ہوں کر لیں جو کرنا ہے اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ جب میں پکڑوں گا کوئی چھڑا نہیں سکے گا۔ آنا سب نے میرے پاس ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۵۲﴾

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں اَجْرًا معاوضے کا فَهُمْ پس وہ مِّنْ مَّغْرَمٍ تاوان کی وجہ سے مُّثْقَلُوْنَ بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ کیا ان کے پاس غیب ہے فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ پس وہ لکھتے ہیں فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے رب کے حکم کے لیے وَلَا تَكُنْ اور نہ ہوں آپ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ مچھلی والے کی طرح اِذْ نَادٰى جب پکارا اس نے وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور وہ غم میں گھٹ رہے تھے لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَكَهٗ اگر نہ پالیتی اُس کو نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اس کے رب کی نعمت لَنُبِذَ البتہ پھینک دیا جاتا بِالْعَرَآءِ دریا کے کنارے وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور وہ مذمت کیا ہوا ہوتا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ پس چن لیا اس کو اس

کے رب نے فَجَعَلَهٗ پس کیا اس کو مِنَ الصّٰلِحِيْنَ نیکوں میں سے وَاِنْ اور بے شک يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قریب ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہیں لَيُزْلِقُوْنَكَ البتہ پھسلا دیں آپ کو بِاَبْصَارِهِمْ اپنی آنکھوں سے لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ جب سنا انھوں نے نصیحت کو وَيَقُوْلُوْنَ اور وہ کہتے ہیں اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ بے شک یہ البتہ دیوانہ ہے وَمَا هُوَ اِلَّا اور نہیں ہے یہ قرآن مگر ذِكْرٌ نصیحت لِّلْعٰلَمِيْنَ جہان والوں کے لیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ میں تبلیغ شروع کی، توحید کا مسئلہ بیان کیا، رسالت کو بیان کیا، قیامت کا مسئلہ سمجھایا، شرک کی تردید کی تو اُن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شدت کے ساتھ مخالفت کی اور انکار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا کیا آپ ان سے سوال کرتے ہیں کسی معاوضے کا۔ اس تبلیغ کے سلسلے میں کوئی تنخواہ مانگتے ہیں فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ کہ وہ اس تاوان کی وجہ سے بوجھ کے نیچے آئے ہوئے ہیں اور شدت سے مخالفت کرتے ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات سمجھائی ہے کہ پیغمبر اپنی تبلیغ کا کسی سے معاوضہ نہیں مانگتے۔ سورۂ شوریٰ آیت نمبر ۲۳ میں ہے قُلْ "آپ ان سے کہہ دیں لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا میں نہیں مانگتا اس پر تم سے کوئی معاوضہ۔" میرا اجر مجھے میرا اللہ دے گا۔ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ کیا ان کے پاس غیب ہے پس وہ لکھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لیے جائز ہے اور کیا چیز ان کے لیے ناجائز ہے۔ گزشتہ پیغمبروں کے واقعات کیا ہیں اور ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ ساری چیزیں خود جانتے ہیں۔

حلال حرام کی باتیں پیغمبر بتلائے گا تو سمجھ آئیں گی۔ جنت دوزخ کی حقیقت پیغمبر بتلائے گا تو سمجھ آئے گی۔ پہلے پیغمبروں کے واقعات اللہ تعالیٰ کا پیغمبر بتلائے گا تو علم میں آئیں گے۔ کیا ان کو پیغمبر کی ضرورت نہیں ہے؟ جب ان سب باتوں میں پیغمبر کی ضرورت ہے اور پیغمبر بغیر کسی معاوضے کے ان کو سمجھا رہا ہے تو پھر یہ ضد کیوں کرتے ہیں؟ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم کے لیے۔ ان کی باتوں سے متاثر نہ ہوں یہ مختلف باتیں کرتے رہیں گے آپ ذہن صاف رکھیں اور صبر کریں۔

حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ :

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اور نہ ہو جائیں آپ مچھلی والے کی طرح۔ اس سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ قرآن پاک میں مستقل سورۃ ہے سورۃ یونس گیارھویں پارے میں۔ اور قرآن پاک میں متعدد مقامات پر یونس علیہ السلام کا نام آیا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ کا خلاصہ اس طرح ہے۔

عراق کے صوبہ موصل میں ایک شہر تھا جس کا نام نینوا تھا۔ اس وقت اس شہر کی آبادی لاکھ سے زیادہ تھی۔ سورۂ صافات آیت نمبر ۱۴۷ میں ہے وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ "اور بھیجا ہم نے اس کو ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف۔" ترمذی شریف کی روایت میں ہے ایک لاکھ تیس ہزار کی آبادی تھی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو نینوا شہر اور اس کے اردگرد دیہاتوں کے لیے نبی بنا کر بھیجا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے شادی کی اللہ تعالیٰ نے دو لڑکے دیئے۔ کافی عرصہ تبلیغ کی لیکن ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا کہ ان لوگوں سے کہہ دیں کہ انھوں نے حق کو قبول نہ کیا تو ان پر عذاب آئے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے دِنوں کی تعیین نہیں کی گئی تھی کہ کتنے دنوں کے بعد عذاب آئے گا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے تقریر فرمائی کہ اتنا عرصہ گزر گیا ہے مجھے تمھارے سامنے حق بیان کرتے اور سناتے ہوئے لیکن تم حق کو قبول کرنے اور ماننے کے لیے تیار نہیں ہو۔ اب تمھارے اُوپر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم بیان کرنے کے بعد خیال فرمایا کہ اب ان پر عذاب آنا ہے لہٰذا میں گھر والوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی جانے کا حکم نہیں ملا تھا۔ یہ ان کی ذاتی رائے تھی۔

پھر آگے تفسیروں میں دو باتیں بیان کی گئی ہیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے بیوی اور دونوں بچوں کو ساتھ لیا اور چل پڑے۔ ایک کی عمر نو دس سال تھی اور دوسرے کی سات آٹھ سال تھی۔ اس واسطے چل پڑے کہ ان پر تو عذاب آنا ہے ہم عذاب والی قوم میں کیوں رہیں۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے تعیین فرمائی تھی۔ قوم کو کہا تھا کہ تین یا چار دنوں میں تم پر عذاب آئے گا۔ پھر سوچا کہ اللہ تعالیٰ میری اس تعیین کا پابند تو نہیں ہے کہ ان دنوں میں عذاب لائے۔ ہو سکتا ہے ان دنوں میں عذاب نہ آئے اور لوگ مجھے شرمندہ کریں لہٰذا میں نکل جاتا ہوں۔

بیوی بچوں کو ساتھ لیا اور تھوڑا سا سامانِ سفر باندھا اور چل پڑے۔ کچھ سفر طے کیا۔ دیکھا بہت سارے لوگوں کا ایک قافلہ آرہا ہے۔ اس میں معزز لوگ بھی ہیں۔ قریب آئے تو اُنھوں نے یونس علیہ السلام کو کہا تم کون ہو، کہاں جارہے ہو؟ یونس علیہ السلام نے فرمایا میں یونس بن متّٰی اللہ تعالیٰ کا پیغمبر ہوں۔ میرے ساتھ میری بیوی اور میرے بچے

ہیں۔ اُنھوں نے بیوی کا بازو پکڑا اور چھین کر لے گئے۔ فرمایا میری منکوحہ بیوی ہے۔ مگر اُنھوں نے کوئی بات نہ سنی۔ اندازہ لگاؤ کتنی تکلیف اور صدمے کی بات ہے۔ آگے گئے تو ایک نہر تھی اس کو عبور کر کے آگے جانا تھا۔ یہ ذہن بنایا کہ پہلے ایک بچے کو دوسری طرف پہنچاتا ہوں پھر دوسرے کو لے جاؤں گا۔ ایک بچے کو کندھے پر بٹھا کر لے جا رہے ہیں نہر کے درمیان تک پہنچے تھے کہ دیکھا جو بچہ کنارے پر بٹھا کر آئے تھے اس کو بھیڑیا اُٹھا کر جا رہا ہے۔ اس پریشانی میں جو کندھے پر تھا وہ بھی گر پڑا۔ نہر تیز تھی وہ اس میں بہہ گیا۔ بڑی پریشانی کی حالت میں باہر نکلے۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دریائے فرات تھا۔ جب کہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں دریائے دجلہ تھا۔ وہاں پہنچے تو کشتی تیار تھی۔ اس میں سوار ہو گئے۔ کشتی تھوڑی سی چلنے کے بعد ڈگمگانے لگی جیسے غرق ہوتی ہے۔ ملاحوں نے کہا کہ ہمارا تجربہ ہے کہ جب کوئی غلام اپنے آقا سے بھاگ کر آئے تو کشتی ڈگمگانے لگ جاتی ہے۔ بتلاؤ کہ تم میں سے کون غلام بھاگ کر آیا ہے؟ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ وہ غلام میں ہوں اپنے آقا کی اجازت کے بغیر آ گیا ہوں۔ ان کی شکل وضع قطع سے ان کو یقین نہ آیا کہ یہ غلام ہے۔ اور یہ وجہ بھی لکھی ہے کہ کشتی میں سواریاں زیادہ تھیں۔ ڈوبنے کا خطرہ تھا۔ ایک کو نیچے اُتارنے سے دوسروں کی جان بچ سکتی تھی۔ قرعہ اندازی کی گئی۔ سورت صافات آیت نمبر ۱۴۱ میں ہے فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ "پھر قرعہ ڈلوایا اور ہو گیا الزام کھایا ہوا۔" کشتی والوں نے پکڑ کر دریا میں ڈال دیا فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ "پس لقمہ بنالیا اس کو مچھلی نے۔" بہت بڑی مچھلی تھی اس نے ان کو نگل لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یہ تیری خوراک نہیں ہے۔ تیرا پیٹ اس کے لیے قید خانہ ہے۔ کتنا عرصہ مچھلی کے پیٹ

میں رہے۔ تفسیروں میں تین دن، آٹھ دن اور بیس دن بھی لکھے ہیں۔

مچھلی کے پیٹ میں فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ [الانبیاء:۸۷] "پس پکارا اُنھوں نے نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا تیری ذات پاک ہے بے شک میں ہی ہوں قصورواروں میں سے۔" مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، دریا کی گہرائی کا اندھیرا، رات کی تاریکی۔ ان اندھیروں میں اُنھوں نے کہا اے پروردگار! تیرے سوا کوئی حاجت روا، مشکل کشا، فریادرس نہیں ہے۔ مجھ سے لغزش ہوئی ہے کہ آپ کے حکم کے بغیر آ گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ "ہم نے اس کی دعا کو قبول کیا وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ اس کو غم سے نجات دی وَكَذٰلِكَ نُـنْجِى الْمُؤْمِنِيْنَ اور اسی طرح ہم نجات دیتے ہیں ایمان والوں کو۔"

حدیث پاک میں آتا ہے کہ دَعْوَةُ الْمَكْرُوْبِ دَعْوَةُ ذِى النُّوْن "پریشان آدمی وہ دعا کرے جو مچھلی کے پیٹ والے پیغمبر نے کی تھی۔" مچھلی کو حکم ہوا۔ اس نے دریا کے کنارے اُگل دیا۔ وہاں سائے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ [صافات:۱۴۶] "اور اُگایا ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت۔" اس کے چوڑے چوڑے پتے تھے۔ ان پتوں کے سائے کے نیچے رہے۔

ایک ہرنی کا بچہ گم ہوگیا تھا۔ وہ دیوانہ وار اپنے بچے کو تلاش کرتی پھرتی تھی۔ قریب آئی تو پتے ہلے (پتوں کی حرکت ہوئی)۔ اس نے سمجھا کہ میرا بچہ یہاں ہے۔ قریب آ کر کھڑی ہوگئی۔ حضرت یونس علیہ السلام نے لیٹے لیٹے اس کا دودھ پیا۔ بدن میں تھوڑی سی قوت آ گئی۔ کچھ تازہ آب و ہوا ملی تو اُٹھ کر چل پڑے۔ آگے دیکھا ایک قافلہ

آرہا ہے۔ اُن کے پاس بچہ تھا۔ دیکھ کر خوش ہو گئے کہ چلو ایک بچہ تو مل گیا ہے۔ اُنھوں نے بتایا کہ یہ بچہ نہر میں بہہ رہا تھا ہم نے اس کو پکڑ لیا۔ ہم وارثوں کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ فرمایا یہ میرا لختِ جگر ہے۔ اور ایک بیٹا اور تھا جس کو بھیڑیا اُٹھا کر لے گیا تھا۔ اُنھوں نے بتلایا کہ فلاں جگہ ایک چرواہا ہے اس نے نے کہا ہے کہ میں نے بھیڑیئے سے ایک بچہ چھینا ہے۔ تھوڑا سا زخمی تھا میں نے اس کی مرہم پٹی بھی کی ہے۔ اب وہ ٹھیک ہے۔ اگر تمھیں کوئی وارث ملے تو میرے پاس بھیج دینا۔ حضرت یونس علیہ السلام وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ بچہ بھی مل گیا۔ خوشی سے لے کر چل پڑے۔ آگے گئے تو وہ لوگ جنھوں نے بیوی چھینی تھی وہ بیوی لے کر کھڑے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے تھے۔ اُنھوں نے کہا لو جی! اپنی بیوی سنبھالو ہم تو فرشتے ہیں۔ ہمیں رب تعالیٰ کا حکم تھا ہم نے اس کو پورا کیا۔

اُدھر قوم پر جب کچھ نشانیاں عذاب کی ظاہر ہوئیں تو من حیث القوم اُنھوں نے توبہ کی۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑ گڑا کر رو دیئے، اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ سورۂ یونس آیت نمبر ۹۸ میں ہے اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ "یونس علیہ السلام کی قوم کو ایمان لانے نے نفع پہنچایا۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ کی قوم نے توبہ کر لی ہے جاؤ ان کو تبلیغ کرو۔ جب اُنھوں نے یونس علیہ السلام کو دیکھا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ ایک لاکھ تیس ہزار کی ساری آبادی ان پر ایمان لے آئی۔ یہ خلاصہ ہے اس کا جو کچھ تفسیر خازن، معالم التنزیل اور تفسیر عزیزی وغیرہ میں بیان کیا گیا ہے۔

تو فرمایا نہ ہو جائیں آپ مچھلی والے کی طرح کہ اپنی رائے پر چلیں اِذْ نَادٰی جب پکارا اس نے اپنے رب کو وَهُوَ مَكْظُوْمٌ اور وہ غم میں گھٹ رہے تھے۔ ان کا

سانس رکا ہوا تھا مچھلی کے پیٹ میں لَوْلَآ اَنْ تَدٰرَکَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ اگر نہ پا لیتی اُس کو نعمت اس کے رب کی۔ رب تعالیٰ کا فضل ساتھ نہ دیتا لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ البتہ پھینک دیا جاتا دریا کے کنارے وَهُوَ مَذْمُوْمٌ اور وہ مذمت کیا ہوا ہوتا۔ نہ وہاں کسی سائے کا انتظام ہوتا اور نہ ہرنی آ کر دودھ پلاتی۔ مگر رب تعالیٰ نے وہاں سائے کا بھی انتظام کر دیا اور دودھ پلانے کے لیے ہرنی کو بھی بھیج دیا فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ پس چن لیا اس کو اس کے رب نے اور لغزش معاف کر دی فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ پس کر دیا اس کو نیکوں میں سے۔ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا کر بتلایا کہ قوم کی سخت باتوں سے متاثر نہ ہوں۔ جلد بازی نہیں کرنی اور اپنے رب کے حکم پر ڈٹا رہنا ہے۔

نظر کا لگنا حق ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اور بے شک قریب ہے وہ لوگ جو کافر ہیں لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ البتہ پھسلا دیں آپ کو حق سے اپنی آنکھوں سے۔ پھسلانے کا ایک معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ نظر لگا دیں۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے اَلْعَيْنُ حَقٌّ "نظر کا لگنا حق ہے۔" نظر کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو خوبی دی ہے، مال دیا ہے، صحت دی ہے، حسن دیا ہے اور دیکھنے والا خوبی پر تعجب کرتا ہے کہ اتنی صحت ہے، اتنا خوب صورت ہے، اتنا مال دار ہے۔ رب تعالیٰ اس میں فوراً عیب پیدا کر دیتا ہے کہ میں دے بھی سکتا ہوں اور لے بھی سکتا ہوں۔ یہ چیزیں بندوں کے اختیار میں نہیں ہیں۔ "عمل الیوم واللیل" ابن سنّی کی حدیث کی کتاب ہے۔ اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نظر سے بچنے کے لیے یہ دعا ہے:

ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ

یعنی اگر تم کسی کو دیکھو اور تمھارے ذہن میں تعجب پیدا ہو تو یہ دعا پڑھ لو اللہ تعالیٰ نظر لگنے سے بچائے گا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ کافر لوگ تجھے نظر لگا کر روک دیں گے۔

اور دوسری تفسیر یہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ جا رہے ہوتے تھے تو ایک دوسرے کو آنکھوں سے اشارے کرتے تھے کہ یہ جا رہا ہے۔ تو اس طرح آدمی خفت محسوس کرتا ہے جس کی طرف اشارہ کیا جائے۔

تو فرمایا بے شک قریب ہے کہ وہ لوگ جو کافر ہیں وہ پھسلا دیں آپ کو حق سے اپنی آنکھوں سے لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ۔ ذکر سے مراد قرآن کریم ہے۔ قرآن کریم کا ایک نام ذکر بھی ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [سورۃ الحجر] جب سنتے ہیں یہ قرآن کو تو عجیب عجیب اشارے کرتے ہیں وَيَقُوْلُوْنَ اور کہتے ہیں اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ بے شک یہ دیوانہ ہے۔ یہ کہہ کر لوگوں کو گمراہ کرتے تھے۔ فرمایا وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ حالانکہ نہیں ہے یہ قرآن مگر نصیحت جہان والوں کے لیے۔ ایسی کتاب دنیا میں اور کوئی موجود ہی نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ ہم نے اس کتاب کی قدر نہیں کی۔ نہ پڑھا، نہ سمجھا، نہ اس کے مطابق زندگی گزاری۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تفسیر

سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ

(مکمل)

آیاتہا ۵۲　　۶۹ سُوْرَۃُ الْحَآقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ ۷۸　　رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَآقَّةُ ۙ﴿۱﴾ مَا الْحَآقَّةُ ۚ﴿۲﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ؕ﴿۳﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ﴿۴﴾ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِیَةِ ﴿۵﴾ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِیْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِیَةٍ ۙ﴿۶﴾ سَخَّرَهَا عَلَیْهِمْ سَبْعَ لَیَالٍ وَّثَمٰنِیَةَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوْمًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِیْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَةٍ ۚ﴿۷﴾ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِیَةٍ ﴿۸﴾ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ﴿۹﴾ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِیَةً ﴿۱۰﴾ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِی الْجَارِیَةِ ۙ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِیَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِیَةٌ ﴿۱۲﴾

اَلْحَآقَّةُ　حق ہونے والی گھڑی　مَا الْحَآقَّةُ　وہ کیا ہے حق ہونے والی گھڑی　وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ　اور آپ کو کس نے بتایا وہ کیا ہے حق ہونے والی گھڑی　كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ　جھٹلایا قوم ثمود نے　وَعَادٌ　اور عاد قوم نے　بِالْقَارِعَةِ　کھٹکھٹانے والی چیز کو　فَاَمَّا ثَمُوْدُ　پس بہر حال قوم ثمود　فَاُهْلِكُوْا　پس وہ ہلاک کیے گئے　بِالطَّاغِیَةِ　زلزلے میں　وَاَمَّا عَادٌ　اور بہر حال قوم عاد　فَاُهْلِكُوْا　پس وہ ہلاک کیے گئے

بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ تندوتیز ہوا کے ساتھ عَاتِیَۃٍ جو حد سے نکل رہی تھی سَخَّرَهَا اللہ تعالیٰ نے مسلط کردیا اس ہوا کو عَلَیۡهِمۡ اُن پر سَبۡعَ لَیَالٍ سات راتیں وَّثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ اور آٹھ دن حُسُوۡمًا لگاتار فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡهَا پس آپ دیکھیں گے قوم کو اس میں صَرۡعٰی پچھاڑی ہوئی کَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ گویا کہ وہ کھجوروں کے تنے ہیں اُکھڑے ہوئے فَهَلۡ تَرٰی لَهُمۡ پس کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی کو مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ بچا ہوا وَجَآءَ فِرۡعَوۡنُ اور آیا فرعون وَمَنۡ قَبۡلَهٗ اور وہ جو اس سے پہلے تھے وَالۡمُؤۡتَفِکٰتُ اور اُلٹ جانے والی بستیوں والے بِالۡخَاطِئَۃِ خطا کرتے ہوئے فَعَصَوۡا پس اُنھوں نے نافرمانی کی رَسُوۡلَ رَبِّهِمۡ اپنے رب کے رسول کی فَاَخَذَهُمۡ پس پکڑا ان کو رب نے اَخۡذَۃً رَّابِیَۃً پکڑنا بڑا سخت اِنَّا لَمَّا طَغَا الۡمَآءُ بے شک ہم نے جب پانی چڑھ گیا حَمَلۡنٰکُمۡ سوار کیا تم کو فِی الۡجَارِیَۃِ کشتی میں لِنَجۡعَلَهَا لَکُمۡ تاکہ بنائیں ہم اس کو تمھارے لیے تَذۡکِرَۃً نصیحت وَّتَعِیَهَاۤ اور تاکہ یاد رکھیں اس کو اُذُنٌ کان وَّاعِیَۃٌ یاد رکھنے والے۔

نام و کوائف سورۃ اور قیامت کے مختلف نام :

اس سورت کا نام الحاقہ ہے یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے

ستتر[۷۷] سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ (نزول کے اعتبار سے اس کا اٹھتر واں نمبر ہے۔) اس سورۃ کے دو رکوع اور باون آیتیں ہیں۔ قیامت کے بہت سارے نام ہیں۔ ایک نام قیامت ہے، ایک نام واقعہ ہے، ایک نام آزفہ ہے، اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ [سورۃ النجم]، ایک نام قارعہ ہے، ایک نام حاقہ ہے، ایک نام آخرہ بھی ہے۔ تو قیامت کے بہت سارے نام ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اَلْحَآقَّةُ وہ وقت، وہ گھڑی جو حق ہونے والی ہے۔ یعنی قیامت کے آنے میں کوئی شک شبہ نہیں ہے مَا الْحَآقَّةُ کیا ہے وہ حق ہونے والی گھڑی وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ اور آپ کو کس نے بتایا کیا ہے وہ حق ہونے والی چیز۔ قیامت کب حق ہوگی؟ اس کا ذکر تیرھویں آیت کریمہ میں آ رہا ہے "فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ" جب بگل پھونکا جائے گا اس وقت قیامت برپا ہوگی۔

درمیان میں اللہ تعالیٰ نے دنیوی حاقوں کا ذکر فرمایا ہے کہ چھوٹی چھوٹی قیامتیں تو دنیا میں برپا ہو چکی ہیں۔ قیامتِ صغریٰ لوگوں نے بھگتی ہے۔ تو جو قیامتِ صغریٰ لا سکتا ہے وہ قیامتِ کبریٰ بھی لائے گا۔

قومِ ثمود کا ذکر :

فرمایا كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ جھٹلایا قوم ثمود نے۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ یہ حجر کے علاقے میں رہتے تھے۔ حجر کا علاقہ خیبر اور تبوک کے درمیان میں ہے۔ یہ پہاڑی علاقہ ہے۔ ان لوگوں نے بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر اپنے مکان بنائے تھے۔ وہ مکان آج بھی موجود ہیں مگر ان میں رہنے والا کوئی نہیں ہے۔ چٹانوں کو تراش تراش کر انھوں نے مکان اس لیے بنائے تھے کہ اینٹ

گارے والے مکان زلزلے سے گر جاتے ہیں۔ ایک ہی چٹان ہے اس میں مختلف کمرے ہیں کس طرح گریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی، رسالت پیش کی، قیامت کا مسئلہ سمجھایا اور بتایا کہ عمریں ضائع نہ کرو چٹانوں کو تراشنے میں۔ دو دو سو سال، تین تین سو سال لگ جاتے ہیں تمھیں مکان بنانے میں۔ اس بے کار کام کو چھوڑو۔ ضرورت کے لیے مکان بناؤ اور آخرت کی فکر کرو۔ قوم نے کہا کہ ہم تمھیں تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگر آپ واقعی سچ مچ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں تو جس چٹان پر ہم ہاتھ رکھیں اس سے اُونٹنی نکلے تو ہم مان جائیں گے۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا معجزے، نشانیاں رب تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہیں پیغمبروں کا اس میں دخل نہیں ہے۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ میرے ہاتھ پر یہ معجزہ صادر فرمادے تو تم مان لوگے؟ کہنے لگے ہاں! مان لیں گے۔ دن مقرر ہوا، وقت مقرر ہوا۔ وہ سب لوگ، کیا مرد، کیا عورتیں، بوڑھے، جوان اکٹھے ہو گئے۔ ان لوگوں کے ذہن میں تھا کیا پتھروں سے بھی کبھی اونٹنیاں نکلی ہیں؟ آج ہم نے اس کو شرمندہ کرنا ہے۔ جب ان لوگوں نے ایک چٹان پر ہاتھ رکھا اللہ تعالیٰ کے پیغمبر نے دعا کی سچ مچ اس چٹان سے اُونٹنی نکل آئی۔ لیکن ان میں سے کوئی آدمی ایمان نہ لایا۔ حالانکہ ان لوگوں نے منہ مانگا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ پھر ان لوگوں پر دو قسم کا عذاب آیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ جھٹلایا قومِ ثمود نے اور قومِ عاد نے کھٹکھٹانے والی کو یعنی قیامت کو فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ پس بہر حال قومِ ثمود ہلاک کی گئی طاغیہ کے ساتھ۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ طاغیہ کے دو معنیٰ کرتے

ہیں۔ ایک معنٰی آواز کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ڈراؤنی آواز نکالی جس سے وہ جہاں جہاں تھے ان کے کلیجے پھٹ گئے۔ دوسرا معنٰی طاغیہ کا زلزلہ کرتے ہیں کہ ان پر زلزلہ آیا جس زلزلے سے بچنے کے لیے اُنھوں نے چٹانوں میں مکان بنائے تھے۔ زلزلے کی وجہ سے ساری قوم تباہ ہوگئی کوئی نظر نہ آیا۔

قومِ عاد کا ذکر :

اور عاد قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو بھیجا۔ ان کا علاقہ احقاف تھا۔ یہ یمن، نجران، عمان اور حضر موت کے درمیان کا علاقہ ہے۔ آج کل کے جغرافیہ میں اس کو رُبع ثانی بھی کہتے ہیں اور دھماء بھی کہتے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام نے کافی عرصہ تک ان کو تبلیغ کی مگر ان لوگوں نے حق کو قبول نہ کیا۔ ہود علیہ السلام نے ان کو ڈرایا کہ اگر تم حق کو قبول نہیں کرو گے تو بارشیں رک جائیں گی اور تم پر قحط سالی مسلط ہو جائے گی لیکن ان لوگوں نے کوئی پروا نہ کی۔ چنانچہ وہ وقت آیا کہ بارش رک گئی اور تین سال تک ایک قطرہ بارش بھی نہ پڑی۔ بارانی علاقہ تھا نہریں نہیں تھیں۔ کنویں کا پانی بھی گہرا ہو گیا، چشمے خشک ہو گئے، جانور بھوکے پیاسے مرنے لگے۔ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، کفر و شرک چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ کی توحید کو تسلیم کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بارش ہو گی اور قحط سالی دور ہو جائے گی۔ کہنے لگے اگر تیری وجہ سے بارش ہونی ہے تو ہمیں ضرورت نہیں ہے۔ مرجانا ہمیں منظور ہے۔ تین سال کے بعد ایک دن ان کو بادل کا ٹکڑا نظر آیا۔ کہنے لگے ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا [الاحقاف: ۲۴] "یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا" اور ہمارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ جب وہ سروں کے قریب آیا تو اس میں سے آواز آئی:

رِمَادًا رِمَادًا لَا تَذَرْ مِنْ عَادٍ اَحَدًا

"ان کو راکھ کر کے رکھ دے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑنا۔"

یہ آواز ان لوگوں نے اپنے کانوں سے سنی۔ پھر اتنی تیز ہوا چلی کہ اس نے ان کو اٹھا اٹھا کر پھینک دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا اور بہر حال عاد قوم ہلاک کی گئی بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ تند و تیز ہوا کے ساتھ عَاتِيَةٍ جو حد سے نکل رہی تھی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کا معنیٰ نقل فرماتے ہیں کہ وہ ہوا، ہوا پر کنٹرول کرنے والے فرشتوں کے کنٹرول سے بھی نکل رہی تھی۔ اتنی تیز تھی۔ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ اللہ تعالیٰ نے مسلط کیا اس ہوا کو اُن پر سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ سات راتیں اور آٹھ دن حُسُوْمًا حَاسِمٌ کی جمع ہے جیسے شُهُود شَاهِدٌ کی جمع ہے۔ حُسُوْمًا کا معنیٰ ہے لگاتار فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا۔ ریح کا لفظ عربی زبان میں مؤنث ہوتا ہے۔ تو اگر ھا ضمیر کو ریح کی طرف لوٹائیں تو معنیٰ ہوگا پس دیکھا آپ نے قوم کو اس ہوا کی وجہ سے صَرْعٰى پچھاڑی ہوئی۔ صَرْعٰى جمع ہے صَرِيْعٌ کی۔

اور اگر ھا ضمیر ان کے علاقے کی طرف لوٹائی جائے تو پھر معنیٰ ہوگا اے مخاطب! تم دیکھ لو گے قوم کو اس علاقے میں پچھاڑی ہوئی كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۔ اَعْجَاز عَجُزٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے تنا (مُڈ) نَخْلٍ نَخْلَةٌ کی جمع ہے۔ نخل کا معنیٰ ہے کھجوریں۔ معنیٰ ہوگا گویا کہ وہ کھجوروں کے تنے ہیں اُکھڑے ہوئے۔ بڑے بڑے قد آور لوگ تھے۔ فرمایا فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ باقیہ صفت ہے نَفْسٌ کی۔ معنیٰ ہوگا پس کیا آپ دیکھتے ہیں ان میں سے کسی نفس کو بچا ہوا۔ یہ قوم حضرت نوح علیہ السلام کے

بعد آباد ہوئی تھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

فرعون کا ذکر :

وَجَآءَ فِرْعَوْنُ اور آیا فرعون۔ مصر کا جو بادشاہ ہوتا تھا اس کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل ملک کے سربراہ کو صدر کہتے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا وہ بڑا نیک آدمی تھا۔ اس کا نام ریان بن ولید تھا۔ اس کے نیک ہونے کا اندازہ اس بات سے لگاؤ کہ جب اس کو علم ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت عطا فرمائی ہے تو بغیر کسی قیل وقال کے اُن پر ایمان لے آیا۔ اور ایمان لانے کے بعد اُس نے کہا کہ اب یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد بادشاہ رہوں۔ میں یہ بادشاہی بھی آپ کے حوالے کرتا ہوں۔ آج چپڑاسی کرسی چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہے مگر اس نے مصر کی بادشاہی یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دی۔ یوسف علیہ السلام نے یہ بات بھی فرمائی کہ آپ حکومت اپنے پاس رکھیں میں آپ کی راہنمائی کرتا رہوں گا۔ لیکن اُس نے کہا کہ میرا ضمیر گوارا نہیں کرتا کہ آپ کا کلمہ پڑھنے کے بعد آپ پر حکومت کروں۔ اس کے بیٹے کا نام تھا مصعب۔ اور مصعب کا بیٹا تھا ولید۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا فرعون تھا (یعنی موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا یہ یوسف علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا پوتا تھا۔ ولید بن مصعب بن ریان۔ مرتب)

یہ بڑا ہوشیار، چالاک، ظالم اور جابر تھا۔ یوں سمجھو کہ ہمارے زمانے کے حکمران طبقے کا ایک فرد تھا۔ اس نے لوگوں کو اُلو بنایا ہوا تھا عَالِیًا مِّنَ الْمُسْرِفِیْنَ [دخان: ۳۱] "مغرور اور حد سے بڑھنے والا تھا۔" اس کو نجومیوں نے بتلایا کہ دو تین سالوں میں بنی اسرائیلیوں کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیری حکومت کی تباہی کا سبب بنے گا۔ اس نے بنی

اسرائیلیوں کے بچے ذبح کرانے شروع کردیئے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس نے بارہ ہزار بچے ذبح کروائے۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ اُس نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر کروائی۔

قومِ لوط کا ذکر :

توفرمایا آیا فرعون وَمَنْ قَبْلَهٗ اور جو فرعون سے پہلے تھے وَالْمُؤْتَفِكٰتُ اوران بستیوں والے جو اُلٹ دی گئیں بِالْخَاطِئَةِ خطا کرتے ہوئے۔ اُلٹ جانے والی بستیوں سے حضرت لوط علیہ السلام کا علاقہ مراد ہے۔ شہر سدوم اور اس کے اردگرد آبادیاں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے عرصہ دراز تک ان کو تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ کی توحید پیش کی، نبوت ورسالت کا مفہوم سمجھایا، قیامت کا مسئلہ ان کو بتلایا۔ لیکن اُنھوں نے کوئی بات نہ مانی اور مردوں کے ساتھ بُرے کام کرنے لگ گئے۔

حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ یہ ایسی بُرائی ہے کہ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ [الاعراف:۸۰] ”تم سے پہلے کسی نے نہیں کی جہان والوں میں سے۔“ لہٰذا اس سے باز آجاؤ۔ لیکن ان کے ذہن اتنے خراب ہو چکے تھے کہ اُلٹا کہنے لگے اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ [الاعراف:۸۲] ”نکالو ان کو اپنی بستی سے بے شک یہ لوگ ہیں جو پاک بنتے ہیں۔“ اُلٹی گنگا۔ بدمعاشوں کا دور ہوتا ہے تو نیک لوگوں پر سختی آجاتی ہے۔

پھر وہ وقت آیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنی دو بیٹیوں کو اور جو دو چار تمھارے ساتھ مومن ہیں ان کو لے کر یہاں سے چلے جائیں اس قوم پر عذاب آنے والے ہیں۔ جب یہ حضرات علاقے سے نکل گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے

پر مارا اور ان بستیوں کو اُلٹ کر رکھ دیا۔ سورۂ ہود آیت نمبر ۸۲ میں ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا "ہم نے کر دیا ان کو تہہ و بالا۔"

اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے عذاب نازل فرمائے۔ سب سے پہلے ان کی آنکھوں کی بینائی ختم کی فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ [سورۃ القمر] "پس مٹا دیں ہم نے ان کی آنکھیں۔" پھر ان کے سروں پر پتھر برسائے وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ [ہود:۸۲] "اور ہم نے برسائے ان پر پتھر کھنگر کے۔" پھر جبرئیل علیہ السلام نے ڈراؤنی آواز نکالی جس سے ان کے دل پھٹ گئے۔ پھر ان بستیوں کو اُلٹ کر پھینک دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ پس اُنھوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسولوں کی، ان کو جھٹلایا فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً پس پکڑا ان کو رب نے پکڑنا سخت۔

اور ان سے پہلے نوح علیہ السلام کی قوم بھی گزری ہے۔ اُنھوں نے بھی حق کو جھٹلایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی نافرمانی کی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کشتی تیار کی۔ فرمایا کلمہ پڑھ کر میرے ساتھ سوار ہو جاؤ بچ جاؤ گے۔ کہنے لگے ہمیں نہ تیرے کلمے کی ضرورت ہے اور نہ تیری کشتی کی ضرورت ہے۔ اور تو اور بیٹے کنعان نے کہا سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ [ہود:۴۳] "میں پناہ پکڑوں گا اس پہاڑ کی طرف وہ مجھے بچا لے گا پانی سے۔" جب پانی آیا تو کوئی شخص زندہ نہ رہا سوائے ان کے جو کشتی میں سوار تھے۔ اس کا ذکر ہے۔

فرمایا اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ بے شک ہم نے جب پانی چڑھ گیا سوار کیا تم کو کشتی میں نوح علیہ السلام کی، اس میں مومنوں کو سوار کیا لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً

تاکہ بنائیں ہم اس کو تمھارے لیے نصیحت۔

بخاری شریف میں روایت ہے اَدْرَكَتْهَا اَوَائِلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اس کشتی کو اس اُمت کے ابتدائی لوگوں نے دیکھا ہے۔ وہ کشتی جودی پہاڑ پر رکی تھی۔ جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ [ہود: ۴۴] اور تورات اور تاریخ میں اس پہاڑ کا نام اراراة ہے۔ یہ پہاڑ عراق کے صوبہ موصل میں اب بھی موجود ہے۔ سطح سمندر سے سترہ [۱۷] ہزار فٹ کی بلندی پر ہے۔

تو فرمایا تاکہ بنائیں اس کو تمھارے لیے نصیحت وَتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اور تاکہ یاد رکھیں اس کو کان یاد رکھنے والے۔ کہ مجرموں کا یہ حشر ہوا۔ یہاں تک قیامت صغریٰ کا ذکر تھا۔ آگے کبریٰ کا ذکر آئے گا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ
الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۙ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۙ﴿۱۵﴾
وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۙ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى
اَرْجَآئِهَا ؕ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ؕ﴿۱۷﴾
يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ
بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۚ﴿۱۹﴾ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ
مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۰﴾ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۙ﴿۲۱﴾ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۙ﴿۲۲﴾
قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى
الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ
يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۚ﴿۲۵﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۚ﴿۲۶﴾ يٰلَيْتَهَا
كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۚ﴿۲۷﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۚ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّىْ
سُلْطٰنِيَهْ ۚ﴿۲۹﴾

فَاِذَا نُفِخَ پس جب پھونکا جائے گا فِى الصُّوْرِ بگل نَفْخَةٌ
وَّاحِدَةٌ پھونکا جانا ایک ہی دفعہ وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ اور اُٹھالی جائے
گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ فَدُكَّتَا پس کوٹ دیا جائے گا دونوں کو
دَكَّةً وَّاحِدَةً ایک ہی دفعہ کوٹا جانا فَيَوْمَئِذٍ پس اُس دن وَّقَعَتِ
الْوَاقِعَةُ واقع ہوگی واقع ہونے والی وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ اور پھٹ جائے
گا آسمان فَهِىَ پس وہ يَوْمَئِذٍ اُس دن وَّاهِيَةٌ کمزور ہوگا

وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآىِٕهَا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ اور اُٹھائیں گے آپ کے رب کے عرش کو فَوْقَهُمْ اپنے اُوپر یَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِیَةٌ اُس دن آٹھ فرشتے یَوْمَىِٕذٍ تُعْرَضُوْنَ اُس دن تم پیش کیے جاؤ گے لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِیَةٌ نہیں مخفی رہے گی تم سے کوئی مخفی بات فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ پس بہر حال وہ جس کو دیا گیا اُس کا پرچہ بِیَمِیْنِهٖ اس کے دائیں ہاتھ میں فَیَقُوْلُ پس وہ کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ پڑھو میرے خط کو اِنِّیْ ظَنَنْتُ بے شک مجھے یقین تھا اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ بے شک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب کو فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا فِیْ جَنَّةٍ جنت میں ہوگا عَالِیَةٍ جو بلند جگہ ہوگی قُطُوْفُهَا اس کے پھل دَانِیَةٌ لٹکے ہوئے ہوں گے كُلُوْا کھاؤ وَاشْرَبُوْا اور پیو هَنِیْٓــٴًـا مزے دار بِمَآ اَسْلَفْتُمْ بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے آگے بھیجے ہیں فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ گزرے ہوئے دنوں میں وَاَمَّا مَنْ اور بہر حال وہ شخص اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ جس کو دیا گیا اس کا اعمال نامہ بِشِمَالِهٖ اس کے بائیں ہاتھ میں فَیَقُوْلُ پس وہ کہے گا یٰلَیْتَنِیْ کاش مجھے لَمْ اُوْتَ كِتٰبِیَهْ نہ دیا جاتا میرا اعمال نامہ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَهْ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے یٰلَیْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِیَةَ اے کاش کہ ہو جائے

موت فیصلہ کرنے والی مَآ اَغۡنٰی عَنِّیۡ مَالِیَہۡ نہ کام آیا میرے میرا مال هَلَكَ عَنِّیۡ سُلۡطٰنِیَہۡ ہلاک ہوگئی میری بادشاہت۔

قیامتِ کبریٰ کا ذکر :

سورت کی ابتداء قیامت کے ذکر سے ہوئی تھی۔ درمیان میں قیامتِ صغریٰ کا ذکر تھا۔ اب قیامتِ کبریٰ کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوۡرِ پس جب پھونکا جائے گا بگل نَفۡخَةٌ وَّاحِدَةٌ پھونکا جانا ایک ہی دفعہ۔ اللہ تعالیٰ کے ان گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ ان میں سے چار بڑی شان اور رتبے والے ہیں۔ پہلے جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی پیغمبروں پر لاتے تھے۔ یہ تمام فرشتوں کے سردار ہیں۔ دوسرے فرشتے حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بارش کا نظام ان کے سپرد کیا ہے۔ تیسرے حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے بگل پکڑایا ہوا ہے کہ جس وقت میرا حکم ہو تم بگل پھونک دینا۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کبڑے ہو کر کھڑے ہیں۔ ایک کان اُنھوں نے اُٹھایا ہوا ہے اور دوسرا پست ہے۔ اور منتظر ہیں کہ مجھے کب حکم ملتا ہے بگل پھونکنے کا۔ چوتھے عزائیل علیہ السلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جان نکالنے کا محکمہ ان کے سپرد کیا ہوا ہے۔

تو جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونکیں گے فوراً قیامت برپا ہو جائے گی وَّحُمِلَتِ الۡاَرۡضُ اور اُٹھالی جائے گی زمین۔ آج زمین میں بلندی اور پستی ہے۔ گڑھے ہیں، پہاڑ ہیں، قیامت آئے گی تو ہر شے برابر کر دی جائے گی۔ یہ مضبوط پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے پھریں گے۔ اور ایسے ہموار ہوگی کہ اگر کوئی مشرق سے مغرب کی طرف انڈہ لڑھکائے تو اس کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ سورۃ طٰہٰ آیت نمبر

۱۰۶-۱۰۷ میں ہے فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا "پس کردے گا اس کو ہموار زمین لَّا تَرٰى فِيهَا عِوَجًا وَّلَآ أَمْتًا نہیں دیکھے گا تو اس میں کوئی کجی اور نہ کوئی ٹیلا۔" وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ [سورۃ التکویر، پارہ:۳۰] "اور جب سمندروں کو آگ لگا دی جائے گی۔" پانی پٹرول کی طرح جلے گا۔

تو فرمایا اُٹھا دی جائے گی زمین وَالْجِبَالُ اور پہاڑ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً پس کوٹ دیا جائے گا دونوں کو زمین اور پہاڑوں کو ایک ہی دفعہ کوٹنا۔ فرمایا جس وقت یہ ہوگا فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پس اُس دن واقع ہوگی واقع ہونے والی۔ قیامت کا نام واقعہ بھی ہے۔ اُس دن قیامت قائم ہوگی وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ اور پھٹ جائے گا آسمان فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ پس وہ اُس دن کمزور ہوگا۔ ہزارہا سال گزر چکے ہیں آسمان اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ جب قیامت قائم ہوگی تو پھٹیں گے۔ ساتواں گرے گا چھٹے پر چھٹا گرے گا پانچویں پر اور پانچواں چوتھے پر اور چوتھا تیسرے پر اور تیسرا دوسرے پر اور دوسرا پہلے پر۔ چونکہ دنیا کا نظام لپیٹنا ہوگا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمانوں کو جیسے لپیٹا جاتا ہے بستہ کتابوں پر۔" جیسے پڑھنے والے جب پڑھائی سے فارغ ہوتے ہیں تو اپنے بستے میں سب کتابیں لپیٹ دیتے ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ زمین آسمان کو لپیٹ کر رکھ دیں گے۔

تو فرمایا اس دن آسمان کمزور ہوگا وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى أَرْجَآئِهَا۔ اَرْجَاء رجاء کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کنارہ۔ معنیٰ ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ آج آسمان میں بقدر چار انگشت بھی جگہ خالی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی

حمد وثنا میں مصروف نہ ہو۔ فرشتوں کی حمد وثنا ہے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ اس کلمے کے بارے میں حدیث پاک میں آتا ہے اَحَبُّ الْکَلَامِ اِلَی اللہِ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اللہ تعالیٰ کو یہ کلمہ بہت محبوب ہے۔ یہ فرشتوں کی تسبیح ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اس کلمے کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ رزق کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔

جس وقت آسمان پھٹے گا تو فرشتے آسمان کے کناروں پر چلے جائیں گے وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ اور اُٹھائیں گے آپ کے رب کے عرش کو اپنے اُوپر اُس دن آٹھ فرشتے۔ ثَمٰنِيَةٌ کی تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ ثَمَانِيَةَ نفوس آٹھ فرشتے ہوں گے۔ اور ایک مطلب ثمانیۃ صفوف بھی بیان کیا گیا ہے۔ یعنی فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی اللہ تعالیٰ کے عرش کو اُٹھانے والی۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ میں سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔ یوں سمجھو کہ ضلع گوجرانوالا کے برابر تھا لوط علیہ السلام کی قوم کا علاقہ۔ اور جبرئیل علیہ السلام نے سارے علاقے کو ایک پَر پر اُٹھا کر اُلٹا کر دیا۔ تو رب تعالیٰ نے فرشتوں کو بڑی طاقت عطا فرمائی ہے۔ تو آٹھ صفوں کی بھی تفسیر کی گئی ہے کہ فرشتوں کی آٹھ صفیں عرش کو اُٹھانے والی ہوں گی۔ باقی ایک صف میں کتنے فرشتے ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

اور دوسری تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ آٹھ نفوس، آٹھ افراد، آٹھ فرشتے عرش الٰہی کو اُٹھا رہے ہوں گے يَوْمَئِذٍ اُس دن تُعْرَضُوْنَ تم پیش کیے جاؤ گے رب کے سامنے لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ نہیں مخفی رہے گی تم سے کوئی مخفی بات۔ کوئی بات مخفی نہیں رہے گی ہر شے سامنے آجائے گی۔ اور یہ تفسیر بھی کی گئی ہے کہ کوئی نفس مخفی نہیں رہے

گا۔ آج تو چور، ڈاکو، فاسق، قاتل چھپ جاتے ہیں۔ دوسرے علاقوں میں چلے گئے، دوسرے ملکوں میں چلے گئے، چھپ گئے۔ لیکن جس دن اللہ تعالیٰ کی سچی عدالت ہوگی کوئی نفس بھی نہیں چھپ سکے گا۔ پھر کیا ہوگا؟

کامیاب گروہ کا تذکرہ:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ پس بہرحال وہ آدمی جس کو پرچہ، اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا جس میں قول، فعل ہر شے درج ہوگی فَیَقُوْلُ پس وہ کہے گا هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ پڑھو میرے خط کو، میرے اعمال نامے کو۔

دیکھو دنیا کے امتحان آخرت کے امتحان کے مقابلے میں اتنے بھی نہیں جتنا کھیل ہوتا ہے۔ لیکن اس دنیا کے امتحان میں جب بچے پاس ہوتے ہیں تو لڈیاں مارتے ہیں، لڈو بانٹتے ہیں کہ میں پاس ہو گیا ہوں۔ استاد ماں باپ کو مبارک باد دیتے ہیں کہ تمھارا بچہ پاس ہو گیا ہے۔ ماں باپ استادوں کو مبارک دیتے ہیں۔ اصل امتحان پاس ہونے والا تو آخرت کا امتحان ہے۔ وہاں جو پاس ہوگا بڑا خوش ہوگا اور جو، جو اس کے سامنے آئے گا اس کو کہے گا پڑھو یہ میرا پرچہ اِنِّیْ ظَنَنْتُ بے شک میں نے یقین کیا تھا دنیا میں کہ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَہْ بے شک میں ملنے والا ہوں اپنے حساب کو۔ مجھے دنیا میں یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن حساب کا آنے والا ہے اس لیے میں آخرت کی تیاری کرتا رہا۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجھے دائیں ہاتھ میں پرچہ مل گیا ہے اور میں کامیاب ہو گیا ہوں فَهُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔ جنت کے عیش و آرام اور خوشیوں کا آج ہم دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جنت کی ایک ہاتھ جگہ دنیا و مافیہا کی قیمت سے زیادہ ہے۔ اور حوروں کا لباس تو درکنار ان کے

دوپٹے کی قیمت دنیاومافیہا نہیں بن سکتی۔

تو فرمایا پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہوگا فِیْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ جنت میں ہوگا جو بلند جگہ ہوگی۔ مرتبے کے لحاظ سے بھی بلند اور محلِ وقوع کے اعتبار سے بھی بلند ہوگی قُطُوْفُهَا قُطُوف قَطْفٌ کی جمع ہے وہ پھل جو پکنے کے بعد اُتارا جائے دَانِيَةٌ قریب ہوں گے۔ جنت کی خصوصیت یہ ہے کہ درخت کی چوٹی پر پھل لگا ہوا ہے اور جنتی کا ارادہ ہوا اس کو کھانے کا۔ ارادہ کرتے ہی وہ پھل خود بہ خود جھک کر سامنے آجائے گا اُٹھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ اگر کوئی لیٹا ہوا ہے اُٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ جنت کیا ہوگی؟ ایک چھوٹی خدائی ہوگی۔ جیسے رب تعالیٰ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ [یٰسین:] "اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کا ارادہ فرماتے ہیں تو کہتے ہیں ہوجا پس وہ ہوجاتا ہے۔" اسی طرح جنتی بھی جو چاہے گا اللہ تعالیٰ فوراً کر دیں گے۔ اگر کوئی آدمی اُڑنے کا ارادہ کرے گا وہ فوراً اُڑ پڑے گا۔ پرندے بڑی بلندی پر اُڑتے ہوں گے یہ ارادہ کرے گا کہ فلاں پرندہ میری خوراک بن جائے۔ ارادہ کرتے ہی وہ بھنا ہوا سامنے ہوگا۔

بخاری شریف میں روایت ہے ایک آدمی نے کہا حضرت مجھے کاشت کاری کا بڑا شوق ہے۔ مجھے وہاں کاشت کاری کی اجازت ملے گی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بھائی! وہاں کاشت کاری کی ضرورت کیا ہوگی سب چیزیں مفت ملیں گی۔ کہنے لگا حضرت! میں ویسے پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا ہاں! اگر کوئی خواہش کرے گا تو اس کو اجازت مل جائے گی۔ اور جوں ہی دانے پھینکے گا ساتھ ہی اُگ جائیں گے اور کھڑے کھڑے کھیتی

پک کر کٹ کر سامنے ڈھیر لگ جائیں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اے بندے! تیرا پیٹ نہیں بھرتا۔

تو فرمایا اس کے پھل لٹکے ہوئے ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کُلُوْا کھاؤ جنت کے میوے وَاشْرَبُوْا اور پیو جنت کی نہروں کا پانی۔ دودھ، شراب، شہد، جو چاہو پیو هَنِيْٓـًٔا مزے دار طریقے سے بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ بہ سبب ان اعمال کے جو تم نے آگے بھیجے ہیں گزرے ہوئے دنوں میں۔ یہ ان کا صلہ ہے۔ اور جس نے عمل ہی نہیں کیا یا بُرے عمل کیے تو وہ جنت میں نہیں جائیں گے۔ اگر عقیدہ صحیح ہے تو پھر سزا بھگت کے جنت میں جائیں گے۔ یہ تو اصحاب الیمین کا حال بیان ہوا۔ اب دوسروں کا بھی سن لو۔

ناکام گروہ کا تذکرہ :

فرمایا وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ اور بہرحال وہ شخص جس کو دیا گیا اعمال نامہ بِشِمَالِهٖ اس کے بائیں ہاتھ میں۔ فرشتے پیچھے سے آکر اس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں پکڑائیں گے۔ وہ اس کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کریں گے فَيَقُوْلُ پس وہ کہے گا يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ کاش مجھے یہ پرچہ نہ ہی دیا جاتا وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ اور میں نہ جانتا میرا حساب کیا ہے يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ اے کاش کہ ہو جائے موت فیصلہ کرنے والی۔ موت مجھے آکر ختم کر دے۔ لیکن وہاں تو لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰي "نہ مرے گا نہ جیے گا۔" اگر وہاں مارنا مقصود ہو تو جہنم کی آگ کا ایک شعلہ ہی کافی ہے۔ سانپ کا ایک ڈنک ہی کافی ہے۔ بچھو کا ایک ڈنک ہی کافی ہے۔ لیکن مارنا مقصود نہیں ہے سزا دینا مقصود ہے۔

تو کہے گا کاش کہ موت فیصلہ کردے اور میری زندگی ختم کردے مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ نہ کفایت کی میری میرے مال نے۔ میرا مال میرے کام نہیں آیا جو میں دنیا میں کماتا رہا هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ہلاک ہوگئی میری بادشاہت، میری سرداری، میری چودھراہٹ بھی ختم ہوگئی۔ دنیا میں میرے بڑے نوکر چاکر تھے آج میرا کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ دن ہوگا يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ۝ "جس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔" ایک دوسرے سے چھپتے پھریں گے کہ کوئی نیکی کا سوال نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سارے نتیجے سے قرآن پاک میں آگاہ کردیا ہے اور بتادیا ہے کہ اب تمھاری مرضی ہے کہ دوزخ کی طرف جاتے ہو یا جنت کی طرف۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں جنت کے کاموں کی توفیق عطا فرمائے۔

[امین]

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗۤ اِلَّا الْخَاطِـُٔوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَغُلُّوْهُ پس اس کے گلے میں طوق ڈالو

ثُمَّ الْجَحِيْمَ پھر آگ کے شعلوں میں صَلُّوْهُ داخل کردو اس کو ثُمَّ

فِيْ سِلْسِلَةٍ پھر زنجیروں میں ذَرْعُهَا جن کی پیمائش سَبْعُوْنَ

ذِرَاعًا ستر گز لمبی ہے فَاسْلُكُوْهُ پس جکڑ دو اس کو اِنَّهٗ كَانَ لَا

يُؤْمِنُ بے شک یہ نہیں ایمان لاتا تھا بِاللّٰهِ اللہ تعالیٰ پر الْعَظِيْمِ

جو بڑی ذات ہے وَلَا يَحُضُّ اور نہیں آمادہ کرتا تھا عَلٰى طَعَامِ

الْمِسْكِيْنِ مسکین کے کھانا کھلانے پر فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ پس نہیں ہے

اس کے لیے آج کے دن هٰهُنَا یہاں پر حَمِيْمٌ کوئی دوست

وَّلَا طَعَامٌ اور نہ خوراک ہے اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ مگر غسلین لَّا

يَاْكُلُهٗٓ نہیں کھائیں گے اس کو اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ مگر خطا کار فَلَآ

اُقْسِمُ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں بِمَا ان چیزوں کی تُبْصِرُوْنَ

جن کو تم دیکھتے ہو وَمَا اور ان چیزوں کی لَا تُبْصِرُوْنَ جن کو تم نہیں

دیکھتے اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن کریم لَقَوْلُ رَسُوْلٍ البتہ قول ہے

رسول کا كَرِيْمٍ جو عزت والا ہے وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہیں

ہے یہ شاعر کا قول قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ بہت کم تم ایمان لاتے ہو وَلَا

بِقَوْلِ كَاهِنٍ اور نہ یہ کاھن کا قول ہے قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم تم

نصیحت حاصل کرتے ہو تَنْزِيْلٌ اُتارا ہوا ہے مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

رب العالمین کی طرف سے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر کوئی بات ہمارے

ذمہ لگا دے بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ بعض باتیں لَاَخَذْنَا مِنْهُ البتہ ہم

پکڑتے اس کو بِالْيَمِيْنِ قوت کے ساتھ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ پھر البتہ ہم

کاٹ دیتے اس کی الْوَتِيْنَ شہ رگ فَمَا مِنْكُمْ پس نہ ہوتا تم میں

سے مِّنْ اَحَدٍ کوئی بھی عَنْهُ حٰجِزِيْنَ اس سے روکنے والے

وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ اور بے شک یہ قرآن کریم البتہ نصیحت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ

پرہیزگاروں کے لیے وَاِنَّا اور بے شک ہم لَنَعْلَمُ البتہ جانتے ہیں اَنَّ مِنْكُمْ بے شک تم میں سے مُّكَذِّبِيْنَ جھٹلانے والے ہیں وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ اور بے شک یہ قرآن البتہ حسرت ہوگا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ کافروں پر وَاِنَّهٗ اور بے شک یہ قرآن لَحَقُّ الْيَقِيْنِ البتہ حق الیقین ہے فَسَبِّحْ پس آپ پاکیزگی بیان کریں بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ اپنے رب کے نام کے ساتھ جو بڑا ہے۔

ربط :

کل کے سبق میں تم نے دو گروہوں کا ذکر سنا کہ وہ جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ بڑے خوش ہوں گے اور جو ملے گا اُسے کہیں گے هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ "پڑھو یہ میرا اعمال نامہ۔" اور دوسرا گروہ وہ ہوگا جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا۔ وہ افسوس کریں گے اور کہیں گے يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ "ہائے افسوس کاش کہ مجھے یہ اعمال نامہ نہ ملتا موت مجھے پہلے ہی ختم کر دیتی میرے مال نے بھی مجھے فائدہ نہیں دیا اور میری چودھراہٹ بھی ختم ہوگئی۔"

انجام مجرمین :

اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے خُذُوْهُ پکڑو اس کو فَغُلُّوْهُ پس اس کے گلے میں طوق ڈال دو ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ پھر آگ کے شعلوں میں داخل کر دو اس کو ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ پھر زنجیروں میں ذَرْعُهَا جن کی پیمائش، لمبائی سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا ستر ہاتھ ہے (ایک ہاتھ ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے) ان زنجیروں میں فَاسْلُكُوْهُ

جکڑ دو اس کو۔ دوزخ میں خوشی سے کون جائے گا۔ فرشتے رب تعالیٰ کے حکم سے گلے میں طوق، پاؤں میں بیڑیاں اور زنجیروں میں جکڑ کر کھینچ کر دوزخ میں پھینکیں گے۔ کیوں؟ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ بے شک یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر جو بڑی ذات ہے ایمان نہیں لاتا تھا۔ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کی توحید مانی، نہ پیغمبر کی رسالت مانی، نہ آخرت کو تسلیم کیا، نہ فرشتوں کو مانا، نہ حلال حرام کے قانون کو تسلیم کیا۔ الغرض اس نے رب تعالیٰ کے احکام کو نہیں مانا۔ اور دوسرا جرم یہ کہ وَلَا یَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ اور نہیں آمادہ کرتا تھا اپنے نفس کو مسکین کے کھانا کھلانے پر۔ اور اگر خود غریب تھا تو دوسروں کو بھی ترغیب نہیں دیتا تھا غریب کو کھانا کھلانے کی کہ یہ غریب ہے اس کا خیال رکھنا۔

مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں کا حق ہے :

یاد رکھنا! مال داروں کے مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی غریبوں کا حق ہے۔ اتنا نہ سمجھو کہ زکوٰۃ دے دی، عُشر دے دیا، فطرانہ دے دیا، قربانی کی کھال دے دی اور فارغ ہو گئے۔ بخاری شریف میں روایت ہے اِنَّ فِی الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ "بے شک مال میں زکوٰۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔" ہر آدمی اپنی برادری کے بندوں کی غربت کو جانتا ہے، اپنے محلے کے لوگوں کی پوزیشن کو جانتا ہے۔ از خود ان کی امداد کریں ان کو مانگنے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ یہ مال داروں کا فریضہ ہے۔ قیامت والے دن اس کی باز پرس ہوگی کہ میں نے تجھے مال دیا تھا اس پر سانپ بن کر بیٹھ گیا تھا غریبوں کے حقوق کیوں نہیں ادا کیے۔ لہٰذا اپنی اپنی حیثیت کے مطابق غریبوں اور ناداروں کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔

تو فرمایا اس کا پہلا جرم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور احکام پر ایمان

نہیں لایا۔ دوسرا جرم یہ کہ مسکینوں کی خوراک پر اپنے نفس کو آمادہ نہیں کیا اور نہ دوسرے لوگوں کو ترغیب دی فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ نہیں ہے اس کے لیے آج کے دن کوئی مخلص دوست۔ کوئی اس کا ساتھ دینے کے لیے وہاں تیار نہیں ہوگا ہر ایک کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔ کسی کا کسی نے کیا ساتھ دینا ہے۔ اور دوسری بات: وَّلَا طَعَامٌ اور نہ اس کے لیے خوراک ہے اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ غسلین کا ایک معنیٰ تھوہر کا درخت کرتے ہیں۔ یہ بڑا زہریلا اور کڑوا ہوتا ہے۔ کوئی بھی جانور اس کے قریب نہیں جاتا۔ پھر دوزخ کی غسلین تو دوزخ کی غسلین ہوگی کہ اس کا ایک قطرہ سمندر میں ڈال دیا جائے تو سارا سمندر کڑوا ہو جائے۔ بدبو اتنی کہ حدیث پاک میں آتا ہے مشرق سے مغرب تک، شمال سے جنوب تک اس کے ایک قطرے کی بدبو سے کوئی جان دار چیز زندہ نہ رہے۔

اور غسلین کا دوسرا معنیٰ یہ کرتے ہیں کہ زخموں کے اندر پیپ پیدا ہو جاتی ہے اور ڈاکٹران زخموں کو پانی سے دھوتے ہیں۔ تو وہ پانی جس سے زخموں کو دھویا گیا ہے جس میں پیپ بھی آئی ہے اور خون بھی آیا ہے یہ پانی ان کی خوراک ہوگی۔ لَّا يَأْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ نہیں کھائیں گے اس کو مگر وہ لوگ جو خطا کار ہیں۔ گناہ گاروں کی خوراک ہو گی۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ان کو پیشاب، پاخانہ کھلایا جائے گا۔ جن کو بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا ان کا یہ حال ہوگا۔

حقانیتِ قرآن :

آگے اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی حقانیت بیان فرماتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم ہو یا حرف قسم ہو اس سے پہلے ما کا لفظ آئے یا لا کا لفظ آئے تو وہ زائدہ ہوتا ہے اس کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ لکھنے پڑھنے میں آتا ہے معنیٰ نہیں ہوتا۔ فرمایا

فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں بِمَا تُبْصِرُوْنَ ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو۔ زمین کو دیکھتے ہو، آسمان کو دیکھتے ہو، پہاڑوں کو دیکھتے ہو، چاند، سورج، ستاروں کو دیکھتے ہو وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے۔ فرشتوں کو نہیں دیکھتے، جن ہمیں نظر نہیں آتے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جنات اور فرشتے ہم سے زیادہ ہیں۔ زمین کی تہہ میں بے شمار چیزیں ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتیں۔ پہاڑوں کے غاروں میں جو چیزیں ہیں وہ ہمیں نظر نہیں آتی۔ دور ہیں ہمیں نظر نہیں آتیں۔ تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں جو چیزیں تمھیں نظر آتی ہیں میں ان کی قسم اُٹھاتا ہوں اور جو چیزیں تمھیں نظر نہیں آتیں ان کی قسم اُٹھاتا ہوں۔

اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ قسم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی جائز نہیں ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے مَنْ اَقْسَمَ بِغَيْرِ اللّٰهِ فَقَدْ اَشْرَكَ بِاللّٰهِ "جس نے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اُٹھائی تو اس نے شرک کیا۔" لہٰذا بات اچھی طرح سمجھ لیں۔ کہ قسم دو قسم پر ہے۔ ایک کسی شے کی عظمت کی قسم اُٹھائی جاتی ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کی قسم اُٹھائی جاتی ہے اس کی تعظیم کے لیے کہ اگر میں غلط بیانی کروں گا تو اللہ تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ یہ قسم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی اُٹھائے گا تو شرک کرے گا۔ اور ایک قسم ہوتی ہے گواہی کے لیے کہ جس چیز کی قسم اُٹھا رہا ہوں اس کو گواہ بنا رہا ہوں۔ اپنی بات پر بہ طور گواہ کے پیش کر رہا ہوں۔

تو اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسم اُٹھائی ہے ان کو گواہ کے طور پر پیش کیا ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہے۔ اس پر کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۲۳ میں ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ "نہیں پوچھا جا سکتا

اس سے جو وہ کرتا ہے اور ان سے پوچھا جائے گا۔" تو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کی قسم اُٹھا کر ان کو بہ طور گواہ کے پیش کیا ہے کہ یہ ساری چیزیں میری بات کی گواہی دیتی ہیں۔ میں قسم اُٹھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن کریم لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ کہا ہوا ہے ایسے رسول کا جو عزت والا ہے وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہیں ہے یہ شاعر کا قول قَلِيْلًا بہت کم مَّا تُؤْمِنُوْنَ تم ایمان لاتے ہو وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ اور نہ فال نکالنے والے کا قول ہے۔ کہا ہوا پیغمبر کا ہے یعنی اس کی زبان سے جاری ہوا ہے۔ انھوں نے اپنی طرف سے نہیں بنایا تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے۔ بعض جاہل کہتے تھے اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ [صافات:۳۶] "کیا ہم چھوڑنے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے۔" اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی کہ یہ شاعر کا قول نہیں ہے اور یہ کاھن یعنی فال نکالنے والے کی بات بھی نہیں ہے۔ وہ بھی جھوٹی سچی باتیں بتا کر لوگوں پر اپنا سکہ جماتے ہیں۔ پیغمبر کی ہر بات حق ہوتی ہے۔

اور کئی دفعہ تم یہ روایت سن چکے ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَتٰى كَاهِنًا "جو آدمی فال نکالنے والے کے پاس گیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ﷺ پس تحقیق اس نے انکار کر دیا اس چیز کا جو نازل کی گئی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔" اور اگر اس کی باتوں کی تصدیق نہیں کی ویسے دل لگی کے لیے گیا تو اس کی چالیس دن رات کی عبادت کا اجر ضائع ہو گیا۔

توھمات :

آج کل عام لوگ وہم میں مبتلا ہیں۔ تھوڑی بیماری لمبی ہو گئی تو کہتے ہیں مجھ پر کسی

نے وار کر دیا ہے۔ اور ان کاہنوں نے ان کے دماغ خراب کیے ہوئے ہیں۔ جو بچہ ابھی پیدا ہوا اس کے متعلق بھی کہتے ہیں کہ اس پر کسی نے وار کر دیا ہے۔ اللہ کے بندو! طبعی بیماریاں بھی ہوتی ہیں۔ آخر اس زمانے میں کون سا آدمی سو فیصد تندرست ہے۔ تو کیا سب پر وار ہو گیا ہے؟ کوئی آدمی ذہنی لحاظ سے خوش حال نہیں ہے۔ کوئی گھر ایسا نہیں ہے جو پریشان نہ ہو۔ فرق صرف اتنا ہے کہ کوئی پریشانی بتا دیتا ہے اور کوئی کسی کے سامنے اپنی پریشانی کا ذکر نہیں کرتا۔ تو کیا ساری دنیا پر جادو کیا ہوا ہے؟ اعمال ہمارے صحیح نہیں، خوراکیں ہماری صحیح نہیں ہیں۔ ساری کھادیں ہمارے گھٹنوں میں ہیں۔ پھر عموماً عورتوں میں یہ بیماری بہت زیادہ ہے۔ اپنی چیز کی حفاظت کرنی نہیں، زیور اُتار کر رکھ دیا، گھڑی رکھ دی، کسی نے اُٹھالی، پھر شک کرتی ہیں کہ فلاں نے اُٹھائی ہے، فلاں نے اُٹھائی ہے۔ پھر فال نکالتی پھرتی ہیں۔

یاد رکھو! اپنی چیزوں کی پوری حفاظت کرو۔ میں نے کئی دفعہ کہا ہے کہ اپنی جوتیوں کی حفاظت کرو۔ طبرانی شریف میں روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِجْعَلْ نَعْلَيْكَ تَحْتَ عَيْنَيْكَ "اپنے جوتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھو۔" لوگ اپنے جوتوں کی حفاظت نہیں کرتے۔ چور اُٹھا کے لے جاتے ہیں تو گناہ بھی ہوا حفاظت نہ کرنے کا اور نقصان بھی ہوا۔

تو فرمایا نہ یہ قرآن کریم شاعر کا قول ہے اور نہ کاہن کا قول ہے قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ بہت کم ہے جو تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا اور اگر وہ لگا دیتے ہمارے ذمے بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ کچھ باتیں۔ اقاویل اقوال کی جمع ہے اور اقوال

قول کی جمع ہے۔ تو اقاویل جمع الجمع ہے یعنی جمع کی جمع ہے۔ رب تعالیٰ نے یہ بات کہی ہے کہ اگر پیغمبر ہمارے ذمہ اپنی طرف سے کوئی بات بنا کر لگا دیتا کہ یہ بات رب تعالیٰ نے کہی ہے اور رب تعالیٰ نے کہی نہ ہوتی لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ یمین کے معنیٰ قوت کے بھی ہوتے ہیں۔ البتہ ہم پکڑتے اس کو قوت کے ساتھ۔ اور قوت کے ساتھ پکڑ کر ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ پھر ہم کاٹ دیتے اس کی شہ رگ۔ یمین کا معنیٰ دایاں ہاتھ بھی ہوتا ہے۔ عموماً جس وقت جلاد کسی کا سر اُڑاتا ہے تو اپنے دائیں ہاتھ سے مجرم کی گردن پر تلوار چلاتا ہے۔ اگر پیغمبر نے ہمارے ذمہ ایسی بات لگائی ہوتی جو ہم نے نہیں کہی تو ہم اس کی جان نکال دیتے۔

قادیانی دھوکہ :

قادیانی لوگوں کو اس آیت کریمہ کے ذریعے دھوکا دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ دیکھو! مرزا صاحب اگر جھوٹے ہوتے تو جس وقت اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا رب نے ہلاک کیوں نہ کیا؟ اس سلسلے میں مولانا حبیب اللہ صاحب امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس میں اُنھوں نے ثابت کیا ہے کہ مرزا قادیانی نے پہلے صریح لفظوں میں نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کبھی کہتا تھا میں مہدی ہوں، کبھی کہتا تھا میں مسیح موعود ہوں، کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہتا تھا۔ دجل وفریب سے کام لیتا رہا۔ ۱۹۰۲ء میں اس نے نبوت کا دعویٰ کیا تو چھ سال بعد ہیضے میں مبتلا ہوا اور بیت الخلاء میں مر گیا۔ اس مسئلہ پر "عشرہ کاملہ" عمدہ کتاب ہے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی جس جگہ فوت ہوتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔ اگر نبی ہوتا تو اس کی قبر ٹٹی خانے میں ہونی چاہیے تھی۔ اس سے زیادہ اور

کیا ذلت کی بات ہے کہ بیٹے سے ٹٹی خانے میں مرا۔ کسی آدمی نے سوال کیا کہ سنا ہے کہ پاخانہ اس کے منہ کے راستے سے آتا رہا۔ حضرت نے جواب دیا بہت کچھ لکھا ہے۔

فرمایا فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ پس نہ ہوتا تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا کہ اے پروردگار! اس کی شہ رگ کیوں کاٹتے ہو۔ فرمایا وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ اور بے شک یہ قرآن پاک نصیحت ہے لِّلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کے لیے وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اور بے شک البتہ ہم جانتے ہیں اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ بے شک تم میں سے قرآن کو جھٹلانے والے ہیں۔ لیکن یاد رکھو وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور بے شک یہ قرآن کریم حسرت ہوگی کافروں پر، انکار کرنے والوں پر۔ قیامت والے دن اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹیں گے کہ ہائے ہم نے کیوں نہ مانا قرآن پاک مان لیتے اس پر عمل کرتے اس کے مطابق عقیدہ بناتے تو آج عذاب میں مبتلا نہ ہوتے۔ اور فرمایا وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ اور بے شک یہ حق الیقین ہے۔ قرآن پاک پکی اور سچی کتاب ہے۔ رب تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بیان کی گئی ہے فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب کے نام کی تسبیح بیان کریں جو بڑا ہے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کثرت سے پڑھو۔ قیامت والے دن اس کا بہت زیادہ وزن ہوگا۔ حدیث پاک میں آتا ہے دو کلمے اللہ تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں زبان پر بڑے ہلکے ہیں وزن میں بڑے بھاری ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔
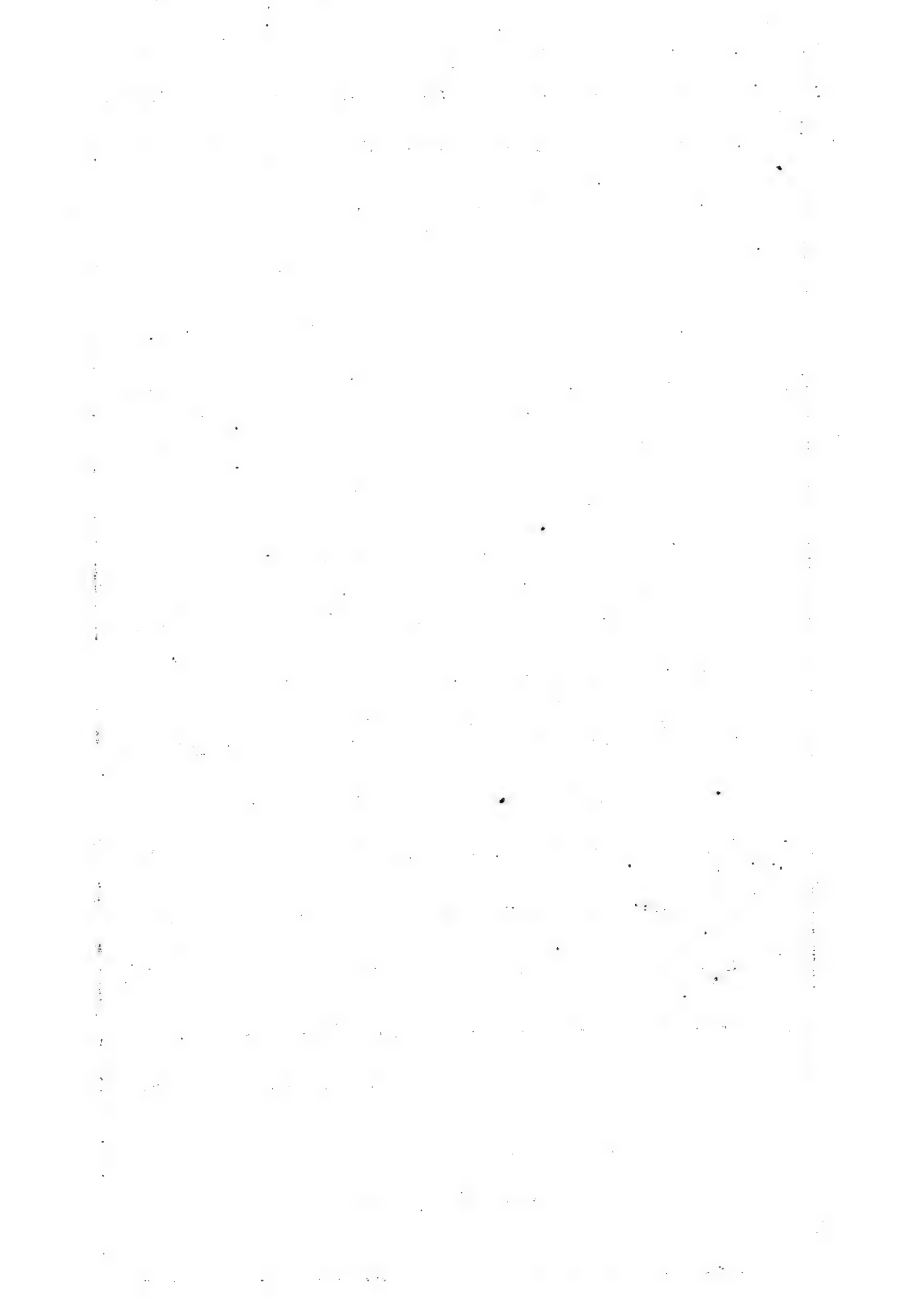
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃ المعارج

(مکمل)

آیاتها ۴۴ ﴿۷۰ سُورَةُ المَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ ۷۹﴾ رکوعاتها ۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الۡمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصۡبِرۡ صَبۡرًا جَمِيۡلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا ۙ﴿۶﴾ وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا ؕ﴿۷﴾ يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ ۙ﴿۸﴾ وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ كَالۡعِهۡنِ ۙ﴿۹﴾ وَلَا يَسۡـَٔلُ حَمِيۡمٌ حَمِيۡمًا ۚۖ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ ؕ يَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ يَفۡتَدِىۡ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذٍۢ بِبَنِيۡهِ ۙ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيۡهِ ۙ﴿۱۲﴾ وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـئْوِيۡهِ ۙ﴿۱۳﴾ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ ثُمَّ يُنۡجِيۡهِ ۙ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۚۖ﴿۱۶﴾ تَدۡعُوۡا مَنۡ اَدۡبَرَ وَتَوَلّٰى ۙ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوۡعٰى ﴿۱۸﴾

سَاَلَ سَآئِلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ایسا عذاب جو واقع ہونے والا ہے لِّلۡكٰفِرِيۡنَ کافروں کے لیے لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ نہیں اس کو کوئی ٹالنے والا مِّنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذِى الۡمَعَارِجِ سیڑھیوں والا ہے تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ چڑھتے ہیں فرشتے وَالرُّوۡحُ اور روح القدس اِلَيۡهِ اس کی طرف فِىۡ يَوۡمٍ ایک دن میں

كَانَ مِقْدَارُهٗ ہے جس کی مقدار خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ پچاس ہزار سال
فَاصْبِرْ پس آپ صبر کریں صَبْرًا جَمِیْلًا صبر کرنا اچھا اِنَّهُمْ
يَرَوْنَهٗ بے شک وہ دیکھتے ہیں اس کو بَعِیْدًا دور وَّنَرٰىهُ قَرِیْبًا
اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب يَوْمَ جس دن تَكُوْنُ السَّمَآءُ ہو
جائے گا آسمان كَالْمُهْلِ تلچھٹ کی طرح وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ اور ہو
جائیں گے پہاڑ كَالْعِهْنِ دُھنی ہوئی روئی کی طرح وَلَا يَسْئَلُ حَمِیْمٌ
اور نہیں پوچھے گا کوئی مخلص دوست حَمِیْمًا کسی مخلص دوست کو
يُّبَصَّرُوْنَهُمْ دکھائے جائیں گے ان کو وہ دوست يَوَدُّ الْمُجْرِمُ پسند
کرے گا مجرم لَوْ يَفْتَدِیْ اس بات کو کہ وہ فدیہ دے دے مِنْ
عَذَابِ يَوْمِئِذٍۢ اس دن کے عذاب سے بِبَنِیْهِ اپنے بیٹوں کو
وَصَاحِبَتِهٖ اور بیوی کو وَاَخِیْهِ اور اپنے بھائیوں کو وَفَصِیْلَتِهِ
اور اپنے قبیلے کو الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ جو اس کو پناہ دیتا تھا وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا
اور ان کو جو زمین میں ہیں سارے ثُمَّ يُنْجِیْهِ پھر اپنے آپ کو نجات
دلائے كَلَّا ہرگز نہیں ہوگا اِنَّهَا لَظٰى بے شک وہ آگ بھڑکتی ہے
نَزَّاعَةً کھینچنے والی ہے لِّلشَّوٰى کلیجے کو تَدْعُوْا وہ آگ بلائے
گی مَنْ اَدْبَرَ جنھوں نے پیٹھ پھیری وَتَوَلّٰى اور روگردانی کی
وَجَمَعَ اور جس نے مال جمع کیا فَاَوْعٰى اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا۔

نام و کوائف :

اس سورت کا نام معارج ہے۔ تیسری آیت کریمہ میں معارج کا لفظ موجود ہے جس سے اس سورت کا نام لیا گیا ہے۔ معارج مِعْرَجٌ کی جمع ہے۔ یہ آلہ کا صیغہ ہے۔ جس کا معنیٰ ہے اُوپر چڑھنے کا آلہ۔ اور اس کا مفرد مَعْرَجٌ بھی آتا ہے۔ یہ ظرف کا صیغہ ہے، چڑھنے کی جگہ۔ سیڑھیوں کے ذریعے آدمی مکان پر چڑھتا ہے۔ تو اس صورت میں معنیٰ ہوگا سیڑھیاں۔

مکہ مکرمہ میں بعض کافر بڑے منہ پھٹ اور بے لحاظ تھے۔ جیسے: ابوجہل، ابولہب، عقبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث۔ نضر بن حارث مال دار آدمی تھا۔ جس کے پاس پیسے ہوں دنیا اس کی خواہ مخواہ عزت کرتی ہے، سلوٹ مارتی ہے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت مخالفین میں سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس میں ان میں سے کوئی نہ کوئی ہر وقت بیٹھا رہتا تھا کہ دیکھیں یہ کیا کہتا ہے۔ نضر بن حارث آپ کی مجلس میں آیا اور کہنے لگا جس عذاب کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو کہ اگر ہم ایمان نہ لائیں اور آپ کی تصدیق نہ کریں تو ہمارے اُوپر عذاب آئے گا۔ وہ عذاب کہاں چھپا رکھا ہے۔ وہ عذاب لاؤ نا!

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں سَاَلَ سَآىِٕلٌ مانگا ایک مانگنے والے نے بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ وہ عذاب جو واقع ہونے والا ہے۔ گرائمر کا مسئلہ ہے سَاَلَ يَسْئَلُ فتح یفتح کا باب ہے۔ اگر اس کا مصدر مَسْئَلَةٌ آئے تو اس کا معنیٰ ہے مانگنا۔ اور اگر اس کا مصدر سوال آئے تو اس کا معنیٰ ہے پوچھنا، دریافت کرنا۔ پہلے لفظ کا مصدر ہے مسئلہ۔ معنیٰ ہے مانگنا۔ سَآىِٕلٌ، ایک مانگنے والے نے مانگا۔ وہ نضر بن حارث تھا۔ کیا مانگا؟ وہ

عذاب جو واقع ہونے والا ہے لِّلْكٰفِرِيْنَ کافروں کے لیے۔ لام تخصیص کے لیے ہے۔ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ نہیں کوئی اس عذاب کو ٹالنے والا۔ رب تعالیٰ کی طرف سے جو عذاب آئے گا اس کو کوئی ٹال نہیں سکے گا۔ وہ مرتے وقت بھی ہوگا، قبر میں بھی ہوگا، حشر میں بھی ہوگا، دوزخ میں بھی ہوگا۔ موت کے وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ [الانفال: ۵۰] "ان کے مونہوں پر اور پیٹھوں پر ہتھوڑے ماریں گے" اور کہیں گے اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ [الانعام: ۹۳] "اپنی جانیں ہمارے حوالے کرو۔" پھر قبر، حشر اور دوزخ میں ہوگا۔

تو فرمایا اس کو کوئی ہٹانے والا نہیں ہے مِّنَ اللّٰهِ۔ یہ جار مجرور واقع کے متعلق ہے۔ یعنی ہوگا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذِي الْمَعَارِجِ جو سیڑھیوں والا ہے۔ اور مفسرین کرام رحمہم اللہ معارج کا معنیٰ درجوں والا بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آئے گا جو درجوں والا ہے رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ [مومن: ۱۵] "بہت اونچی شانوں والا ہے۔" یعنی اونچی شانوں والے کی طرف سے عذاب آئے گا۔ تو مِعْرَجٌ کی جمع ہو تو چڑھنے کے آلے اور مَعْرَجٌ کی جمع ہو تو چڑھنے کی جگہ۔ آسمانوں کو معارج کہتے ہیں کہ یہ فرشتوں کی سیڑھیاں ہیں۔ جیسے ہم مکان پر چڑھتے ہیں تو سیڑھیاں ہوتی ہیں۔ یہ آسمان اوپر جانے کے لیے سیڑھیاں ہیں۔

فرشتوں کی تبدیلی کے اوقات:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ چڑھتے ہیں فرشتے وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ اور روح القدس بھی اس کی طرف۔ کراماً کاتبین فرشتوں کی ڈیوٹیاں دو وقت تبدیل ہوتی ہیں، صبح کے وقت اور عصر کے وقت۔ مثلاً: آج صبح کی نماز جب شروع ہوئی تو اس مسجد

کے ساتھ جتنے لوگ وابستہ ہیں مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان، ان تمام کے رات والے فرشتوں کی ڈیوٹی تبدیل ہوگئی اور دن والے آگئے اور چارج سنبھال لیا۔ رات والے فرشتے آسمانوں کو طے کرتے ہوئے رب تعالیٰ کے پاس پہنچ گئے۔ رب تعالیٰ سوال کرتے ہیں کَیْفَ تَرَکْتُمْ عِبَادِیْ "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا ہے؟" رب تعالیٰ کو تو سب معلوم ہے مگر فرشتوں کی زبانی اپنے بندوں کی تعریف سننا چاہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں اے پروردگار! جب ہم گئے تھے اس وقت عصر کی نماز میں مصروف تھے اور اب جب ہم آئے ہیں تو صبح کی نماز میں مصروف تھے۔ فرشتوں کے آنے جانے میں کوئی وقت نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنی قوت دی ہے کہ ایک لمحے میں آجا سکتے ہیں۔

ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حرم کی کسی شے کو کاٹنے کی اجازت نہیں ہے، حرام ہے۔ تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت! اِذخر گھاس حرم میں ہے ۔ یہ ہمارے گھروں میں بھی کام آتا ہے، قبروں میں بھی کام آتا ہے، سناروں اور لوہاروں کے بھی کام آتا ہے۔ اس کو لینے کے لیے اگر ہم ایک مٹھی گھاس لینے کے لیے حرم سے باہر جائیں گے تو سارا دن صرف ہو جائے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اِلَّا الْاِذْخِر ہاں! اِذخر گھاس کی تمھیں اجازت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ استثناء بذریعہ وحی فرمایا۔

تو اب سوال یہ ہے کہ ایک سیکنڈ میں وحی آگئی، جبرئیل علیہ السلام پہنچ گئے؟ اس کا جواب امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں جو بہت بڑے عالم اور وکیلِ احناف ہیں۔ ان کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ جو فنِ رجال کے استاد اور ماہر ہیں۔ فرماتے ہیں کہ امام طحاوی اتنے بڑے عالم تھے کہ لَمْ یَخْلِفْ بَعْدَہٗ مِثْلَہٗ "اپنے جیسا ذہین آدمی اُنھوں نے اپنے

بعد نہیں چھوڑا۔" تو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَلَا يُنْكِرُهٗ اِلَّا مُلْحِدٌ اَوْ زِنْدِيْقٌ "اور نہیں انکار کرتا اتنی جلدی وحی آنے کا مگر ملحد اور زندیق۔" وحی کے لانے میں کیا دیر لگ سکتی ہے۔ تو فرمایا چڑھتے ہیں فرشتے اور روح القدس جبرئیل علیہ السلام اس کی طرف فِيْ يَوْمٍ حقیقتاً وہ عذاب اس دن میں واقع ہوگا كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ہے مقدار اس کی پچاس ہزار سال۔

میدانِ محشر کا منظر نامہ :

میدانِ محشر ہوگا، اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی، سورج میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا۔ آج سائنس دان کہتے ہیں کہ سورج ہم سے کروڑوں میل دور ہے۔ لیکن اس کی تپش کو ہم جیٹھ، ہاڑ، ساون میں برداشت نہیں کر سکتے۔ جب وہ میل یا دو میل کی مسافت پر ہوگا پھر اس کی گرمی کا کیا حال ہوگا؟ لوگ پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو ناف تک، کسی کو حلق تک ہوگا۔ اور نفسی نفسی پکاریں گے۔ بڑا افراتفری کا عالم ہوگا۔

آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت سے بنایا ہے اور آپ سے آگے نسلِ انسانی چلی ہے۔ آپ رب تعالیٰ سے درخواست کریں کہ حساب جلدی شروع ہو جائے تاکہ اس پہلی مصیبت سے تو جان چھوٹے۔ آدم علیہ السلام فرمائیں گے لَسْتُ هُنَاكَ میرے اندر ہمت نہیں ہے کہ میں رب تعالیٰ کے سامنے جاؤں۔ مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ میں نے گندم کا دانہ کھا لیا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ پوچھ لیا تو میں کیا جواب دوں گا؟ نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ وہ بھی معذرت کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھ لیا کہ تو نے مشرک بیٹے

کے لیے سوال کیوں کیا تھا تو کیا کروں گا؟

مختلف پیغمبروں سے ہوتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے پاس جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مقام عطا فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ محمود پر تشریف لے جائیں گے اور رب تعالیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے۔ بخاری شریف میں روایت ہے کہ رب تعالیٰ مجھے ایسے کلمات القاء فرمائیں گے کہ لَمْ تَحْضُرْنِي الْآنَ "اب وہ کلمات مجھے نہیں بتلائے گئے۔" ان کلمات کے ساتھ میں رب تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کروں گا۔ پھر رب تعالیٰ فرمائیں گے اِرْفَعْ رَأْسَكَ يَا مُحَمَّدُ ﷺ! "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا سر اُٹھاؤ" اِشْفَعْ تُشَفَّعْ آپ سفارش کریں قبول ہوگی۔" اس کا نام شفاعتِ کبریٰ ہے۔ یہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حق اور خصوصیت ہے۔

تو خیر پچاس ہزار سال کا لمبا دن ہوگا۔ یہاں پچاس ہزار سال کے دن کا ذکر ہے اور سورۃ سجدہ آیت نمبر ۵ میں ہے ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ "پھر چڑھتا ہے اس کی طرف ایک دن میں جس کی مقدار ہزار سال کے برابر ہوتی ہے جیسے تم شمار کرتے ہو۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ مومن کے لیے ایک فرض نماز کے وقت کے برابر ہوگا۔ مثلاً: ظہر کی نماز کے چار فرض ہیں۔ چار پانچ منٹ میں ادا ہو جاتے ہیں۔

تعارض بین الآیتین میں تطبیق بذریعہ مثال:

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اس طرح تطبیق دیتے ہیں۔ میں آپ کو مثال سے سمجھاتا ہوں۔ سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ گیارہ گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔ ایک آدمی صحت مند، تندرست ہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سو گیا اور صبح صادق تک سویا رہا۔ یہ اُٹھ کر کہے گا

کہ میں ابھی سویا ہوں اور ابھی اٹھ گیا۔ اس کے لیے رات چھوٹی سی ہوگی۔ رات گزرنے کا پتا ہی نہیں چلا۔ اور ایسا آدمی جس کی طبیعت خراب ہے کبھی نیند آتی ہے اور کبھی آنکھ کھل جاتی ہے۔ اس کے لیے رات لمبی ہوگی۔ حالانکہ رات وہی ہے۔ اور ایک وہ آدمی ہے جس کے جوڑ جوڑ میں درد ہے، بال بال میں درد ہے۔ سر سے پاؤں تک درد میں گھرا ہوا ہے۔ ایک منٹ کے لیے آرام نہیں ہے۔ اس کے لیے تو رات صدیوں کے برابر ہوگی۔ رات ایک ہی ہے۔

اسی طرح سمجھو کہ جو کافر گر ہیں، لوگوں کو کافر بنانے والے ہیں۔ ان کے لیے دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔ اور جو فقط کافر ہیں کافر ساز نہیں ہیں چونکہ ان کا جرم کم ہے ان کے لیے دن ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اور مومنوں کے لیے صلوٰۃ مکتوبہ، فرض نماز کے برابر ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کے لیے ایسا ہوگا جیسے ایک وقت کی فرض نماز۔

تو فرمایا اس دن عذاب واقع ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہے فَاصۡبِرۡ پس آپ صبر کریں کافروں کی باتوں پر صَبۡرًا جَمِيۡلًا صبر کرنا اچھا اِنَّهُمۡ يَرَوۡنَهٗ بَعِيۡدًا بے شک وہ دیکھتے ہیں اس عذاب کو دور وَّنَرٰٮهُ قَرِيۡبًا اور ہم دیکھتے ہیں اس کو قریب۔ کس دن ہوگا؟ يَوۡمَ تَكُوۡنُ السَّمَآءُ كَالۡمُهۡلِ جس دن ہو جائے گا آسمان تلچھٹ کی طرح۔ تیل کے نیچے جو گندمند ہوتا ہے اس کو تلچھٹ کہتے ہیں۔ اور مھل کا معنیٰ پگھلے ہوئے تانبے کا بھی کرتے ہیں کہ پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو جائے گا۔ اس کی رنگت تبدیل ہو جائے گی۔

وَتَكُوۡنُ الۡجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَالۡعِهۡنِ دُھنی ہوئی روئی کی

طرح۔ عِهْن رنگ برنگی روئی کو کہتے ہیں۔اس لیے کہ قرآن پاک میں موجود ہے کہ کچھ پہاڑ سفید ہیں، کچھ سیاہ ہیں، کچھ سرخ ہیں۔تو جب یہ اُڑیں گے تو ان کے ریشے رنگ برنگے ہوں گے۔ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا۔ حمیم کا معنیٰ مخلص ساتھی۔اور نہیں پوچھے گا کوئی مخلص دوست کسی مخلص دوست کو۔ ہر آدمی کو اپنی فکر لگی ہوئی ہوگی يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ ﴿۳۷﴾ [سورۃ عبس] "اُس دن ایک حالت ہوگی جو اس کو کافی ہوگی۔" جس کو اپنی فکر ہو وہ دوسروں کو کب پوچھتا ہے يُبَصَّرُونَهُمْ دکھائے جائیں گے ان کو وہ دوست۔جس طرح اس وقت ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں اس طرح وہاں دوست ایک دوسرے کو دیکھیں گے۔

اُس دن يَوَدُّ الْمُجْرِمُ پسند کرے گا مجرم لَوْ اس بات کو يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ کہ وہ فدیہ دے دے اس دن کے عذاب سے بچنے کے لیے بِبَنِيهِ اپنے بیٹوں کو وَصَاحِبَتِهِ اور بیوی کو وَأَخِيهِ اور اپنے بھائی کو وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ اور اپنی برادری، اپنا قبیلہ جو اس کو پناہ دیتا تھا وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا اور ان کو جو زمین میں ہیں سارے۔اس دن مجرم اس بات کو پسند کرے گا کہ میری جگہ عذاب میں بیٹے سڑیں، بیوی سڑے، کنبہ قبیلہ سڑے، ساری دنیا سڑے۔ماں باپ، دادا دادی، سب اس میں آگئے کہ سب میرے بدلے میں دوزخ میں چلے جائیں اور میں بچ جاؤں ان سب کو دے کر ثُمَّ يُنْجِيهِ پھر وہ اپنے آپ کو نجات دلائے، بچا لے۔

فرمایا كَلَّا ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔اندازہ لگاؤ! آج لوگ ماں باپ کے لیے جان دیتے ہیں، اولاد کے لیے مرتے ہیں، بھائیوں کے لیے جان دے دیتے ہیں۔بیوی کے لیے سب کچھ کرتے ہیں۔اس وقت کہے گا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ان سب کو

میرے عوض دوزخ میں ڈال دیا جائے اور مجھے بچا لیا جائے۔ کتنا مشکل وقت ہوگا؟ کاش! کہ ہمیں سمجھ آ جائے۔ لیکن رب تعالیٰ فرماتے ہیں یہ سودا ہرگز نہیں ہوگا۔ سورۃ لقمان آیت نمبر ۳۳ میں ہے لَا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۡ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ”نہیں کام آئے گا کوئی باپ اپنے بیٹے کے لیے اور نہ کوئی بیٹا کفایت کرے گا اپنے باپ کے لیے کچھ بھی۔“ جو کسی نے کیا ہے اس کی گردن پر ہوگا۔

اِنَّهَا لَظٰى بے شک وہ آگ بھڑکتی ہوئی ہے۔ آج دنیا کی آگ ہمارے سامنے ہے۔ اس میں لوہا پگھل جاتا ہے، بعض پتھر جل کر چونا بن جاتے ہیں۔ اور وہ آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى کھینچنے والی ہے کلیجے کو۔ جلد کو جلا کر کلیجے تک پہنچے گی تَدْعُوْا وہ آگ بلائے گی مَنْ اَدْبَرَ اس کو جس نے پیٹھ پھیری ایمان کی طرف۔ اُو کافرو اور منافقو! جلدی آؤ۔ وَتَوَلّٰى اور اس کو بلائے گی جس نے اعراض کیا، روگردانی کی اللہ تعالیٰ کے احکامات سے۔ جس طرح اس وقت میں بول رہا ہوں اور تم سن رہے ہو اسی طرح بولے گی اور کہے گی ایمان کی طرف پشت کرنے والو جلدی آؤ۔ اعمال سے روگردانی کرنے والو جلدی آؤ۔ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى اور جس نے مال جمع کیا اور سمیٹ سمیٹ کر رکھا اس کو بلائے گی کہ تو نے مال کے حقوق ادا نہیں کیے۔

مال فی نفسہ بری چیز نہیں:

دیکھنا! مال فی نفسہ بری چیز نہیں ہے۔ اگر مال فی نفسہ برا ہوتا تو زکوٰۃ فرض نہ ہوتی، حج فرض نہ ہوتا، قربانی لازم نہ ہوتی، فطرانہ لازم نہ ہوتا۔ کہ ان تمام عبادتوں کا تعلق مال کے ساتھ ہے۔ مال کے ذریعے ہی یہ عبادتیں ادا ہوتی ہیں۔ وہ مال برا ہے جو حلال

طریقے سے نہ کمایا گیا ہو اور نہ جائز جگہ پر خرچ کیا گیا ہو۔ جس کے حقوق ادا نہ کیے گئے ہوں۔ قرآن پاک نے اس مال کی مذمت کی ہے جس میں حلال وحرام کی تمیز نہ ہو، حق ادا نہ کرے۔ قارون کی طرح اس پر بیٹھ جائے۔ جیسے سانپ دولت پر بیٹھتا ہے۔ حلال مال آدمی اس لیے کماتا ہے کہ میرے والدین کھائیں گے، بیوی بچے، اولاد کھائے گی، مہمان کھائیں گے۔ نیک اور اچھی جگہوں پر خرچ کروں گا۔ اس کی مذمت نہیں ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًاۙ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًاۙ﴿۲۰﴾ وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًاۙ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّیْنَۙ﴿۲۲﴾ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىٕمُوْنَ۪ۙ﴿۲۳﴾ وَ الَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ۪ۙ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآىٕلِ وَ الْمَحْرُوْمِ۪ۙ﴿۲۵﴾ وَ الَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ۪ۙ﴿۲۶﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَۚ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَیْرُ مَاْمُوْنٍ﴿۲۸﴾ وَّ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَۙ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَۚ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَۚ﴿۳۱﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۪ۙ﴿۳۲﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآىٕمُوْنَ۪ۙ﴿۳۳﴾ وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَؕ﴿۳۴﴾ اُولٰٓىٕكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَؕ﴿۳۵﴾ ع

اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان خُلِقَ پیدا کیا گیا ہے هَلُوْعًا تھوڑے حوصلے والا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جس وقت پہنچتی ہے اس کو تکلیف جَزُوْعًا گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو خیر بخیل بن کر بیٹھ جاتا ہے اِلَّا الْمُصَلِّیْنَ مگر نمازی الَّذِیْنَ وہ لوگ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىٕمُوْنَ جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں وَ الَّذِیْنَ اور وہ لوگ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ جن کے مالوں میں

حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ حق ہے مقرر لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَ
الْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ یُصَدِّقُوْنَ جو
تصدیق کرتے ہیں بِیَوْمِ الدِّیْنِ بدلے کے دن کی وَالَّذِیْنَ اور وہ
لوگ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ وہ اپنے رب کے عذاب سے مُّشْفِقُوْنَ
ڈرتے ہیں اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ بے شک ان کے رب کا عذاب
غَیْرُ مَاْمُوْنٍ بے خوف ہونے کی چیز نہیں ہے وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ
هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں
اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ سوائے اپنی بیویوں کے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ
یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ (لونڈیاں) فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ
بے شک وہ ملامت نہیں کیے جائیں گے فَمَنِ ابْتَغٰى پس جس نے تلاش
کی وَرَآءَ ذٰلِكَ اس کے علاوہ کوئی صورت فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ
پس یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ
هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ جو اپنی امانتوں کی وَعَهْدِهِمْ اور اپنے عہد کی رٰعُوْنَ
رعایت کرتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ جو اپنی
شہادتوں پر قَآىِٕمُوْنَ قائم رہتے ہیں وَالَّذِیْنَ اور وہ لوگ هُمْ عَلٰى
صَلَاتِهِمْ جو اپنی نمازوں کی یُحَافِظُوْنَ حفاظت کرتے ہیں اُولٰٓىِٕكَ
فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ یہ لوگ باغوں میں ہوں گے جن کی عزت کی جائے گی۔

عام انسانوں کی حالت کا بیان :

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عام انسانوں کی حالت بیان فرمائی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ بے شک انسان خُلِقَ هَلُوْعًا پیدا کیا گیا ہے تھوڑے حوصلے والا، تنگ دل، بے صبرا۔ آگے اس کی وضاحت ہے کہ کیسے بے صبری کرتا ہے؟ فرمایا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جب پہنچتی ہے اس کو کوئی تکلیف جَزُوْعًا گھبراہٹ کا اظہار کرتا ہے۔ جزع فزع کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا گلہ شکوہ کرنے لگ جاتا ہے۔ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے۔ یہ بُری حالت ہے۔ ہاں! جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ دکھ تکلیف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ وہ صبر کا دامن نہیں چھوڑتے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے بارے میں خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کسی دکھ مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ کبھی مالی پریشانی آجاتی ہے، کبھی بدنی، کبھی خاندانی پریشانی اور کبھی گھریلو پریشانی آجاتی ہے۔ یہ تکلیفیں اور پریشانیاں اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ بندہ اللہ والا ہو۔

تو فرمایا جس وقت پہنچتی ہے انسان کو تکلیف تو جزع فزع کرتا ہے (روتا پیٹتا ہے، ہائے ہائے، وائے وائے کرتا ہے۔) وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اور جس وقت پہنچتی ہے اس کو خیر بخیل بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ جب اس کے پاس مال آجاتا ہے اس کو روک لیتا ہے۔ نہ زکوٰۃ دیتا ہے، نہ عشر نکالتا ہے، نہ قربانی دیتا ہے، نہ فطرانہ، نہ عزیز رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتا ہے، نہ یتیموں مسکینوں کا خیال کرتا ہے۔ اکثر انسانوں کا یہی حال ہے اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ مگر وہ جو نمازی ہیں وہ ایسے نہیں ہیں۔ یعنی سارے انسان بُرے نہیں ہیں اکثریت بُروں کی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے نمازیوں کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔

نمازیوں کے اوصاف :

فرمایا اَلَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ وہ لوگ جو اپنی نمازوں پر مداومت کرتے ہیں، پابندی کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جمعہ کی نماز پڑھ لی، عید کی نماز پڑھ لی۔ وہ نمازوں پر اس طرح قائم ہیں کہ دنیاوی کام بگڑتے ہیں تو بگڑ جائیں، نقصان ہوتا ہے تو ہو جائے مگر وہ نماز وقت پر پڑھتے ہیں۔

دوسری صفت: وَالَّذِیْنَ فِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ اور وہ لوگ ہیں جن کے مالوں میں حق مقرر ہے، معلوم ہے۔ کہ زکوٰۃ چالیسواں حصہ دینی ہے، عشر دسواں حصہ دینا ہے اور بارانی زمین ہے، نہری اور چاہی ہے تو بیسواں حصہ دینا ہے۔ یہ سب جانتے ہیں۔ اگر ان مسائل کو کوئی شخص نہیں جانتا تو وہ گناہ گار ہے۔ کیوں کہ دین کے جو ضروری مسائل ہیں ان میں کوئی معذور نہیں ہے۔ ہاں! اگر باریک مسائل جو کبھی کبھی پیش آتے ہیں ان کا جاننا ہر مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اگر علاقے میں کوئی ایک بھی ایسا عالم ہے جو باریک اور دقیق مسائل ضرورت کے وقت حل کر سکتا ہے تو سارے علاقے والے گناہ سے بچ گئے۔ اور اگر علاقے میں، محلے میں، قصبے میں، ایک بھی ایسا عالم نہیں ہے تو پھر سارے علاقے والے گناہ گار ہیں۔ اور ضروریاتِ دین کے مسائل میں کوئی بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ نہ مرد، نہ عورت، جو عاقل بالغ ہو۔ ضروری مسائل میں ایمان ہے کہ ایمان عقیدہ کسے کہتے ہیں۔ نماز کے مسائل، روزے کے مسائل، قربانی کے مسائل، زکوٰۃ کے مسائل، نکاح اور طلاق کے مسائل، حلال و حرام کے مسائل، ان کو اگر کوئی آدمی نہیں جانتا تو وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا گرفت ہوگی۔ ضروریاتِ دین کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان پہ فرض ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام فرماتے ہیں علم دو قسم پر ہے۔

❀ ...فرض عین اور ❀ ...فرض کفایہ۔

فرض عین یعنی ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ "علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد عورت پر لازم ہے۔" اس میں اگر کوتاہی کرے گا تو مجرم ہوگا۔ اور دوسرا فرض کفایہ ہے۔ مکمل عالم ہونا، پورے دین پر عبور ہونا کہ باریک مسائل جاننے والا علاقے میں عالم ہونا ضروری ہے۔

تو فرمایا ان کے مالوں میں حق معلوم ہے لِّلسَّآئِلِ مانگنے والے کے لیے وَالْمَحْرُوْمِ اور محروم کے لیے۔ سائل سے مراد ایسا آدمی ہے کہ اس پر کوئی مصیبت آگئی ہے کوئی حادثہ پیش آگیا ہے تو وہ صاحب حیثیت سے سوال کرتا ہے کہ مجھے یہ حادثہ پیش آگیا ہے میری مدد کرو۔ پیشہ ور مانگنے والا مراد نہیں ہے۔ جس کا جدی پشتی پیشہ ہی مانگنا ہے۔ اس کو دینا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی ہے وہ پیشہ ور اور وقتی ضرورت مند کو سمجھ سکتا ہے۔ تو سائل سے مراد ایسا ضرورت مند جو ضرورت کے لیے سوال کرتا ہے۔ اور ضرورت نیک لوگوں کو پیش آجاتی ہے۔

بہ وقتِ ضرورت نیک آدمی بھی سوال کر سکتا ہے:

سولھویں پارے کے پہلے رکوع میں موجود ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام انطاکیہ شہر جو مصر میں ہے، دوپہر کے وقت پہنچے۔ دونوں کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ کھانے کی کوئی چیز ان کے پاس نہیں تھی اور نہ پیسے پاس تھے کہ خرید کر کھا لیتے۔ وہاں کے لوگوں سے کھانا مانگا تو ان لوگوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ ان لوگوں کا خیال یہ تھا کہ معذور مانگے، لنگڑا لولا مانگے۔ یہ دونوں صحت مند، موٹے تازے آدمی ہیں یہ کیوں مانگتے ہیں؟ ایک ایسا صحت مند کہ مکا مارے تو آدمی کو ڈھیر کر دے۔ اور دوسرا گرتی ہوئی

دیوار کو ہاتھوں سے سیدھا کر دے۔ بہر حال ان لوگوں نے ان کو کھانا نہ دیا۔ تو معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت نیک آدمی بھی مانگ سکتا ہے۔

اور محروم اُسے کہتے ہیں کہ ضرورت کے باوجود کسی سے نہ مانگے۔ بڑا باضمیر اور خوددار ہے۔ تو یہ سوال نہ کرنے کی وجہ سے محروم رہتا ہے۔ لہٰذا محلے داروں کا فریضہ ہے کہ محلے میں رہنے والوں کا خیال رکھیں۔ اور جو خوددار ضرورت مند ہے خود جا کر اس کو ایسے طریقے سے دیں کہ کسی دوسرے کو علم نہ ہو۔

تو فرمایا ان کے مالوں میں حق ہے معلوم مانگنے والے اور محروم کے لیے وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور وہ لوگ ہیں جو تصدیق کرتے ہیں قیامت کے دن کی، بدلے کے دن کی۔ دین کا معنٰی بدلہ بھی ہے، جزا بھی ہے۔ اور دین کا معنٰی حساب بھی ہے۔ تو وہ حساب والے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔ جس دن حساب ہونا ہے، ادلہ بدلہ ہونا ہے۔ اس حد تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر بے سینگ والی بکری کو سینگ والی بکری نے مارا ہوگا تو اللہ تعالیٰ بے سینگ والی بکری کو سینگ عطا فرمائیں گے اور کہیں گے کہ تو اس سے بدلہ لے لے۔ حالانکہ حیوان مکلف نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ اپنا عدل و انصاف بتلائیں گے۔

آگ سے بچنے والے اور کون لوگ ہیں؟ فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ اور وہ لوگ جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ رب دنیا میں بھی عذاب دے سکتا ہے، قبر میں بھی، حشر میں بھی اور دوزخ میں بھی۔ وہ ہر وقت رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ درمیان میں جملہ معترضہ ہے اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے والی چیز نہیں ہے۔ اس سے

بے خوف نہیں ہونا چاہیے۔

آگ کے شعلوں سے بچنے والے اور کون لوگ ہیں؟ فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ اور وہ لوگ ہیں جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوزخ میں لے جانے والی زیادہ تر دو چیزیں ہیں۔ ایک زبان اور ایک شرم گاہ۔ حدیث کے درس میں تم حدیث سن چکے ہو۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص مجھے دو چیزوں کی ضمانت دے دے، ایک زبان اور ایک شرم گاہ کی کہ میں ان کو قابو میں رکھوں گا ناجائز جگہ استعمال نہیں کروں، میں اس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں کہ اس کو جنت لے کر دوں گا۔ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ مگر اپنی بیویوں پر اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یا اُن پر جن کے مالک ہیں ان کے دائیں ہاتھ۔

ملکِ یمین کی تعریف اور قیدیوں کے متعلق فقہی مسئلہ :

ملکِ یمین کسے کہتے ہیں؟ جہاد میں اللہ تعالیٰ غلبہ عطا فرمائیں تو کافروں کے مرد، عورتیں، بوڑھے، جوان، جو قید ہو کر آئیں گے۔ ان سے متعلق شرعی اور فقہی طور پر مسئلہ یہ ہے کہ یا تو قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لو کہ تمھارے جو قیدی ان کے پاس ہیں وہ لے لو اور یہ ان کو دے دو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بلا معاوضہ احسان کرتے ہوئے ان کو رہا کر دو۔ تیسری صورت یہ ہے کہ تم ان سے فدیہ، جرمانہ لے کر چھوڑ دو۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ تم ان کو غلام بنا لو۔ تو غلام بنانے کے بعد سپہ سالار ان کو مجاہدین میں تقسیم کرے گا تو دائیں ہاتھ سے پکڑائے گا اور لینے والا دائیں ہاتھ سے پکڑے گا۔ اس واسطے اس کو ملکِ یمین کہتے ہیں۔ ملک یمین کا معنیٰ دائیں ہاتھ کی ملک۔ تو فرمایا یا جن کے مالک ہیں ان کے دائیں

ہاتھ یعنی لونڈیاں ہیں فَاِنَّهُمۡ غَيۡرُ مَلُوۡمِيۡنَ پس بے شک وہ ملامت نہیں کیے جائیں گے۔ یعنی بیویوں کے ساتھ شہوت پوری کریں یا لونڈیوں کے ساتھ تو ان پر کوئی ملامت نہیں ہے فَمَنِ ابۡتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ پس جس نے تلاش کی اس کے سوا کوئی صورت فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡعٰدُوۡنَ پس یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ حدود اللہ کو پھلانگنے والے ہیں۔

دوزخ سے بچنے والوں کی اور صفت: وَالَّذِيۡنَ هُمۡ لِاَمٰنٰتِهِمۡ وَعَهۡدِهِمۡ رٰعُوۡنَ اور وہ لوگ جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہدوں کی رعایت کرتے ہیں۔ امانات جمع کا صیغہ ہے۔ علم کی امانت بھی ہے کہ جو صحیح علم ہے اس کو بیان کرے اس میں سے ذرہ بھی نہ چھپائے اور نہ ہیرا پھیری کرے، نہ کسی کی رعایت کرے۔ بلاخوف صحیح بات بیان کرے۔ مال بھی امانت ہے۔ اگر کسی نے کسی کے پاس رکھا ہے۔ مشورہ بھی امانت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے المستشار امین "جس سے مشورہ طلب کیا جائے وہ امین ہے۔" جو اس کی سمجھ میں آئے صحیح بات بتائے آگے نتیجے کا وہ ذمہ دار نہیں ہے۔ کیوں کہ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک آدمی دیانت دار ہے اسے رائے دیتا ہے لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلتا ہے۔ تو وہ نتیجے کا ذمہ دار نہیں ہے۔ تو مشورہ بھی امانت ہے اور اَلۡمَجَالِسُ بِالۡاَمَانَةِ "مجلس میں باتیں ہوتی ہیں وہ بھی امانت ہوتی ہیں۔" بعض دفعہ مجلس میں کوئی خاص بات ہوتی ہے عوام کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہوتا۔ اس بات کے باہر نکلنے سے غلط اثر ہوتا ہے اور لوگ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تو ایسی بات کو مجلس سے باہر بیان کرنا بھی خیانت ہے۔

تو چونکہ امانتوں کی کئی قسمیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ نے جمع کے صیغے سے ساتھ

بیان فرمایا ہے کہ وہ لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی رعایت کرتے ہیں۔عہد معاہدے کی رعایت بھی ضروری ہے۔ پہلے تو حتی الوسع کسی کے ساتھ وعدہ نہ کرو کیوں کہ وعدہ نبھانا مشکل ہوتا ہے۔ جب وعدہ کرو تو سوچ سمجھ کر کرو کہ میں اس کو پورا کرسکتا ہوں یا نہیں۔ دفع الوقتی نہ کرو کہ وقت ٹالو پھر دیکھا جائے گا۔ یہ بات صحیح نہیں ہے۔ وعدہ خلافی منافقوں کی نشانی ہے۔

مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا وعدہ وفائی کا جذبہ :

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جگہ پہنچنے کا وعدہ کیا۔ اس وقت ضعیف اور کمزور بھی تھے۔ سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی۔ آگے جانے کے لیے تانگا وغیرہ کوئی سواری نہ ملی منزل تک پہنچنے کے لیے تو دوڑنا شروع کردیا کہ ساتھی منتظر ہوں گے۔ جو ساتھ تھے انھوں نے کہا حضرت! کمزور آدمی ہو دوڑتے دوڑتے بے ہوش ہوکر گر جاؤ گے۔ فرمایا میں نے وعدہ کیا تھا کہ فلاں وقت پہنچوں گا سوئے اتفاق کہ گاڑی لیٹ ہوگئی۔ اگر قیامت والے دن رب تعالیٰ نے کہا کہ تم دوڑ کر پہنچ سکتے تھے تو پھر میں کیا جواب دوں گا؟ اگر دوڑتے دوڑتے بے ہوش ہوکر گر گیا تو آگے میرے بس کی بات نہیں میں قیامت والے دن کہہ سکوں گا اے پروردگار! جتنا مجھ سے ہوسکتا تھا اتنا میں نے کیا۔ لیکن آج لوگوں کو نہ وعدے کا پاس اور نہ وقت کی قدر ہے۔

پاکستان میں دو چیزوں کی قدر نہیں :

دو سال قبل کی بات ہے میری آنکھوں میں موتیا اُتر رہا تھا۔ چیک کرانے کے لیے ساتھی مجھے کراچی لے گئے جناح ہسپتال میں۔ آنکھوں کے شعبے کا انچارج ڈاکٹر بڑا نیک اور صالح آدمی تھا۔ اس کا نام صالح میمن تھا۔ مجھے رات کو اس کی کوٹھی پر لے گئے۔ اس

نے کہا کل جمعہ کی چھٹی ہے لیکن میں ضرور مولانا کو چیک کروں گا۔ ان کو تم کل ہسپتال لے آنا۔ ساتھی مجھے گاڑی میں ہسپتال لے گئے۔ ہسپتال کافی دور تھا۔ ڈاکٹر پہنچے ہوئے تھے۔ اُنھوں نے اپنا کمرا کھولا، آنکھوں کا معائنہ کیا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے چھٹی والے دن اپنا قیمتی وقت ہمیں دیا ہے۔ اُس نے میری کچھ کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ کہنے لگا حضرت! میرے لیے بڑی سعادت اور خوشی کی بات ہے کہ مجھے آپ کی خدمت کا موقع ملا ہے۔ لیکن پاکستان میں دو چیزوں کی قدر نہیں ہے۔ ایک ضمیر کی اور ایک وعدے کی۔ بات اُس نے بڑی صحیح کہی۔ پاکستان میں ضمیر ہے اور نہ وقت کی قدر ہے۔ وعدہ کرو تو اس کا لحاظ کرو۔ اگر دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کی تو گناہ گار ہوگے اور منافقوں کی صف میں شامل ہو جاؤ گے۔

تو فرمایا وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور وعدوں کی رعایت کرتے ہیں وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ ہیں هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں۔ اول تو آج سچی گواہی دینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا اور اگر کوئی تیار ہو جائے تو اس کو راستے ہی سے اُٹھا لیا جاتا ہے۔ ہاں جو بڑے جگرے اور طاقت والا ہو تو گواہی دے سکتا ہے ورنہ نہیں۔

فرمایا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اور وہ لوگ ہیں جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوزخ کی آگ سے بچنے والوں کا ذکر نماز سے شروع کیا تھا اور نماز پر ختم کیا۔ فرمایا اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ یہ لوگ باغوں میں ہوں گے جن کی عزت کی جائے گی۔ یعنی جن لوگوں میں یہ خوبیاں ہوں گی وہ جنت کے وارث ہیں۔

فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿٣٦﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿٣٨﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٤١﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿٤٤﴾ ع ۲

فَمَالِ پس کیا ہو گیا ہے الَّذِيْنَ ان لوگوں کو كَفَرُوْا جو کافر ہیں قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے عِزِيْنَ گروہ در گروہ اَيَطْمَعُ کیا اُمید رکھتا ہے كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ہر آدمی اُن میں سے اَنْ يُّدْخَلَ کہ داخل کیا جائے گا اس کو جَنَّةَ نَعِيْمٍ نعمتوں کے باغوں میں كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بے شک ہم نے پیدا کیا ہے ان کو مِّمَّا اس چیز سے يَعْلَمُوْنَ جس کو جانتے ہیں فَلَاۤ اُقْسِمُ پس میں قسم کھاتا ہوں بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ

مشرقوں کے رب کی وَالْمَغْرِبِ اورمغربوں کے رب کی اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ
بے شک ہم البتہ قادر ہیں عَلٰٓی اَنْ اس بات پر نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ
کہ بدل دیں وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اورنہیں ہیں ہم عاجز فَذَرْهُمْ
پس آپ چھوڑ دیں ان کو يَخُوْضُوْا بے ہودہ باتوں میں گھسے رہیں
وَيَلْعَبُوْا اور کھیل میں لگے رہیں حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ وہ ملیں
يَوْمَهُمُ اپنے اس دن سے الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ جس دن کا اُن سے وعدہ
کیا جارہا ہے يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ جس دن نکلیں گے مِنَ الْاَجْدَاثِ
قبروں سے سِرَاعًا بڑی تیزی سے كَاَنَّهُمْ گویا کہ وہ اِلٰى
نُصُبٍ اپنے نشانوں کی طرف يُّوْفِضُوْنَ دوڑے جارہے ہیں
خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی نگاہیں ان کی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ
چھائی ہوگی ان پر ذلت ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ یہ وہ دن ہے كَانُوْا
يُوْعَدُوْنَ جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔

حفاظتِ قرآن کی ایک مثال :

اس اُمتِ مرحومہ نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے قرآن پاک کی بڑی حفاظت کی ہے۔ الفاظ کی حفاظت کی، رسم الخط کی حفاظت کی، ترجمہ کی حفاظت کی، تفسیر کی حفاظت کی۔ قرآن میں کئی مقام ایسے ہیں جہاں لام جارہ الَّذِيْنَ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ جیسے: لِلَّذِيْنَ۔ اور یہاں دیکھو الَّذِيْنَ کے ساتھ جڑا ہوا نہیں ہے۔ فَمَالِ یہاں فا کے بعد ما حرفِ استفہام ہے، اس کے بعد لام جارہ ہے، آگے الَّذِيْنَ الگ ہے۔ یہ لفظ مال نہیں

ہے جس کی جمع اموال ہے۔ بلکہ ما استفہامیہ ہے اور لام جارہ ہے۔ اُس وقت سے لے کر اب تک اسی طرح چلا آ رہا ہے۔ ہم اس کو ساتھ جوڑ کر لکھنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اس امت نے اتنی حفاظت کی ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جس طرح ترتیب دی تھی اس میں زیر زبر کا بھی فرق نہیں کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے رسم الخط والا قرآن مسقط کی حکومت نے طبع کرایا ہے۔ ایک نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ تو فَمَا حرفِ استفہام ہے اور لام جارہ ہے فَمَالِ الَّذِيْنَ معنٰی ہوگا کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو کَفَرُوْا جو کافر ہیں قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ آپ کی طرف دوڑتے ہوئے آتے ہیں۔ جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرنا ہوتا تھا کافر لوگ دائیں طرف سے بھی دوڑتے ہوئے آتے اور بائیں طرف سے بھی۔ جو ناواقف ہوتے تھے وہ یہ خیال کرتے تھے کہ یہ کہتا کیا ہے؟ اور جو واقف ہوتے تھے شریر قسم کے لوگ، وہ اس لیے آتے تھے کہ ہمیں اس کے بیان سے اعتراض کرنے کے لیے کوئی مواد مل جائے۔

تو فرمایا کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو جو کافر دوڑتے ہوئے آتے ہیں آپ کی طرف عَنِ الْيَمِيْنِ دائیں طرف سے وَعَنِ الشِّمَالِ اور بائیں طرف سے عِزِيْنَ گروہ در گروہ۔ عِزِيْنَ عِزَّة کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے گروہ، ٹولا۔ جمہور مفسرین کرام رحمہم اللہ یہی تفسیر کرتے ہیں۔ اور حافظ ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ جو بڑے چوٹی کے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ یہ تفسیر بھی صحیح ہے لیکن اس کی یہ تفسیر بھی ہے کہ جس وقت آپ انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بیان فرماتے تو بڑے شوق کے ساتھ سنتے تھے۔ آدم علیہ السلام کا قصہ، نوح علیہ السلام کا قصہ، ابراہیم علیہ السلام کا قصہ۔ لیکن جب توحید کا مسئلہ بیان فرماتے، شرک کی تردید کرتے، قیامت کا مسئلہ بیان فرماتے تو اُٹھ کر بھاگ جاتے تھے۔ کیوں کہ ان کو

ان مسلوں سے سخت نفرت تھی۔

تو حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنیٰ اس طرح ہوگا کہ کیا ہو گیا ہے ان کافروں کو کہ آپ کے پاس آتے ہیں پھر دائیں بائیں بھاگتے ہیں گروہ در گروہ۔ مشرکینِ مکہ اوّلاً تو قیامت، حشر نشر کے قائل نہیں تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ فرض کرو اگر قیامت آگئی، حشر نشر ہو گیا تو ہمیں وہاں بھی خیر ہی ملے گی۔ مسلمانوں سے جنت میں بھی ہم نمبر لے جائیں گے۔ سورۃ الکہف آیت نمبر ۳۶ میں ایک کافر کی بات اللہ تعالیٰ نے نقل فرمائی ہے: وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً "اور میں نہیں گمان کرتا کہ قیامت برپا ہونے والی ہے وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا اور اگر میں لوٹایا گیا اپنے رب کی طرف تو پاؤں گا میں بہتر اس سے وہاں پلٹنے کی جگہ۔" یہاں ہمیں رب تعالیٰ نے سب کچھ دیا ہے۔ مال اولاد وہاں بھی دے گا۔

دنیا اور آخرت کا معاملہ الگ الگ ہے :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ کیا اُمید رکھتا ہے ہر آدمی اُن میں سے اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ کہ داخل کیا جائے گا اس کو نعمتوں کے باغوں میں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّا ہرگز نہیں! یہ ان کا قیاس باطل ہے کہ یہاں ہمیں سب کچھ ملا ہے تو وہاں بھی ملے گا۔ دنیا کا ضابطہ الگ ہے اور آخرت کا معاملہ الگ ہے۔ دنیا میں دولت ان کو بھی ملتی ہے جو رب تعالیٰ کے باغی ہیں اور ان کو بھی ملتی ہے جو رب تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ مگر ایمان، دین صرف پیاروں کو ملتا ہے جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔ اگر مال و دولت اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل ہوتی تو قارون سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا کہ اس کے خزانوں کی چابیاں ایک اچھی خاصی جماعت اُٹھاتی تھی۔ قرآن پاک میں

یہ بات موجود ہے۔ مگر اس کو تو اللہ تعالیٰ نے بمع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا۔ پھر تمہاری خود منطق کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاذ اللہ تعالیٰ نقل کفر کفر نہ باشد کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو اللہ تعالیٰ بڑا ناراض تھا کہ دو مہینے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی نہ پکانے کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چھوٹے سے کمرے میں چراغ نہیں ہوتا تھا۔ نمازِ تہجد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اندھیرے میں پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک لکڑی کا پیالہ تھا اور ایک مٹی کا پیالہ ہوتا تھا۔ یہ کل سامان تھا۔ لہٰذا مال و دولت کا ہونا اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ دین، ایمان اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل ہے۔

تو فرمایا کیا طمع کرتا ہے ان میں سے ہر آدمی کہ اس کو داخل کیا جائے گا نعمتوں کے باغوں میں۔ فرمایا كَلَّا ہرگز نہیں اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ بے شک ہم نے ان کو پیدا کیا ہے مِّمَّا اس چیز سے يَعْلَمُوْنَ جس کو وہ جانتے ہیں۔ حقیر نطفے اور قطرے سے پیدا کیا ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی خلقت بڑی عجیب ہے۔ حقیر قطرے کو دیکھو پھر اچھے بھلے انسان کو دیکھو کیا جوڑ ہے۔ وہ قطرہ خارج میں ہو تو انسان اس سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بنا ہوا انسان پیارا لگتا ہے اور اس کا انکار بھی کوئی نہیں کر سکتا کیوں کہ روزمرہ انسان پیدا ہو رہے ہیں۔

مشارق و مغارب کی تحقیق :

تو فرمایا ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اُس چیز سے جس کو یہ جانتے ہیں فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ پس میں قسم اُٹھاتا ہوں مشرقوں کے رب کی اور مغربوں

کے رب کی۔قرآن کریم میں تین طرح کے لفظ موجود ہیں۔مفرد لفظ بھی آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ [سورۃ المزمل] اور تثنیہ کے ساتھ بھی آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ [سورۃ الرحمٰن] اور یہاں جمع کے ساتھ آیا ہے۔

جہاں تثنیہ کے ساتھ آیا ہے وہاں گرمیوں کی مشرق اور سردیوں کی مشرق مراد ہے،گرمیوں کی مغرب اور سردیوں کی مغرب مراد ہے۔دسمبر کے مہینے میں سورج وہاں سے چڑھتا ہے(اشارے کے ساتھ سمجھایا)اور چلتے چلتے ماہِ جون میں وہاں جا پہنچتا ہے۔اسی طرح اس کے مقابلے میں گرمیوں کی مغرب اور سردیوں کے مغرب ہے۔اور جہاں جمع کا صیغہ ہے وہاں ہر دن کا مشرق مراد ہے اور ہر دن کا مغرب مراد ہے۔روزانہ سورج نئی جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور نئی جگہ پر غروب ہوتا ہے۔سورج چونکہ ہم سے کروڑوں میل دور ہے اس لیے سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں کہ مثلاً آج سورج گکھڑ سے طلوع ہوا، کل راہوالی سے، پرسوں لوہیانوالہ سے، چوتھ گوجرانوالا طلوع کرے گا۔درمیان میں فاصلہ ہے۔اسی طرح سورج روزانہ الگ الگ جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور الگ الگ جگہ سے غروب ہوتا ہے۔اس لحاظ سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

تو فرمایا میں قسم اُٹھاتا ہوں مشرقوں کے رب کی اور مغربوں کے رب کی اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ بے شک ہم البتہ قادر ہیں عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ اس بات پر کہ بدل دیں ہم اس سے بہتر یعنی ان کو ختم کر کے نئی مخلوق لائیں جو ان سے بہتر ہو۔فرشتوں جیسی معصوم مخلوق لے آئیں ہمارے لیے کوئی مشکل نہیں ہے۔لیکن رب تعالیٰ نے مکلف مخلوق کو اختیار دیا ہے فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [الکہف:۲۹] "پس جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر اختیار کرے،اپنی مرضی سے" کیوں کہ امتحان اسی میں ہے

لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [سورۃ الملک] "تا کہ آزمائے تمھیں کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔" تو فرمایا کہ ہم قادر ہیں اس بات کو کہ تبدیل کر دیں ان سے بہتر وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ اور ہم عاجز نہیں ہیں۔ مسبوق پیچھے رہ جانے والے کو کہتے ہیں۔ نماز میں مسبوق اُسے کہتے ہیں کہ جس کی کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں۔ امام آگے نکل گیا اور یہ پیچھے رہ گیا۔ اور مُدرک اُسے کہتے ہیں جو اوّل سے آخر تک جماعت میں شریک ہو۔ اسی طرح دوڑ میں جو پیچھے رہ جاتا ہے وہ مسبوق کہلاتا ہے، کمزور ہوتا ہے۔ اور جو آگے نکل جاتا ہے وہ طاقتور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کا معنیٰ کرتے ہیں کہ عاجز نہیں ہیں فَذَرْهُمْ اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! پس آپ ان کو چھوڑ دیں يَخُوْضُوْا بے ہودہ باتوں میں گھسے رہیں، بُرائیوں میں مشغول رہیں وَيَلْعَبُوْا اور کھیل تماشے میں لگے رہیں۔ جو کرتے ہیں کرنے دیں حَتّٰى يُلٰقُوْا یہاں تک کہ وہ ملیں يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ اپنے اس دن سے جس دن کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے، قیامت کے دن کا۔ قیامت والے دن ان کو رب کی عدالت میں پیش ہونا پڑے گا۔ کس دن؟ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا۔ اجداث جَدَثٌ کی جمع ہے۔ جدث کا معنیٰ ہے قبر۔ اور سِرَاعًا سَرِيْعٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ ہے تیز دوڑنا۔ معنیٰ ہوگا جس دن قبروں سے نکلیں گے بڑی تیزی سے دوڑتے ہوں گے كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ گویا کہ وہ اپنے نشانوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ وہ اپنے بتوں کی طرف دوڑے جا رہے ہیں۔ نُصُب نِصَاب کی جمع ہے۔ جس طرح کُتُب کِتَاب کی جمع ہے۔ اور نصب بت کو بھی کہتے ہیں۔ بت پرست لوگ بتوں کی طرف دوڑ کے جاتے تھے اور پہلے ہاتھ لگانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور جو پہلے ہاتھ لگا

لیتا تھا تو کہتے تھے یہ بخشا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں پہنچیں گے خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ جھکی ہوئی ہوں گی نگاہیں ان کی۔ قریش مکہ اور یہود ونصاریٰ مردوں کو قبروں میں دفن کرتے تھے۔ ان کو سامنے رکھ کر فرمایا ہے کہ جب نکلیں گے قبروں سے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جن کو قبروں میں دفن نہیں کیا جاتا ان کی پیشی نہیں ہوگی۔

ملحدین کا اعتراض اور اس کا جواب :

جس طرح بعض ملحد اعتراض کرتے ہیں کہ جن مردوں کو جلا دیا جاتا ہے ان کی قبریں کہاں ہیں؟ یا جن کو مچھلیاں کھا جاتی ہیں، درندے کھا جاتے ہیں، پرندے کھا جاتے ہیں وہ کہاں سے نکلیں گے؟ یہ ان کے ڈھکوسلے ہیں۔ ان کے اجزائے بدن جہاں بھی ہیں وہی ان کی قبریں ہیں اور وہیں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حاضر ہوں گے۔

چنانچہ بخاری شریف اور مسلم شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے گناہوں کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی زیادتی کی تھی۔ (یہ آدمی کفن چور تھا۔ کفن چوری کر کے اپنے گھر کا سلسلہ چلاتا تھا۔ پھر محنت مزدوری شروع کر دی اور بڑی دولت کمائی۔ بڑا مال دار ہو گیا۔) جب اس کی موت کا وقت آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا کر میری راکھ کو خوب پیس کر ہوا میں اُڑا دینا۔ بہ خدا اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تنگی کی تو مجھے ایسی سزا دے گا جو اور کسی کو نہیں دی۔

جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے ساتھ یہی کارروائی کی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس کے تمام ذرات کو جمع کر دے۔ سو اس نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ جمع کر دیا

گیا تو فرمایا یہ کارروائی تو نے کیوں کی؟ اس نے کہا تیرے ڈر سے اے میرے پروردگار! سو اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ اور ایک روایت میں آتا ہے کہ اُس نے کہا کہ میری راکھ کا آدھا حصہ خشکی میں اور آدھا دریا میں بکھیر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رب تعالیٰ قادرِ مطلق ہے اس کے لیے کوئی کام مشکل نہیں ہے۔ مردے جہاں بھی ہوں گے وہاں سے رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے ساتھ نکلیں گے۔

تو فرمایا ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ جب آدمی شرمندہ ہوتا ہے تو فطری طور پر اپنی نگاہیں پست کر لیتا ہے۔ تو ان پر ذلت طاری ہوگی ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ یہ وہ دن ہے جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا تھا۔ قیامت آئے گی نیکی بدی کا بدلہ ملے گا۔ اس میں کوئی شک شبہ نہیں ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر

سُورَۃ نُوح

(مکمل)

آیاتها ۲۸ ۷۱ سُوْرَةُ نُوْحٍ مَكِّيَّةٌ ۷۱ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۞ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۞ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۞ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ۞ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۞ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۞ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۞ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۞ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۞ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۞ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۞ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۞

اِنَّآ بے شک ہم نے اَرْسَلْنَا نُوْحًا رسول بنا کر بھیجا نوح علیہ السلام کو اِلٰى قَوْمِهٖٓ اس کی قوم کی طرف اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ کہ آپ ڈرائیں اپنی قوم کو مِنْ قَبْلِ پہلے اس سے اَنْ يَّاْتِيَهُمْ کہ آئے ان

کے پاس عَذَابٌ اَلِیۡمٌ دردناک عذاب قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے یٰقَوۡمِ اے میری قوم اِنِّیۡ بے شک میں لَکُمۡ تمھیں نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ڈرانے والا ہوں کھول کر اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ کہ عبادت کرو تم اللہ تعالیٰ کی وَاتَّقُوۡہُ اور ڈرو اس سے وَاَطِیۡعُوۡنِ اور اطاعت کرو میری یَغۡفِرۡ لَکُمۡ بخش دے گا وہ تمھیں مِّنۡ ذُنُوۡبِکُمۡ تمھارے گناہ وَیُؤَخِّرۡکُمۡ اور وہ تمھیں مہلت دے گا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی مدت مقرر تک اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر وقت اِذَا جَآءَ جب آ جاتا ہے لَا یُؤَخَّرُ موخر نہیں کیا جاتا لَوۡ کُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ کاش کہ تم جان لو قَالَ کہا نوح علیہ السلام نے رَبِّ اے میرے رب اِنِّیۡ بے شک میں نے دَعَوۡتُ قَوۡمِیۡ دعوت دی اپنی قوم کو لَیۡلًا رات کو وَّنَہَارًا اور دن کو فَلَمۡ یَزِدۡہُمۡ دُعَآءِیۡۤ پس نہیں زیادہ کیا ان کے لیے میرے بلانے نے اِلَّا فِرَارًا مگر بھاگنا وَاِنِّیۡ کُلَّمَا دَعَوۡتُہُمۡ اور بے شک میں نے جب بھی ان کو دعوت دی لِتَغۡفِرَ لَہُمۡ تاکہ آپ ان کو بخش دیں جَعَلُوۡۤا اَصَابِعَہُمۡ فِیۡۤ اٰذَانِہِمۡ تو کرلیں اُنھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں وَاسۡتَغۡشَوۡا ثِیَابَہُمۡ اور لپیٹ لیے اُنھوں نے اپنے کپڑے وَاَصَرُّوۡا اور انھوں نے اصرار کیا وَاسۡتَکۡبَرُوا اور انھوں نے تکبر کیا اسۡتِکۡبَارًا تکبر کرنا ثُمَّ اِنِّیۡ دَعَوۡتُہُمۡ پھر بے شک

میں نے ان کو دعوت دی جِهَارًا کھلے طور پر ثُمَّ پھر اِنِّیٓ
اَعۡلَنۡتُ لَهُمۡ بے شک میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی وَاَسۡرَرۡتُ
لَهُمۡ اِسۡرَارًا اور پوشیدہ طور پر سمجھایا ان کو آہستہ سے سمجھانا فَقُلۡتُ
پس میں نے کہا اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّكُمۡ معافی مانگو اپنے رب سے اِنَّهٗ كَانَ
غَفَّارًا بے شک وہ بخشنے والا ہے یُّرۡسِلِ السَّمَآءَ بھیجے گا آسمان کی
طرف سے عَلَیۡكُمۡ تم پر مِّدۡرَارًا لگاتار بارش وَّیُمۡدِدۡكُمۡ
اور مدد کرے گا تمھاری بِاَمۡوَالٍ مالوں کے ساتھ وَّبَنِیۡنَ اور بیٹوں
کے ساتھ وَیَجۡعَلۡ لَّكُمۡ جَنّٰتٍ اور بنائے گا تمھارے لیے باغات
وَّیَجۡعَلۡ لَّكُمۡ اَنۡهٰرًا اور بنائے گا تمھارے لیے نہریں مَا لَكُمۡ تمھیں
کیا ہو گیا ہے لَا تَرۡجُوۡنَ لِلّٰهِ نہیں اُمید رکھتے اللہ تعالیٰ سے وَقَارًا
عزت کی وَقَدۡ خَلَقَكُمۡ اور تحقیق اس نے پیدا کیا تم کو اَطۡوَارًا
طرح طرح سے۔

نام وکوائف سورۃ اور نوح علیہ السلام کا ذکر :

اس سورۃ کا نام سورۂ نوح ہے۔ اس سورہ میں حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس مناسبت سے اس کا نام سورۃ نوح رکھا گیا۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔ اس سے پہلے ستر [۷۰] سورتیں نازل ہو چکی تھیں اس کا اکہترواں [۷۱] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھائیس آیات ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر، شان اور رتبے والے پیغمبروں میں سے ہر ا۔ اا،۰ کا ۱م عبد الغفار بن لمک تھا۔ قوم کی حالت پر نوحہ

کرتے کرتے نوح لقب پڑ گیا اور نوح کے لفظ سے ہی مشہور ہو گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام کی قوم تک کفر، شرک نہیں تھا اور گناہ تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے ہابیل رحمہ اللہ کو قتل کیا مگر کفر، شرک نہیں تھا۔ شرک حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے شروع ہوا۔ نوح علیہ السلام نے ان کو بڑا سمجھایا مگر ان بدبختوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی بات کو قبول نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا بے شک بھیجا ہم نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر اِلٰی قَوْمِهٖٓ ان کی قوم کی طرف۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے جتنے پیغمبر تشریف لائے ان کی نبوت عام نہیں تھی قومی پیغمبر تھے۔ اپنی اپنی قوموں کے لیے مبعوث ہوئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں جتنے لوگ تھے وہ سارے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھے۔ ان کے بعد جتنے پیغمبر تشریف لائے وہ اپنی اپنی قوموں کے لیے یا ایک آدھ دوسری قوم کی طرف آئے۔ تمام دنیا کے پیغمبر، تمام قوموں کے پیغمبر، گوروں، کالوں کے لیے پیغمبر، عربیوں اور عجمیوں کے لیے پیغمبر صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۱۵۸ میں ہے قُلْ "آپ اعلان کر دیں یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو! اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔"

تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے بے شک بھیجا ہم نے رسول بنا کر نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ کہ آپ ڈرائیں اپنی قوم کو مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ پہلے اس سے کہ آئے ان کے پاس عَذَابٌ اَلِیْمٌ دردناک عذاب۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تبلیغ شروع کر دی اور قَالَ فرمایا یٰقَوْمِ اِنِّیْ

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اے میری قوم! بے شک میں تمھارے لیے ڈرانے والا ہوں کھول کر رب تعالیٰ کے عذاب سے اور ایسے انداز سے بیان کرتا ہوں کہ اچھی طرح سمجھ سکو۔

اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ وہ پیغمبر قوم کی زبان میں بھیجتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ [ابراہیم:۴] "اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی پیغمبر مگر اس کی قوم کی زبان میں۔" کیوں کہ پیغمبر کی زبان اور ہو اور قوم کی زبان اور ہو تو لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہماری بولی اور ہے پیغمبر کی بولی اور ہے۔ ہمیں ان کی بات سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ نے اتمام حجت کرتے ہوئے ہر پیغمبر کو اس زبان میں بھیجا جو قوم کی زبان تھی۔ اور پیغمبر ان کو بنایا جن کی زبان بڑی صاف تھی۔ پھر خاندانی لحاظ سے، شرافت کے لحاظ سے بڑے اعلیٰ تھے، اشرافِ قوم میں سے تھے۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تم کمی ہو، تم ایسی قوم سے ہو۔ پیغمبر اخلاق میں اعلیٰ، کردار میں اعلیٰ۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ایسے اوصاف عطا فرمائے تھے کہ نبوت سے پہلے بھی برائی کے نزدیک نہیں جاتے تھے تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ کل تک تو تم خود یہ کرتے رہے ہو اور آج ہمیں روکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو نہایت پاکیزہ اور عمدہ اخلاق عطا فرمائے تھے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت:

تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ کہ تم عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی۔ یہ تمام پیغمبروں کا پہلا سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں ہے وَاتَّقُوْهُ اور ڈرو اسی سے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرو، اس کے عذاب سے ڈرو وَاَطِيْعُوْنِ اور میری اطاعت کرو۔ اَطِيْعُوْنِ اصل میں اطیعونی تھا۔ یا تخفیفاً گر گئی ہے۔ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ بخش

دے گا اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ۔ ایمان کی برکت سے تمھارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

نمبر۲ وَيُؤَخِّرْكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى اور وہ تمھیں مہلت دے گا مدت مقرر تک۔ اللہ تعالیٰ نے جو تمھاری میعاد مقرر کی ہے اس وقت تک تمھیں خیر و عافیت کے ساتھ رکھے گا۔ مگر یاد رکھنا! إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ بے شک اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت جس وقت آئے گا مؤخر نہیں ہوگا۔ موت کا وقت ٹل نہیں سکتا لَوْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ کاش کہ تم جان لو میری بات کو کہ میں تمھاری بھلائی کی بات کر رہا ہوں کہ میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اور اس کی گرفت سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تمھارے گناہ معاف کر دے گا۔ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال سمجھایا۔ آج ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے کہ جس انداز سے انھوں نے سمجھایا۔ لوگوں کی کئی پشتیں بدل گئیں مگر سورۂ ہود آیت نمبر ۴۰ میں ہے وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ "نہیں ایمان لائے اس کے ساتھ مگر بہت تھوڑے۔" مردوں، عورتوں، بوڑھوں، بچوں کی کل تعداد سو بھی نہیں تھی۔ نوے کا ذکر بھی آتا ہے، ترانوے اور پچانوے کا ذکر بھی آتا ہے۔ سو کا ذکر نہیں ہے پھر عجیب بات یہ ہے کہ خود بیوی اور ایک بیٹا ایمان نہیں لایا۔

جب سینکڑوں سال کی محنت کے باوجود قوم راہِ راست پر نہ آئی تو شکایت کے طور پر قَالَ نُوحٌ علیہ السلام نے کہا رَبِّ۔ یہ لفظ جب بھی آئے گا اصل میں ہوتا ہے یَا رَبِّيْ! شروع میں یا ندا کی اُڑ گئی اور آخر میں یا متکلم کی اُڑ گئی۔ معنیٰ ہوگا اے میرے رب! إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا بے شک میں نے دعوت دی اپنی قوم کو ہر رات اور ہر دن۔ ایسا نہیں کہ کسی دن دعوت دی اور کسی دن نہ دی۔ کسی رات دعوت دی اور کسی رات دعوت

نہ دی۔ میں نے ان کو ہر رات، ہر دن دعوت دی فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا پس نہیں زیادہ کیا ان کے لیے میری دعوت نے مگر بھاگنا۔ جوں جوں میں ان کو دعوت دیتا تھا یہ بھاگتے تھے اور صرف بھاگتے ہی نہیں تھے وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ اور بے شک میں نے ان کو جب بھی دعوت دی، توحید کی طرف بلایا، شرک سے روکا لِتَغْفِرَ لَهُمْ تاکہ آپ ان کو بخش دیں تو جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ کرلیں انھوں نے اپنی انگلیاں فِيْٓ اٰذَانِهِمْ اپنے کانوں میں۔ جب میں دعوت دینا شروع کرتا تو یہ اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے تھے کہ لفظ ہمیں سننے نہ پڑیں۔ نفرت کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ ساری انگلیاں تو کانوں میں نہیں آتیں پوروں کو مبالغۃً انگلیاں کہا وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ اور لپیٹ لیے اُنھوں نے اپنے کپڑے۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور اپنے اوپر کپڑے لے لیتے کہ میری شکل ان کو نظر نہ آئے۔ پیغمبر کی شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتے تھے اتنی نفرت تھی اپنے محسن سے۔ وَاَصَرُّوْا اور انھوں نے اصرار کیا، ڈٹ گئے، کفر، شرک پر۔ کہتے تھے ہم تیری بات نہیں مانتے وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا اور تکبر کرتے تھے تکبر کرنا۔ تکبر کا معنیٰ ہے بَطَرُ الْحَقِّ وَ غَمْطُ النَّاسِ "حق کو ٹھکرا دینا اور لوگوں کو گھٹیا سمجھنا۔" رب تعالیٰ نے چار بُرائیاں ان کی بیان فرمائی ہیں جن کا حضرت نوح علیہ السلام نے شکوہ کیا۔

- ❀ ۱۔ کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔
- ❀ ۲۔ اپنے اُوپر کپڑے لپیٹ لیتے تھے۔
- ❀ ۳۔ اصرار کرتے تھے۔
- ❀ ۴۔ بڑا تکبر کرتے تھے، حق کو ٹھکرا دیتے تھے۔

ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا پھر میں نے ان کو دعوت دی کھلے طور پر، علی الاعلان۔ ہر طریقہ اختیار کیا۔ گلیوں میں لوگ جا رہے ہوتے تو ان کے پیچھے پیچھے جاتے اور سمجھاتے۔ بازار جا کر سمجھاتے۔ کوئی جنگل میں لکڑیاں کاٹنے جا رہا ہے تو اس کے ساتھ ساتھ جاتے اور سمجھاتے۔ کوئی ہل چلا رہا ہے یہ ساتھ ساتھ چلتے اور سمجھاتے یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ "اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی اس کے سوا تمھارا کوئی الٰہ نہیں ہے۔" ان کی یہ کارروائیاں دیکھ کر لوگ کہتے یہ پاگل ہے، نہ غمی دیکھتا ہے نہ خوشی دیکھتا ہے نہ لوگوں کے کاروبار کا خیال کرتا ہے بس اپنی بات کی رٹ لگائی ہوئی ہے، وَقَالُوْا مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۞ [سورۃ القمر: پارہ ۲۷] "اور کہا انھوں نے دیوانہ ہے اور جھڑک دیا گیا۔" دو چار آدمی بیٹھے ہوتے نوح علیہ السلام جاتے تو پاگل کہہ کر دھکے دے کر نکال دیتے۔ کیا عجیب منظر ہوتا ہوگا؟

فرمایا ثُمَّ اِنِّیْ اَعْلَنْتُ لَهُمْ پھر میں نے ان کو علی الاعلان دعوت دی کہ کان کھول کر سن لو۔ منادی کرا کر گلیوں محلوں میں ان کو دعوت دی وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا اور میں نے ان کو آہستہ آہستہ بھی سمجھایا آہستہ آہستہ سمجھانا۔ یعنی دعوت کے جتنے طریقے تھے وہ سارے اختیار کیے۔ دن کو دعوت دی، رات کو دعوت دی، بازاروں میں، گلیوں میں ان کو سمجھایا، مکانوں کی چھتوں پر چڑھ کر ان کو سمجھایا، علی الاعلان سمجھایا، مخفی طور پر سمجھایا فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ پس میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو۔ کفر، شرک سے باز آجاؤ، غیر اللہ کی پوجا چھوڑ دو، نافرمانیاں چھوڑ دو اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا بے شک وہ بخشنے والا ہے یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا بھیجے گا آسمان کی طرف سے تمھارے اُوپر لگاتار بارش۔ مِدْرَارًا کا معنیٰ ہے موسلا دھار بارش۔ ان پر کچھ

عرصہ کے لیے بارش بھی رک گئی تھی اس لیے فرمایا تم رب تعالیٰ سے معافی مانگو اللہ تعالیٰ تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا۔ اور کیا کرے گا؟ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اور مدد کرے گا تمھاری مالوں کے ساتھ اور بیٹوں کے ساتھ۔ یعنی مزید مال بھی دے گا اور اولاد بھی دے گا وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور بنائے گا تمھارے لیے باغات۔ ظاہر بات ہے زمین زرخیز ہو، بارشیں نازل ہوں، پھول بوٹے اُگیں گے، کھیتیاں لہلہائیں گی وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا اور بنائے گا تمھارے لیے نہریں مَا لَكُمْ تمھیں کیا ہو گیا ہے لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا نہیں اُمید رکھتے تم اللہ تعالیٰ سے عزت کی۔ اپنے لیے تم اللہ تعالیٰ سے عزت اور وقار نہیں چاہتے۔ سورۃ منافقون پارہ ۲۸ میں ہے وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ "عزت تو اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے۔" اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت، فرشتوں کے ہاں عزت، کائنات کے ہاں عزت۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ تم اللہ تعالیٰ سے عزت حاصل نہیں کرتے وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔ اطوار طور کی جمع ہے۔ اور تحقیق اس نے تمھیں پیدا کیا طرح طرح سے، مختلف انداز سے۔ کوئی کالا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی پتلا ہے، کوئی موٹا ہے، کوئی لمبے قد کا ہے، کوئی پست قد کا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ ابتداءً تمھیں نطفے سے خون کا لوتھڑا بنایا، پھر بوٹیاں بنائیں، پھر ہڈیاں بنائیں، پھر ان پر گوشت چڑھایا۔ کچھ عرصہ ماں کے پیٹ میں بے جان رہے پھر جان ڈالی پھر پیدا کر کے دنیا میں لایا۔ بچے تھے، پھر جوان ہوئے، پھر بوڑھے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھو! اس کی رحمتوں کو دیکھو! باقی ذکر آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

اَلَمۡ

تَرَوۡا کَیۡفَ خَلَقَ اللّٰہُ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّ جَعَلَ الۡقَمَرَ فِیۡہِنَّ نُوۡرًا وَّ جَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَ اللّٰہُ اَنۡۢبَتَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ یُعِیۡدُکُمۡ فِیۡہَا وَ یُخۡرِجُکُمۡ اِخۡرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰہُ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسۡلُکُوۡا مِنۡہَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع

قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ اِنَّہُمۡ عَصَوۡنِیۡ وَ اتَّبَعُوۡا مَنۡ لَّمۡ یَزِدۡہُ مَالُہٗ وَ وَلَدُہٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَ مَکَرُوۡا مَکۡرًا کُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَ قَالُوۡا لَا تَذَرُنَّ اٰلِہَتَکُمۡ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۬ۙ وَّ لَا یَغُوۡثَ وَ یَعُوۡقَ وَ نَسۡرًا ﴿۲۳﴾ وَ قَدۡ اَضَلُّوۡا کَثِیۡرًا ۬ۚ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِیۡٓـٰٔتِہِمۡ اُغۡرِقُوۡا فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا ۬ۙ فَلَمۡ یَجِدُوۡا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ اَنۡصَارًا ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ نُوۡحٌ رَّبِّ لَا تَذَرۡ عَلَی الۡاَرۡضِ مِنَ الۡکٰفِرِیۡنَ دَیَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّکَ اِنۡ تَذَرۡہُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ وَ لَا یَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنۡ دَخَلَ بَیۡتِیَ مُؤۡمِنًا وَّ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ لَا تَزِدِ الظّٰلِمِیۡنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾ ع

اَلَمۡ تَرَوۡا کیا تم نے نہیں دیکھا کَیۡفَ خَلَقَ اللّٰہُ کیسے پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمانوں کو طِبَاقًا تہہ بہ تہہ وَّ جَعَلَ الۡقَمَرَ فِیۡہِنَّ اور بنایا چاند کو ان میں نُوۡرًا نور وَّ جَعَلَ

الشَّمۡسَ سِرَاجًا اور بنایا سورج کو چراغ وَاللّٰهُ اَنۡۢبَتَكُمۡ اور اللہ تعالیٰ
نے اُگایا تمھیں مِّنَ الۡاَرۡضِ زمین سے نَبَاتًا اُگانا ثُمَّ
يُعِيۡدُكُمۡ فِيۡهَا پھر وہ تمھیں لوٹائے گا زمین میں وَيُخۡرِجُكُمۡ اِخۡرَاجًا
اور نکالے گا تمھیں نکالنا وَاللّٰهُ جَعَلَ لَـكُمُ الۡاَرۡضَ اور بنائی تمھارے لیے
زمین بِسَاطًا بچھونا لِّتَسۡلُكُوۡا مِنۡهَا تاکہ چلو تم اس زمین میں
سُبُلًا فِجَاجًا کشادہ راستوں پر قَالَ نُوۡحٌ کہا نوح علیہ السلام نے
رَّبِّ اے میرے رب اِنَّهُمۡ عَصَوۡنِىۡ بے شک انھوں نے میری
نافرمانی کی ہے وَاتَّبَعُوۡا مَنۡ اور پیروی کی (ان لوگوں نے) ان کی لَّمۡ
يَزِدۡهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ نہیں زیادہ کیا اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے (ان
کے لیے) اِلَّا خَسَارًا مگر نقصان وَمَكَرُوۡا اور انھوں نے
تدبیریں کیں مَكۡرًا كُبَّارًا بڑی بڑی تدبیریں وَقَالُوۡا اور انھوں
نے کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمۡ ہرگز نہ چھوڑنا اپنے الٰہوں کو وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا
اور ہرگز نہ چھوڑنا ودّ کو وَّلَا سُوَاعًا اور نہ سواع کو وَّلَا يَغُوۡثَ اور نہ
یغوث کو وَيَعُوۡقَ اور نہ یعوق کو وَنَسۡرًا اور نہ نسر کو وَقَدۡ اَضَلُّوۡا
كَثِيۡرًا اور تحقیق انھوں نے گمراہ کیا بہتوں کو وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيۡنَ اِلَّا ضَلٰلًا
اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر گمراہی مِمَّا خَطِيۡٓـئٰتِهِمۡ اپنی خطاؤں کی وجہ
سے اُغۡرِقُوۡا غرق کیے گئے فَاُدۡخِلُوۡا نَارًا پس داخل کیے گئے آگ

میں فَلَمْ یَجِدُوْا لَهُمْ پس نہ پایا انھوں نے اپنے لیے مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے سوا اَنْصَارًا مددگار وَقَالَ نُوْحٌ اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ اے میرے رب لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ نہ چھوڑیں آپ زمین پر مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کافروں میں سے دَيَّارًا کسی ایک کو اِنَّكَ بے شک آپ اِنْ تَذَرْهُمْ اگر چھوڑ دیں ان کو يُضِلُّوْا عِبَادَكَ گمراہ کریں گے آپ کے بندوں کو وَلَا يَلِدُوْٓا اور نہیں جنیں گے اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا مگر نافرمان ناشکروں کو رَبِّ اے میرے رب اغْفِرْ لِيْ بخش دے مجھے وَلِوَالِدَيَّ اور میرے ماں باپ کو وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ اور اس کو جو میرے گھر میں داخل ہو مُؤْمِنًا مومن ہوکر وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِ اور مومن عورتوں کو بخش دے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے اِلَّا تَبَارًا مگر بربادی۔

دلائل قدرت :

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بڑے پیار اور محبت کے انداز میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف دعوت دی، اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور قدرتوں کا ذکر کیا۔

اسی سلسلے میں فرمایا اَلَمْ تَرَوْا کیا تم نے نہیں دیکھا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ کیسے پیدا کیے اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کو طِبَاقًا تہہ بہ تہہ۔ اگرچہ ہمیں ایک آسمان نظر آتا ہے لیکن اس کو دیکھ کر دوسروں کا اندازہ ہوسکتا ہے کہ میرے رب کا فرمان حق اور صحیح ہے کہ اس کے اُوپر چھ آسمان اور ہیں۔ اس آسمان کی طرف دیکھو کتنا

بڑا اور بلند ہے مگر اس کے نیچے نہ کھمبا ہے نہ ستون ہے نہ کوئی دیوار ہے۔ صاف اتنا کہ اس میں دراڑ تک نہیں ہے۔ جیسا بنایا تھا آج تک ویسا ہی ہے وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْرًا اور بنایا چاند کو ان میں نور وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا اور بنایا سورج کو چراغ۔ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا اور اللہ تعالیٰ نے اُگایا تمھیں زمین سے اُگانا۔ مٹی سے تمھیں پیدا کیا۔ آدم کے متعلق فرمایا خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ [آل عمران:۵۹] "اللہ تعالیٰ نے اس کو مٹی سے پیدا کیا" اور تم سب آدم کی اولاد ہو۔ تو تم بھی مٹی سے پیدا ہوئے ہو۔ اور اب بھی وہ تمھیں مٹی سے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو کچھ تم کھاتے ہو فصلیں، اناج، پھل، سبزیاں سب زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تم کھاتے ہو تو خون پیدا ہوتا ہے اور خون سے مادۂ تولید پیدا ہوتا ہے۔ تو آج بھی تم مٹی ہی سے پیدا ہو رہے ہو ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا پھر وہ تمھیں زمین میں لوٹائے گا۔ مرنے کے بعد زمین ہی میں دفن ہونا ہے وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا اور نکالے گا تم کو زمین سے نکالنا۔ جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو سب قبروں سے نکل آئیں گے۔ پھر دیکھو اور غور کرو وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا اور بنایا اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے زمین کو بچھونا۔ فرش بنا دیا تم اس پر چلتے ہو، سوتے ہو، اُٹھتے بیٹھتے ہو، کھیلتے کودتے ہو لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا۔ فِجَاجًا فَجٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے کشادہ راستہ۔ معنیٰ ہوگا تاکہ چلو تم زمین میں کشادہ راستوں پر۔ کشادہ راستہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ مخلوق زیادہ ہو اور راستہ تنگ ہو تو کتنی تکلیف ہوتی ہے۔

تو نوح علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کر کے سمجھایا اور قدرتوں کا ذکر کر کے سمجھایا مگر قوم کو کوئی چیز سمجھ نہ آئی اور اپنے کفر، شرک پر ڈٹی رہی۔ تو پھر قَالَ نُوْحٌ

کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِیْ اے میرے رب! بے شک انھوں نے میری نافرمانی کی ہے، میری بات نہیں مانی وَاتَّبَعُوْا اور پیروی کی مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالُهٗ وَ وَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ان کی کہ نہ زیادہ کیا اس کے لیے اس کے مال نے اور اس کی اولاد نے مگر نقصان۔ انھوں نے مال داروں کی بات مانی، سرداروں کے پیچھے لگے جن کو مال، اولاد نے نقصان کے سوا کچھ نہ دیا۔ مال و دولت کے گھمنڈ میں آخرت برباد کرلی اور ہمیشہ کے خسارے میں پڑ گئے وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا اور انھوں نے تدبیریں کیں بڑی تدبیریں حق کو مٹانے کے لیے۔ نوح علیہ السلام کو مارا پیٹا، گالیاں دیں، گھسیٹا، مجلس سے دھکے دے کر باہر نکال دیتے۔ جھوٹا کہا، شرارتی کہا، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ کوئی حربہ ایسا نہ تھا جو انھوں نے نوح علیہ السلام کے خلاف استعمال نہ کیا ہو۔

قومِ نوح کا جواب:

وَقَالُوْا اور کہا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ ہرگز نہ چھوڑنا اپنے الٰہوں کو۔ وہ الٰہ کون ہیں؟ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا اور ہرگز نہ چھوڑنا ود کو وَّلَا سُوَاعًا اور نہ سواع کو چھوڑنا وَّ لَا یَغُوْثَ اور نہ یغوث کو چھوڑنا وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا اور یعوق اور نسر کو نہ چھوڑنا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ یہ پانچ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر، نوح علیہ السلام کی قوم میں نیک آدمی تھے یہ ان کے نام ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں اور شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں کہ وَدّ حضرت ادریس علیہ السلام کا لقب تھا اور باقی چار حضرت ادریس علیہ السلام کے نیک بیٹے تھے۔ حضرت ادریس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر تھے۔ انھوں نے اپنی قوم کی اصلاح کی۔ دنیا سے

رخصت ہو گئے۔ بیٹوں نے باپ کی جگہ لی، لوگوں کی اخلاقی تربیت کرتے رہے۔ آخر انسان تھے کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وہ بھی یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کے فوت ہونے سے لوگوں میں اُداسی چھا گئی۔ ان کی مجالس میں جانے سے جو روحانی خوراک ملتی تھی وہ اب نہیں ملتی۔ ایمان یقین کی گفتگو ہوتی تھی، سکون ملتا تھا اب اس سے محروم ہو گئے۔

بڑے پریشان بیٹھے تھے کہ دیکھا ایک بزرگ صورت آدمی آرہا ہے۔ وہ بھی آکر بیٹھ گیا۔ کہنے لگا کیا بات ہے تم بڑے اُداس اور پریشان لگ رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ ہماری پریشانی کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے پانچ بزرگ تھے۔ وہ یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں۔ وہ دنیا میں تھے تو ہمیں روحانی خوراک ملتی تھی۔ بڑا اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ نیک عمل کی توفیق ہوتی تھی بُرے کاموں سے بچتے تھے۔ ان کی مجلسیں ہمیں یاد آتی ہیں، ان کی باتیں یاد آتی ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں ملتے اس لیے ہم پریشان ہیں۔ اس آنے والے بزرگ نے کہا تمھاری پریشانی بڑی ہے۔ اور تمھیں پریشان ہونا چاہیے تھا۔ اور تمھارا صدمہ واقعی بڑا ہے۔ جس طرح جسم کو غذا نہ ملے تو کمزور ہو جاتا ہے روح کو غذا نہ ملے تو وہ بھی کمزور ہو جاتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ وہ تو اب واپس نہیں آئیں گے تم اس طرح کرو کہ ان کے مجسمے بنالو، بت بنالو اور یادگار کے طور پر گھروں میں بھی رکھو، عبادت خانوں میں بھی رکھو۔ ان کی شکلیں دیکھ کر کچھ نہ کچھ تو تسلی ہوگی۔

تصویر کی شرعی حیثیت :

اُس زمانے میں تصویریں بنانا حرام نہیں تھا۔ یہ ہماری شریعت میں جان دار چیز کی تصویر بنانا حرام ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ

الْقِيٰمَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ ”لوگوں میں سے سخت ترین عذاب قیامت والے دن تصویر بنانے والوں کو ہوگا، فوٹو بنانے والوں کو ہوگا۔“ رب تعالیٰ فرمائیں گے ان میں جان ڈالو، روح ڈالو پھر تمھاری خلاصی ہوگی۔ ظاہر بات ہے کہ روح ڈالنا کس کے اختیار میں ہے لہٰذا دوزخ میں جلتے رہیں گے۔ ہاں مجبوری کی حالت کا شریعت لحاظ کرتی ہے۔ مثلاً: ہماری جیبوں میں نوٹ ہیں۔ کسی کی جیب میں زیادہ اور کسی کی جیب میں کم۔ اور ان پر جناح صاحب کی تصویر ہے۔ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ پر اپنی تصویر لگانی پڑتی ہے۔ یہ جائز نہ سمجھو اس کو ناجائز سمجھنا ہے۔ بہ امر مجبوری لگاتے ہیں۔ یہ ظالم قانون ہم سے یہ کام کرواتا ہے اور ہم کرتے ہیں۔ یاد رکھنا! جس چیز کو آنحضرت ﷺ نے ناجائز قرار دیا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو جائز قرار نہیں دے سکتی۔ مگر ہمیں اس کا گناہ نہیں ہے کیوں کہ ہم بالکل مجبور ہیں۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ کوئی آدمی بھوک کی وجہ سے مر رہا ہو تو اس کو خنزیر کھانے کی اجازت ہے، مردار کھانے کی اجازت ہے۔ بلکہ اگر نہ کھانے کی وجہ سے مر گیا تو گناہ گار مرے گا۔ تو جس طرح مضطر و مجبور کے لیے حرام کھانے کی اجازت ہے اسی طرح ہم مجبور ہیں۔ اس کو کوئی جائز نہ سمجھے حاشا وکلا۔ حدیث پاک میں ہے کہ جس گھر میں جان دار کی تصویر ہو اللہ تعالیٰ کے رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے۔ مگر آج تو مصیبت یہ ہے کہ ماچس ہو تو اس پر تصویر، صابن ہو تو اس پر تصویر، چائے کی ڈبی لو اس پر تصویر۔ باطل قوتوں نے لوگوں کے ایسے ذہن خراب کر دیئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی اہمیت ہی ختم ہوگئی ہے۔

تو خیر اس زمانے میں تصویر بنانا جائز تھا۔ تو اس بزرگ نما آدمی نے جو اصل میں ابلیس تھا کہا کہ تم ان کے مجسمے بنالو۔ یہ تو نہ کہہ سکا کہ تم ان کو سجدہ کرو، ان سے حاجتیں

مانگو۔ کیوں کہ وہ لوگ پختہ ذہن کے تھے۔ مگر اس نے ایک بنیاد ڈال دی۔ ان لوگوں نے گھروں میں ان کے مجسمے بنا کر رکھ لیے، عبادت خانوں میں مجسمے بنا کر رکھ لیے۔ یہ لوگ دنیا سے چلے گئے نئی نسل آ گئی۔ نئی نسل کو شیطان نے یہ پٹی پڑھائی کہ تمھارے بڑے ان کی پوجا کرتے تھے ان سے حاجتیں مانگتے تھے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے تھے اللہ تعالیٰ ان کی موڑتا نہیں ہے۔ پھر کیا ہوا کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے کوئی کسی کے آگے جھک رہا ہے، کوئی کسی کو سجدہ کر رہا ہے، کوئی کسی کے آگے رکوع میں ہے۔ اصل میں یہ پانچ بزرگوں کے مجسمے تھے محض پتھر نہیں تھے۔

تو فرمایا کہ انھوں نے کہا وَد، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ہرگز نہ چھوڑنا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا اور تحقیق انھوں نے گمراہ کیا بہت سارے لوگوں کو۔ وہ میری طرف نہیں آئیں گے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر گمراہی۔ سورۂ ہود میں ہے وَاُوْحِیَ اِلٰی نُوْحٍ "اور وحی نازل کی گئی نوح کی طرف اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ [آیت: ۳۶] بے شک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔"

تو نوح علیہ السلام نے کہا پروردگار! ان کو اور گمراہ کر دے مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کیے گئے۔ سیلاب میں غرق ہونے کے ساتھ ہی فَاُدْخِلُوْا نَارًا پس داخل کیے گئے آگ میں۔ مرنے کے بعد ہی سزا شروع ہو جاتی ہے فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا پس نہ پایا انھوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی مددگار۔ نہ وَد نے مدد کی، نہ سواع، یغوث، یعوق اور نسر نے مدد کی۔ جب اللہ تعالیٰ کی گرفت ہو تو کوئی مدد کر بھی کیا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کس کے پاس اختیار ہے؟

رب تعالیٰ کی ذات کے سوا کون حاجت روا ہے؟ کون مشکل کشا ہے؟ کون فریادرس ہے؟ کون دست گیر ہے؟ کوئی نہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ اور کہا نوح علیہ السلام نے رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَٰفِرِينَ دَيَّارًا اے پروردگار! نہ چھوڑ زمین پر کافروں میں سے کسی ایک کو۔ دَيَّارًا کا معنیٰ داخل دار۔ کوئی گھر میں بسنے والا کافر نہ چھوڑ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ بے شک آپ اگر ان کو چھوڑ دیں گے يُضِلُّوا عِبَادَكَ گمراہ کریں گے آپ کے بندوں کو وَلَا يَلِدُوٓا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا اور نہیں جنیں گے مگر نافرمان ناشکرے۔ فاجر، کافر ہی جنیں گے۔ کیوں کہ آپ فرما چکے ہیں لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ ءَامَنَ "کہ ہرگز نہیں ایمان لائیں گے آپ کی قوم میں سے مگر وہ جو ایمان لا چکے ہیں۔" جن کی تعداد پوری سو [۱۰۰] بھی نہیں تھی۔

رَّبِّ اے میرے رب اغْفِرْ لِى بخش دے مجھے وَلِوَٰلِدَىَّ اور میرے ماں باپ کو بھی بخش دے وَلِمَن دَخَلَ بَيْتِىَ مُؤْمِنًا اور اس کو بھی جو میرے گھر میں داخل ہو اس حال میں کہ وہ مومن ہو۔ بیوی اور ایک بیٹا نافرمان تھے۔ وَلِلْمُؤْمِنِينَ اور عام مومن مردوں کو جو قیامت تک پیدا ہوں گے ان کو بھی بخش دے وَالْمُؤْمِنَٰتِ اور مومن عورتوں کو بھی بخش دے جو قیامت تک پیدا ہوں گی۔

مسئلہ ایصالِ ثواب :

ایک فرقہ پیدا ہوا ہے جو پہلے محدود تھا اور اب کافی پھیل گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کسی کی دعا کسی کے لیے مفید نہیں ہے۔ ایصالِ ثواب کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جو کسی نے نیکی، بُرائی خود کی ہے اس کا اس کو پھل ملے گا۔ اس پر انھوں نے رسالے لکھے ہیں۔

اخبارات میں مضمون چھپتے ہیں۔لوگوں سے زکوٰۃ لے کر رسالے طبع کرتے ہیں اور لوگوں میں مفت تقسیم کرتے ہیں۔

اور اہل حق اس بات کے قائل ہیں کہ ایصالِ ثواب بھی حق ہے اور دعا بھی دوسروں کو فائدہ دیتی ہے۔اہل حق کی ایک دلیل یہ ہے اگر مومن مردوں اور عورتوں کو دعا فائدہ نہیں دیتی تو نوح علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر نے ایسا بے کار اور مہمل کام کیوں کیا؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا بھی قرآن کریم میں موجود ہے رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ [ابراہیم:۴۱] "اے پروردگار بخش دے مجھے اور میرے والدین کو اور مومنوں کو جس دن حساب قائم ہوگا۔"

میں کہتا ہوں جو لوگ کہتے ہیں کہ دعا کا کسی کو فائدہ نہیں ہوتا تو ان بے ایمانوں کا جنازہ بھی نہیں ہونا چاہیے۔کیوں کہ جنازے میں دعا دوسرے کرتے ہیں۔سامنے میت پڑی ہوتی ہے اور جنازہ پڑھنے والے کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا آخر تک۔دعائے مغفرت میں جنازہ بھی شامل ہے۔تو اگر دعا کا فائدہ نہیں ہے تو ان کا جنازہ نہیں ہونا چاہیے۔(اور یہ وصیت کر کے مریں کہ ہمارا جنازہ نہ پڑھانا گڑھا کھود کر قبر میں ڈال کر آجانا۔مرتب)

حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو مر چکے ہیں وہ تمھاری دعاؤں کے منتظر ہوتے ہیں۔جس طرح عید کے موقع پر بہن بھائی قیمتی تحفوں کے منتظر ہوتے ہیں اور ملنے پر خوش ہوتے ہیں کہ فلاں نے ہدیہ بھیجا ہے۔تو مرے ہوؤں کے لیے صدقہ کرو، خیرات کرو، جب چاہو کرو اور جس وقت چاہو کرو۔لیکن دنوں کی تعیین نہ کرو کہ یہ بدعت ہے کہ تیسرے دن کرنا ہے، ساتویں دن کرنا ہے، دسویں دن کرنا ہے۔دنوں کی تعیین کرو گے تو

گناہ ہوگا ثواب کچھ نہیں ہے۔

تو حضرت نوح نے دعا فرمائی کہ اے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو اور جو مومن میرے گھر میں داخل ہوا اس کو بخش دے وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا اور نہ زیادہ کر ظالموں کے لیے مگر ہلاکت، بربادی۔ ان کافروں کا بیڑہ غرق کر دے۔ انھوں نے لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیر

سورۃ الجن

(مکمل)

آیاتہا ۲۸ | ۷۲ سُوْرَۃُ الْجِنِّ مَکِّیَّۃٌ ۴۰ | رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَ لَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا ﴿۲﴾ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَّ اَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ﴿۴﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَّ اَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿۷﴾ وَّ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِیْدًا وَّ شُهُبًا ﴿۸﴾ وَّ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ یَّسْتَمِعِ الْاٰنَ یَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَّ اَنَّا لَا نَدْرِیْۤ اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾

قُلْ آپ کہہ دیں اُوْحِیَ اِلَیَّ وحی کی گئی ہے میری طرف اَنَّهُ اسْتَمَعَ کہ بے شک شان یہ ہے کہ سنا نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ ایک گروہ نے جنوں میں سے فَقَالُوْۤا پس کہا انھوں نے اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا بے شک ہم نے سنا قرآن عَجَبًا عجیب یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ راہنمائی

کرتا ہے بھلائی کی طرف فَاٰمَنَّا بِهٖ پس ہم ایمان لائے اس پر وَلَنْ
نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اور ہم ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ
اَحَدًا کسی کو وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا
بلند ہے شان ہمارے رب کی مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً نہیں بنائی اس نے اپنے
لیے بیوی وَّلَا وَلَدًا اور نہ اولاد وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا کہا کرتا تھا ہم میں سے بے وقوف عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا
اللہ تعالیٰ پر زیادتی کی بات وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم گمان کرتے تھے
اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان وَالْجِنُّ اور جن
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے کہ
كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ کچھ مرد انسانوں میں سے يَعُوْذُوْنَ پناہ
پکڑتے تھے بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ جنات میں سے کچھ مردوں کی
فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا پس زیادہ کی انھوں نے ان کے لیے سرکشی وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا
اور بے شک انھوں نے خیال کیا كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا کہ تم نے خیال کیا
اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کہ ہرگز نہیں بھیجے گا اللہ تعالیٰ کسی کو وَّاَنَّا لَمَسْنَا
السَّمَآءَ اور بے شک ہم نے چھوا آسمان کو (قصد کیا) فَوَجَدْنٰهَا پس
پایا ہم نے اس کو مُلِئَتْ حَرَسًا بھرا گیا (ہے) پہریداروں کے ساتھ
شَدِيْدًا سخت پہرے دار وَّشُهُبًا اور شہابوں سے وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ

مِنْهَا اور بے شک ہم بیٹھتے تھے آسمان میں مَقَاعِدَ بیٹھنے کی جگہوں میں لِلسَّمْعِ سننے کے لیے فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پس جو سنے گا اب يَجِدْ لَهٗ پائے گا اپنے لیے شِهَابًا ٹوٹ جانے والا ستارا رَّصَدًا تیار وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اور بے شک ہم نہیں جانتے اَشَرٌّ اُرِيْدَ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے بِمَنْ فِي الْاَرْضِ ان کے بارے میں جو زمین میں ہیں اَمْ اَرَادَ بِهِمْ یا ارادہ کیا ہے ان کے بارے میں رَبُّهُمْ ان کے رب نے رَشَدًا بھلائی کا۔

جنات کا واقعہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے جنات آسمان پر جاتے تھے ان پر کوئی خاص پابندی نہیں تھی۔ فرشتوں کی گفتگو سنتے تھے۔ فرشتے ایک دوسرے سے گفتگو کرتے کہ آج فلاں شخص کے بارے میں یہ فیصلہ ہوا ہے، فلاں کے متعلق یہ فیصلہ ہوا ہے۔ تو جنات سن کر فال نکالنے والوں کو بتاتے۔ وہ ایک سچ کے ساتھ ننانوے جھوٹ بھی چلا لیتے۔ فرشتوں سے سنی ہوئی بات صحیح ہوتی تھی۔ لوگ یقین کرتے تھے کہ فلاں جو بات کہی تھی صحیح نکلی۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو فرشتوں کے سخت پہرے لگا دیئے گئے۔ جنات کا اُوپر جانا مشکل ہو گیا۔ اب جو جن اُوپر جاتا تھا آگے سے شہاب پڑتے تھے۔ کئی ہلاک ہو جاتے، کئی بھاگ جاتے۔ ساری دنیا کے جنات پریشان ہو گئے کہ ہمارے اُوپر اتنی سخت پابندی کیوں لگی ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ الجزائر میں ایک مقام ہے نصیبین۔ وہاں جنات کی عالمی کانفرنس ہوئی جس میں

مشرق مغرب کے، شمال جنوب کے، عرب وعجم کے جنات اکٹھے ہوئے۔ اُنھوں نے یہ ایجنڈا پیش کیا کہ پہلے ہم پر آسمان کی طرف جانے پر پابندی نہیں تھی۔ اب پابندی لگ گئی ہے اس کے متعلق غور کرو، سوچو کہ ہمارے اُوپر یہ پابندی کیوں لگی ہے؟ چنانچہ جنات نے فیصلہ کیا کہ تحقیق کے لیے اطرافِ عالم میں وفود بھیجو۔ چنانچہ اُنھوں نے مشرق، مغرب، شمال، جنوب، کی طرف وفد بھیج دیئے۔ ایک وفد جزیرہ عرب کی طرف بھی بھیج دیا۔ اس وفد میں پانچ جنات کا ذکر بھی آتا ہے اور نو کا ذکر بھی آتا ہے۔ ابن درید رحمۃ اللہ علیہ مشہور مؤرخ ہیں۔ اُنھوں نے پانچ کے نام بھی بتلائے ہیں کہ ایک کا نام ناشی تھا، ایک کا نام مناصیل تھا، ایک کا نام ماضر تھا، ایک کا نام ضواد اور ایک کا نام احطب تھا رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب صحابی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب طائف سے واپس مکہ مکرمہ تشریف لا رہے تھے طائف اور مکہ مکرمہ کے درمیان ایک مقام ہے بخاری شریف میں اس کا نام بطن نخلہ آتا ہے۔ جب آپ بطن نخلہ کے مقام پر پہنچے تو فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اگرچہ اُس وقت پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں لیکن فجر اور عصر کی نماز باقاعدہ جماعت کے ساتھ ہوتی رہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فجر کی نماز شروع کرائی۔ قرأت بلند آواز سے فرمائی۔ یہ جنات کا وفد وہاں پہنچا تو انھوں نے قرآن کریم سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجر کی نماز میں ساٹھ آیات سے لے کر سو آیات تک پڑھتے تھے ترتیل کے ساتھ یعنی ٹھہر ٹھہر کر۔ جنات نے جب قرآن کریم سنا تو ان کو بات سمجھ آ گئی کہ ہمارے اُوپر پابندی نزول وحی کی وجہ سے لگی ہے کہ اس پر کسی قسم کا حرف نہ آئے۔ وحی کے تحفظ میں کوئی شک نہ کر سکے۔ یہ جنات وہیں مسلمان ہو گئے کیوں کہ ان کی زبان عربی تھی ایک ایک لفظ سمجھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو

نہیں دیکھا اور نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس وقت حضرت زید بن حارثہ اور حضرت بلال تھے رضی اللہ عنہما۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کیے بغیر ہی وہ جنات واپس چلے گئے۔ کیوں کہ نمائندے تھے اُنھوں نے جاکر رپورٹ پیش کرنی تھی۔ وہ جب چلے گئے تو بخاری شریف کی روایت ہے آذَنَتْهُ بِهِمُ الشَّجَرَة ایک درخت نے بول کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ حضرت یہاں چند جنات آئے تھے انھوں نے قرآن پاک سنا اور یہیں مسلمان ہو گئے اور وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ [الاحقاف:۲۹] "وہ پلٹے اپنی قوم کی طرف ڈر سناتے ہوئے۔" اپنی قوم کو رب کے عذاب سے ڈرانے کا عہد کر کے گئے ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درخت نے اطلاع دی کہ جنات آئے تھے اور مسلمان ہو کر چلے گئے ہیں۔ اور یہ ارادہ لے کر گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے بلا سکتا ہے۔ مسلم شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی تک اس پتھر کو جانتا ہوں کہ جب میں اس پتھر کے پاس سے گزرتا تو مجھے سلام کہتا تھا۔

اس سورت کا نام سورۃ جن ہے۔ نازل ہونے کے اعتبار سے اس کا چالیسواں نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور اٹھائیس [۲۸] آیات ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قُلْ آپ فرما دیں اُوْحِيَ اِلَيَّ وحی کی گئی ہے میری طرف اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ کہ بے شک شان یہ ہے کہ سنا ہے ایک جماعت نے جنوں میں سے۔ نفر کا لفظ عربی زبان میں دس سے کم پر بولا جاتا ہے۔ یعنی دس نہیں تھے۔ نو کا ذکر بھی آتا ہے، سات اور پانچ کا ذکر بھی آتا ہے۔ پانچ کے نام میں نے ابن دُرید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بتائے ہیں۔ فَقَالُوْٓا پس اُنھوں نے کہا سننے کے

ساتھ ہی اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا بے شک ہم نے سنا قرآن عجیب یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ راہنمائی کرتا ہے بھلائی کی طرف، نیکی کی طرف فَاٰمَنَّا بِهٖ پس ہم ایمان لائے اس پر سنتے ہی۔ یہ معلوم نہیں کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کون سی سورۃ پڑھی تھی لیکن وہ جنات بڑے سمجھ دار تھے۔ اُنھوں نے حقیقت سمجھ لی۔ سب سے پہلی بات اُنھوں نے یہ کہی وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا اور ہم ہرگز نہیں شریک ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ اسلام کا پہلا سبق ہی یہی ہے لا الٰہ الا اللہ، اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی مشکل کشا نہیں، کوئی حاجت روا نہیں، کوئی دست گیر نہیں۔

تو اُنھوں نے کہا کہ ہم ہرگز شریک نہیں ٹھہرائیں گے اپنے رب کے ساتھ کسی کو وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا، جد کے معنیٰ شان کے ہیں۔ اور بے شک شان یہ ہے کہ بلند ہے شان ہمارے رب کی۔ ہمارے رب کا درجہ بہت بلند ہے مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا نہیں بنائی اللہ تعالیٰ نے بیوی اور نہ اولاد۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ جیسی کوئی سورۃ پڑھی جس میں ذکر تھا کہ نہ اللہ تعالیٰ کی بیوی ہے اور نہ اولاد ہے۔ یہودی کہتے ہیں عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ مشرکین مکہ کہتے تھے فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور عیسائی کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں اور مریم علیہا السلام کے بیٹے بھی مانتے ہیں۔ اگلی بات کھل کر نہیں کرتے کہ پھر حضرت مریم علیہا السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کیا نسبت ہوگی؟ مگر جب یہ دو باتیں مان لیں تو تیسری تو خود بہ خود ظاہر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی نہ بیوی ہے اور نہ ہی اس کی شان کے لائق ہے۔ نہ اس کی ماں ہے، نہ باپ ہے، نہ بیٹی ہے، نہ بیٹا ہے، نہ کھاتا ہے، نہ پیتا ہے، نہ سوتا ہے، نہ وہ تھکتا ہے، نہ اس کی ابتدا ہے، نہ انتہاء ہے، وہ ازلی، ابدی ہے۔ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہے اور

ساری دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا اور بے شک شان یہ ہے کہ کہا کرتا تھا ہم میں سے بے وقوف عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا اللہ تعالیٰ پر زیادتی کی بات۔ مثلاً: کوئی کہتا عزیر (علیہ السلام) رب تعالیٰ کا بیٹا ہے، کوئی بے وقوف کہتا عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں، کوئی کہتا فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ سب بے وقوفوں کی باتیں ہیں۔ یہ جنات کا بیان ہے۔

وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم گمان کرتے تھے اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ کہ ہرگز نہیں کہیں گے انسان اور جن عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اللہ تعالیٰ پر جھوٹ۔ ہم یہ خیال کرتے تھے کہ انسان اور جن اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹ نہیں بولیں گے لیکن اب پتا چلا کہ سارے بے وقوف تھے اور جھوٹ بولتے رہے کہ عزیر اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، عیسیٰ اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ اب حقیقت کھل گئی کہ اللہ تعالیٰ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے۔ لوگ جو کچھ کہتے ہیں سب جھوٹ ہے۔

وَّ اَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ اور بے شک کچھ مرد انسانوں میں سے يَعُوْذُوْنَ پناہ پکڑتے تھے بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ کچھ مردوں کی جنات میں سے فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا پس زیادہ کی انھوں نے ان کے لیے سرکشی۔ انسان جنات سے پناہ پکڑتے تو انھوں نے جنات کی سرکشی کو بڑھا دیا کہ انسان ہم سے ڈرتے ہیں ہمارے نام پر چیزیں ڈالتے ہیں ہمارے نام کی نذریں مانتے ہیں۔ لہٰذا ان میں اور اکڑ پیدا ہوگئی (تکبر پیدا ہوگیا)۔

جنات کی سرکشی :

طائف مکہ مکرمہ سے تقریباً پچھتر [۷۵] میل دور ہے۔ مکہ مکرمہ سے لوگ طائف جاتے تھے کبھی کسی راستے سے اور کبھی کسی راستے سے۔ ایک راستے میں ایک جگہ آتی تھی جس کا نام وَج تھا۔ یہ دشوار گزار پہاڑی تھی۔ وہاں جنات کا ڈیرا تھا۔ لوگ وہاں سے گزرتے تھے۔ ایک موقع پر قافلہ وہاں سے گزر رہا تھا کہ ایک جن نے ایک آدمی کا کپڑا پھاڑ دیا۔ اس نے سنا ہوا تھا کہ یہاں جنات رہتے ہیں۔ وہ بڑا گھبرایا کہ میں قابو آ گیا اس نے دُہائی دینی شروع کر دی کہ میں یہاں جنات کا جو سردار ہے اس کو واسطہ دیتا ہوں کہ مجھے کچھ نہ کہو یہ کھجوریں، یہ مکھن، یہ ستو، میں یہاں چھوڑتا ہوں، یہ کھاؤ پیو، مجھے کچھ نہ کہو۔ جنات نے کہا بڑا سستا سودا ہے۔ لوگوں نے یہاں سے گزرنا ہی ہوتا ہے تھوڑا سا چھیڑو تو بہت کچھ مل جاتا ہے۔ پھر رسم پڑ گئی کہ جو بھی وہاں سے گزرتا کھانے پینے کی چیزیں وہاں چھوڑ جاتا۔ کوئی مکھن، کوئی گھی، کوئی کھجوریں، کوئی ستو، کوئی دودھ۔ جنات سرکش ہو گئے کہ لوگ ہم سے ڈرتے ہیں۔ یہ پجاری بھی گمراہ اور وہ بھی گمراہ۔

تو فرمایا کچھ مرد انسانوں میں سے پناہ پکڑتے ہیں جنات کی پس بڑھا دیا انھوں نے ان کی سرکشی کو وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا اور بے شک انھوں نے خیال کیا۔ انسانوں نے خیال کیا كَمَا ظَنَنْتُمْ جیسا کہ اے جنات! تم نے خیال کیا اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں بھیجے گا کسی کو نبی بنا کر۔ اب پتا چلا کہ اللہ تعالیٰ نبی بھیجتا ہے۔ ہمارا نظریہ بھی غلط تھا اور انسانوں کا نظریہ بھی غلط تھا۔

اور مفسرین کرام رحمہم اللہ یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ بے شک انسانوں نے بھی خیال کیا اور اے جنات تم نے بھی خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد کسی کو نہیں اُٹھائے گا۔ بعث

بعد الموت نہیں ہوگی۔ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ اور بے شک ہم نے ارادہ کیا آسمان کی طرف جانے کا۔ جنات کے لیے کوئی پابندی نہیں تھی۔ وہ آسمانوں کی طرف آتے جاتے تھے۔ قرآن پاک کا نزول شروع ہوا تو پابندی لگ گئی۔ اس کا حوالہ دیتے ہیں کہ بے شک ہم نے قصد کیا آسمان کی طرف جانے کا فَوَجَدْنٰهَا پس پایا ہم نے آسمان کو مُلِئَتْ حَرَسًا۔ حَرَسًا حَارِسٌ کی جمع ہے۔ حارس کا معنٰی ہے پہرے دار۔ معنٰی ہوگا بھرا ہوا پہرے داروں سے۔ جگہ جگہ چوکیدار ہیں شَدِيْدًا سخت پہرا۔ سیکورٹی والے کسی کو آگے نہیں گزرنے دیتے بغیر چالاکی کے وَّشُهُبًا۔ شُهُبًا شِهَاب کی جمع ہے، شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔ اُوپر سے ہم پر ستارے پڑتے ہیں کوئی مر جاتا ہے، کوئی جھلس جاتا ہے، کوئی زخمی ہو جاتا ہے، پہلے اتنی سزائیں نہیں تھیں وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ اور بے شک ہم بیٹھتے تھے مِنْهَا آسمان کی طرف فضا میں مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کے لیے فرشتوں کی باتیں لیکن فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ پس جو سنے گا اب فرشتوں کی باتیں يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا وہ پائے گا اپنے لیے ٹوٹ جانے والا ستارا بالکل تیار۔ جس وقت بات سننے کے لیے اُوپر جائے گا اس پر ستارہ پھینک دیا جائے گا۔

وہ جنات کہنے لگے وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اور بے شک ہم نہیں جانتے اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے ان کے بارے میں جو زمین میں ہیں اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا یا ارادہ کیا ہے ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغمبر مبعوث فرمایا ہے اور قرآن کا نزول شروع ہو گیا ہے۔ نتیجہ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ لوگ ان کی بات مان کر بھلائی پائیں گے یا انکار کر کے عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ہمیں نتیجے کا علم نہیں ہے کہ انھوں نے ماننا ہے یا انکار کرنا ہے۔

وَّ اَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ؕ كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِی الْاَرْضِ وَ لَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اٰمَنَّا بِهٖ ؕ فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّ لَا رَهَقًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ؕ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِیْقَةِ لَاَسْقَیْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ۙ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ مَنْ یُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ یَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ﴿۱۷﴾ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۙ﴿۱۸﴾ وَّ اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا ؕ﴿۱۹﴾ ع

وَّاَنَّامِنَّا اور بے شک ہم میں الصّٰلِحُوْنَ نیک بھی ہیں وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور ہم میں اس کے علاوہ بھی ہیں كُنَّا طَرَآىِٕقَ قِدَدًا ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے تھے وَّاَنَّاظَنَنَّآ اور بے شک ہم نے یقین کرلیا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ اس بات کا کہ ہم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو فِی الْاَرْضِ زمین میں وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور ہم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر وَّاَنَّالَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰۤى اور بے شک جس وقت ہم نے سنی ہدایت اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر فَمَنْ یُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ پس جو ایمان لائے گا اپنے رب پر فَلَا یَخَافُ بَخْسًا پس وہ نہیں خوف

کرے گا کمی کا وَّلَا رَهَقًا اور نہ زیادتی کا وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ اور ہم میں بے انصاف بھی فَمَنْ اَسْلَمَ پس جو مسلمان ہو گیا فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا پس اُنھوں نے کوشش کی بھلائی حاصل کرنے کی وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ اور بہرحال جو بے انصاف ہیں فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پس وہ ہوں گے جہنم کے لیے ایندھن وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا اور اگر یہ لوگ قائم رہیں عَلَى الطَّرِيْقَةِ سیدھے راستے پر لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا تو ہم پلائیں ان کو وافر پانی لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ تاکہ ہم آزمائیں ان کو پانی میں وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص اعراض کرے گا اپنے رب کے ذکر سے يَسْلُكْهُ چلائے گا اس کو اللہ تعالیٰ عَذَابًا صَعَدًا ایسے عذاب میں جو چڑھتا ہوگا وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو وَّاَنَّهٗ اور بے شک شان یہ ہے لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ جس وقت کھڑا ہوا اللہ تعالیٰ کا بندہ يَدْعُوْهُ پکارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قریب تھا کہ یہ لوگ ہجوم کر کے اس کے قریب اکٹھے ہو جائیں۔

ربط :

اُوپر سے جنات کا بیان چلا آرہا ہے جو قرآن سن کر ایمان لے آئے اور اپنی قوم کو

ڈرانے کے لیے واپس چلے گئے تھے۔ یہ وہی جنات کا گروہ تھا جو اس بات کی تحقیق کرنے کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف آیا تھا کہ ہم پر پابندی کی وجہ کیا ہے کہ اب ہم آسمانوں کی طرف نہیں جاسکتے۔

ان جنات نے یہ بھی کہا وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ اور بے شک ہم میں نیک بھی ہیں وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ اور ہم میں اس کے علاوہ بھی ہیں۔ جنات بھی عقل مند اور مکلف مخلوق ہے۔ یعنی شریعت کے پابند ہیں۔ جس طرح انسانوں میں نیک اور بد ہیں اسی طرح جنات میں بھی نیک ہیں اور دوسری مد کے بھی ہیں۔ کہنے لگے كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۔ طَرَائِق طَرِيْقَةٌ کی جمع ہے، اور قِدَدَ قِدَّةٌ کی جمع ہے۔ طریقہ کا معنیٰ راستہ ہے۔ اور قِدَّةٌ کا معنیٰ ہے پھٹا ہوا۔ راستے پھٹے ہوئے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ مختلف ہیں۔ معنیٰ ہوگا ہم مختلف راستوں میں بٹے ہوئے تھے۔ کوئی یہودی، کوئی عیسائی، کوئی ہندو، کوئی سکھ۔ جس طرح انسانوں میں مختلف مذاہب ہیں جنات میں بھی مختلف مذاہب ہیں۔ عقیدے کے لحاظ سے پھٹے ہوئے ہیں۔

وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اور بے شک ہم نے یقین کرلیا اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ اس بات کا کہ ہم عاجز نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ کو زمین میں۔ رب تعالیٰ کے فیصلے کو ٹالنے کی ہمارے اندر قوت نہیں ہے۔ رب تعالیٰ جو فیصلہ نافذ کرنا چاہیں وہ ہو کر رہتا ہے وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا اور ہم ہرگز نہیں عاجز کر سکتے اللہ تعالیٰ کو بھاگ کر۔ یہ بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ دیکھو! لوگ جرم کر کے دوسرے ملکوں میں بھاگ جاتے ہیں جہاں اس حکومت کا اثر ورسوخ نہیں ہوتا۔ رب تعالیٰ کے ملک سے بھاگ کر کوئی کہاں جائے گا۔ سورۂ رحمٰن پارہ ۲۷ میں ہے "اے جنوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم طاقت رکھتے ہو

اَنۡ تَنۡفُذُوۡا مِنۡ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ کہ نکل جاؤ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے فَانۡفُذُوۡا تو نکل جاؤ لَا تَنۡفُذُوۡنَ اِلَّا بِسُلۡطٰنٍ نہیں نکل سکتے مگر دلیل کے ساتھ۔" رب تعالیٰ کی زمین چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ آسمان کو کراس کر کے کیسے جا سکتے ہو اور کہاں جا سکتے ہو؟

تو جنات نے کہا اور نہ ہم بھاگ کر اللہ تعالیٰ کو عاجز کر سکتے ہیں وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعۡنَا الۡهُدٰۤى اور بے شک جس وقت ہم نے ہدایت سنی اٰمَنَّا بِهٖ ہم ایمان لائے اس پر کہ یہ سراسر ہدایت ہے الٓمّٓ ۚ ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ "یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔" ہم کہتے ہیں فَمَنۡ يُّؤۡمِنۡۢ بِرَبِّهٖ پس جو ایمان لائے گا اپنے رب پر فَلَا يَخَافُ بَخۡسًا پس وہ نہیں خوف کرے گا کمی کا، نقصان کا وَّلَا رَهَقًا اور نہ زیادتی کا خوف کرے گا۔ کمی کا مطلب یہ ہے کہ نیکی میں جتنے نمبر بنتے ہیں اس میں کم کیے جائیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ یا برائی کے جتنے نمبر بنتے ہیں اس سے زیادہ کر دیئے جائیں ایسا بھی نہیں ہوگا۔ قاعدے کے مطابق نیکی کا پورا بدلہ ملے گا اور بدی میں زیادتی نہیں کی جائے گی فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ؕ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ؑ [سورۃ الزلزال: پارہ ۳۰] "ذرہ برابر جو نیکی کرے گا دیکھ لے گا اور ذرہ برابر جو بدی کرے گا دیکھ لے گا۔"

جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی :

اور جنات نے یہ بھی کہا وَّاَنَّا مِنَّا الۡمُسۡلِمُوۡنَ اور بے شک ہم میں مسلمان بھی ہیں وَمِنَّا الۡقٰسِطُوۡنَ اور ہم میں بے انصاف بھی ہیں جو رب تعالیٰ کا حق دوسروں کو دیتے ہیں، شرک کرتے ہیں اور اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ۝ [سورۃ لقمان]

"بے شک شرک بڑا ظلم ہے۔" رب تعالیٰ کی توحید میں کسی کو شریک کرنا بڑا ظلم اور ناانصافی ہے۔ تو جنات میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی ہیں۔

مؤطا امام مالک میں روایت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دورِ خلافت میں اپنے دفتر میں تشریف فرما تھے۔ ایک خوب صورت نوجوان عورت سامنے آکر کھڑی ہوگئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نگاہیں نیچی کر لیں۔ اس عورت نے کہا کہ شریعت میں کوئی شرم نہیں ہے میری طرف دھیان کر کے میری بات سنو! میرے آگے پیچھے کچھ نہیں ہے۔ میرے والدین فوت ہو چکے ہیں میرا خاوند معلوم نہیں کہا چلا گیا ہے؟ میری شکل وصورت اور جوانی کو دیکھو۔ مجھے خدشہ ہے کہ میں کہیں گناہ میں نہ مبتلا ہو جاؤں۔ اور میرے کھانے پینے کا بھی انتظام کرو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منشی کو حکم دیا کہ اس عورت کا نام پتا درج کر کے باقاعدہ بیت المال سے وظیفہ جاری کر دو۔ اور اس عورت سے فرمایا کہ چار سال چار مہینے دس دن کی مدت پوری ہونے دو پھر تمھارا نکاح ہوگا، انتظار کرو۔ کیوں کہ مفقود الخبر جس کا علم نہ ہو کہ مردہ ہے یا زندہ ہے اس کا چار سال چار مہینے دس دن انتظار کر کے پھر عورت نکاح کر سکتی ہے۔ چنانچہ چار سال چار مہینے دس دن کا عرصہ گزرنے کے بعد اس عورت کا نکاح کر دیا گیا۔

نکاح کے کچھ عرصہ بعد پہلا خاوند بھی آدھمکا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کی بیوی کسی اور کے نکاح میں ہے تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں جا پہنچا اور شور مچایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھو بھائی! تمھاری بیوی خوب صورت، جوان، صحت مند تھی۔ اس نے آکر کھری بات کہی کہ میں گناہ میں مبتلا ہو جاؤں گی میرا کچھ کرو۔ ہم نے تیرا انتظار

کرنے کے بعد اس کا نکاح کر دیا۔ اس آدمی نے کہا حضرت! میری بھی بات سنو۔ مجھے جنات اُٹھا کر لے گئے تھے۔ میں اتنے سال جنات کی قید میں رہا ہوں۔ وہ جنات کافر تھے۔ وہاں مسلمان جنات بھی تھے۔ مجھے انھوں نے نمازیں پڑھتے دیکھا تو مجھ سے حال پوچھا۔ انھوں نے میری حمایت کی۔ مسلمان جنات میری حمایت میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ انھوں نے جہاد کیا۔ مسلمان اور کافر جنات کی آپس میں لڑائی ہوئی۔ انھوں نے مجھے رہا کر دیا اور میں گھر پہنچ گیا۔ میں تو مجبور تھا میرے بس کی بات نہیں تھی۔

مسئلہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں اگر پہلا خاوند آ جائے تو وہ عورت پہلے خاوند کی ہوگی۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ پانی نہ ملے تو تیمم کرنا ہے۔ تیمم کرنے والے کو جب پانی نظر آ جائے گا تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔ لیکن وہ عورت کچھ عرصہ دوسرے خاوند کے پاس رہی ہے لہٰذا عدت گزارنا پڑے گی۔ اور اس اثنا میں جو اولاد ہوئی ہے وہ ثابت النسب ہوگی۔ عدت کے بعد پہلے خاوند کے پاس چلی جائے گی۔

حدیثِ خرافہ کی حقیقت :

خرافات کا لفظ مشہور ہے۔ عام طور پر بولتے ہیں یہ خرافات ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یہ حدیث خرافہ ہے۔ یعنی خرافات کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا أَتَدْرِيْنَ مَا الخرافة "کیا تو جانتی ہے خرافہ کیا ہے؟" کہنے لگیں حضرت! بڑوں سے سنا ہے کہ جو بات سمجھ نہ آئے اُسے حدیثِ خرافہ کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خرافة اِسْمُ رَجُلٍ "خرافہ ایک آدمی کا نام ہے۔" اس کو جنات قید کر کے لے گئے تھے۔ وہ کافی عرصہ جنات میں رہا پھر جنات نے اس کو رہا کر دیا۔ وہ جنات کی عجیب وغریب باتیں لوگوں کو سناتا تھا جو لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی

تھیں (حضرت نے ہنستے ہوئے فرمایا) پھر جو بات لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھی اس کو حدیثِ خرافہ کہہ دیتے تھے۔ اسی سے خرافات کا لفظ ہے۔

تو بہت [illegible] مسلم بھی ہیں، کافر بھی ہیں، نیک بھی ہیں، بد بھی ہیں۔ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا۔ تحرّی کا معنٰی ہوتا ہے کوشش کرنا۔ پس جو مسلمان ہو گیا پس اُنھوں نے کوشش کی بھلائی حاصل کرنے کی وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ اور بہر حال جو بے انصاف ہیں فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا پس وہ ہوں گے جہنم کے لیے ایندھن۔

بعض سطحی قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ انسانوں کا دوزخ میں جلنا تو سمجھ میں آتا ہے کہ خاکی مخلوق ہے اور جنات تو ناری مخلوق ہے نار کو نار میں کیا تکلیف ہوگی، آگ کو آگ میں کیا تکلیف ہوگی؟ لیکن وہ نادان یہ نہیں سمجھتے کہ بخاری مسلم کی روایت میں ہے کہ جہنم کے ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی کہ پروردگار اس طبقے کی حرارت اور تپش سے میں تکلیف میں ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس طبقے کو ایک سانس لینے کی اجازت دی۔ اسی طرح جو جہنم کا سرد طبقہ ہے اس نے بھی دوسرے طبقے کی شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایک سانس لینے کی اجازت دی۔ یہ جو گرمیوں میں سخت گرمی ہوتی ہے یہ جہنم کے گرم طبقے کا سانس ہے۔ اور سردیوں میں جو سخت سردی ہوتی ہے یہ جہنم کے سرد طبقے کا سانس ہے۔ تو جہنم کی آگ کا اتنا فرق ہے کہ ایک طبقے نے دوسرے طبقے کی شکایت کی۔ اور جنات دنیا کی آگ سے پیدا ہوئے ہیں اور جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ تو ان کو کیوں تکلیف نہیں ہوگی۔ پھر اگر کسی کو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ آگ کو آگ سے تکلیف ہوگی تو وہ یہ سمجھ لے کہ زمہریر بھی جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ یہ ٹھنڈا طبقہ ہے۔ ان کو جہنم کے زمہریر طبقہ میں پھینکا جائے تو وہ بھی جہنم کا حصہ ہے۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا کا عطف ہے اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ پر۔ بات کو سمجھنا قاری حضرات کے لیے کہہ رہا ہوں۔ اس کا مفہوم اس طرح بنے گا قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ آپ کہہ دیں میری طرف وحی کی گئی ہے کہ بے شک سنا ایک جماعت نے جنوں میں سے اور آپ کہہ دیں میری طرف وحی کی گئی ہے اس بات کی اور اگر یہ لوگ قائم رہیں عَلَى الطَّرِيْقَةِ حق کے راستے پر لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا تو ہم پلائیں گے ان کو وافر پانی۔ یعنی میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اگر یہ سیدھے راستے پر قائم رہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بارش کے ذریعے وافر پانی پلائیں گے لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ تا کہ ہم آزمائیں ان کو، ان کا امتحان لیں پانی کے ذریعے۔ فِيْهِ کی "ہٗ" ضمیر پانی کی طرف جا رہی ہے کہ بارش ہونے کے بعد کون اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کون ناشکری کرتا ہے وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ اور جو شخص اعراض کرے گا اپنے رب کے ذکر سے۔ ذکر سے قرآن کریم بھی مراد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ [الحجر:۹] "بے شک ہم نے ذکر یعنی قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" اور ذکر سے مراد نماز بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی مراد ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے قرآن سے، نماز سے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے اعراض کرے گا يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا چلائے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسے عذاب میں جو چڑھتا ہوگا۔ یعنی روز بہ روز اس کا عذاب بڑھتا جائے گا کم نہیں ہوگا۔ سورہ نبا پارہ ۳۰ میں ہے فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا "پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے مگر عذاب۔" جنتیوں کے لیے لذتیں اور خوشیاں بڑھتی جائیں گی اور دوزخیوں کے لیے عذاب۔

اگلی آیت کا عطف بھی اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ پر ہے کہ آپ فرما دیں کہ میری

طرف وحی آئی ہے وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اور بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا پس نہ پکارو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے، نہ کوئی مشکل کشا ہے، نہ کوئی فریادرس ہے۔ اور یہاں حالات یہ ہیں کہ بڑا زور لگا کر مسجد کے سپیکر پر کہتے ہیں: ؏

امداد کن امداد کن از بند غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوثِ اعظم دستگیر

قرآن کا حکم دیکھو اور لوگوں کا عمل دیکھو! کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔ فرمایا وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ اور بے شک شان یہ ہے کہ جس وقت کھڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا بندہ۔ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر نام آئے ہیں۔ ان میں ایک عبداللہ بھی ہے۔ عبداللہ کا معنیٰ ہے اللہ کا بندہ۔ صحیح معنیٰ میں اللہ تعالیٰ کے بندے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ جس وقت کھڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کا بندہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يَدْعُوْهُ پکارنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا قریب تھا کہ یہ لوگ ہجوم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب اکٹھے ہو جائیں۔

لِبَدًا لِبْدَةٌ کی جمع ہے۔ اصل میں گدھے، خچر، گھوڑے کی زین کے نیچے جو نرم سا کپڑا رکھا جاتا ہے کہ جانور کو زین کی رگڑ نہ لگے جس کو تم تاروا اور نمدہ کہتے ہو۔ اس کی اُوپر نیچے تہیں ہوتی ہیں۔ عربی میں اس کو لِبْدَةٌ کہتے ہیں۔ وہ کپڑا چونکہ اُوپر نیچے تہوں والا ہوتا ہے اس لیے اس کو یہاں ہجوم کے معنیٰ میں لیتے ہیں کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کا بندہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو کافر لوگ آپ کو اذیت پہنچانے کے لیے اکٹھے ہو جاتے۔ طعن و تشنیع کرنے کے لیے اکٹھے ہو جاتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وعظ و نصیحت بے

اثر ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ کی توحید بنیادی سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس پر قائم رکھے۔

[امین]

قُلْ اِنَّمَاۤ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ
لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ
وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ
وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ
اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ
نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ
یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ
اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ
یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ
وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع ۲

قُلْ (اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ کہہ دیں اِنَّمَآ پختہ بات ہے
اَدْعُوْا رَبِّیْ میں اپنے رب کو پکارتا ہوں وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اور میں نہیں
شریک ٹھہراتا اس کے ساتھ اَحَدًا کسی کو قُلْ آپ کہہ دیں
اِنِّیْ بے شک میں لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ نہیں ہوں مالک تمھارے لیے
ضَرًّا نقصان کا وَّلَا رَشَدًا اور نہ نفع کا قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ
لَنْ یُّجِیْرَنِیْ بے شک مجھے ہرگز نہیں پناہ دے گا مِنَ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی
پکڑ سے اَحَدٌ کوئی بھی وَّلَنْ اَجِدَ اور میں ہرگز نہیں پاؤں گا
مِنْ دُوْنِهٖ اللہ تعالیٰ سے نیچے مُلْتَحَدًا جائے پناہ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ

مگر میں مالک ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا وَرِسٰلٰتِهٖ اور اس کے احکام پہنچانے کا وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی وَرَسُوْلَهٗ اور اس کے رسول کی فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ پس بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ہمیشہ رہیں گے اس میں حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا یہاں تک کہ جب دیکھیں گے مَا اس چیز کو يُوْعَدُوْنَ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے فَسَيَعْلَمُوْنَ پس عنقریب جان لیں گے مَنْ اَضْعَفُ اس کو جو زیادہ کمزور ہے نَاصِرًا مددگار کے لحاظ سے وَّ اَقَلُّ عَدَدًا۔ اور زیادہ کم ہے گنتی کے لحاظ سے قُلْ آپ فرمادیں اِنْ اَدْرِيْٓ میں نہیں جانتا اَقَرِيْبٌ کیا قریب ہے مَّا وہ چیز تُوْعَدُوْنَ جس چیز کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا یا بنائے گا اس کے لیے میرا رب کوئی میعاد عٰلِمُ الْغَيْبِ وہ عالم الغیب ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ پس نہیں اطلاع دیتا وہ اپنے غیب پر اَحَدًا کسی کو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پر راضی ہو پیغمبروں میں سے فَاِنَّهٗ پس بے شک وہ يَسْلُكُ چلاتا ہے مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ اس کے آگے وَمِنْ خَلْفِهٖ اور اس کے پیچھے رَصَدًا پہریدار لِّيَعْلَمَ تاکہ وہ ظاہر کردے اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا کہ تحقیق انھوں نے پہنچا دیئے ہیں رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ اپنے رب کے احکامات وَاَحَاطَ اور

اس نے احاطہ کیا ہوا ہے بِمَا اس چیز کا لَدَیۡھِمۡ جو ان کے آگے ہیں وَاَحۡصٰی کُلَّ شَیۡءٍ اور اس نے گن رکھی ہے ہر چیز عَدَدًا گنتی کے لحاظ سے۔

ربط بین الآیات :

پہلے رکوع میں جنات کا ذکر تھا کہ جنات میں مومن بھی ہیں، کافر بھی ہیں، اچھے بھی ہیں، بُرے بھی ہیں۔ اور جتنے احکامات انسانوں کے لیے ہیں بعینہٖ اتنے ہی جنات کے لیے ہیں۔ توحید، رسالت، قیامت، سب مسائل میں وہ پابند ہیں انسانوں کی طرح۔

جنات کے بیان کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! قُلۡ آپ فرمادیں ان سب جنات کو بھی اور انسانوں کو بھی اِنَّمَآ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ پختہ اور یقینی بات ہے میں صرف اپنے رب کو پکارتا ہوں وہی میرا حاجت روا ہے، مشکل کشا ہے، دست گیر اور فریاد رس ہے وَلَآ اُشۡرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا اور میں نہیں شریک کرتا اپنے رب کے ساتھ کسی کو۔ نہ اس کی ذات میں اور نہ اس کی صفات میں، نہ اس کے کاموں میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کے ارادے اور چاہنے میں کوئی شریک ہے۔ وہ ہر اعتبار سے وحدہٗ لاشریک ہے۔ اور دوسرا اعلان یہ بھی کر دیں قُلۡ آپ ان سے کہہ دیں اِنِّیۡ لَآ اَمۡلِكُ لَكُمۡ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا بے شک میں نہیں ہوں مالک تمھارے لیے نقصان کا اور نہ نفع کا۔ ضارّ بھی اللہ تعالیٰ ہے اور نافع بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ میرے اختیار میں نہ تمھارا نفع ہے اور نہ نقصان ہے۔ اس سے تم خود اندازہ لگا لو کہ اور کوئی کس طرح نفع نقصان کا مالک ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر کسی کا رتبہ اور مقام نہیں ہے۔ تمام مخلوقات میں سب سے بلند رتبے کی شخصیت سے

اعلان کروایا جا رہا ہے کہ میں تمھارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں۔ تو شہید، ولی کیسے مالک ہو جائیں گے۔ اور قرآن پاک میں دو جگہ نویں پارے میں اور گیارھویں پارے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اعلان کروایا قُلْ "آپ کہہ دیں لَآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا [یونس:۴۹] میں مالک نہیں ہوں اپنے نفس کے لیے نقصان اور نفع کا۔" کتنے کھرے لفظوں میں اعلان کروایا ہے۔ اور فرمایا یہ اعلان کر دیں قُلْ آپ کہہ دیں اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰہِ بے شک مجھے ہرگز نہیں پناہ دے گا اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اَحَدٌ کوئی بھی۔ اگر معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ مجھے پکڑنا چاہے تو مجھے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے کوئی بچا نہیں سکتا۔ یہ جملہ فرضیہ شرطیہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ واقعی آپ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئیں گے۔ جیسا کہ سورۃ زمر آیت نمبر ۶۵ پارہ ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ "اگر آپ نے شرک کیا تو ضائع ہو جائے گا آپ کا عمل۔" اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پیغمبر شرک کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں! بلکہ یہ جملہ فرضیہ ہے۔ یا جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ [زخرف:۸۱] "آپ فرما دیں اگر ہو رحمان کے لیے اولاد تو میں سب سے پہلے عبادت کرنے والا ہوتا۔" اس کو جملہ فرضیہ کہتے ہیں۔

آپ کہہ دیں ہرگز نہیں پناہ دے گا مجھے کوئی اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے اگر بالفرض والمحال اللہ تعالیٰ مجھے پکڑنا چاہے وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا اور ہرگز نہیں پاتا میں اللہ تعالیٰ سے نیچے کوئی جائے پناہ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰہِ مگر میں مالک ہوں اللہ تعالیٰ کے پیغام پہنچانے کا اس کی قدرت اللہ تعالیٰ نے مجھے دی ہے وَرِسٰلٰتِهٖ اور اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کا مجھے اختیار ہے۔ یہ انسان کے بس میں ہے نیکی کا حکم دینا، برائی سے

روکنا۔ باقی میں تمھارے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور جو شخص نافرمانی کرے گا اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ پس بے شک اس کے لیے جہنم کی آگ ہے خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا رہیں گے اس جہنم میں ہمیشہ۔ کافر، مشرک، مرتد کے لیے، رب تعالیٰ کے باغی کے لیے کسی وقت بھی دوزخ سے چھٹکارا نہیں ہے۔ اگر ایمان، عقیدہ صحیح ہے اعمال میں کمی ہے، گناہ گار ہے کسی نہ کسی وقت دوزخ سے رہا ہو کر جنت میں چلا جائے گا۔

فرمایا حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ قیامت آئے گی اور تم عذاب میں گرفتار ہو گے یا قیامت سے پہلے بھی تم پر عذاب آسکتا ہے۔ مختلف قوموں پر عذاب آئے ہیں۔ تو فرمایا جب دیکھیں گے اس چیز کو جس کا ان کے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے فَسَیَعْلَمُوْنَ پس بہ تاکید وہ جان لیں گے مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا کون زیادہ کمزور ہے ازروئے مددگار کے وَّاَقَلُّ عَدَدًا اور کون زیادہ کم ہے گنتی کے لحاظ سے۔ کافر مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے تھے کہ آپ جو سب کو غلط کار (گمراہ) کہتے ہیں آپ کے ساتھ کتنے آدمی ہیں، کتنی گنتی ہے ان کی؟ اس میں تو کوئی شک نہیں تھا کہ ابتدائی دور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے۔ پہلے تین چار سالوں میں مرد عورتیں ملا کر چالیس سے نہیں بڑھے۔ لیکن تھے ایسے پختہ لوگ کہ ہر طرح کی تکالیف برداشت کیں مگر کلمہ نہیں چھوڑا۔

اسلام کے ابتدائی دور کی صعوبتیں :

وہ وقت بھی آیا کہ مشرکوں نے دار الندوہ میں مشورہ کیا اور فیصلہ کیا کہ اَنْ لَّا یُنَاکِحُوْهُمْ وَلَا یُبَایِعُوْهُمْ "کہ ان کے ساتھ نہ رشتہ ناتا کرنا ہے اور نہ

خرید وفروخت کرنی ہے۔" اس وقت جدہ کا وجود نہیں تھا اور طائف مکہ مکرمہ سے پچھتر (۷۵) میل دور تھا۔ قریب کوئی شہر نہیں تھا کہ جہاں سے جا کر ضروریات کی چیزیں خرید لیتے۔ مکہ مکرمہ میں جب مسلمانوں کے بچے دکانوں پر سودا خریدنے کے لیے جاتے تو دکان دار کہتے بھاگ جاؤ تمھارے لیے کوئی سودا نہیں ہے۔ نہ عورتوں کو اور نہ مردوں کو سودا ملتا تھا۔ دودھ پیتے بچے دودھ سے محروم، بیمار کو کوئی شے نہیں ملتی تھی۔ حالت یہاں تک پہنچی کہ بھوک کی وجہ سے اُٹھتے تو گر پڑتے تھے۔ رشتہ داروں کو کچھ رحم آتا اور وہ سودا خرید کر چھپ چھپا کر دے جاتے تھے۔ پھر مکہ مکرمہ فتح ہوا تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا [سورۃ النصر: پارہ ۳۰]

تو ابتدائی دور میں مسلمان تھوڑے تھے اور کافر کہتے تھے تم کتنے ہو؟ فرمایا آج تو تم مسلمانوں کو کمزور سمجھتے ہو اس دن پتا چل جائے گا کہ کمزور کون ہے اور عدد کے لحاظ سے کم کون ہے؟ پھر کہتے تھے جس عذاب سے تم ڈراتے ہو وہ کب آئے گا؟ قیامت کب قائم ہوگی؟ اس کا جواب دیا۔ فرمایا قُلۡ آپ فرما دیں ان سے اِنۡ اَدۡرِیۡۤ اَقَرِیۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ میں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے۔ اَمۡ یَجۡعَلُ لَہٗ رَبِّیۡۤ اَمَدًا یا بنائے گا اس کے لیے میرا رب کوئی میعاد۔

علمِ غیب خاصۂ خداوندی ہے :

عٰلِمُ الۡغَیۡبِ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ وہ بہتر جانتا ہے کہ وہ وعدہ قریب ہے یا اس کے لیے اس نے کوئی میعاد مقرر فرمائی ہے فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا پس وہ اطلاع نہیں دیتا اپنے غیب پر کسی کو اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ مگر جس پر راضی ہو رسولوں میں سے ان کو غیب کی خبریں بتلاتا ہے۔

سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ پارہ ۳ میں ہے ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ” یہ باتیں غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں۔“ غیب کلی صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو بتلاتا ہے پھر نزول وحی پورے اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا پس بے شک وہ چلاتا ہے اس کے آگے اور اس کے پیچھے چوکیدار۔ وحی کی حفاظت کے لیے آگے پیچھے سخت پہرے ہوتے ہیں تاکہ جنات اور شیاطین کوئی دخل اندازی نہ کر سکیں۔

اہلِ بدعت کا غلط استدلال اور اس کے جوابات :

آپ حضرات نے آیتِ کریمہ کا سرسری مفہوم سمجھ لیا ہے۔ اہل بدعت کی بھی سن لیں کہ وہ اس آیت کریمہ سے کیا استدلال کرتے ہیں۔ وہ اس کا مفہوم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عٰلِمُ الْغَيْبِ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا وہ اپنے غیب کی اطلاع نہیں دیتا کسی کو اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ مگر جس پر راضی ہو جائے رسولوں میں سے اس کو سارا غیب بتلا دیتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذاتِ گرامی تو ایسی ہے کہ رب تعالیٰ ان سے راضی ہیں اس کا انکار کون کر سکتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے سارا غیب ان کو بتلا دیا ہے۔ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا صرف دو تین باتیں تمھارے سامنے رکھنی ہیں۔

❀ قرآن کریم میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ سورۃ جن چالیسویں نمبر پر نازل ہوئی۔ ایک سو چودہ [۱۱۴] سورتوں میں سے چالیس سورتیں نکالو تو باقی چوہتر [۷۴] سورتیں بچتی ہیں جو اس سورت کے بعد نازل ہوئی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ وہ سورتیں جو بعد

میں نازل ہوئی ہیں وہ غیب ہیں یا نہیں؟ اگر سارا غیب آپ کو عطا کر دیا گیا تھا تو چونتیس سورتیں بعد میں کیوں نازل ہوئیں؟ کیا یہ غیب سے نہیں تھیں؟ لہٰذا اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سارا غیب عطا کر دیا گیا تھا غلط ہے۔

❀ دوسری بات یہ ہے کہ اس سے پہلی آیتِ کریمہ میں ہے کہ میں نہیں جانتا کہ قریب ہے وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا گیا ہے یا اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کوئی میعاد مقرر کی ہے۔ یعنی عذاب یا قیامت کا مجھے علم نہیں ہے۔ اور اگلی آیت میں ہے کہ سب کچھ بتلا دیا ہے۔ پھر تو دونوں کا تعارض ہوتا ہے۔ اُوپر اعلان کروایا جاتا ہے کہ مجھے علم نہیں ہے اور آگے سب کچھ بتلا دیا۔ کیا یہ قرآن کا مطلب ہے؟

❀ تیسری بات یہ ہے کہ اگر اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو سب کچھ بتلا دیا گیا ہے تو پھر اس کے بعد نفی والی آیتیں کیوں نازل ہوئی ہیں؟ جن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علم کلی کی نفی کی گئی ہے۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۴ پارہ ۶ میں ہے وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ "اور ہم نے ایسے رسول بھیجے جن کا حال ہم نے آپ پر بیان کیا ہے اس سے پہلے اور ایسے رسول بھی بھیجے جن کے حالات ہم نے بیان نہیں کیے۔" یہ عطائی علم کی نفی ہو رہی ہے کہ ہم نے آپ کو نہیں بتلائے۔ اور یہ سورت بعد میں نازل ہوئی ہے۔ تو پھر کیسے مان لیں کہ سورۃ جن کی آیت کریمہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے علم غیب کلی ثابت ہو گیا۔ پھر قرآن کریم کی آخری سورتوں میں سے بڑی سورت سورۃ التوبہ ہے، سورۃ البراۃ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "مدینہ طیبہ میں کچھ لوگ ہیں جو منافقت پر اَڑے ہوئے ہیں اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان کو

نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔"

❀ اور سورۃ منافقوں میں تم پڑھ چکے ہو کہ منافقوں نے آپس میں باتیں کیں۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتلایا کہ ایسی باتیں کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقوں کو بلا کر پوچھا تو کہنے لگے توبہ توبہ ہمیں تو ان باتوں کا علم نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید کو جھڑکا کہ آپ نے کیوں جھوٹ بولا ہے؟ اس پر سورۃ منافقون نازل ہوئی اور آپ کو اطلاع دی گئی کہ منافقوں نے یہ باتیں کی تھیں۔ منافق صفائی دینے میں جھوٹے ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہوتے تو حضرت زید کو کیوں جھڑکتے اور پھر یہ سورت کیوں نازل ہوتی؟ اللہ تعالیٰ قرآن کی سمجھ عطا فرمائے۔

جتنی غیب کی خبریں اللہ تعالیٰ کو منظور تھیں وہ آپ کو عطا فرمائیں سارا غیب نہیں ملا۔ غیب خاصہ خداوندی ہے وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے غیب آسمانوں کا اور زمین کا۔"

تو فرمایا: چلاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے آگے اور پیچھے پہرے دار۔ وحی فرشتوں کے پہرے میں اُترتی ہے لِيَعْلَمَ تاکہ ظاہر کر دے اللہ تعالیٰ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ کہ تحقیق انھوں نے پہنچا دیئے ہیں اپنے رب کے احکامات وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ اور اللہ تعالیٰ نے احاطہ کیا ہوا ہے قدرت کے لحاظ سے جو ان کے پاس ہے وَاَحْصٰى اور گن رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے كُلَّ شَيْءٍ ہر چیز کو عَدَدًا از روئے گنتی کے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت بھی محیط ہے اور علم بھی محیط ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر ہے اور نہ اس کے علم سے کوئی چیز خارج ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سُورۃ المزمل

(مکمل)

ایاتہا ۲۰ ۔ ۷۳ سُوْرَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ ۳ ۔ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کمبل اوڑھنے والے قُمِ آپ کھڑے ہوں الَّيْلَ رات کو اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑا حصہ نِّصْفَهٗٓ آدھی رات اَوِ انْقُصْ مِنْهُ یا اس سے کچھ کم کر دیں قَلِيْلًا تھوڑا سا اَوْ زِدْ عَلَيْهِ یا نصف سے کچھ زیادہ کر دیں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں قرآن تَرْتِيْلًا ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ بے شک

ہم عنقریب ڈال رہے ہیں آپ پر قَوۡلًا ثَقِيۡلًا ایک بات بھاری اِنَّ
نَاشِئَةَ الَّيۡلِ بے شک رات کا اُٹھنا هِىَ اَشَدُّ وَطۡاً یہ زیادہ سخت ہے
روندنے (کچلنے) کے اعتبار سے وَّاَقۡوَمُ قِيۡلًا اور زیادہ درست ہے
بات کرنے کے اعتبار سے اِنَّ لَكَ بے شک آپ کے لیے فِى النَّهَارِ
دن میں سَبۡحًا طَوِيۡلًا شغل ہے لمبا وَاذۡكُرِ اسۡمَ رَبِّكَ اور ذکر
کریں آپ اپنے رب کے نام کا وَتَبَتَّلۡ اِلَيۡهِ اور یکسو ہو جائیں اس کی
طرف تَبۡتِيۡلًا یکسو ہو جانا رَبُّ الۡمَشۡرِقِ وہ مشرق کا رب ہے وَ
الۡمَغۡرِبِ اور مغرب کا لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نہیں ہے کوئی الٰہ مگر وہی
فَاتَّخِذۡهُ وَكِيۡلًا پس آپ بنائیں اس کو کارساز وَاصۡبِرۡ اور صبر کریں
عَلٰى مَا يَقُوۡلُوۡنَ ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاهۡجُرۡهُمۡ اور چھوڑ
دیں ان کو هَجۡرًا جَمِيۡلًا چھوڑنا عمدگی کے ساتھ وَذَرۡنِىۡ اور آپ
چھوڑ دیں مجھے وَالۡمُكَذِّبِيۡنَ اور جھٹلانے والوں کو اُولِى النَّعۡمَةِ جو
نعمت والے ہیں وَمَهِّلۡهُمۡ اور مہلت دیں ان کو قَلِيۡلًا تھوڑی سی
اِنَّ لَدَيۡنَاۤ بے شک ہمارے پاس اَنۡكَالًا بیڑیاں ہیں وَّجَحِيۡمًا
اور شعلے مارنے والی آگ ہے وَّطَعَامًا اور خوراک ہے ذَا غُصَّةٍ
حلق میں اٹکنے والی وَّعَذَابًا اَلِيۡمًا اور عذاب ہے دردناک يَوۡمَ
تَرۡجُفُ الۡاَرۡضُ جس دن کانپے گی زمین وَالۡجِبَالُ اور پہاڑ کانپنے

لگیں گے وَكَانَتِ الْجِبَالُ اور ہو جائیں گے پہاڑ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا
ریت کے ٹیلے پھسلنے والے۔

نام وکوائفِ سورۃ اور چند ہدایات :

اس سورت کا نام سورۃ المزمل ہے۔ مزّمّل کا لفظ اصل میں مُتَزَمِّلٌ تھا۔ تا کو زا کیا پھر زا کا زا میں ادغام کیا مُزَّمِّلٌ ہو گیا۔ مزّمّل کا معنٰی ہے کمبل یا چادر اوڑھنے والا۔ کپڑا باریک ہو یا موٹا ہو کپڑا اوڑھنے والے کو عربی میں مزّمّل کہتے ہیں۔ یہ سورۃ تیسرے نمبر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے سورۃ العلق اور سورۃ القلم نازل ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمبل اوڑھ کر گھر آرام فرما رہے تھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا يَآيُّهَا الْمُزَّمِّلُ اے کمبل اوڑھنے والے آپ نے سونا نہیں قُمِ الَّيْلَ قیام کریں رات کو، رات کو جاگیں اِلَّا قَلِيْلًا مگر تھوڑا حصہ رات کا آرام کریں۔ مثلاً: رات کے تین حصے کر لیں۔ دو حصے قیام کریں، تہجد کی نماز پڑھیں، قرآن کریم پڑھیں، اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں، تیسرا حصہ آرام کریں۔ تو فرمایا اے کمبل اوڑھنے والے! قیام کریں رات کو مگر تھوڑا حصہ رات کا نِّصْفَهٗٓ نصف رات قیام کریں اَوِانْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا یا اس نصف سے کچھ کم کر دیں تھوڑا سا اَوْزِدْعَلَيْهِ یا نصف پر زیادہ کر دیں۔ دیکھو! یہاں تین صورتیں ہو گئیں۔ ایک ہے نصف رات قیام کریں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ نصف سے کم کر دیں تیسرا حصہ قیام کریں یہ آپ کی صواب دید پر ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دو حصے قیام کریں اور ایک حصہ آرام کریں یہ آپ کی صواب دید پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی آدھی رات قیام کرتے، کبھی دو حصے اور کبھی تیسرا حصہ قیام کرتے تھے۔ سورۃ مزمل کا جب پہلا رکوع نازل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی قیام فرض تھا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

پر بھی رات کا قیام فرض تھا۔ایک سال تک یہ فرضیت رہی۔ مسلم شریف ،نسائی شریف اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ ایک سال بعد یہ فرضیت منسوخ کر دی گئی۔ منسوخ ہونے کی وجہ اگلے رکوع میں آئے گی۔

تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی رات کا تیسرا حصہ قیام کرتے تھے ،کبھی دو حصے رات کے قیام کرتے تھے اور تیسرا حصہ آرام کرتے تھے ،کبھی نصف رات قیام کرتے تھے اور نصف رات آرام کرتے تھے۔اب تہجد فرض نہیں ہے مگر نوافل میں زیادہ درجہ تہجد کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ ہوتی ہے بندوں پر سحری کے وقت۔سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آواز دیتا ہے جس طرح اس کی شان کے لائق ہے اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرُ لَهٗ "ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اس کو بخش دوں اَلَا مِنْ مُّسْتَرْزِقٍ فَاَرْزُقُهٗ ہے کوئی رزق طلب کرنے والا میں اس کو رزق دے دوں ، ہے کوئی صحت طلب کرنے والا میں اس کو صحت دے دوں۔" اللہ تعالیٰ کی ذات بہت بڑی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ اپنے دروازے پر بلا کر نہ دے۔مگر لینے کا کوئی ڈھنگ اور طریقہ ہونا چاہیے۔ استحقاق کی ہم میں شرائط نہیں ہیں۔مگر اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہے۔

تو پہلا رات کا قیام ہوا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ایک تو اس لیے کہ قرآن کا ادب اس میں ہے اور دوسرا یہ کہ جب آپ آرام آرام سے پڑھیں گے تو سننے والوں کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔کیوں کہ وہ عربی بولنے والے لوگ ہیں خود بہ خود سمجھتے جائیں گے۔بہت کم ایسے مقامات ہوتے تھے جہاں آپ کو سمجھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔اگر آپ تیزی کے ساتھ پڑھیں گے تو کسی کو سمجھ آئے گا کسی کو سمجھ نہیں آئے گا۔جیسے ہمارے علاقے کے بعض حافظ قرآن اتنا تیز پڑھتے ہیں کہ

یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ نہیں آتا۔ حالانکہ اصل مقصد تو سمجھنا ہے کہ سال میں ایک مرتبہ مکمل قرآن تراویح میں سنایا جائے کہ یہ قرآن کریم کی حفاظت کا ذریعہ بھی ہے اور سارے لوگ ایک مرتبہ سن بھی لیں۔

اور مسئلہ یہ ہے کہ جس مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز ہوتی ہے اگر وہاں رمضان المبارک میں قرآن کریم نہ سنایا جائے تو ترکِ سنت کا وبال سارے محلے والوں پر پڑے گا۔ کیوں کہ یہ سنتِ مؤکدہ ہے۔

تو فرمایا آپ قرآن کریم کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ بے شک ہم عنقریب ڈال رہے ہیں آپ پر قَوْلًا ثَقِیْلًا ایک بھاری بات، توحید کی نشر و اشاعت۔ اور یہ مشرکوں کے لیے بھاری ہے۔ سورۃ صافات آیت نمبر ۳۵ میں ہے اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَسْتَكْبِرُوْنَ "بے شک یہ لوگ کہ جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو تکبر کرتے ہیں" اچھلتے کودتے ہیں، اس سے ان کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ پھر کہتے ہیں اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ [سورۃ ص: ۵] "کیا کر دیا ہے اس نے سارے معبودوں کو ایک معبود بے شک یہ عجیب چیز ہے۔" کہ سارے معبودوں کا انکار کر کے ایک معبود منوانا چاہتا ہے۔ سب سے بھاری چیز مشرکوں کے لیے توحید ہے جو ہم پیش کریں گے تاکہ آپ ان کو سمجھائیں۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ بے شک رات کو اُٹھنا، جاگنا هِیَ اَشَدُّ وَطْاً یہ زیادہ سخت ہے روندنے کے اعتبار سے۔ میٹھی نیند کو چھوڑ کر تہجد کے لیے اُٹھنا آسان بات نہیں ہے۔ خاص کر آج کل کے موسم میں کہ چھوٹی چھوٹی راتیں ہیں نیند بھی پوری نہیں ہوتی۔ مگر جن

سندوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے وہ اُٹھتے ہیں۔وطی کا معنیٰ کچلنا ہے وَاَقْوَمُ قِيْلًا اور زیادہ درست ہے بات کرنے کے اعتبار سے کہ رات کو اطمینان ہوتا ہے۔قرآن پڑھیں گے تو خود بھی پوری توجہ سے سنیں گے اور دوسرے بھی سنیں گے اور سمجھیں گے۔

چند اہم مسائل :

یہ مسئلہ مٗیں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اور ضروری مسئلہ ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز کے الفاظ اگر اس کے کان نہ سنیں تو نماز بالکل نہیں ہوتی، بشرطیکہ بہرہ نہ ہو۔یعنی اس انداز سے پڑھے کہ اس کے اپنے کان سن لیں۔فقہائے کرام کا یہ مفتیٰ بہٖ قول ہے۔صحیح اور محقق قول یہی ہے۔اگر اپنے کان نہیں سنتے تو اللہ اکبر سے لے کر السلام علیکم تک محض حرف ہی درست کیے ہیں نماز بالکل نہیں ہوگی۔اُس زمانے میں نہ گاڑیاں تھیں، نہ جہاز تھے، نہ سڑکیں تھیں، اطمینان ہی اطمینان ہوتا تھا۔آج بھی وہ پہاڑی علاقے جہاں سڑکیں نہیں ہین وہاں شور نہیں ہے بڑا سکون ہے۔

ایک مسئلہ اور بھی سمجھ لیں کہ نفلی نماز میں جماعت کے ساتھ اگر امام کے ساتھ ایک آدمی شریک ہو جائے تو جائز ہے۔دو آدمی ساتھ مل جائیں تو بلا کراہت جائز ہے۔ تین آدمی ساتھ مل جائیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔مکروہ تنزیہی کا مطلب ہے کہ ہو جائے گی لیکن اچھی بات نہیں ہے۔اور نفلی جماعت میں چار یا چار سے زیادہ مل جائیں تو پھر مکروہ تحریمی ہے، حرام ہے۔کیوں کہ شریعت نفلی نماز کو اتنی اہمیت نہیں دیتی جتنا فرائض اور سنت مؤکدہ کو اہمیت دیتی ہے۔

بعض قاری حضرات رمضان المبارک میں شبینہ پڑھتے ہیں۔اگر تراویح کی کچھ رکعتیں چھوڑ دی ہیں اور ان میں قرآن پڑھتے ہیں تو پھر صحیح ہے۔کیوں کہ تراویح سنت

مؤکدہ ہے اس کی جماعت صحیح ہے بلا قیل وقال کے۔ اور اگر تراویح کی نماز پڑھ چکے ہیں اور نفلوں میں شبینہ کرتے ہیں تو امام کے ساتھ تین آدمی ہیں تو مکروہ تنزیہی ہے۔ چار یا چار سے زیادہ ملیں گے تو مکروہ تحریمی ہے، گناہ ہوگا ثواب بالکل نہیں ملے گا۔

تو ایک یہ ہے کہ رات کو بات صحیح نکلے گی۔ اور وطی کے معنیٰ موافقت بھی ہے کہ رات کو جو بات دل میں ہوگی زبان اس کے ساتھ موافقت کرے گی کیوں کہ سکون ہوگا۔
فرمایا اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا بے شک آپ کے لیے دن میں شغل ہے لمبا۔ اے نبی کریم ﷺ! آپ نے دن میں تبلیغ بھی کرنی ہے، دور دراز سے آنے والے مہمانوں کے ساتھ ملاقات بھی کرنی ہے۔ دن میں اتنا وقت نہیں مل سکتا کہ آپ نفلی نماز میں مشغول ہوں یا قرآن کریم زیادہ پڑھیں یا ذکر میں زیادہ مشغول ہوں۔ دن میں شغل طویل ہے۔ کوئی آرہا ہے، کوئی جارہا ہے۔

ذکر اللہ کی اہمیت :

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور ذکر کریں اپنے رب کے نام کا۔ مفسرین کرام ﷭ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھنی ہے۔ سورۃ النحل آیت نمبر ۹۸ پارہ ۱۴ میں ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ "پس جب آپ قرآن پڑھیں تو پناہ مانگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان مردود سے۔" اعوذ باللہ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھو۔ کیوں کہ نیکی کا جو کام بسم اللہ کے بغیر پڑھا جائے اس میں برکت نہیں ہوتی۔

تو فرمایا یاد کر اپنے رب کے نام کو۔ ذکر میں اللہ تعالیٰ کا نام ہے، تیسرے کلمے کا ذکر ہے، درود شریف ہے، استغفار ہے اور سب سے بڑا ذکر قرآن شریف ہے۔ جتنے ورد

وظائف ہیں وہ قرآن کریم کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ جتنا ہو سکے قرآن کریم پڑھو۔ اور پہلے سن چکے ہو کہ ایک آیت ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کا ثواب ہزار نفل پڑھنے سے زیادہ ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا اراد اللہُ تعالیٰ بِعَبْدِہٖ خَیْرًا اِسْتَعْمَلَہٗ "جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کو کام میں لگا دیتے ہیں۔" پوچھا گیا حضرت! کس کام میں لگا دیتے ہیں؟ فرمایا نیکی کے کاموں میں رغبت زیادہ ہوتی ہے۔ روز بہ روز نیکی کا جذبہ بڑھتا جاتا ہے۔ جب ایسی حالت ہو جائے تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔

وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا اور یکسو ہو جائیں اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ہمیں تمھیں سمجھایا گیا ہے کہ لات، منات، عزّیٰ الٰہ نہیں ہیں۔ الٰہ صرف رب ہی ہے۔ رب تعالیٰ کے کام رب تعالیٰ ہی کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وہ مشرق کا رب ہے اور مغرب کا رب ہے۔ ساری کائنات کا رب وہی ہے۔ اور سبق کے طور پر یہ بات یاد رکھو! لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ نہیں ہے کوئی معبود اللہ تعالیٰ کے سوا کہ جس کو سجدہ کیا جائے۔ اس کے سوا نہ کوئی حاجت روا ہے نہ مشکل کشا ہے نہ کوئی فریادرس ہے نہ کوئی دستگیر۔ اس کے سوا نہ کوئی نذر و نیاز کے لائق ہے فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا پس آپ بنائیں اس کو کارساز۔

قرآن کریم کے جتنے تراجم ہیں ان میں بہترین ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ یہ آج سے تین سو سال پہلے کا ہے۔ اس کے اردو کے بعض الفاظ آج کل کے اردو والے نہیں سمجھتے۔ مثلاً: انھوں نے اَللّٰہُ الصَّمَدُ کا ترجمہ کیا ہے "نرادھار ہے۔" پرانے اُردو دان تو اس کا معنیٰ سمجھتے ہیں نئے اُردو دان نہیں سمجھتے۔ نرادھار کا معنیٰ ہے

بے نیاز۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ترجمہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کا آسان ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ شیخ الہند اور تفسیر عثمانی کے نام سے مشہور ہے۔ تو شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ وَكِيلًا کا معنی کرتے ہیں کارساز، کام بنانے والا۔ کام بنانے والا صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کارساز نہیں ہے۔

تسلیٔ رسول :

کافر، مشرک آپ کے خلاف بڑی باتیں کرتے ہیں۔ مجنون کہتے ہیں، ساحر کہتے ہیں، مسحور کہتے ہیں، مفتری اور کذاب کہتے ہیں معاذ اللہ تعالیٰ، جو ان کے منہ میں آتا ہے کہتے ہیں وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ اور اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صبر کریں ان باتوں پر جو وہ کرتے ہیں وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا اور چھوڑ دیں ان کو چھوڑنا عمدگی کے ساتھ۔ یعنی ان کی کسی بات کا جواب نہ دیں۔ کیوں کہ اگر آپ بھی جواب دینا شروع کردیں گے تو ان میں اور آپ میں فرق نہیں رہے گا۔ وہ جو کہتے ہیں کہنے دو وَذَرْنِي اور چھوڑ دے مجھے وَالْمُكَذِّبِينَ اور جھٹلانے والوں کو۔ جو قرآن کو جھٹلاتے ہیں، توحید ورسالت کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کو جھٹلاتے ہیں، حق کو جھٹلاتے ہیں أُولِي النَّعْمَةِ نعمت والے ہیں، دولت والے ہیں اور وہ دولت بھی ہم نے ان کو دی ہے وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا اور مہلت دے ان کو تھوڑی سی۔ کتنا عرصہ کھائیں گے، پئیں گے، آرام اور نعمتوں میں رہیں گے؟ آنا تو ہماری طرف ہے إِنَّ لَدَيْنَا بے شک ہمارے پاس أَنكَالًا۔ أَنكَال نِكْلٌ کی جمع ہے۔ یہ اگر ہاتھوں میں ڈالی جائیں تو ہتھکڑیاں ہیں اور پاؤں میں ڈالی جائیں تو بیڑیاں ہیں۔ تو معنی ہوگا ہمارے پاس ہتھکڑیاں بھی ہیں اور بیڑیاں بھی ہیں۔ اور سورۃ الحاقہ پارہ ۲۹ میں ہے فِي سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا

"ایسی زنجیر میں جس کی لمبائی ستر گز ہے فَاسْلُكُوْهُ اس میں جکڑ دو۔"

تو فرمایا بے شک ہمارے پاس ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ہیں وَّجَحِيْمًا اور شعلے مارنے والی آگ ہے۔ جحیم اس آگ کو کہتے ہیں جو خوب شعلہ مارے وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ اور ہمارے پاس ایسی خوراک ہے جو گلے میں اٹکنے والی ہے۔ اگر حلق میں اٹک جائے تو آنکھیں باہر آ جاتی ہیں۔ آدمی موت وحیات کی کش مکش میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ دوزخ میں جب لوگ بھوک کے غلبے کی وجہ سے مجبور ہوں گے تو ضریع خاردار جھاڑی، غسلین پیپ اور خون ملا ہوا پانی، ان کو دیا جائے گا تو وہ ان کے گلے میں اٹک جائے گا۔ کھانسی کرتے رہیں گے، تڑپتے رہیں گے نہ نیچے اُترے گا اور نہ باہر نکلے گا وَّعَذَابًا اَلِيْمًا اور ہمارے پاس دردناک عذاب ہے۔ ہم ان سے نمٹ لیں گے۔ یہ ہوگا کب؟ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ جس دن کانپے گی زمین۔ زمین کا کانپنا دو دفعہ ہوگا۔ ایک نفخہ اولیٰ کے وقت جب حضرت اسرافیل علیہ السلام دنیا کو فنا کرنے کے لیے صور پھونکیں گے۔ سورۃ الحج پارہ ۱۷ میں ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝ دوسرا زلزلہ چالیس سال بعد ہوگا جب زندہ کرنے کے لیے دوبارہ صور پھونکیں گے۔ زمین پر زلزلہ طاری ہوگا زمین پھٹے گی اور مردے باہر نکل آئیں گے وَالْجِبَالُ اور پہاڑ کانپیں گے۔ یہ مضبوط پہاڑ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا۔ کثیب کا معنیٰ ہے ریت کا ٹیلا۔ اور ہو جائیں گے پہاڑ ریت کے ٹیلے مَّهِيْلًا پھسلنے والے (بھربھرے)۔ ان کو توڑنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ ریت ہو کر خود ہی پھسلتے جائیں گے۔ جس طرح ہوا میں خاک اُڑتی ہے اسی طرح یہ اُڑتے ہوئے نظر آئیں گے۔

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ رَسُوْلًا ﳔ شَاهِدًا عَلَیْكُمْ كَمَاۤ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًاﭤ(۱۵) فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا(۱۶) فَكَیْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ یَوْمًا یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبَاﳓ(۱۷) السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا(۱۸) اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا۠(۱۹) اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ وَ نِصْفَهٗ وَ ثُلُثَهٗ وَ طَآىٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَؕ وَ اللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِؕ عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰىۙ وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِۙ وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ﳲ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُۙ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًاؕ وَ مَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًاؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠(۲۰)

اِنَّاۤ اَرْسَلْنَاۤ بے شک ہم نے بھیجا اِلَیْكُمْ تمھاری طرف

رَسُوْلًا ایک رسول شَاهِدًا عَلَیْكُمْ گواہی دینے والا ہے تم پر كَمَاۤ

اَرْسَلْنَاۤ جیسا کہ بھیجا ہم نے اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف رَسُوْلًا

رسول فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی
فَاَخَذْنٰهُ پس ہم نے پکڑا اس کو اَخْذًا وَّبِيْلًا پکڑنا سخت فَكَيْفَ
تَتَّقُوْنَ پس تم کیسے بچو گے اِنْ كَفَرْتُمْ اگر کفر کرو گے تم يَوْمًا
اُس دن سے يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ جو کر دے گا بچوں کو شِيْبًا بوڑھا
السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ آسمان پھٹ جائے گا اس دن كَانَ وَعْدُهٗ ہے وعدہ
اس کا مَفْعُوْلًا پورا ہو کر رہنا اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بے شک یہ آیات
نصیحت ہیں فَمَنْ شَآءَ پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ بنا لے
اپنے رب کی طرف سَبِيْلًا راستہ اِنَّ رَبَّكَ بے شک آپ کا رب
يَعْلَمُ جانتا ہے اَنَّكَ تَقُوْمُ بے شک آپ کھڑے ہوتے ہیں
اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ تھوڑا رات کی دو تہائی سے وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی
رات وَثُلُثَهٗ اور کبھی رات کا تیسرا حصہ وَطَآئِفَةٌ اور ایک گروہ
بھی مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں وَاللّٰهُ
يُقَدِّرُ الَّيْلَ اور اللہ تعالیٰ ہی اندازہ لگاتے ہیں رات کا وَالنَّهَارَ اور دن
کا عَلِمَ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ کہ تم اس کو پورا نہ کر
سکو گے فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا تم پر فَاقْرَءُوْا
پس پڑھو تم مَا وہ تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ جو آسان ہو قرآن عَلِمَ
اللہ تعالیٰ جانتا ہے اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ کہ بہ تاکید ہوں گے تم میں

مَّرۡضٰی بیمار وَاٰخَرُوۡنَ اور کچھ دوسرے یَضۡرِبُوۡنَ جو چلیں گے فِی الۡاَرۡضِ زمین میں یَبۡتَغُوۡنَ جو تلاش کریں گے مِنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کا فضل وَاٰخَرُوۡنَ اور کچھ دوسرے یُقَاتِلُوۡنَ جو لڑیں گے فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے راستے میں فَاقۡرَءُوۡا مَا پس پڑھو تم وہ تَیَسَّرَ مِنۡہُ جو آسان ہو قرآن پاک میں سے وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ اور قائم کرو نماز وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ اور دو زکوٰۃ وَاَقۡرِضُوا اللّٰہَ اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو قَرۡضًا حَسَنًا قرض اچھا وَمَا تُقَدِّمُوۡا اور جو آگے بھیجو گے لِاَنۡفُسِکُمۡ اپنی جانوں کے لیے مِّنۡ خَیۡرٍ بھلائی تَجِدُوۡہُ پاؤ گے تم اس کو عِنۡدَ اللّٰہِ اللہ تعالیٰ کے ہاں ھُوَ خَیۡرًا وہ بہتر ہے وَّاَعۡظَمَ اَجۡرًا اور بڑا ہے اجر دینے کے اعتبار سے وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ اور معافی مانگو تم اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ بخشنے والا مہربان ہے۔

تسلیِ رسول :

مشرکینِ مکہ شرک میں بڑے سخت تھے یہ تسلیم کرتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے شریف النفس ہیں، نجیب الطرفین ہیں، ماں باپ کی طرف سے حسب نسب والے ہیں، سچے ہیں، امین ہیں۔ ظاہری طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر بھی کرتے تھے۔ ساری خوبیاں تسلیم کرنے کے باوجود آپ جو مسائل بیان کرتے تھے ان کا انکار کرتے تھے۔ توحید، قیامت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا سختی سے انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے لیے فرمایا اے مکے والو! اِنَّآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا بے شک ہم نے بھیجا تمھاری طرف ایک رسول شَاهِدًا عَلَيْكُمْ گواہی دینے والا ہے تم پر۔ سورۃ البقرہ پارہ ۲ میں ہے لِّتَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا "تا کہ ہو جاؤ تم لوگوں پر گواہ اور ہو جائے رسول تم پر گواہ۔" یہ اُمت پہلی اُمتوں پر گواہ ہوگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی صفائی دیں گے کہ میری اُمت نے گواہی صحیح دی ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نوح علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ آپ نے تبلیغ کی ہے؟ وہ عرض کریں گے کی ہے۔ ان کی قوم سے پوچھیں گے کہ تمھیں نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس کب آئے ہیں اور کب تبلیغ کی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام کی پوزیشن مدعی کی ہوگی اور قوم کی مدعی علیہ کی۔ اور گواہ مدعی کے ذمہ ہوتے ہیں اور قسم منکر پر آتی ہے۔

جب قوم انکار کرے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مَنۡ يَّشۡهَدُ لَكَ "آپ کے دعویٰ پر گواہ کون ہے؟" حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں گے میرے گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ چنانچہ اُمت گواہی دے گی نوح علیہ السلام نے تبلیغ کی ہے۔ وہ لوگ انکار کریں گے اور کہیں گے کہ ان کی گواہی نامنظور ہے کہ یہ موقع کے گواہ نہیں ہیں۔ یہ ہم سے ہزاروں سال بعد میں آئے ہیں۔ انھوں نے نوح علیہ السلام کو کب دیکھا ہے تبلیغ کرتے ہوئے۔ رب تعالیٰ اس امت سے فرمائیں گے سنتے ہو! دوسرا فریق کیا کہتا ہے۔

یہ امت کہے گی اے پروردگار! بے شک ہم سنتے ہیں مگر ہم سچے ہیں اور یقیناً سچے ہیں ہم نے آپ کے قرآن میں پڑھا ہے لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰى قَوۡمِهٖ فَقَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ [الاعراف: ۵۹] "اور آپ کے پیغمبر نے بھی ہمیں

بتایا ہے کہ نوح علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔" اگر آپ کی کتاب سچی ہے، آپ کا پیغمبر سچا ہے اور یقیناً سچے ہیں تو پھر ہم بھی سچے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں گے کہ میری اُمت نے جو گواہی دی ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

تو فرمایا بے شک بھیجا ہم نے تمھاری طرف رسول گواہی دینے والا تم پر کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا جیسا کہ بھیجا ہم نے فرعون کی طرف رسول موسیٰ علیہ السلام۔ فرعون بھی بڑا دولت مند، ظالم، جابر اور ڈکٹیٹر تھا۔ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی فَکَذَّبَ وَعَصٰی ﴿۲۱﴾ [سورۃ النازعات: پارہ ۳۰] "پس اُنھوں نے جھٹلایا اور نافرمانی کی۔" پھر ہم نے اس کا کیا حشر کیا۔ اسی طرح یاد رکھو اگر تم بھی نافرمانی کرو گے تو تمھارا حشر بھی بُرا ہوگا۔

فرمایا فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ پس نافرمانی کی فرعون نے رسول کی، موسیٰ علیہ السلام کی فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِیْلًا پس ہم نے پکڑا اس کو پکڑنا سخت۔ وبیل کا معنیٰ ہے شدید۔ یعنی سخت گرفت میں لیا۔ فرعون کو موسیٰ کے سامنے غرق کیا اور اس کی لاش کو آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے عبرت بنا دیا۔ پس تم عبرت حاصل کرو تمھاری دولت سے فرعون کی سلطنت زیادہ تھی اور اس کو بھی اپنے ملک پر بڑا غرور تھا۔ پھر اس کا کیا انجام ہوا۔ پھر فرعون کے رسول سے تمھارا رسول اشرف ہے۔ خاتم النبیین ہے، امام النبیین ہے اگر تم نافرمانی کرو گے بدرجۂ اولیٰ اخذ وبیل میں پکڑے جاؤ گے۔ یہ تو دنیا کی بات ہے جو چند روزہ زندگی ہے فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ پس تم کیسے بچو گے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے اِنْ کَفَرْتُمْ یَوْمًا اگر تم کفر کرو گے اُس دن سے یَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا جو کر دے گا بچوں کو بوڑھا۔ شیبا شیب کی جمع ہے۔ اصل میں مضموم تھا یا کی مناسبت

سے کسرہ دیا گیا۔ وہ دن اتنا ہیبت والا اور ہولناک ہوگا کہ اس کا خوف اور ڈر بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ یہ فرض کے طور پر فرمایا کہ اگر بچے بھی ہوں گے تو غم کے مارے بوڑھے ہو جائیں گے۔ السَّمَآءُ مُنۡفَطِرٌۢ بِهٖ آسمان پھٹ جائے گا اس دن پہلے نفخے میں اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کَانَ وَعۡدُهٗ مَفۡعُوۡلًا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہنا۔ رب کا وعدہ طے شدہ ہے اِنَّ هٰذِهٖ تَذۡكِرَةٌ بے شک یہ آیات نصیحت ہیں اور خیر خواہی ہیں۔ ان میں ہر طرح کی ہدایات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا پیغمبر تمھیں سمجھا رہا ہے کہ آخرت میں تم کس طرح کامیاب ہو سکتے ہو فَمَنۡ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا پس جو شخص چاہے بنا لے اپنے رب کی طرف راستہ۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، نافرمانی سے بچے اور رب تعالیٰ کی رضا کا راستہ اختیار کرے کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہونا ہے۔

سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے رات کو قیام کا حکم دیا اور تہجد کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر ایک سال تک فرض رہی ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سورۃ کے پہلے رکوع اور دوسرے رکوع کے درمیان بارہ مہینے کا وقفہ ہے۔ دوسرا رکوع نازل ہوا تو فرضیت ختم کر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے بھی۔ اور استحباب باقی رہا۔ تمام نفلی نمازوں میں تہجد کا درجہ بہت زیادہ ہے۔

نمازِ تہجد کی فضیلت :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ يَعۡلَمُ بے شک آپ کا رب جانتا ہے اَنَّكَ تَقُوۡمُ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَىِ الَّيۡلِ بے شک آپ کھڑے ہوتے ہیں تھوڑا رات کی دو تہائی سے

وَنِصْفَهٗ اور کبھی آدھی رات وَثُلُثَهٗ اور کبھی رات کا تیسرا حصہ۔ اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی قیام نہیں کرتے بلکہ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ایک گروہ بھی ان لوگوں میں سے جو آپ کے ساتھ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی دو تہائی، کبھی نصف رات اور کبھی ایک تہائی رات قیام کرتے تھے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تہجد کی نماز میں اتنا لمبا قیام کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے اور یہی حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تھا۔ بعض اوقات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس فکر میں ساری ساری رات جاگتے رہتے تھے کہ کہیں دو تہائی یا نصف یا تہائی کے قیام سے محروم نہ رہ جائیں۔ کیوں کہ اس وقت گھڑیاں ہوتی نہیں تھیں تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ تعالیٰ ہی اندازہ لگاتے ہیں رات کا اور دن کا۔ وہ حقیقتاً رات اور دن کی مقدار کو جانتا ہے اور تم نے تو سوچنا ہے اور اجتہاد کرنا ہے اس میں غلطی لگ سکتی ہے۔ گھڑیاں تو اس وقت ہوتی نہیں تھیں۔

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کو پورا نہ کر سکو گے۔ اتنا لمبا عرصہ قیام ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہے۔ بعد میں اس کی وجوہات بھی بیان فرمادیں کہ جن کی وجہ سے یہ کام مشکل ہے۔ لہٰذا فرمایا فَتَابَ عَلَيْكُمْ پس اللہ تعالیٰ نے رجوع فرمایا تم پر، مہربانی فرمائی اور قیام میں تخفیف کر دی گئی۔ اور فرضیت منسوخ کر دی فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ پس پڑھو تم وہ جو آسان ہو قرآن سے۔ مراد اس قرآن پڑھنے سے تہجد پڑھنا ہے کہ اس میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اب تہجد کی فرضیت منسوخ ہوگئی ہے اب جس قدر آسان ہو بطور مستحب کے پڑھ لیا کرو۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال :

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ سے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز میں مطلق قرأت فرض ہے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو قرآن کریم سے آسان ہو پڑھ لو۔ یہ مطلق نماز کی بات ہے۔ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۰۴ میں منع فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ "اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" یعنی جب امام قرأت کر رہا ہو تو اس وقت مقتدیوں کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ توجہ کے ساتھ سنیں اور خود خاموش رہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں پتھر ڈالنے چاہئیں۔ [مؤطا امام محمد: ص ۹۸]

اور حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے اس کے منہ میں چنگاری ڈال دوں۔ [جزاء القراۃ: صفحہ ۱۱] (مزید تفصیل کے لیے حضرت کی کتاب احسن الکلام کا مطالعہ کریں۔ مرتب)

تو فرمایا پس پڑھو تم قرآن سے جو آسان ہو۔ آگے اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت منسوخ ہونے کی وجوہ بیان فرمائی ہیں۔

نمازِ تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کی وجوہات :

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بہ تاکید ہوں گے تم میں بیمار۔ اگر تہجد فرض ہو تو بیمار آدمی تو بڑی مشقت میں مبتلا ہو گا کیوں کہ بیماری تو آدمی کے بس کی بات نہیں ہے اور عَلِمَ کے بعد جو اَنْ ہے یہ ناصبہ نہیں

ہے بلکہ مخففہ من المثقلہ ہے۔

تہجد کے منسوخ ہونے کی دوسری وجہ۔فرمایا وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ اور کچھ دوسرے جو چلیں گے زمین میں یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ جو تلاش کریں گے اللہ تعالیٰ کا فضل۔تجارت کے لیے سفر کرنا،علم کے لیے سفر کرنا ہے۔اگر تہجد فرض ہو تو مسافر مشقت میں مبتلا ہو جائیں گے۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے تخفیف پیدا کر دی۔

تیسری وجہ: وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور کچھ دوسرے جو لڑیں گے اللہ تعالیٰ کے راستے میں۔اس وقت تو جہاد فرض نہیں ہوا تھا مگر بتادیا گیا کہ جہاد بھی پیش آنے والا ہے۔تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے،قتال کے لیے نکلیں گے تہجد کا پڑھنا ان کے لیے مشکل امر ہوگا اس لیے تخفیف کر دی گئی۔اسلام ایک انقلابی دین ہے اس میں جہاد فرض ہے۔اس لیے کہ اس کے بغیر عقائد کی درستی اور امن و امان قائم نہیں ہو سکتا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ "اور لڑو تم ان کے ساتھ یہاں تک کہ شرک نہ رہے۔" اور ابوداؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ "جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔" اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ اس قوم پر ذلت مسلط کر دیتے ہیں۔

تو خیر اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ تم میں بیمار بھی ہوں گے اور مسافر بھی،جنھوں نے روزی کی تلاش کے لیے سفر کرنا ہے اور علم کے لیے سفر کرنا ہے اور مجاہد بھی ہوں گے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑنا ہے۔تو ان کے لیے شب بیداری پر عمل کرنا مشکل ہوگا اس لیے تخفیف فرما دی اور فرمایا فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ پس پڑھ لو تم جو آسان ہو قرآن

سے۔ اپنی جان کو زیادہ تکلیف میں ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں فرض نماز اہتمام کے ساتھ پڑھتے رہو۔ فرمایا وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ اور قائم کرو نماز کو ہر حالت میں یہ معاف نہیں ہے وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ اور ادا کرو زکوٰۃ۔ جو آدمی صاحبِ نصاب ہے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ یہ مالی فریضہ ہے۔ سونے چاندی میں سے چالیسواں حصہ ہے۔ پانچ اُونٹوں میں ایک بکری زکوٰۃ میں دینی ہے۔ تیس گائے بھینس ہیں تو گائے یا بھینس کا ایک سال کا بچہ دینا ہے۔ بھیڑ بکریاں ہیں تو چالیس میں ایک بکری دینی ہے۔

نماز اور زکوٰۃ کے حکم کے بعد فرمایا وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض۔ پورے اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق خرچ کرنا ہی قرض حسنہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے کو قرض سے اس لیے تعبیر کیا کہ جس طرح تم کسی کو قرض دو تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ استعمال کے بعد واپس دے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو خرچ کیا جائے گا اس کا بدلہ ضرور ملے گا بلکہ کئی گنا زیادہ ملے گا۔

[illegible] آیت نمبر ۲۴۵ میں ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا [illegible] اَضْعَافًا كَثِیْرَةً "کون ہے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھا قرض پس اللہ تعالیٰ اس کے لیے دُگنا کر دے گا کئی گنا۔" اور یاد رکھو! تمھاری کوئی نیکی ضائع نہیں ہوگی۔ فرمایا وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ اور جو آگے بھیجو گے اپنی جانوں کے لیے بھلائی تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ پاؤ گے تم اس کو اللہ تعالیٰ کے ہاں هُوَ خَیْرًا وہ بہتر ہے۔ خَیْرًا مفعول ثانی ہے تَجِدُوْهُ کا اور هُوَ تاکید ہے یا بدل ہے۔ اور بعض نے رفع کے ساتھ مبتدا خبر بھی بنایا ہے وَّاَعْظَمَ اَجْرًا اور بڑا ہے اجر دینے کے اعتبار

ہے۔ ایک کے بدلے کم از کم دس دیتا ہے اور فی سبیل اللہ کی مد میں کم از کم ایک بدلے میں سات سو دیتا ہے۔ فرمایا وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور معافی مانگو تم اللہ تعالیٰ سے۔ کیوں کہ انسان جو بھی نیکی کرتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی خامی رہ جاتی ہے لہٰذا استغفار کرو تا کہ اللہ تعالیٰ کوتاہیاں معاف کردے اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ بے شک اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

تفسیر

سورۃ المدثر

(مکمل)

آیاتھا ۵۶ ۷۴ سُورَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ ۴ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝۹ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝۱۰ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝۱۱ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝۱۲ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝۱۳ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝۱۴ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝۱۵ كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝۱۶ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝۱۷ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝۱۸ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۱۹ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۲۰ ثُمَّ نَظَرَ ۝۲۱ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝۲۲ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝۲۳ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝۲۴ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝۲۵ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝۲۶ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝۲۷ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۲۹

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ اے کپڑا اوڑھنے والے قُمْ آپ کھڑے ہوں

فَاَنْذِرْ پس لوگوں کو ڈرائیں وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ اور اپنے رب کی بڑائی

بیان کریں وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھیں

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ اور بت پرستی سے دور رہیں وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ اور

کسی پر احسان نہ کر کہ تم اس سے زیادہ حاصل کرو وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور
اپنے رب کے لیے پس صبر کریں فَإِذَا نُقِرَ پس جس وقت بجائی جائے گی
فِي النَّاقُورِ بجنے والی فَذَٰلِكَ پس وہ دن يَوْمَئِذٍ اس دن
يَوْمٌ عَسِيرٌ سخت دن ہوگا عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ کافروں کے
لیے آسان نہیں ہوگا ذَرْنِي چھوڑ دے مجھے وَمَنْ اور اس کو
خَلَقْتُ وَحِيدًا جس کو میں نے پیدا کیا اکیلا وَجَعَلْتُ لَهُ اور بنایا ہے میں
نے اس کے لیے مَالًا مَّمْدُودًا مال لمبا چوڑا وَبَنِينَ شُهُودًا اور
بیٹے حاضر وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا اور تیار کیا میں نے اس کے لیے تیار کرنا
ثُمَّ يَطْمَعُ پھر وہ طمع کرتا ہے أَنْ أَزِيدَ کہ میں زیادہ دوں گا كَلَّا
ہرگز نہیں إِنَّهُ كَانَ بے شک ہے وہ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ہماری آیتوں کے
ساتھ عناد رکھتا سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا عنقریب میں اس کو چڑھاؤں گا پہاڑی
پر إِنَّهُ فَكَّرَ بے شک اس نے فکر کیا وَقَدَّرَ اور اندازہ لگایا
فَقُتِلَ پس یہ تباہ کر دیا جائے كَيْفَ قَدَّرَ کیسا اندازہ لگایا ثُمَّ قُتِلَ
پھر تباہ کر دیا جائے كَيْفَ قَدَّرَ کیسا اندازہ لگایا اس نے ثُمَّ نَظَرَ
پھر اس نے دیکھا ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے منہ بنایا وَبَسَرَ اور بہت
زیادہ منہ چڑھایا ثُمَّ أَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری وَاسْتَكْبَرَ
تکبر کیا فَقَالَ پس اس نے کہا إِنْ هَٰذَا نہیں ہے یہ قرآن إِلَّا

سِحۡرٌ یُّؤۡثَرُ مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آ رہا ہے اِنۡ ھٰذَاۤ نہیں ہے یہ قرآن اِلَّا قَوۡلُ الۡبَشَرِ مگر آدمی کی بات سَاُصۡلِیۡهِ سَقَرَ عنقریب میں اس کو داخل کروں گا سقر میں وَمَاۤ اَدۡرٰىكَ مَا سَقَرُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ سقر کیا ہے لَا تُبۡقِیۡ نہ باقی رکھتی ہے وَلَا تَذَرُ اور نہ چھوڑتی ہے لَوَّاحَةٌ لِّلۡبَشَرِ وہ جھلس دینے والی ہے چمڑوں کو۔

نام وکوائف :

اس سورۃ کا نام سورۃ المدثر ہے۔ مُدَّثِّرٌ اصل میں مُتَدَثِّرٌ تھا۔ عربی گرائمر کے لحاظ سے تا کو دال کیا پھر دال کا دال میں ادغام کیا تو مُدَّثِّرٌ ہوگیا۔ اس کا معنیٰ ہے کپڑا اوڑھنے والا۔ کپڑا گرم ہو یا سرد یا کمبل ہو، جس طرح کا بھی ہو۔ نزول کے اعتبار سے اس سورۃ کا چوتھا نمبر ہے۔ اس سے پہلے تین سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اور موجودہ ترتیب کے لحاظ سے چوہترواں [۷۴] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چھپن آیات ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمبل اوڑھے ہوئے سو رہے تھے، آرام فرما رہے تھے کہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام نازل ہوا یٰۤاَیُّهَا الۡمُدَّثِّرُ اے کپڑا اوڑھ کر سونے والے آپ کا کام سونا نہیں سوئے ہوؤں کو جگانا ہے قُمۡ آپ کھڑے ہوں فَاَنۡذِرۡ پس آپ ڈرائیں لوگوں کو خواب غفلت سے ان کو بیدار کریں وَرَبَّكَ فَكَبِّرۡ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کریں۔ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ كَبِیۡرًا وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ كَثِیۡرًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت سے پڑھتے تھے۔ عرب کے مشرک جب صبح کو اٹھتے تھے تو کوئی لات کو پکارتا تھا، کوئی عزّیٰ کو، کوئی منات کو پکارتا تھا، کوئی کسی کو، کوئی کسی کو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اٹھنے کی بھی دعا بتلائی اور سونے کی بھی۔ اُٹھنے کی دعا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں نیند کے بعد بیدار کیا اور ایک وقت آئے گا اُٹھ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش ہوں گے۔" سوتے وقت کی دعا ہے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا "اے اللہ! آپ کے نام کے ساتھ ہی سوتا ہوں اور آپ کے نام کے ساتھ ہی اُٹھوں گا۔"

اپنی چادر اور شلوار ٹخنوں سے نیچے لٹکانا حرام ہے :

تو فرمایا آپ اپنے رب کے نام کی بڑائی بیان کریں وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑوں کو پس پاک رکھیں۔ اس کا ایک معنیٰ یہ بھی کرتے ہیں کہ کپڑے زمین پر گھسیٹتے ہوئے نہ پھریں۔ جیسے آج کل بعض نادان قسم کے لوگ اپنی چادر، شلوار زمین پر گھسیٹتے پھرتے ہیں۔ اس کا اُس وقت بھی رواج تھا۔ اور مسئلہ یہ ہے کہ یہ حرام ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سُبُلِ الْاِزَارِ فِی النَّارِ "لنگی چادر ٹخنوں سے نیچے ہوگی تو بندہ سیدھا جہنم میں جائے گا۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تکبر کی نیت سے ایسا کرے تو حرام ہے اور تکبر کی نیت سے نہ کرے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ ان لوگوں کو اس روایت سے دھوکا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَنْ جَرَّ ثَوْبَهٗ خُیَلَاءَ [بخاری، رقم: ۳۶۶۵] "جس شخص نے اپنا کپڑا زمین پر تکبر کرتے ہوئے لٹکایا۔" یہ حدیث صحیح ہے۔ اس روایت سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سمجھا کہ اگر تکبر کی نیت سے کرے تو پھر حرام ہے۔ اگر تکبر کی نیت سے نہ کرے تو پھر مکروہ تنزیہی ہے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں حرام ہے۔ تکبر

کی نیت کرے یا نہ کرے۔ کیوں کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فَاِنَّھَا مِنَ الْمَخِیْلَةِ [ابوداؤد، رقم: ۴۰۸۴] "کپڑے کا ٹخنوں سے نیچے لٹکانا مردوں کے لیے تکبر ہے۔" اور نماز میں اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فرمایا کہ جا کر وضو بھی کر اور نماز بھی پڑھ۔ اس نے کہا حضرت! میں نے وضو کے ساتھ آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ فرمایا نہیں تمھاری نماز نہیں ہوئی۔ حضرت! مجھے غلطی بتلا دیں۔ فرمایا اَسْبَلْتَ اِزَارَكَ "تمھاری چادر ٹخنوں سے نیچے تھی۔" لہٰذا تیرا وضو بھی نہیں اور نماز بھی نہیں ہے۔ یہ ابوداؤد کی صحیح روایت ہے۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ تقویٰ کا لباس اختیار کرو۔ سورۃ الاعراف آیت نمبر ۲۶ میں ہے وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَیْرٌ "اور تقویٰ کا لباس ہی بہتر ہے۔" ایک ظاہری لباس ہے اور ایک تقوے کا لباس ہے۔

تو رب تعالیٰ تقوے کے لباس کے متعلق فرماتے ہیں۔ تقوے کا لباس اختیار کرو وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ۔ رُجْزَ کا معنیٰ ہے بت پرستی۔ پس آپ بت پرستی سے دور رہیں۔ جیسے پہلے آپ اس کے قریب نہیں گئے اب بھی قریب نہ جائیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے معاذ اللہ تعالیٰ کہ آپ پہلے بت پرستی کرتے تھے اور اب حکم ہو رہا ہے کہ چھوڑ دیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پیغمبر پیدائشی طور پر ہی مومن اور موحد ہوتا ہے۔

مکہ مکرمہ شہر کے قریب ایک جگہ تھی بلطہ۔ اب وہ شہر میں آ گئی ہے۔ وہاں لوگ بھنڈارہ [چڑھاوا] کرتے تھے۔ انھوں نے گوشت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج دیا کہ آپ قریب محلے میں رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ گوشت واپس بھیج دیا اور فرمایا غیر اللہ کے نام پر

ذبح کیے ہوئے جانور کا گوشت میں لینے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ نبوت ملنے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

تو فرمایا جیسے آپ پہلے ان کے قریب نہیں گئے آئندہ بھی نہیں جانا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے ہمیں سمجھایا جا رہا ہے کہ بت پرستی کو چھوڑے رکھیں۔

وَلَا تَمْنُنْ اور کسی پر احسان نہ کر تَسْتَكْثِرُ کہ تم اس سے زیادہ حاصل کرو۔ مطلب یہ ہے کہ تم کسی کو دس روپے کا تحفہ اس نیت سے بھیجو کہ وہ لازماً مجھے پندرہ روپے کا بھیجے گا۔ یہ مذموم ہے۔ اگر کسی کو تحفہ بھیجو تو اس ارادے سے بھیجو کہ نیک آدمی ہے، ساتھی ہے اس کا حق ادا ہو جائے گا۔ لینے کی نیت نہ کرو۔

یہ شادیوں کے موقع پر جو نیوتہ بعض علاقوں میں نیوندرہ کہتے ہیں یہ بالکل حرام ہے۔ وہ لوگ کاپیوں پر باقاعدہ نام، رقم درج کرتے ہیں۔ اور اپنی شادی کے موقع پر اگر رقم تھوڑی واپس آئے تو لڑتے ہیں کہ ہم نے اتنے دیئے تھے تم اتنے ہی واپس دے رہے ہو۔ تو یہ بالکل حرام ہے۔ ہاں! کسی کے لڑکے لڑکی کی شادی کے موقع پر امداد کرنا چاہتے ہو کیوں کہ ایسے موقع پر خرچے کافی ہوتے ہیں امداد کر دو لینے کی نیت نہ کرو تو ٹھیک ہے۔

تو فرمایا کسی پر احسان نہ کرو کہ تم اس سے زیادہ وصول کرو وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ اور اپنے رب کے لیے پس آپ صبر کریں۔ بڑی تکلیفیں آئیں گی دین کے سلسلے میں۔

نفخۂ ثانیہ کا ذکر :

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ پس جس وقت بجائی جائے گی بجنے والی (حضرت نے سپیکر کو بجا کر دکھایا کہ یہ نقر ہے۔) یہ جو میں کھڑکاتا ہوں وہ بجنے والی چیز بگل ہے، صور

ہے، جس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام پھونک ماریں گے ساری دنیا فنا ہو جائے گی۔ دوسری دفعہ پھونکیں گے ساری دنیا اُٹھ کھڑی ہوگی۔

تو نقر کے لفظی معنٰی ہے بجانا، پھونکنا۔ اور ناقور کا معنٰی ہے بجنے والی۔ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ پس وہ دن بڑا سخت دن ہوگا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ کافروں کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ وہ دن فی نفسہٖ بڑا سخت ہوگا۔ پچاس ہزار سال کا لمبا دن اور ایسا ہولناک دن ہوگا کہ ماں بچے کو دودھ پلانے سے غافل ہو جائے گی۔ ڈر کی وجہ سے حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے۔ اس کی شدت سے لوگ بے ہوشی کی حالت میں ہوں گے۔ سورۃ الحج آیت نمبر ۲ پارہ ۱۷ وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى "اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشے کی حالت میں حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہوگا" تو فرمایا وہ دن بڑا سخت ہوگا کافروں کے لیے آسان نہیں ہوگا۔ اگلی آیات میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔

ایک خاص واقعہ :

وہ قصہ اس طرح ہے کہ مکہ مکرمہ میں ایک بڑا رئیس آدمی تھا۔ ولید بن مغیرہ اس کا نام تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سیف مِنْ سیوف اللہ کا والد تھا۔ مکہ مکرمہ میں اس سے بڑا مال دار کوئی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تیرہ بیٹے دیئے تھے۔ خود اس کی صحت ایسی تھی کہ بیٹوں میں بیٹھا ہوتا تو یہ نہیں پتا چلتا تھا کہ ان کا بھائی ہے یا باپ ہے۔ اور نوکر چاکر بھی کافی تھے۔ مختلف محلوں میں مختلف جنس کی دکانیں تھیں۔ کسی محلے میں منیاری کی، کسی محلے میں کریانے کی، کسی میں کپڑے کی۔ بڑا وسیع کاروبار تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ اس کے تیرہ بیٹے ہیں اور نوکر چاکر بھی کافی

ہیں اور لوگوں کی آمد ورفت بھی اس کے پاس کافی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دے دے تو ہوسکتا ہے اس کی وجہ سے اس کے بیٹے صحیح ہو جائیں اور نوکر چاکر اور اس کے دوست احباب بھی ہدایت قبول کرلیں۔ آپ ﷺ چند ساتھیوں کے ہمراہ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ ولید بن مغیرہ تھا اور چند آدمی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کوئی زیادہ رش نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے بڑے ادب واحترام کے ساتھ اس کے سامنے قرآن کریم کی تلاوت کی اور اس کو دعوت دی۔ عمر میں آپ ﷺ سے وہ بڑا تھا۔ آپ نے فرمایا چچا جان! آپ اچھے بھلے سمجھ دار آدمی ہیں۔ دیکھو! رب تعالیٰ نے آپ کو دولت سے نوازا ہے اور جوان سال صحت مند بیٹے عطا فرمائے ہیں۔ نوکر چاکر ہیں، بڑی عزت عطا فرمائی ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ عزت دنیا میں بھی برقرار رہے اور اگلے جہان میں بھی عزت پائیں تو میرا کلمہ پڑھ لیں۔ اگلے جہان میں اس سے زیادہ عزت ہوگی۔ کیوں کہ آپ کی اولاد زیادہ ہے اس کی نیکیاں بھی آپ کو ملیں گی۔

شریعت نے اولاد کی کثرت کی ترغیب اسی لیے دی ہے کہ اولاد زیادہ ہوگی۔ جتنی وہ نیکیاں کرے گی ان نیکیوں کا جتنا اجر انہیں ملے گا اتنا ماں باپ کو بھی ملے گا۔ وہ نیت کریں یا نہ کریں۔ اس لیے کہ ان کی اولاد ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ اولاد اس لیے طلب کرتے تھے کہ وہ نیکیاں کرے گی ان کی نیکیوں کا ثواب ہمیں بھی ملے گا۔ اور آج کل لوگ اولاد اس لیے مانگتے ہیں کہ جب ہم بوڑھے ہوں گے تو ہمیں کما کر کھلائیں گے۔ پھر کھاتے جوتے ہیں۔ مار پڑتی ہے خوب بنا کر۔ کیوں کہ ہماری نیت ہی بُری اور فاسد ہوتی ہے۔ اس کا پھل بھی تو کچھ ملنا ہے۔ اچھا درخت ہو تو اچھا پھل ملے گا۔ بُرے درخت کے ساتھ بُرا پھل لگے گا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو قرآن سنایا اور دعوت دی تو اس نے کہا اچھا میں سوچ کر بتاؤں گا۔ چند دن کی مہلت دے دیں پھر میں اپنا فیصلہ تمھیں سناؤں گا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا سنایا؟ اس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔ کہنے لگا میں نے غور وفکر کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ قرآن جادو ہے جو نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ اس کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا چھوڑ دے مجھے اور اس کو جس کو میں نے پیدا کیا ہے اکیلا۔ جب ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو اکیلا تھا، نہ ساتھ بیٹے تھے نہ بیٹیاں تھیں نہ نوکر چاکر تھے۔ خالق بھی میں اکیلا ہوں اور یہ بھی اکیلا پیدا ہوا تھا وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا اور بنایا ہے میں نے اس کے لیے مال لمبا چوڑا وَّبَنِیْنَ شُهُوْدًا۔ شهود شاهد کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے حاضر بیٹے۔ اس کے پاس حاضر رہتے تھے۔ معنیٰ ہوگا اور بیٹے حاضر ہونے والے مجلس میں۔ کیوں کہ آمدنی بہت تھی ان کو باہر جا کر کمانے کی ضرورت نہیں تھی۔ تیرہ بیٹے تھے ان تیرہ میں سے تین کو اللہ تعالیٰ نے اسلام اور ایمان کی توفیق عطا فرمائی۔ باقی سارے باپ کی طرح کفر پر مرے۔ وہ تین یہ ہیں: ایک خالد بن ولید مشہور جرنیل رضی اللہ عنہ جو سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللہ تھے۔ دوسرے ہشام بن ولید رضی اللہ عنہ اور تیسرے ولید بن ولید رضی اللہ عنہ۔ آخری دو جب مسلمان ہوئے تو باپ نے بڑی سختی کی اور بھائیوں نے بھی ان کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں ڈال دیں، بھوکا پیاسا رکھا، بڑی تکلیفیں دیں۔

احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی عرصہ تک فجر کی نماز میں ان کی رہائی کے لیے قنوت نازلہ پڑھتے رہے اَللّٰهُمَّ اَنْجِ وَلِیْدَ بْنَ ولید و عباس بن ربیعه و هشام بن سلمة وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ۔ بخاری شریف کی روایت ہے۔

"پروردگار! ان کو ظالموں سے نجات عطا فرما۔ ان پر اتنے مظالم کیے گئے کہ ان کے لیے نمازوں میں دعائیں ہوتی تھیں۔" حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۸ھ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قوت تھی ابتدائی دور والا ڈر نہیں تھا۔

تو فرمایا بنایا میں نے اس کے لیے مال بڑا لمبا چوڑا اور بیٹے حاضر رہنے والے وَمَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا اور تیار کیا میں نے اس کے لیے تیار کرنا۔ دنیا سامان، کاروبار، دکانیں، تجارت آگے مزید کمانے کے لیے ثُمَّ يَطْمَعُ پھر وہ طمع کرتا ہے اَنْ اَزِيْدَ کہ میں اس کو زیادہ دوں گا۔ مال ایسی چیز ہے کہ اس سے لالچی کی آنکھ نہیں بھرتی كَلَّا ہرگز نہیں ہوگا ایسا کہ اب میں اس کے لیے نعمتوں کو بڑھاؤں گا۔ پھر اس کو مال اور اولاد میں خسارہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

اِنَّهُ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا بے شک وہ ہماری آیتوں کے ساتھ عناد رکھتا ہے، دشمنی کرتا ہے سَاُرْهِقُهُ صَعُوْدًا۔ صعود دوزخ میں ایک پہاڑی ہے دشوار گزار۔ مجرم آگ میں جلتا جائے گا اور اس پر چڑھتا جائے گا۔ جس وقت چوٹی پر پہنچے گا فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو پکڑ کر نیچے گرا دو۔ پھر حکم ہوگا اُوپر چڑھ۔ معنیٰ ہوگا عنقریب میں اس کو چڑھاؤں گا پہاڑی پر۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ روز بہ روز عذاب بڑھتا جائے گا فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ۝ [سورۃ النبا: پارہ ۳۰] "پس چکھو تم عذاب کا مزہ پس ہم نہیں زیادہ کریں گے تمھارے لیے مگر عذاب۔" کافروں کے لیے عذاب روز بہ روز بڑھتا جائے گا۔ جس طرح مومنوں کے لیے خوشیاں بڑھتی جائیں گی۔

فرمایا اِنَّهُ فَكَّرَ بے شک اس نے فکر کیا وَقَدَّرَ اور اندازہ لگایا قرآن

پاک کے بارے میں فیصلے کا فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ پس تباہ کر دیا جائے کیسا اندازہ لگایا ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ پھر تباہ کیا جائے کیسا اندازہ لگایا اس نے ثُمَّ نَظَرَ پھر اس نے دیکھا کہ فیصلہ سننے کے لیے مکے کے لوگ آگئے ہیں کہ آج ولید بن مغیرہ نے قرآن پاک کے بارے میں اپنی رائے دینی ہے۔ کافی بڑا مجمع تھا۔ اس نے نظر جمائی کہ کون کون لوگ آئے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف فرما تھے ثُمَّ عَبَسَ پھر اس نے منہ بنایا جیسے کوئی آدمی ناراض ہو تو بناتا ہے وَبَسَرَ اور زیادہ منہ بنایا۔ خوب بُرا منہ بنایا ناراضگی سے ثُمَّ أَدْبَرَ پھر اس نے پشت پھیری آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف وَاسْتَكْبَرَ اور اس نے تکبر کیا حق کو قبول کرنے سے اور فیصلہ سنایا فَقَالَ پس اس نے کہا إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ نہیں ہے یہ قرآن مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ یہ اس نے فیصلہ سنایا کہ پہلے بھی جادو ہوتے تھے یہ بھی جادو ہے إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ نہیں ہے یہ قرآن مگر آدمی کی بات۔ بشر کا بنایا ہوا قول ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے خود گھڑ کر لایا ہے۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں سَأُصْلِيهِ سَقَرَ میں اس کو داخل کروں گا سقر میں۔ دوزخ کے طبقوں میں سے ایک سقر ہے جس میں متکبرین جلیں گے وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ سقر کیا ہے لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ نہ باقی رکھتی ہے کسی فرد کو، مجرموں کے افراد میں سے کسی فرد کو چھوڑے گی نہیں۔ وَلَا تَذَرُ کا معنیٰ ہے کہ کسی آدمی کے اعضاء میں سے کسی عضو کو نہیں چھوڑے گی سب کو عذاب ہوگا لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ اور وہ جھلس دینے والی ہے چمڑوں کو۔ آگ کے شعلوں سے سارا چمڑا اُتر جائے گا جیسے پانی گرم کر کے مرغوں کی کھال اُتارتے ہیں۔ پھر نئے چمڑے پہنا دیئے جائیں گے۔

سورۃ النساء آیت نمبر ۵٦ میں ہے جب بھی ان کی کھالیں جل جائیں گی ہم ان کے لیے دوسری کھالیں تبدیل کر دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ ایک لمحے میں خدا جانے کتنی مرتبہ چمڑے بدلے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

آمین!
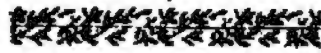
عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴿٣٠﴾ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿٣١﴾ ع ۱۵

عَلَيْهَا مقرر ہیں اس جہنم پر تِسْعَةَ عَشَرَ انیس فرشتے وَمَا جَعَلْنَآ اور نہیں بنائے ہم نے اَصْحٰبَ النَّارِ دوزخ کے نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً مگر فرشتے وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہیں بنائی ہم نے ان کی تعداد اِلَّا فِتْنَةً مگر آزمائش لِّلَّذِيْنَ ان لوگوں کے لیے كَفَرُوْا جنھوں نے کفر کیا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ تا کہ یقین کر لیں وہ لوگ اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اور تا کہ زیادہ کر لیں وہ لوگ اٰمَنُوْٓا جو ایمان لائے اِيْمَانًا ایمان کو وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اور نہ شک کریں وہ لوگ اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی کتاب وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ اور تا کہ کہیں وہ لوگ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں میں بیماری ہے وَّالْكٰفِرُوْنَ اور

کھلے کافر مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے بِھٰذَا مَثَلًا اس کے ساتھ از روئے مثال کے کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ اور نہیں جانتا آپ کے رب کے لشکر کو مگر وہی وَمَا ھِیَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْبَشَرِ اور نہیں ہے یہ مگر نصیحت انسانوں کے لیے۔

ربط :

کل کے درس میں تم نے یہ بات سنی کہ آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ کے رئیس اعظم ولید بن مغیرہ کو بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ اسلام کی دعوت دی۔ قرآن پاک کی کچھ آیات بھی پڑھ کر سنائیں۔ سننے کے بعد یہ کہہ کر چلا گیا کہ کچھ دنوں کے بعد اپنا فیصلہ سناؤں گا۔ جس دن اس نے فیصلہ سنانے کے لیے آنا تھا لوگ اکٹھے ہو گئے کہ آج ولید بن مغیرہ نے فیصلہ سنانا ہے۔ بڑا عظیم مجمع تھا۔ اس نے نظر ڈال کر مجمع کو دیکھا، منہ بناتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی طرف پشت پھیری اور یہ فیصلہ سنایا کہ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ "نہیں ہے یہ قرآن مگر جادو جو نقل ہوتا چلا آرہا ہے۔ نہیں ہے یہ مگر انسان کا کلام۔ یہ خدا کا کلام نہیں ہے خود بنا کر لاتا ہے۔" اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ "عنقریب میں اس کو دوزخ میں ڈالوں گا نہ وہ کسی فرد کو چھوڑے گی اور نہ کسی کا عضو چھوڑے گی اور انسانوں کو جھلسا دینے والی ہے۔"

جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں :

اسی دوزخ کے متعلق فرمایا عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ مقرر ہیں اس دوزخ پر انیس فرشتے۔ان کے انچارج کا نام مالک علیہ السلام ہے۔اور جنت کے انچارج فرشتے کا نام رضوان ہے، علیہ السلام۔ان فرشتوں کا عہدہ بہت بلند ہے۔دوزخ کے انچارج کا نام قرآن پاک میں ہے سورۃ زخرف کے اندر۔اور جنت کے انچارج کا نام قرآن پاک میں نہیں ہے۔تم پہلے پڑھ اور سن چکے ہو کہ احادیث اور تفاسیر میں آتا ہے کہ دوزخ والے اکٹھے ہو کر دوزخ کے انچارج فرشتے مالک علیہ السلام کو کہیں گے يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ [زخرف:۷۷، پارہ:۲۴] "اے مالک! چاہیے کہ ہم پر فیصلہ کر دے آپ کا رب" ہمیں فنا کر دے ختم کر دے ہم عذاب برداشت نہیں کر سکتے۔مالک علیہ السلام کہیں گے تمھارے پاس پیغمبر نہیں آئے تھے، رب تعالیٰ نے کتابیں نازل نہیں کی تھیں، حق کی آواز پہنچانے والا تمھارے پاس کوئی نہیں آیا تھا؟ قَالُوْا بَلٰی کہیں گے پیغمبر بھی آئے تھے، کتابیں بھی نازل کی تھیں، حق کی بات سنانے والے بھی آئے تھے فَكَذَّبْنَا پس ہم نے ان کو جھٹلا دیا۔مالک علیہ السلام کہیں گے میں نے کوئی دعا نہیں کرنی، تمھاری طرف سے کوئی اپیل نہیں کرنی خود ہی دعا کرو وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ [مومن:۵۰، پارہ:۲۷] "اور نہیں ہے دعا کافروں کی مگر ناکامی میں۔" کافروں کی دعا موت کے لیے بھی قبول نہیں ہوگی۔تو فرمایا جہنم پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔رب تعالیٰ کا انتظام ہے۔انیس کی حقیقت تو رب تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔البتہ بعض حضرات نے حکمتیں بیان فرمائی ہیں۔

انیس فرشتوں کے تقرر کی حکمتیں :

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں تفسیر لکھی ہے(اب اس کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے۔)وہ تفسیر عزیزی میں ایک وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے حروف انیس ہیں اور قرآن کریم شروع ہوتا ہے بسم اللہ سے۔تو کافروں نے سارا قرآن تو درکنار بسم اللہ کے انیس حروف بھی نہیں مانے۔ تو ایک ایک حرف کے بدلہ میں ایک ایک فرشتہ ہوگا۔اور دوسری وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں اور دن رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔تو پانچ نمازوں کے لیے پانچ گھنٹے تصور کر لو اگر چہ نماز پر گھنٹہ نہیں لگتا مگر موٹا تخمینہ ہے۔تو باقی انیس گھنٹے بچتے ہیں۔تو ہر ہر گھنٹے کے بدلے ایک ایک فرشتہ وہاں ہوگا جو ان کی سزا کی نگرانی کرے گا۔

شاہ صاحب تیسری وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات دروازے ہیں لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ [حجر:۴۴] "اس کے سات دروازے ہیں۔"یعنی جہنم کے بڑے گیٹ سات ہیں۔اس کے ایک دروازے پر ایک فرشتہ ہوگا اور باقی چھ دروازوں پر تین تین ہوں گے۔تو اس طرح تعداد انیس ہوگئی۔اور ایک وجہ یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ آدمی کے ذمہ تین چیزیں ہیں۔ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب و عمل بالارکان "زبان سے اقرار کرنا اور دل سے تصدیق کرنا اور ارکان پر عمل کرنا۔"اور کافروں نے تینوں چیزوں کا انکار کیا۔نہ تصدیق کی، نہ اقرار کیا، نہ عمل کیا۔جہنم کے چھ طبقے کافروں کے لیے ہیں اور ایک طبقہ گناہ گار مومنوں کے لیے ہے۔جن کا عقیدہ تو صحیح ہوگا عملی کوتاہی کی وجہ سے جہنم میں جائیں گے اور سزا

بھگتنے کے بعد جنت میں چلے جائیں گے۔ تو اس طبقے پر ایک فرشتہ مقرر ہوگا اور کافروں، مشرکوں کے چھ طبقوں پر اٹھارہ فرشتے مقرر ہوں گے۔ ہر ہر طبقے پر تین تین۔

مومنوں کو اللہ تعالیٰ سزا پوری ہونے کے بعد جنت میں بھیج دے گا۔ ایک آدمی دوزخ میں رہ جائے گا۔ وہ دیکھے گا کہ میرے سوا کوئی بھی دوزخ میں نہیں ہے۔ بہت واویلا کرے گا عاجزی اور زاری کرے گا۔ کہے گا اے پروردگار! میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے تیرے گناہ زیادہ تھے۔ کہے گا پروردگار! مجھے دوزخ سے باہر نکال دے مجھے بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تجھے دوزخ سے باہر نکال دوں اور تو کچھ نہیں مانگے گا؟ کہے گا اے پروردگار! وعدہ کرتا ہوں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائیں گے اس کو دوزخ سے نکال دو اور منہ اس کا دوزخ کی طرف رکھو۔ بدنی تکلیف تو ختم ہو جائے گی مگر آگ کے شعلے دیکھنے سے ذہنی پریشانی میں مبتلا ہوگا۔ نامعلوم کتنی مدت اس طرح رہے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار! دوزخ کے شعلے دیکھنے سے پریشان ہوں مجھے اجازت دے دیں کہ میں دوزخ کی طرف پشت پھیر لوں کہ مجھے نظر نہ آئے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بڑا غدار ہے۔ تو نے تو وعدہ کیا تھا میں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ اب تم نے سوال شروع کر دیا ہے۔ کہے گا پروردگار! جہنم دیکھنے سے تکلیف ہوتی ہے اجازت دے دیں آپ کے خزانے میں کیا کمی آنی ہے مجھے سہولت ہو جائے گی۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے وعدہ کرتے ہو اور تو کچھ نہیں مانگو گے؟ کہے گا وعدہ کرتا ہوں اور کچھ نہیں مانگوں گا۔ رب تعالیٰ اجازت دے دیں گے کہ دوزخ کی طرف پشت پھیر لو۔ اب چہرہ جنت کی طرف ہو گیا۔

کچھ عرصہ خاموش رہے گا پھر کہے گا اے پروردگار! مجھے تھوڑا سا جنت کے قریب

کردے تاکہ میں قریب سے اس کا نظارہ کرسکوں۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے کہ تونے تو وعدہ کیا تھا کہ میں اور کچھ نہیں مانگوں گا پھر مانگنے لگ گئے ہو۔ کہے گا اے پروردگار! میں عاجز بندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اگر جنت کے قریب کردوں تو اور تو کچھ نہیں مانگے گا۔ کہے گا نہیں مانگوں گا۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے اچھا قریب ہو جاؤ۔ قریب ہو جائے گا تو فرمائیں گے اور تو کچھ نہیں مانگو گے۔ کہے گا کچھ نہیں مانگوں گا۔ کچھ عرصہ وہاں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کتنا عرصہ رہے گا۔ پھر کہے گا اے پروردگار! یہاں تک مجھے پہنچا دیا ہے اب مجھے جنت میں ہی داخل کردے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے بڑا وعدہ شکن ہے کسی جگہ ٹھہرتا ہی نہیں ہے۔ کہے گا اے پروردگار! میں عاجز مخلوق ہوں آپ خالق ہیں، پروردگار ہیں مجھے جنت میں داخل کردیں۔ پھر رب تعالیٰ اس کو جنت میں داخل کردیں گے اور فرمائیں گے تَمَنَّ آرزو کرو۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ جتنی دنیا ہے اس کے مثل اور تجھے دیتا ہوں۔ یہ ادنیٰ ترین جنتی کے بارے میں فرمائیں گے۔

آج ہم جنت کی فراخی اور وسعت کو نہیں سمجھ سکتے۔ اس کو تم اس طرح سمجھو کہ ماں کے پیٹ میں بچے کو کوئی سمجھائے کہ اتنی وسیع زمین ہے اتنا بلند آسمان ہے۔ جب تم پیدا ہو گئے تو دیکھو گے۔ وہ بچہ ماں کے پیٹ میں زمین کی وسعت کو اور آسمان کی بلندی کو نہیں سمجھ سکتا۔ پیدا ہونے کے بعد کچھ سوجھ بوجھ آئے گی آنکھیں کھولے گا پھر سمجھے گا کہ آسمان کتنا بلند ہے، زمین کتنی وسیع ہے؟ اس میں دریا ہیں، پہاڑ ہیں۔ اس جہان کو تم ماں کا پیٹ سمجھو۔ اگلے جہان کی وسعت ہماری سمجھ میں یہاں نہیں آسکتی۔ ہماری سمجھ سے بہت بالاتر ہے۔ ایک کھوکھلے موتی کا گنبد ساٹھ میل میں پھیلا ہوا ہوگا۔ یہاں لاہور ساٹھ میل نہیں ہے۔ یہ ایک بندے کا مکان ہوگا چاہے اس میں کبڈی کھیلے۔

تو شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ چھ دروازوں پر تین تین فرشتے مقرر ہوں گے اور ایک پر ایک ہوگا۔ اس طرح تعداد انیس ہوگی۔

ایک منہ پھٹ کافر تھا اُسید بن کلدہ۔ ابوالاسد اس کی کنیت تھی۔ بڑا بے لحاظ آدمی تھا۔ جب اس نے سنا کہ انیس فرشتے ہوں گے تو کہنے لگا سترہ کے ساتھ تو میں نمٹ لوں گا دو کو تم سنبھال لینا۔ اتنا وزنی تھا کہ اُونٹ کے چمڑے پر کھڑا ہو جاتا تھا لوگ کھینچ کر چمڑے کو زور لگا کر اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال نہیں سکتے تھے۔ چمڑا ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا وہ کھڑا رہتا تھا۔ اس کو اپنی قوت، بہادری اور پہلوانی پر فخر تھا۔

تو رب تعالیٰ فرماتے ہیں دوزخ پر انیس فرشتے مقرر ہیں وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اور نہیں بنائے ہم نے دوزخ کے نگران اِلَّا مَلٰٓئِكَةً مگر فرشتے۔ ان فرشتوں کو دوزخ میں کوئی تکلیف نہیں ہوگی وہ آگ میں چلیں پھریں گے نگرانی کریں گے۔ تکلیف انسانوں اور جنوں وغیرہ کو ہوگی وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اور نہیں بنائی ہم نے ان کی تعداد اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مگر آزمائش ان لوگوں کے لیے جو کافر ہیں۔ کافر کہتے ہیں کہ اتنی بڑی دوزخ میں صرف انیس فرشتے ہوں گے۔ بھائی! انیس تو انیس ہیں یہاں تو ملک کا ایک صدر سب کو پریشان کر کے رکھ دیتا ہے۔ سارے ملک کو آفت میں ڈال دیتا ہے۔ اور انیس اور وہ بھی فرشتے۔

فرمایا نہیں بنائی ہم نے یہ تعداد مگر آزمائش کافروں کے لیے لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ تاکہ یقین کرلیں وہ لوگ جن کو دی گئی ہے کتاب۔ پہلی کتابوں میں بھی اس کا ذکر تھا کہ انیس فرشتے وہاں کے بڑے انچارج ہوں گے وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا اور تاکہ زیادہ کرلیں وہ لوگ جو ایمان لائے ایمان کو۔ پہلی کتابوں میں بھی انیس

کا ذکر تھا اور قرآن کریم میں بھی انیس کا ذکر ہے جو دوزخ کے بڑے انچارج ہوں گے
وَّلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ اور نہ شک کریں وہ لوگ اُوْتُوا الْكِتٰبَ جن کو دی گئی ہے کتاب
وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور ایمان والے نہ شک کریں ان کو یقین ہے کہ جو رب تعالیٰ نے فرمایا ہے
وہ حق ہے۔

وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ اور تاکہ کہیں وہ لوگ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ جن کے دلوں
میں بیماری ہے منافقت کی وَّالْكٰفِرُوْنَ اور کافر کہیں مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا
کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ از روئے مثال کے کہ اتنی وسیع جہنم ہوگی اور
اس میں صرف انیس فرشتے نگران ہوں گے۔ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ تو پھر انیس ہیں
ملک کا ایک صدر سارے ملک کو آفت میں ڈال دیتا ہے۔ کسی ایک بات پر اڑ جائے تو وہ
لوگوں کو سانس نہیں لینے دیتا۔

فرمایا كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ اسی طرح بہکاتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے
اور بہکاتا اُسے ہی ہے جو کجی پر راضی ہوتے ہیں۔ سورۃ صف پارہ ۲۸ میں ہے فَلَمَّا
زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ "جب انھوں نے کجی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے ان کے دل
ٹیڑھے کر دیئے۔" جب وہ غلط راستے پر چل پڑے اور گمراہی کو اختیار کر لیا تو اللہ تعالیٰ
نے ان کو گمراہ کر دیا۔ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے۔ اور چاہتا
کس کے لیے ہے؟ سورۃ شوریٰ آیت نمبر ۱۳ پارہ ۲۵ میں ہے وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ
"اور ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے انسان کو اختیار
دیا ہے ایمان لانے کا اور کفر اختیار کرنے کا فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَكْفُرْ
[الکہف:۲۹] "پس جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے۔"

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی [النساء:۱۱۵] "پھر اس کو پھیر دیتے ہیں جس طرف کوئی جانا چاہتا ہے۔"
رب تعالیٰ زبردستی نہ کسی کو ہدایت دیتا ہے اور نہ گمراہ کرتا ہے۔ ہدایت اس کو ملے گی جو رجوع کرے گا۔ گمراہی پر اس کو پکا کیا جائے گا جو گمراہی کے راستے کو اختیار کرے گا۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ اور کوئی نہیں جانتا تیرے رب کے لشکروں کو مگر وہی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اَن گنت اور بے شمار فرشتے ہیں۔ ایک ایک آدمی کے ساتھ دن رات میں چوبیس چوبیس فرشتے ہوتے ہیں۔ چار فرشتے کراماً کاتبین ہیں۔ دو دن کے اور دو رات کے۔ اور دس فرشتے محافظ دن کے اور دس رات کے۔ سورۃ الرعد آیت نمبر ۱۱ پارہ ۱۳ میں ہے لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ "اس آدمی کے آگے بھی اور پیچھے بھی آنے والے ہیں حفاظت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دس فرشتے دن کو اور دس فرشتے رات کو بندے کی حفاظت کرنے کے لیے مقرر ہیں جب تک اس کی حفاظت منظور ہوتی ہے۔ مردوں کے ساتھ، عورتوں کے ساتھ، جنات کے ساتھ۔ پھر حدیث پاک میں آتا ہے کہ آسمانوں میں چار انگشت کے برابر ایسی جگہ نہیں ہے کہ جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ رب تعالیٰ کی عبادت کے لیے نہ کھڑا ہو۔ اس کا اندازہ لگاؤ کہ فرشتے کتنے ہوں گے کوئی شمار کر سکتا ہے؟

تو فرمایا آپ کے رب کے لشکروں کو صرف رب ہی جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا

وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ اور نہیں ہے وہ دوزخ مگر نصیحت لوگوں کے لیے۔ اب وقت ہے وہ سمجھ لیں کہ دوزخ کتنا سخت مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تمام مومنین

اور مومنات کو تمام مسلمین اور مسلمات کو سقر سے، دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے۔ امین
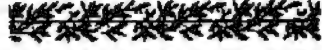
كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَالَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾
وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَن شَآءَ مِنكُمْ أَن يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحَٰبَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِى جَنَّٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَآئِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ الشَّٰفِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْءَاخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّآ إِنَّهُۥ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَن شَآءَ ذَكَرَهُۥ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّآ أَن يَشَآءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

كَلَّا خبردار وَالْقَمَرِ قسم ہے چاند کی وَالَّيْلِ اور رات کی
إِذْ أَدْبَرَ جب وہ رات پشت پھیر جائے وَالصُّبْحِ اور صبح کی قسم إِذَآ
أَسْفَرَ جب وہ روشن ہو جائے إِنَّهَا بے شک وہ لَإِحْدَى الْكُبَرِ
البتہ بڑی چیزوں میں سے ایک چیز ہے نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ڈرانے والی ہے
انسانوں کو لِمَن شَآءَ مِنكُمْ اس کے لیے جو چاہتا ہے تم میں سے أَن

يَتَقَدَّمَ کہ آگے بڑھے اَوْ يَتَأَخَّرَ یا پیچھے ہٹے كُلُّ نَفْسٍ ہر نفس

بِمَا كَسَبَتْ جو اس نے کمایا ہے اس کے بدلے میں رَهِينَةٌ گروی

رکھا ہوا ہے إِلَّا أَصْحٰبَ الْيَمِينِ مگر دائیں ہاتھ والے فِي جَنّٰتٍ

جنتوں میں ہوں گے يَتَسَاءَلُونَ پوچھیں گے عَنِ الْمُجْرِمِينَ

مجرموں سے مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ کون سی چیز تمھیں لائی ہے دوزخ میں

قَالُوا وہ کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے

وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ اور نہیں تھے ہم مسکینوں کو کھانا کھلاتے وَكُنَّا

اور ہم تھے نَخُوضُ شغل کرتے مَعَ الْخَائِضِينَ شغل کرنے

والوں کے ساتھ وَكُنَّا نُكَذِّبُ اور ہم جھٹلاتے تھے بِيَوْمِ الدِّينِ

بدلے کے دن کو حَتّٰى أَتٰنَا الْيَقِينُ یہاں تک کہ آئی ہمارے اُوپر موت

فَمَا تَنْفَعُهُمْ پس نہیں نفع دے گی ان کو شَفَاعَةُ الشّٰفِعِينَ سفارش

کرنے والوں کی سفارش فَمَا لَهُمْ پس ان کو کیا ہو گیا ہے عَنِ

التَّذْكِرَةِ نصیحت سے مُعْرِضِينَ اعراض کرتے ہیں كَأَنَّهُمْ

گویا کہ وہ حُمُرٌ گدھے ہیں مُّسْتَنْفِرَةٌ بھاگتے ہیں فَرَّتْ

مِنْ قَسْوَرَةٍ بھاگتے ہیں شیر سے بَلْ يُرِيدُ بلکہ ارادہ کرتا ہے كُلُّ

امْرِئٍ مِّنْهُمْ ان میں سے ہر آدمی أَنْ يُّؤْتٰى کہ دیئے جائیں اس کو

صُحُفًا صحیفے مُّنَشَّرَةً بکھرے ہوئے كَلَّا خبردار بَلْ لَّا

يَخَافُوْنَ بلکہ وہ نہیں ڈرتے الْاٰخِرَةَ آخرت سے كَلَّآ خبردار

اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن تَذْكِرَةٌ نصیحت ہے فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ

پس جو شخص چاہتا ہے اس سے نصیحت قبول کرلے وَمَا يَذْكُرُوْنَ اور وہ

نصیحت حاصل نہیں کرسکتے اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وہی ہے اہل تقویٰ وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ اور وہی ہے اہل

اس کا کہ اس سے بخشش مانگی جائے۔

• کل اور پرسوں کے سبق میں تم نے سَقَرُ کا لفظ پڑھا وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ "اے مخاطب! تجھے کس نے بتلایا سقر کیا چیز ہے۔" سقر جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں كَلَّا۔ یہ حرف تنبیہ ہے اس کا معنیٰ ہے خبردار، آگاہ ہوجاؤ وَالْقَمَرِ۔ واو قسمیہ ہے۔ معنیٰ ہوگا قسم ہے چاند کی وَالَّيْلِ اور قسم ہے رات کی اِذْ اَدْبَرَ جب وہ پشت پھیر جائے، چلی جائے وَالصُّبْحِ اور قسم ہے صبح کی اِذَآ اَسْفَرَ جب وہ روشن ہوجائے۔ چاند کی قسم ہے جب اُتر جائے، رات کی قسم ہے جب ختم ہوجائے، صبح کی قسم ہے جب روشن ہوجائے اِنَّهَا کی ضمیر سقر کی طرف لوٹ رہی ہے کہ بے شک وہ سقر لَاِحْدَى الْكُبَرِ۔ كُبَرْ جمع ہے كُبْرٰى کی۔ بڑی چیزوں میں سے ایک ہے۔ جس طرح ایک بڑی چیز ہے۔

چاند کی بڑائی: بلندی اور روشنی کو سارے سمجھتے ہیں اور دیکھتے ہیں۔ اور جس طرح رات ایک بڑی چیز ہے۔ رات کی تاریکی کو سارے سمجھتے ہیں۔ اور صبح کا روشن ہونا بھی بڑی چیز ہے۔ دن چڑھتا ہے سب اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور سارے سمجھتے ہیں کہ اب دن ہے۔ ان چیزوں کی قسم اُٹھا کر رب تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک وہ سقر بڑی

چیزوں میں سے ایک ہے نَذِیْرًا لِّلْبَشَرِ وہ سقر ڈراتی ہے انسانوں کو۔ ڈرانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بروقت اطلاع دی ہے کہ اگر تم نافرمانی کرو گے تو سقر میں جاؤ گے۔ ہم نے تمھیں بتلا دیا ہے اب تمھاری مرضی ہے لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اس کے لیے جو چاہتا ہے تم میں سے آگے بڑھے اَوْ يَتَاَخَّرَ یا پیچھے ہٹے۔ یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ ہم نے تمھیں خیر اور شر سے آگاہ کر دیا ہے اب تمھاری مرضی ہے خیر کی طرف، ایمان اور ہدایت کی طرف، جنت کی طرف، نیکی کی طرف، آگے بڑھتے ہو یا پیچھے ہٹتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمھیں اتنا اختیار دیا ہے۔ نیکی کرو یا بدی، کر سکتے ہو۔

ہر شخص اپنی کمائی میں گروی رکھا ہوا ہے :

كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ہر نفس اپنی کمائی میں گروی رکھا ہوا ہے۔ اگر نیک ہے تو نیکی کے سلسلے میں اور اگر بد ہے تو اس کو بُروں کے ٹولے میں شامل کیا جائے گا۔ جس نے جو کیا وہ اس کے سامنے آئے گا۔ آج دنیا میں ہم بہت سارے کام کر کے بھول جاتے ہیں قیامت والے دن سارے یاد آ جائیں گے يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۖۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ [آل عمران: ۳۰] "جس دن حاضر پائے گا اپنے سامنے ہر نفس جو کچھ اس نے عمل کیا ہے نیکی سے اور جو اس نے بُرائی کی ہے ہر چیز سامنے ہوگی" اور رب تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا [بنی اسرائیل: ۱۴] "آج اپنی کتاب، پرچہ، اعمال نامہ، خود پڑھ آج کے دن تیرا نفس کافی ہے تجھ پر محاسبہ کرنے والا۔" دنیا میں کوئی پڑھا ہوا ہے یا اَن پڑھ ہے محشر میں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ادراک وشعور عطا فرمائے گا۔ اور ہر آدمی اپنا اعمال نامہ خود پڑھے گا۔ جب دو تین صفحے پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے هَلْ ظَلَمَكَ كَتَبَتِيْ

"بتلاؤ کیا میرے فرشتوں نے زیادتی کی ہے۔" کوئی نیکی تو نے کی ہے اور انھوں نے نہ لکھی ہو یا کوئی بُرائی تم نے نہیں کی اور انھوں نے لکھ دی ہو۔ کہے گا نہیں پروردگار! جو کچھ میں نے کہا اور کیا ہے وہی لکھا ہے۔ پھر چند صفحے اور پڑھ لے گا تو اللہ تعالیٰ سوال کریں گے اے بندے! بتا تیرے ساتھ زیادتی تو نہیں ہوئی۔ بندہ اقرار کرے گا کہ نہیں کوئی زیادتی نہیں ہوئی یہ میری ہی کمائی ہے۔ اور ساتھ کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف:۴۹] "کیا ہے اس کتاب کو اس نے نہ کوئی چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی سب لکھی ہوئی ہے، ہر شے کو اس نے سنبھال رکھا ہے۔

تو فرمایا ہر آدمی اپنی کمائی کے بدلے میں رہن رکھا ہوا ہے اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ مگر دائیں ہاتھ والے جن کو اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ نہیں پکڑے جائیں گے نہ ان کو ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی، نہ بیڑیاں اور نہ طوق گلوں میں۔ باقیوں کو گرفتار کیا جائے گا اور زنجیروں میں جکڑا جائے گا۔ اصحاب الیمین محفوظ رہیں گے فِيْ جَنّٰتٍ وہ جنتوں میں ہوں گے يَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ پوچھیں گے مجرموں سے۔ جنت کا محل وقوع اُوپر ہے اور جہنم کا محل وقوع نیچے ہے۔ جنت والے دوزخ والوں کے ساتھ گفتگو کرسکیں گے اور دوزخ والے جنت والوں سے گفتگو کرسکیں گے۔ دوزخی جنتیوں کو میوے، پھل کھاتے دیکھیں گے تو کہیں گے اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ "بہادو ہمارے اُوپر تھوڑا سا پانی یا اس میں سے جو اللہ تعالیٰ نے تمھیں روزی دی ہے قَالُوْٓا جنتی کہیں گے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ [الاعراف:۵۰] بے شک اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔" ہم دینے کے مُجاز نہیں ہیں۔

دوزخیوں کے جرائم :

تو جنتی مجرموں سے پوچھیں گے مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ کون سی چیز تمھیں لائی ہے دوزخ میں تمھارا کیا جرم تھا؟ قَالُوا وہ مجرم کہیں گے لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

پہلا جرم یہ بتائیں گے کہ ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔ اس سے اندازہ لگاؤ کہ نماز کتنی اہم چیز ہے۔ کئی دفعہ سن چکے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے قیامت والے دن سب سے پہلا سوال نماز کے متعلق ہی ہوگا اوّل ما یحاسب العبدُ یومَ الْقِیٰمَۃِ الصَّلٰوۃ "پہلی وہ چیز جس کا بندے سے حساب ہوگا قیامت والے دن وہ نماز ہوگی۔" پہلا پرچہ ہی نماز کا ہوگا۔ تو مجرم کہیں گے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

دوسرا جرم: وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ اور ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔ صاحبِ حیثیت آدمی کے فریضہ میں یہ بات شامل ہے کہ از خود معلوم کرے عزیز رشتہ داروں میں، محلہ داروں میں، اپنے دیہات اور شہر میں کون ضرورت مند ہے، غریب ہے، مسکین ہے، تلاش کر کے ان کو زکوٰۃ دے، عشر دے۔ اگر مستحق ہیں تو فطرانہ، زکوٰۃ، عشر کے مال کے علاوہ میں بھی ان کا حق ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ فِي الْمَالِ حَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ "زکوٰۃ، عشر، فطرانہ کے علاوہ بھی مال میں دوسروں کا حق ہے۔" تو کہیں گے کہ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔

اور تیسرا جرم یہ بتلائیں گے کہ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ اور ہم تھے شغل کرتے شغل کرنے والوں کے ساتھ۔ جوا کھیلتے تھے، تاش کھیلتے تھے، لڈو کھیلتے تھے۔ اور کیا کیا کھیلیں ہیں ہمیں تو ان کے نام بھی نہیں آتے۔ یہ سب گناہ کی باتیں ہیں۔ اگر رب

تعالیٰ نے تمھیں فراغت دی ہے، وقت دیا ہے تو اس کو کھیل تماشوں میں کیوں ضائع کرتے ہو۔ اللہ اللہ کرو۔ وقت کو قیمتی بناؤ۔ مومن کا وقت بڑا قیمتی ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے مِنْ حُسْنِ الْاِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَالَا يَعْنِيْهِ اگر تم کسی مسلمان کی خوبی دیکھنا چاہتے ہو تو دیکھو لا یعنی کاموں میں تو نہیں لگا ہوا۔ دین کے جتنے کام ہیں وہ مقصود ہیں۔ اور دنیا کے جتنے جائز کام ہیں وہ مفید ہیں اور وہ بھی دین کا حصہ ہیں۔ اور ایسے کام جو نہ دین کے ہیں اور نہ دنیا کے ہیں نہ کسی کاروبار میں کام آئیں وہ گناہ ہیں۔

چوتھا جرم یہ بتلائیں گے وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور ہم جھٹلاتے تھے بدلے کے دن کو۔ کافر تو حساب کتاب کے دن کے منکر ہیں اور آج کل کے مسلمان برائے نام مانتے ہیں اس لیے کہ تیاری نہیں کرتے۔ یہ کیا ماننا ہوا جب تیاری نہیں کرنی۔ ایک آدمی سارا دن یہ کہتا رہے کہ روٹی بھوک کو ختم کرتی ہے، روٹی کے ساتھ بھوک ختم ہو جاتی ہے اور روٹی کھائے نہ تو کیا بھوک ختم ہو جائے گی۔ پیاسا آدمی سارا دن ورد کرتا رہے کہ پانی سے پیاس بجھ جاتی ہے، پانی کے ساتھ پیاس بجھ جاتی ہے اور پانی پیے نہ تو کیا اس طرح پیاس بجھ جائے گی۔ اگر کوئی آدمی زبان سے قیامت کو مانتا ہے اور اس کے لیے تیاری نہیں کرتا تو سمجھ لو کہ اس نے قیامت کو نہیں مانا۔

تو مجرم کہیں گے ہم بدلے کے دن کی تکذیب کرتے رہے حَتّٰى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ یہاں تک کہ ہم پر یقین آ گیا۔ موت کا ایک نام یقین بھی ہے۔ سورۃ الحجر کی آخری آیتِ کریمہ ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ "اے مخاطب اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تیرے پاس موت آ جائے۔" زندگی تو وہی ہے۔ اب ہے لمحے کے بعد نہیں ہے۔ صبح ہے شام کو نہیں ہے۔ آج ہے کل نہیں ہے۔ اور موت یقینی ہے۔

فرمایا فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ پس نہیں نفع دے گی ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش۔ سفارش ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی سفارش کریں گے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر سفارش کریں گے، شہید سفارش کریں گے، علماء بھی سفارش کریں گے، حافظ بھی سفارش کریں گے، عامۃ المومنین بھی سفارش کریں گے، چھوٹے بچے بھی سفارش کریں گے لیکن کافروں، مشرکوں کے لیے کوئی سفارش مفید نہیں ہو گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں اور کوئی نہیں ہے۔ گیارھویں پارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى [توبہ: ۱۱۳] "نہیں لائق نبی کے اور نہ ان لوگوں کے لیے جو مومن ہیں کہ وہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ ان کے قربت دار ہی کیوں نہ ہوں۔"

عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انداز میں سفارش کی کہ اس کے بدن پر اپنا لعاب مبارک ملا، اپنا کرتہ مبارک بہ طور کفن اس کو پہنایا پھر جنازہ بھی پڑھایا۔ لیکن رب تعالیٰ نے فرمایا اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ [توبہ: ۸۰] "آپ ان کے لیے ستر [۷۰] مرتبہ بھی استغفار کریں اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشے گا۔"

تو فرمایا ان کو کسی کی سفارش نفع نہیں دے گی۔ یہ سب کچھ سننے کے باوجود فَمَا لَهُمْ ان کو کیا ہو گیا ہے عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ اس نصیحت والی کتاب سے اعراض کرتے ہیں۔ تذکرہ سے مراد قرآن پاک ہے۔ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ۔ حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے۔ حمار کا معنیٰ ہے گدھا۔ گویا کہ یہ گدھے ہیں مُّسْتَنْفِرَةٌ بھاگنے والے

فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ بھاگتے ہیں شیر سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسورہ کا معنیٰ کرتے ہیں اَسَدٌ، شیر۔ مطلب یہ بنے گا کہ جیسے جنگلی گدھوں کے کان میں شیر کی آواز پڑے تو وہ بھاگتے ہیں یہ بھی قرآن کریم سے اسی طرح بھاگتے ہیں۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اس کا معنیٰ کرتے ہیں رُمَاۃ، تیر انداز۔ جنگلی گدھے چر رہے ہوں اور انہیں محسوس ہو کہ شکاری آگئے ہیں تو شکاریوں کی آہٹ سن کر گدھے بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ قرآن پاک سے بھاگتے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما قَسْوَرَۃ کا معنیٰ کرتے ہیں عُصبۃ الرِّجال، آدمیوں کی جماعت۔ جنگل میں شکاری اکیلے اکیلے نہیں جاتے کیوں کہ جنگل میں موذی جانور بھی ہوتے ہیں اس لیے وہ گروپ کی شکل میں جاتے ہیں۔ تو جب جنگلی گدھے شکاریوں کے گروپ کو دیکھتے ہیں تو بھاگ جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ بھاگتے ہیں گویا کہ یہ جنگلی گدھے ہیں۔

بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ بلکہ ارادہ کرتا ہے، چاہتا ہے ہر آدمی ان میں سے اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً کہ دیئے جائیں اُن کو صحیفے بکھرے ہوئے۔ قیامت والے دن کیا ملنے ہیں آج ہی ان کو پرچے مل جائیں کھلے ہوئے۔ جب ان کو محشر کے دن سے ڈرایا جاتا تھا تو کہتے تھے کل جو پرچے دینے ہیں آج ہی دے دو۔ مذاق اُڑاتے تھے۔ قَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ [ص: ۱۶، پارہ: ۲۳] " کہتے ہیں اے ہمارے رب جلدی کر دے ہمارے لیے ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے۔"

فرمایا كَلَّا خبردار بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ بلکہ وہ نہیں ڈرتے آخرت سے۔ آخرت پر یقین نہیں رکھتے اس لیے گناہوں پر جری ہیں كَلَّآ خبردار اِنَّهٗ بے شک یہ قرآن تَذْكِرَةٌ نصیحت ہے۔ یہ نری (سراسر) نصیحت کی کتاب ہے فَمَنْ

شَآءَ ذَکَرَہٗ پس جو شخص چاہے اس سے نصیحت قبول کرے۔ مرضی ہے جبر نہیں ہے۔ وَمَا یَذْکُرُوْنَ اور نہیں یہ لوگ نصیحت حاصل کر سکتے اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اللہ تعالیٰ کے چاہنے کے متعلق کئی دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ "پس جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے اپنی مرضی سے کفر اختیار کرے۔" بندہ ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ کی مشیت آئے گی۔ بندہ نہ مجبور ہے اور نہ مکمل طور پر خود مختار ہے۔ نیکی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق دے دیں گے، بدی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بدی کی توفیق دے دیں گے۔ خود زبردستی نصیحت حاصل نہیں کر سکتا۔ رب چاہے گا تو نصیحت حاصل کر سکے گا اور رب اسی کے بارے میں چاہتا ہے جو ہدایت کی طرف آئے۔

ھُوَ اَھْلُ التَّقْوٰی اللہ تعالیٰ اس بات کا اہل ہے کہ اس سے ڈرا جائے وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ اور اللہ تعالیٰ اہل اور مستحق ہے اس بات کا کہ اس سے بخشش مانگی جائے۔ اے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کر دے وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ [آل عمران: ۱۳۵] "اللہ تعالیٰ کے سوا گناہ کون معاف کر سکتا ہے۔" قرآن پاک کا یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس سے معافی مانگو۔ رب تعالیٰ ہمیں اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ [امین]

تفسیر

سُوْرَةُ الْقِيَامَةِ

(مکمل)

آیاتها ۴۰ — ۷۵ سُوْرَۃُ الْقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۱ — رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ۙ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ ﴿۲﴾ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ﴿۴﴾ بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ لِیَفْجُرَ اَمَامَہٗ ۚ﴿۵﴾ یَسْـَٔلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ کَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ ۣ الْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَہٗ ؕ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ ۚۖ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰہُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَہٗ ۚ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ ؕ﴿۱۹﴾

لَآ اُقْسِمُ میں قسم اُٹھاتا ہوں بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن کی

وَلَآ اُقْسِمُ اور میں قسم اُٹھاتا ہوں بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَۃِ اس نفس کی جو

ملامت کرنے والا ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو بَلٰی

کیوں نہیں قٰدِرِیْنَ ہم قادر ہیں عَلٰٓی اَنْ اس بات پر

نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ کہ ہم برابر کردیں اس کے پور پور بَلْ یُرِیْدُ الْاِنْسَانُ بلکہ ارادہ کرتا ہے انسان لِیَفْجُرَ اَمَامَهٗ تاکہ نافرمانی کرے اس کے سامنے یَسْئَلُ اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ سوال کرتا ہے کب ہوگا قیامت کا دن فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پس جب چندھیا جائیں گی آنکھیں وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور بے نور ہو جائے گا چاند وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اکٹھے کردیئے جائیں گے سورج اور چاند یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان یَوْمَئِذٍ اس دن اَیْنَ الْمَفَرُّ کہاں ہے بھاگنا کَلَّا خبردار لَا وَزَرَ کوئی جائے پناہ نہیں ہے اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ آپ کے رب کی طرف ہے اس دن ٹھہرنے کی جگہ یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ خبردار کیا جائے گا انسان کو یَوْمَئِذٍ اس دن بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ جو اس نے آگے بھیجا ہے اور جو پیچھے چھوڑا ہے بَلِ الْاِنْسَانُ بلکہ انسان عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ اپنے نفس پر بصیرت والا ہوگا وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ اور اگرچہ پیش کرے حیلے بہانے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ نہ حرکت دیں اس قرآن پاک کے ساتھ اپنی زبان کو لِتَعْجَلَ بِهٖ تاکہ آپ جلدی کریں اس کے بارے میں اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا وَقُرْاٰنَهٗ اور اس کا پڑھانا فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جب ہم پڑھیں اس کو (یعنی ہمارا فرشتہ) فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پس آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا

بَیَانَہٗ   پھر ہمارے ذمے ہے اس کا بیان کرنا۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام سورۃ القیامہ ہے۔ پہلی ہی آیت کریمہ میں قیامہ کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے تیس سورتیں نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا اکتیسواں نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور چالیس آیتیں ہیں۔ چونکہ اس کا نام قیامت ہے اس لیے اس سورت میں قیامت کا ذکر ہے، قیامت کے حالات ہیں۔

میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ ہر زبان کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں، ضابطے ہوتے ہیں۔ عربی کا ضابطہ ہے کہ قسم ہو یا لفظ قسم ہو اس سے پہلے لا کا لفظ آ جائے یا ما کا لفظ آ جائے تو یہ زایدہ ہوتے ہیں۔ ان کا معنیٰ نہیں ہوتا۔ لَآ اُقْسِمُ کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ میں قسم نہیں اٹھاتا۔ [illegible] (یہ زایدہ ہے)۔ اور لَآ اُقْسِمُ کا معنیٰ ہوگا میں قسم اُٹھاتا ہوں بِیَوْمِ الْقِیٰمَۃِ قیامت کے دن کی۔ اسی لیے بغیر اُستاذ کے کوئی قرآن نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی اُستاد کے بغیر کوئی حدیث سمجھ سکتا ہے۔ محض ترجمے سے بات نہیں بنتی۔ اسی واسطے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ کسی حدیث کا ترجمہ بغیر تشریح کے ہو تو اس حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ بعض حدیثیں منسوخ ہیں۔ ہاں! ثقہ عالم نے تشریح کی ہوگی تو وہ بتا دے گا کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔ عام آدمی تو نہیں سمجھ سکتا۔ وہ منسوخ حدیث پر عمل کرتا رہے گا۔

نفس کی تین اقسام :

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَآ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ میں قسم اُٹھاتا ہوں قیامت کے دن کی وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ اور قسم اُٹھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی۔

قرآن پاک میں تین طرح کے نفوس کا ذکر آیا ہے۔

❀ ایک نفس اَمّارہ ہے جس کا ذکر تیرھویں پارے کی پہلی آیت کریمہ میں ہے وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ نفس امارہ ہر وقت برُائی کا حکم دیتا ہے، بُرائی پر آمادہ کرتا ہے۔ یہ سب سے بُرا نفس ہے۔

❀ دوسرا لَوّامہ ہے۔ اس سے گناہ ہو جائے تو اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ تو نے بُرا کام کیا ہے۔ کیوں کہ یہ گناہ کو گناہ سمجھتا ہے۔ اور جو گناہ کو گناہ سمجھے اس کو کسی نہ کسی وقت توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اگر گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھے گا تو توبہ کیوں کرے گا۔ تو نفس لَوّامہ اُسے کہتے ہیں جو گناہ کرنے کے بعد اپنے آپ کو ملامت کرے۔

❀ تیسرا نفس مُطمئِنّہ ہے۔ جس کا ذکر تیسویں پارے میں آتا ہے يٰۤاَيَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ۞ اللہ تعالیٰ نے جو عقائد بیان فرمائے ہیں ان پر اس کا یقین بھی ہے اور اطمینان بھی ہے اور جو اعمال، اخلاق اور معاملات بتائے ہیں سب پر مطمئن ہے۔ اس کو ان کے متعلق کوئی شک اور تردد نہیں ہے۔ یہ نفس مُطمئِنّہ سب سے اچھا ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے نفس لوّامہ کی قسم اُٹھائی ہے۔ جوابِ قسم محذوف ہے لَتُبۡعَثُنَّ۔ جملہ یوں بنے گا کہ میں قسم اُٹھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم اُٹھاتا ہوں نفس لوامہ کی تم ضرور کھڑے کیے جاؤ گے قیامت والے دن۔ اَيَحۡسَبُ الۡاِنۡسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان۔ کافر انسان، نافرمان انسان کیا خیال کرتا ہے اَلَّنۡ نَّجۡمَعَ

عِظَامَهٗ کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو۔ کافر یہ کہتے تھے کہ قیامت نہیں آئے گی۔

ایک موقع پر ابوجہل کہیں سے پرانی کھوپڑی اُٹھا کر لایا۔ مجمع موجود تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر کہنے لگا ذرا اس کو ہاتھ لگاؤ۔ ہاتھ لگانے سے وہ ریزہ ریزہ ہونا شروع ہوگئی۔ قہقہہ لگا کر کہنے لگا مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ [سورۃ یٰسین] "ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔" مشرکین مکہ کا نظریہ تھا کہ ان میں دوبارہ جان نہیں آسکتی۔

تو فرمایا کیا خیال کرتا ہے انسان کہ ہم ہرگز نہیں جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو بَلٰى کیوں نہیں جمع کریں گے قٰدِرِيْنَ ہم قادر ہیں عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ اس بات پر کہ ہم برابر کردیں اس کے پور پور کو۔ بَنَانَ جمع ہے بَنَانَةٌ کی۔ انگلیوں کی پوروں کو کہتے ہیں۔ چھوٹی چیز کا بنانا بہ نسبت بڑی چیز کے مشکل ہوتا ہے۔ تو فرمایا ہم قادر ہیں کہ اس کی پوروں کو برابر کردیں۔ درست کردیں اس کے پورے پورے کو بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ بلکہ ارادہ کرتا ہے انسانِ کافر لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ تاکہ نافرمانی کرے اس کے سامنے۔

لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ کی تین تفسیریں :

مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تین تفسیریں کی ہیں۔

☆ ایک یہ کہ یفجر کا معنیٰ جھوٹ بھی آتا ہے۔ تو اس معنیٰ کے اعتبار سے مطلب یہ بنے گا کہ بلکہ انسان ارادہ کرتا ہے کہ جھٹلا دے آگے آنے والی کو یعنی قیامت کو۔ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ اے لِيُكَذِّبَ اَمَامَهٗ۔

☆ دوسری تفسیر یہ کہ فجور کا معنیٰ نافرمانی کرنا۔ اور ہ ضمیر راجع ہے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ معنیٰ بنے گا بلکہ ارادہ کرتا ہے انسان کہ نافرمانی کرے اللہ تعالیٰ کے سامنے۔ کہ میں گناہ ہی کرتا جاؤں۔ نافرمان انسان گناہ میں بڑھتا رہتا ہے۔

☆ تیسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ بلکہ انسان ارادہ کرتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں نافرمانی کرتا رہے۔ جب کہ ضمیر انسان کی طرف لوٹائی جائے کہ انسان کے آگے جو باقی زندگی ہے اس میں نافرمانی کرتا رہے۔ یہ فاسق فاجر انسان کی علامت ہے۔ اور مومن کی علامت یہ ہے کہ اس کا ہر آنے والا دن پہلے سے اچھا ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آج اگر کسی نیکی میں کوتاہی ہوئی ہے تو کل نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کل گزشتہ میں مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو آج نہیں ہونا چاہیے۔ روز بہ روز اس کی نیکی میں ترقی ہوتی ہے اور نافرمان روز بہ روز برے منصوبے بناتا ہے اور اس کا ذہن بدی کی طرف جاتا ہے۔

وقوعِ قیامت کا بیان :

یَسْئَلُ وہ پوچھتا ہے اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَةِ کب ہوگا قیامت کا دن۔ استہزاء کرتا ہے کہ تم نے قیامت کب برپا کرنی ہے بتلاؤ تو سہی۔ فرمایا فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پس جب چندھیا جائیں گی آنکھیں۔ بَرِقَ کا معنیٰ حیران رہ جانا، آنکھ کا کھلی کی کھلی رہ جانا۔ جب قیامت قائم ہوگی، پہاڑ اُڑیں گے، زمین ہموار ہو جائے گی، آسمان کو سمیٹ دیا جائے گا، ستارے گر پڑیں گے۔ ان چیزوں کو دیکھ کر انسان حیران ہو جائے گا اور جب انسان حیران ہوتا ہے تو آنکھیں بند نہیں ہوتیں دیکھتا رہ جاتا ہے وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔ چاند گرہن ہو جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔ سورج کو گرہن لگ جائے تو دن رات بن جاتا ہے۔ تو چاند سے روشنی سلب کر لی جائے گی

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ اور اکٹھے کر دیئے جائیں گے سورج اور چاند بے نوری کی حالت میں۔ اور یہ معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا۔ سورج کے طلوع ہونے کا وقت ہوگا لیکن مشرق سے طلوع نہیں ہوگا۔ لوگ حیران ہوں گے کہ مطلع صاف ہے کوئی بادل، دُھند وغیرہ نہیں ہے اور سورج کے چڑھنے کی کوئی نشانی نظر نہیں آرہی۔ اسی حالت میں سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا۔ چاند بھی وہیں ہوگا۔ دونوں اکٹھے ہو جائیں گے۔ آدھے آسمان تک آنے کے بعد پھر روٹین (معمول) کے مطابق چل پڑے گا اور جس دن سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہوگا اسی دن دابۃ الارض نکلے گا۔ سورۃ النمل آیت نمبر ۸۲ پارہ ۲۰ میں ہے اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ "نکالیں گے ہم ان کے لیے جانور زمین سے۔" بیل کی شکل کا ایک جانور زمین سے نکلے گا لوگوں سے گفتگو کرے گا۔

معالم التنزیل وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ صفا پہاڑی کی چٹان پھٹے گی۔ اس سے بیل کی شکل کا ایک جانور نکلے گا اور گفتگو کرے گا۔ اور لوگ اس کی گفتگو سنیں گے، سمجھیں گے اور اس کی باتوں پر یقین کریں گے اور مانیں گے۔ یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ انسان حیوانیت کی صفت پر پہنچ گئے ہیں۔ شکلیں اگرچہ انسانوں والی ہیں کہ یہ انسانوں کی باتیں نہ مانتے تھے اور نہ یقین کرتے تھے اور اب حیوان کی باتیں مان کر یقین کر رہے ہیں۔

اَلْجِنْسُ يَمِيْلُ اِلَى الْجِنْسِ

"جنس جنس کی طرف مائل ہوتی ہے۔"

اپنی جنس کی بات جلدی قبول کرتی ہے۔

مثنوی شریف کی ایک حکایت :

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے اکابر میں سے گزرے ہیں۔ اُنھوں نے مثنوی شریف میں حکایات اور مثالوں کے ذریعے لوگوں کی بڑی اصلاح کی ہے۔ مثنوی شریف میں ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک کاشت کار نے دانے خشک کرنے کے لیے مکان کی چھت پر ڈال دیئے۔ کبھی بیوی جا کر ان میں پاؤں مار کر ہلاتی اور کبھی خود جاتا۔ بیوی اُوپر گئی اور اس کے پاس شیر خوار بچہ تھا۔ وہ گھسٹتے گھسٹتے پرنالے کے قریب چلا گیا۔ پرنالا تو پانی کے لیے ہوتا ہے۔ وہ کتنا وزن برداشت کر سکتا ہے۔ خطرہ ہوا کہ اگر بچہ پرنالے میں آگے چلا گیا تو پرنالا گر جائے گا اور بچہ زمین پر گرے گا۔ اس کو بلاتے ہیں تو وہ آگے گھسٹتا ہے۔ بیوی نے خاوند کو آواز دی کہ بچہ گیا کہ پرنالے پر چلا گیا ہے۔ اگر تھوڑا سا آگے ہوا تو گر جائے گا۔ کسی سمجھ دار نے ان سے کہا کہ اس عمر کا بچہ لا کر سامنے بٹھا دو۔ یہ بچہ اس کو دیکھ کر واپس آجائے گا۔ وہ اس عمر کا بچہ لائے اور اس کے سامنے لا کر بٹھایا تو وہ بچہ پرنالے سے نکل کر اس بچے کے پاس آگیا۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

زاں بود جنس بشر پیغمبراں

"اسی لیے پیغمبر بشر ہوتے ہیں کہ جنس جنس سے فائدہ اُٹھاتی ہے۔" جنس کو جنس کے ساتھ پیار ہوتا ہے۔

تو اس وقت انسان حیوان صفت ہو جائیں گے۔ اور جس دن سورج مغرب سے طلوع کرے گا اور دابۃ الارض خروج کرے گا اس دن توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اب اگر کوئی ایمان لائے گا تو وہ معتبر نہیں ہوگا اور جو نیکی پہلے نہیں کی اب نیکی کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ یہ قرآن کریم اور احادیث سے ثابت ہے۔ (سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۵۸

دیکھیں۔مرتب) سورج مغرب سے طلوع ہو کر نصف النہار تک آئے گا۔ پھر حکم ہو گا معمول کے مطابق چل اور اپنی لپیٹ نکال لے۔اس کے بعد ایک سو بیس سال تک دنیا رہے گی۔پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام بگل پھونک دیں گے اور قیامت برپا ہو جائے گی۔

تو فرمایا جمع کر دیا جائے گا سورج اور چاند کو یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ اور کہے گا انسان یَوْمَىِٕذٍ اس دن اَیْنَ الْمَفَرُّ ۔مفر مصدر میمی ہے۔اس کا معنیٰ ہے بھاگنا۔معنیٰ ہو گا کہاں ہے بھاگنا۔ جب تکلیفیں سامنے آئیں گی تو کہیں گے کہاں بھاگیں؟ كَلَّا خبردار لَا وَزَرَ کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔نہ کوئی ماویٰ نہ کوئی ملجا۔اے انسان! کوئی چھٹکارے کی جگہ نہیں ہوگی اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَىِٕذِ الْمُسْتَقَرُّ آپ کے رب کی طرف ہے مستقر۔بعض اس کو ظرف کا صیغہ بناتے ہیں۔اس وقت معنیٰ ہو گا ٹھہرنے کی جگہ۔اور بعض مصدر کا معنیٰ کرتے ہیں۔پھر معنیٰ ہو گا ٹھہرنا یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ خبردار کیا جائے گا انسان کو بتایا جائے گا یَوْمَىِٕذٍ اس دن بِمَا قَدَّمَ جو اس نے آگے بھیجا ہے وَاَخَّرَ اور جو اس نے پیچھے چھوڑا ہے۔ پیچھے نیک اولاد چھوڑی ہے، مسجد مدرسہ بنایا ہے، نیک کام کیے ہیں تو ان سے اس کو فائدہ پہنچے گا۔ بری اولاد چھوڑی ہے، سینما بنایا ہے، شراب خانہ کھولا ہے تو اس کا وبال اس پر پڑے گا۔ ہر شے کا بدلہ ہو گا۔ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ بلکہ انسان اپنے نفس پر بصیرت والا ہو گا، اپنے اعمال سے باخبر ہو گا وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ۔مَعَاذِیْرَ مَعْذِرَةٌ کی جمع ہے۔معنیٰ ہو گا اور اگرچہ پیش کرے عذر، حیلے بہانے۔کبھی کہے گا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا [سورة المومنون] "اے ہمارے پروردگار! ہم پر بدبختی غالب آ گئی ہمیں معاف کر دے۔" اور کبھی کہیں گے رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا [الاحزاب:۶۷، پارہ:۲۲] "اے ہمارے

پروردگار! ہم نے اطاعت کی اپنے سرداروں کی اور اپنے بروں کی انھوں نے ہمیں گمراہ کر دیا سیدھے راستے سے رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا﴿۶۸﴾ اے ہمارے پروردگار ان کو دگنا عذاب دے اور ان پر لعنت بھیج بہت بڑی۔" اور کبھی کچھ کہیں گے اور کبھی کچھ کہیں گے لیکن معلوم سب کچھ ہوگا کہ میں کیا کر کے آیا ہوں۔

شانِ نزول :

آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم قیامت والے دن ہڈیوں کو جمع کریں گے اسی طرح ہم نے دنیا میں قرآن کو جمع کیا ہے۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے تھے۔ وہ پڑھتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ پڑھتے جاتے تھے کہ کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ اپنی یاد کے لیے ساتھ ساتھ پڑھتے تھے۔ اور یہ قرآن پاک کے آداب کے خلاف ہے کہ قرآن کریم پڑھا جائے اور سننے والا ساتھ پڑھے۔ اسی لیے قرآن پاک میں رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ [الاعراف:۲۰۴] "اور جب قرآن کریم پڑھا جائے پس کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول ہی نماز ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ یہ قرآن کا فیصلہ ہے۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آہستہ آہستہ ساتھ ساتھ زبان کو حرکت دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ نہ حرکت دیں قرآن پاک کے ساتھ اپنی زبان کو لِتَعْجَلَ بِهٖ تاکہ آپ جلدی کریں اس کے بارے میں، ایسا نہ کریں اِنَّ عَلَيْنَا

جَمْعَهٗ بے شک ہمارے ذمے ہے اس کا جمع کرنا وَقُرْاٰنَهٗ اور اس کا پڑھا دینا۔
یعنی جب جبرئیل علیہ السلام پڑھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے میں جمع کرنا اور پڑھا دینا ہمارے ذمے ہے فَاِذَا قَرَاْنٰهُ پس جس وقت ہم اس کو پڑھ لیں یعنی ہمارا فرشتہ پڑھ لے فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ پس آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی۔ ساتھ ساتھ نہیں پڑھنا۔ بخاری شریف میں روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت خاموشی کے ساتھ سنتے تھے زبان کو حرکت نہیں دیتے تھے۔

تو فرمایا جب ہم پڑھ چکیں تو پھر آپ پیروی کریں اس کے پڑھنے کی ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ پھر ہمارے ذمے ہے قرآن کا بیان کرنا۔ اس کا جمع کرنا بھی ہمارے ذمے، اس کا بیان کرنا بھی ہمارے ذمے، اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمے۔ آپ اس کی پیروی کریں ساتھ ساتھ پڑھنا قرآن کے آداب کے خلاف ہے۔

كَلَّا بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ ﴿٢١﴾ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾ كَلَّا إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿٢٦﴾ وَقِيلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿٢٧﴾ وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿٢٨﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿٢٩﴾ إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقُ ﴿٣٠﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾

كَلَّا خبردار بَلْ تُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کی زندگی کو وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ اور چھوڑتے ہو آخرت کو وُجُوهٌ کچھ چہرے يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اس دن تر و تازہ ہوں گے إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے وَوُجُوهٌ اور کئی چہرے يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ اُس دن اُداس ہوں گے تَظُنُّ یقین کریں گے أَنْ يُفْعَلَ بِهَا کارروائی کی جائے گی ان کے ساتھ فَاقِرَةٌ کمر توڑ كَلَّا خبردار إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ جب روح پہنچ جاتی ہے ہنسلی کی ہڈی تک وَقِيلَ اور کہا جاتا ہے مَنْ کون ہے رَاقٍ دم کرنے والا

وَّظَنَّ اور وہ یقین کر لیتا ہے اَنَّہُ الْفِرَاقُ کہ بے شک جدائی کا وقت ہے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اور چمٹ جاتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ آپ کے رب کی طرف اُس دن چلنا ہے فَلَا صَدَّقَ پس نہ تصدیق کی اس نے وَلَا صَلّٰی اور نہ نماز پڑھی وَلٰکِنْ کَذَّبَ لیکن اس نے جھٹلایا وَتَوَلّٰی اور اعراض کیا ثُمَّ ذَھَبَ پھر چلا اِلٰٓی اَھْلِہٖ اپنے گھر والوں کی طرف یَتَمَطّٰی اکڑتا ہوا اَوْلٰی لَكَ ہلاکت ہے تیرے لیے فَاَوْلٰی پھر ہلاکت ہے ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ پھر ہلاکت ہے تیرے لیے فَاَوْلٰی پھر ہلاکت ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا خیال کرتا ہے انسان اَنْ یُّتْرَكَ کہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا سُدًی بے کار اَلَمْ یَكُ نُطْفَۃً کیا نہیں تھا نطفہ مِّنْ مَّنِیٍّ منی کا یُّمْنٰی جو رحم میں ٹپکایا جاتا ہے ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً پھر تھا خون کا لوتھڑا فَخَلَقَ پس اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا فَسَوّٰی پس درست کیا فَجَعَلَ مِنْہُ پس بنائے اس سے الزَّوْجَیْنِ جوڑے الذَّکَرَ مذکر وَالْاُنْثٰی اور مونث اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ کیا نہیں ہے وہ پروردگار قادر عَلٰٓی اَنْ اس بات پر یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی کہ زندہ کرے مردوں کو۔

قیامت کا ذکر:

اس سورت کی ابتدا میں بھی قیامت کا ذکر تھا۔ اب بھی اسی کا ذکر ہے۔ لفظ کَلَّا

قرآن کریم میں کبھی تو تنبیہ کے لیے آتا ہے، خبردار! اور اس مقام پر تنبیہ کے لیے ہے۔ اور کبھی ہرگز نہیں! کے معنیٰ میں آتا ہے۔ اور کبھی حقًّا کے معنیٰ میں آتا ہے، پکی بات ہے۔ اس مقام پر تنبیہ کے لیے آیا ہے۔ کَلَّا خبردار۔ اور بعض مفسرین حقًّا کا معنیٰ بھی کرتے ہیں کہ سچی بات ہے بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم محبت کرتے ہو دنیا کی زندگی سے۔ عاجلہ، بہت جلد ختم ہونے والی کو تم پسند کرتے ہو وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ اور چھوڑتے ہو آخرت کو۔ آج جتنی محنت دنیا کے لیے ہے اس کا دسواں حصہ بھی آخرت کے لیے نہیں ہے۔ جو قیامت حشر کے منکر ہیں ان کی بات نہیں کر رہا، ان کو چھوڑ دیں۔ جو قیامت کو تسلیم کرتے ہیں وہ آخرت کے لیے کتنا کام کر رہے ہیں۔ عیاں راچہ بیاں۔ جو شے بڑی واضح ہو اس کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چوبیس گھنٹوں میں دنیا کے لیے کتنا کام کرتے ہیں اور آخرت کے لیے کرتے ہیں؟ الا ماشاءاللہ! کوئی ہزار میں سے ایک دو آدمی نکل آئیں تو کوئی بعید نہیں ہے۔

روزِ قیامت رؤیتِ باری تعالیٰ :-

تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بلکہ تم پسند کرتے ہو دنیا کو اور چھوڑتے ہو آخرت کو وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ کچھ چہرے قیامت والے دن تروتازہ ہوں گے، ہشاش بشاش ہوں گے۔ ان کے چہروں پر بڑی رونق ہوگی اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے، رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ قیامت والے دن میدانِ محشر میں، جنت میں مومنوں کو اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اور احادیث میں آتا ہے کہ مومن جب دیدار کرنے کے بعد گھروں کو واپس لوٹیں گے تو گھر والے کہیں گے جب تم گئے تھے تو اتنے خوب صورت نہیں تھے جتنے اب خوب صورت ہو۔ وہ کہیں گے

کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا ہے اس کی برکت سے ہمارا حسن بڑھ گیا ہے۔
حدیث پاک میں آتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا حضرت! یہ ارشاد فرمائیں هَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ "کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے قیامت والے دن؟" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ "تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جس طرح سورج اور چاند کو دیکھتے ہو۔" چودھویں رات کا چاند ہو، دھند اور بادل بھی نہ ہو تو چاند نظر آتا ہے کہ نہیں۔ دوپہر کا وقت ہو سورج سر پر ہو، دھند، بادل بھی نہ ہو تو سورج نظر آتا ہے کہ نہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! نظر آتا ہے۔ فرمایا سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ "اسی طرح تم ضرور دیکھو گے اپنے رب کو۔" یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔

تو رب تعالیٰ کا دیدار قرآن سے بھی ثابت ہے اور حدیث سے بھی ثابت ہے۔ اور اس پر امتِ مسلمہ کا اجماع اور اتفاق ہے سب طبقات کا۔ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، مقلد، غیر مقلد۔ سب اس پر متفق ہیں کہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔

ایک فرقہ ہے معتزلہ۔ وہ منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ رب کا دیدار نہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے۔ کافی دیر گفتگو ہوتی رہی۔ موسیٰ علیہ السلام نے آرزو کی دیدار کی اور کہا رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ "اے پروردگار! دِکھا تو مجھ کو تاکہ میں دیکھوں آپ کی طرف۔" قَالَ لَنْ تَرٰىنِیْ [الاعراف: ۱۴۳] اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا مجھے۔" میں اپنی تجلی اس پہاڑ پر ڈالوں گا اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر ٹکا رہا تو فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ "پھر آپ مجھے دیکھ سکیں گے۔" حدیث پاک میں آتا ہے کہ ہاتھ کی جو چھوٹی انگلی ہے عربی میں اس کو خنصر کہتے

ہیں، اس کے نصف پور کے برابر اپنے نور کی تجلی پہاڑ پر ڈالی پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جس وقت ہوش آیا تو کہا پروردگار! تیری ذات پاک ہے میں نے بے جا سوال کیا تُبْتُ اِلَیْكَ "میں توبہ کرتا ہوں آپ کے سامنے۔"

معتزلہ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہیں ہوا تو اور کس کو ہو سکتا ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا باطل ہے۔ کیوں کہ دنیا کے احکام اور ہیں اور آخرت کے احکام اور ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ دنیا کا ہے۔ آخرت میں دیدار ہوگا۔ یہ قرآن پاک کی آیات تمھارے سامنے ہیں ان میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں ہے وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ کتنے چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ اور اُوپر سے ذکر بھی قیامت کا چلا آرہا ہے۔ تو یہ دیکھنا قیامت والے دن کا ہے اور نفی دنیا میں دیکھنے کی ہے۔ آخرت کی باتیں تو ہمیں دنیا میں سمجھ نہیں آسکتیں۔ بھلا یہ کس کی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جنت میں درخت طوبیٰ ہے اتنا بڑا کہ بندہ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر ایک کنارے سے چلے سو سال تک دوسرے کنارے تک نہ پہنچ سکے گا۔ دنیا میں کوئی ایسا درخت ہے؟ دنیا میں دودھ کی نہر کہیں ملتی ہے؟ جنت میں دودھ کی نہریں بھی ہوں گی۔ جنت میں چاہے کتنا بلند درخت ہو بندہ خیال کرے گا کہ اس کی چوٹی پر جو پھل ہے وہ میں نے کھانا ہے۔ آناً فاناً وہ ٹہنی جھک کر اس کے سامنے آجائے گی۔

اور کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ دوزخ کی آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر گنا تیز بھی ہو اور اس میں سانپ بچھو بھی ہوں، درخت بھی ہوں۔ بھئی! دنیا میں نہ جنت کی باتیں سمجھ آسکتی ہیں نہ دوزخ کی۔ بس ماننا ہے۔

تو موسیٰ علیہ السلام والی آیات سے آخرت کے دیدار کی نفی کرنا کمزور بات ہے۔

خصوصاً جب دیدار والی آیات بھی موجود ہوں اور احادیث بھی موجود ہوں اور اجماع امت بھی ہو تو پھر انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ دنیا کے معاملات اور ہیں اور آخرت کے معاملات اور ہیں۔

فرمایا وَوُجُوْهٌ اور کچھ چہرے یَوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ اُس دن اُداس ہوں گے، پریشان ہوں گے، بُری شکلیں بنی ہوں گی تَظُنُّ وہ یقین کرلیں گے اَنْ یُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ کہ ان کے ساتھ کمر توڑ کارروائی کی جائے گی۔ فِقَارُ الظَّهْرِ ریڑھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ اور ریڑھ کی ہڈی کے ہر ہر مہرے کو فِقْرَہ کہتے ہیں اور سب کو فِقار کہتے ہیں۔ اور ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ جائے تو آدمی بے کار ہو جاتا ہے۔ ساری ہڈی تو درکنار ایک مہرے میں بھی گڑبڑ ہو جائے تو آدمی کام کا نہیں رہتا۔

تو مجرموں کو یقین ہو جائے گا کہ ان کے ساتھ کمر توڑ کارروائی کی جائے گی كَلَّآ خبردار اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ۔ تَرَاقِي تَرْقُوَةٌ کی جمع ہے بمعنٰی ہنسلی کی ہڈی (حضرت نے اشارہ کر کے بتلایا کہ) جب جان پاؤں کی طرف سے نکلتے نکلتے ہنسلی کی ہڈی تک پہنچ جاتی ہے۔ گھر والے بھی دیکھ رہے ہوتے ہیں، ڈاکٹر حکیم بھی وَقِيْلَ اور کہا جاتا ہے مَنْ کون ہے رَاقٍ دم کرنے والا جو اس کو دم کرے اور اس کی جان نہ نکلے۔ ڈاکٹر، حکیم تو ناکام ہو چکے ہیں کوئی دم جھاڑ کرنے والا ہی اسے بچالے۔ مگر کون بچا سکتا ہے؟ یا ایسا بھی ہوتا ہے کہ جان نکلنے کے وقت مرنے والے کو تکلیف ہوتی ہے گھر والے برداشت نہیں کر سکتے تو دعا کرو اس کا سانس آسانی سے نکل جائے، رب اس کا سانس آسانی سے نکال دے۔ اس کے لیے زندگی کی دعا کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور موت کے لیے دعا کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔

تو فرمایا کہا جاتا ہے، ہے کوئی دم کرنے والا وَّظَنَّ اور مرنے والا یقین کر لیتا ہے اَنَّهُ الْفِرَاقُ کہ بے شک جدائی کا وقت ہے وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ اور چمٹ جاتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ۔ بعض آدمیوں کی جان بڑی سختی کے ساتھ نکلتی ہے پنڈلی پنڈلی کے ساتھ جڑ جاتی ہے اور وہ اکڑا پڑا ہوتا ہے۔ اے بندے کیا کرتے ہو اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ آپ کے رب کی طرف اس دن جانا ہے۔ ساق یسوق کا معنی ہے چلنا اور مساق مصدر ہے۔ آج چلنا ہے۔ فَلَا صَدَّقَ پس نہ اس نے تصدیق کی توحید کی، رسالت کی، قیامت کی، قرآن کی، حق کو تسلیم نہیں کیا وَلَا صَلّٰى اور نہ نماز پڑھی وَلٰكِنْ كَذَّبَ لیکن اس نے حق کو جھٹلایا وَتَوَلّٰى اور نیک کاموں سے اعراض کیا، پشت پھیری ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ پھر چلا اپنے گھر والوں کی طرف يَتَمَطّٰى اکڑتا ہوا اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ہلاکت ہے تیرے لیے پھر ہلاکت ہے ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى پھر ہلاکت ہے تیرے لیے پس ہلاکت ہے۔

جیسی کرنی ویسی بھرنی :

بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ ابو جہل تھا۔ بعض کے نزدیک عقبہ بن ابی مَعیط تھا اور بعض نے کہا ہے کہ ولید بن مغیرہ تھا۔ بعض نے عاص بن وائل کا نام لیا ہے۔ یہ جس وقت غریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملتے تھے تو کسی کی پٹائی کر دیتے، کسی کو گالیاں دیتے، کسی کو طعنے دیتے۔ پھر گھر جا کر بڑکیں مارتے کہ آج میں فلاں کی مرمت کر آیا ہوں، آج میں یہ کر آیا ہوں، آج میں یہ کر آیا ہوں۔ اے نافرمان انسان! آج مظلوموں، کمزوروں پر ظلم و زیادتی کرنے والے کل تجھے پتا چلے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ یہ ساری باتیں تیرے سامنے آئیں گی۔ سورۂ زلزال میں ہے فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَ

مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ﴿۸﴾ "پس جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کرے گا اس کو دیکھ لے گا۔"

محشر والے دن ایسی چیزیں سامنے آئیں گی کہ بندہ کہے گا میں تو ان کو گناہ ہی نہیں سمجھتا تھا۔ مثلاً: مسجد سے نکلتے ہوئے سیڑھیوں پر تھوک دینا بڑا گناہ ہے۔ بلکہ عام راستے پر جہاں سے لوگ گزرتے ہیں وہاں بلغم پھینک دینا (بھی گناہ ہے) کہ لوگوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے، ذہنی تکلیف پہنچتی ہے۔ کیلے کھا کر چھلکے راستے پر پھینک دینا۔ ہم ان چیزوں کو عیب نہیں سمجھتے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ سب چیزیں عیب ہیں۔ گھر کی صفائی نہیں کرتے جالے لگے ہوئے ہیں صاف نہیں کرتے۔ آج ہماری مسجدوں میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ کہنے کے قابل نہیں ہے۔

تو یہ لوگ غریبوں پر ظلم کر کے اکڑتے ہوئے گھر جاتے تھے۔ پھر فرمایا ہلاکت ہے تیرے لیے پھر ہلاکت ہے پھر ہلاکت ہے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی کیا خیال کرتا ہے انسان کہ اس کو بے کار چھوڑ دیا جائے گا۔ آج دیکھو دنیا میں فارغ اور بے کار آدمی سب سے بُرا ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ نے تمھیں پیدا کر کے یونہی بیکار چھوڑ دیا ہے تمھارے ذمے کچھ اعمال نہیں ہیں؟ بھائی! تمھارے ذمے کچھ چیزیں کرنے کی ہیں اور کچھ چیزیں نہ کرنے کی ہیں۔ سُدًی کا معنیٰ مہمل، بے کار، فارغ۔ اے انسان! تجھے یاد نہیں اَلَمْ یَکُ نُطْفَۃً مِّنْ مَّنِیٍّ کیا نہیں تھا نطفہ منی سے یُّمْنٰی جو ٹپکایا گیا ماں کے رحم میں ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً پھر تھا خون کا لوتھڑا۔ پھر اس کے بعد بوٹی بنی۔ پھر اس میں رب نے ہڈیاں پیدا کیں، ڈھانچا تیار کیا پھر اس پر گوشت چڑھایا فَخَلَقَ فَسَوّٰی پس اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا پس درست کر دیا اور اس میں روح ڈالی، اچھا

بھلا تندرست بندہ پیدا کردیا فَجَعَلَ مِنۡهُ الزَّوۡجَيۡنِ پس بنائے اس حقیر قطرے سے جوڑے الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى مذکر اور مونث۔ نر اور مادہ پیدا کیے۔ اے قیامت، حشر کے منکر اَلَيۡسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ کیا نہیں ہے وہ پروردگار قادر عَلٰٓى اَنۡ اس بات پر يُّحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰى کہ زندہ کرے مُردوں کو قیامت والے دن۔ جو حقیر قطرے سے اچھا بھلا انسان پیدا کرسکتا ہے، مرد اور عورت بنا سکتا ہے۔ وہ دوبارہ پیدا کرے گا انکار کس چیز کا کرتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب یہ آیت کریمہ پڑھتے تو ساتھ ہی پڑھتے تھے بَلٰى هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيۡءٍ قَدِيۡرٌ "کیوں نہیں وہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔" لیکن اگر یہ آیت نماز میں آئے تو پھر نہیں پڑھنی۔ نماز میں خاموشی مطلوب ہے۔ تو کیا رب تعالیٰ قادر نہیں ہے کہ مردوں کو زندہ کرے؟ کیوں نہیں! وہ قادر ہے ہر چیز پر۔ لہٰذا یقین رکھو کہ قیامت آئے گی اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی تیاری کرو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر

سورۃ الانسان

(مکمل)

آیاتها ۳۱ ۷۶ سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَکِّیَّۃٌ ۹۸ رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖۗ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ۝۲ اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّاۤ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ سَلٰسِلَاۡ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝۶ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝۷ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا ۝۸ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا یَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِیْرًا ۝۱۰ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْیَوْمِ وَ لَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا ۝۱۱

هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ تحقیق آیا ہے انسان پر حِیْنٌ ایک وقت
مِّنَ الدَّهْرِ زمانے میں سے لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا نہیں تھا وہ شے مَّذْكُوْرًا
قابلِ ذکر اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنْ
نُّطْفَةٍ نطفے سے اَمْشَاجٍ جو ملا ہوا ہے نَّبْتَلِیْهِ ہم اس کو پلٹتے
رہے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم نے اس کو بنایا سَمِیْعًا سننے والا بَصِیْرًا

دیکھنے والا اِنَّا ھَدَیْنٰهُ بے شک ہم نے اس کی راہنمائی کی السَّبِیْلَ راستے کی اِمَّا شَاكِرًا یا تو شکر ادا کرے گا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا اور یا ناشکری کرے گا اِنَّآ اَعْتَدْنَا بے شک ہم نے تیار کی ہیں لِلْكٰفِرِیْنَ کافروں کے لیے سَلٰسِلَاۡ زنجیریں وَ اَغْلٰلًا اور طوق وَّ سَعِیْرًا اور شعلہ مارنے والی آگ اِنَّ الْاَبْرَارَ بے شک نیک لوگ یَشْرَبُوْنَ پئیں گے مِنْ كَاْسٍ ایسے پیالے سے كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا جس کی ملاوٹ ہوگی کافور سے عَیْنًا وہ ایک چشمہ ہے یَّشْرَبُ بِهَا پئیں گے اس سے عِبَادُ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کے بندے یُفَجِّرُوْنَهَا اس کو چلائیں گے تَفْجِیْرًا چلانا یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وہ پورا کرتے ہیں نذروں کو وَ یَخَافُوْنَ اور ڈرتے ہیں یَوْمًا اُس دن سے كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ اور کھلاتے ہیں کھانا عَلٰى حُبِّهٖ اُس کی محبت پر مِسْكِیْنًا مسکین کو وَّ یَتِیْمًا اور یتیم کو وَّ اَسِیْرًا اور قیدی کو (اور کہتے ہیں) اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ بے شک ہم کھلاتے ہیں تم کو لِوَجْهِ اللّٰهِ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ نہیں ارادہ کرتے ہم تم سے جَزَآءً بدلے کا وَّ لَا شُكُوْرًا اور نہ شکریے کا اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا بے شک ہم ڈرتے ہیں اپنے رب سے یَوْمًا اُس دن سے عَبُوْسًا جو ترش رو

ہوگا قَمۡطَرِیۡرًا بہت زیادہ ترش رو فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ پس بچالیا اللہ تعالیٰ نے ان کو شَرَّ ذٰلِكَ الۡيَوۡمِ اس دن کے شر سے وَلَقّٰهُمۡ اور دے گا ان کو نَضۡرَةً تروتازگی وَّسُرُوۡرًا اور خوشی۔

نام وکوائف :

اس سورت کا نام سورۃ الدھر ہے۔ پہلی ہی آیتِ کریمہ میں الدھر کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ دھر کا لفظی معنیٰ ہے زمانہ۔ یہ سورۃ مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ستانوے [۹۷] سورتیں نازل ہوچکی تھیں۔ یہ اٹھانوے [۹۸] نمبر پر نازل ہوئی۔ اس کے دو رکوع اور اکتیس [۳۱] آیتیں ہیں۔ هَلۡ کا لفظ کبھی استفہام کے لیے آتا ہے جس کا معنیٰ ہے کیا۔ اور کبھی تحقیق کے معنیٰ میں آتا ہے قَدۡ کا معنیٰ دیتا ہے۔ تمام مفسرین کرام رحمۃ اللہ علیہ کا اتفاق ہے کہ اس مقام پر تحقیق کے معنیٰ میں ہے جو قَدۡ کا معنیٰ ہے جب کہ ماضی پر داخل ہو۔

انسان کی حیثیت :

هَلۡ اَتٰی تحقیق آیا ہے عَلَى الۡاِنۡسَانِ انسان پر حِيۡنٌ ایک وقت مِّنَ الدَّهۡرِ زمانے میں سے لَمۡ يَكُنۡ شَيۡـًٔا مَّذۡكُوۡرًا نہیں تھا وہ شے قابلِ ذکر۔ پیدائش سے پہلے انسان کا کیا وجود تھا؟ اس کا کیا نام تھا؟ معدوم تھا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھا۔ اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مِنۡ نُّطۡفَةٍ نطفے سے اَمۡشَاجٍ مَشِيۡج کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ملا جلا۔ مرد اور عورت کا نطفہ رحم میں یہ دونوں اکٹھے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ عرصہ تو اسی شکل

میں رہتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کا لوتھڑا بناتا ہے۔ پھر اس لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنا دیتا ہے پھر اس کی ہڈیاں بنا دیتا ہے پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتا ہے۔ اب انسانی ڈھانچا بن گیا مرد کا یا عورت کا جو رب تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ پھر رب تعالیٰ اس میں روح پھونک دیتا ہے۔ روح داخل ہونے کے بعد کم وبیش پانچ ماہ تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔ کیا تھا، کیا بن گیا۔

تو فرمایا بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا ملے جلے ہوئے نطفے سے نَبْتَلِيْهِ ہم اس کو پلٹتے رہتے ہیں۔ پھر نطفہ، پھر لوتھڑا، پھر ہڈیاں، پھر اس پر گوشت چڑھانا، پھر اس میں روح ڈالتے ہیں اور وہ ماں کے پیٹ میں نقل و حرکت کرتا ہے فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا پس بنا دیا اس کو ہم نے سننے والا دیکھنے والا۔ سنتا بھی ہے دیکھتا بھی ہے۔

حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے وجود سے زیادہ کوئی شے عجیب نہیں ہے۔ کیا تھا اور کیا بن گیا۔ مگر چونکہ روزمرہ بچے ہوتے ہیں اور جو چیز یا عادت روزمرہ ہو اس میں تعجب نہیں رہتا۔ ورنہ کیا قطرۂ حقیر اور کیا اچھا بھلا انسان۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ بے شک ہم نے اس کی راہنمائی کی راستے کی۔ حق کا راستہ بتلایا، عقل، سمجھ دی، پیغمبر بھیجے، کتابیں نازل کیں۔ آخری کتاب قرآن کریم ہے اور آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی کے بعد اب قیامت تک دنیا کے کسی خطے میں نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کو باقی رکھنا، قرآن کو باقی رکھنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہے۔ اسلام آج تک اپنی اصل شکل میں موجود ہے اور قیامت تک رہے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک حدیث میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل "میری امت کے علماء وہ ڈیوٹی دیں گے جو انبیائے بنی اسرائیل دیتے تھے۔" اُنھوں نے اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کی ڈیوٹی دی۔ اب چونکہ نبوت ختم ہوچکی ہے اس لیے پیغمبرانہ ڈیوٹی علماء دیں گے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر، حق کی تائید، باطل کی تردید، یہ علماء کا شیوہ ہے۔

تو فرمایا ہم نے اس کی راہنمائی کی راستے کی اِمَّا شَاكِرًا یا تو شکر ادا کرے گا وَّاِمَّا كَفُوْرًا اور یا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنا اختیار دیا ہے کہ ایمان لائے یا کفر اختیار کرے۔ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے یا ناشکری کرے، نافرمانی کرے۔ اگر نافرمانی کرے گا تو اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَاۡ۔ سَلَاسِل سِلْسِلَةٌ کی جمع ہے۔ سِلْسِلَة کا معنیٰ ہے زنجیر۔ معنیٰ ہوگا بے شک ہم نے تیار کی ہیں کافروں کے لیئے زنجیریں۔ زنجیریں پاؤں میں ڈالی جائیں تو ان کو بیڑیاں کہتے ہیں جو سنگلیں مجرموں کو ڈالتے ہیں۔ ہاتھوں میں ڈالی جائیں تو ان کو ہتھکڑیاں کہتے ہیں وَاَغْلٰلًا۔ اغلال غُلٌّ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے طوق، جو گلے میں ڈالا جاتا ہے۔ مجرم کو فرشتوں نے پکڑا ہوگا، ہاتھ پاؤں جکڑے ہوں گے، گلے میں طوق پڑا ہوگا اور دوزخ میں جلتا رہے گا وَّسَعِيْرًا اور شعلہ مارنے والی آگ تیار کر رکھی ہے جو دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ اور دنیا کی آگ میں لوہا پگھل جاتا ہے، پتھر راکھ ہوجاتا ہے۔ اُس آگ کا کیا حساب ہوگا۔ یہ تو مجرموں کا ذکر تھا آگے نیکوں کا بھی سن لو۔

نیکوں کا ذکر :

فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ۔ اَبْرار کا مفرد بَرٌّ بھی آتا ہے اور بَارٌّ بھی آتا ہے۔

اس کا معنیٰ ہے نیکوکار۔ معنیٰ ہوگا بے شک نیک لوگ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ پئیں گے پیالے سے بھرا ہوا پیالہ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا جس کی ملاوٹ کافور سے ہوگی عَيْنًا وہ چشمہ ہے يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ پئیں گے اس سے اللہ تعالیٰ کے بندے۔ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اس کافور کے چشمے کا پانی پئیں گے۔ اور جو عام جنتی ہوں گے ان کو جو پانی پلایا جائے گا یا شراب پلائی جائے گی اس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ جیسے شربتوں میں بعض عرق کیوڑہ ڈال دیتے ہیں۔ اس سے شربت کا ذائقہ عجیب قسم کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے جو خاص بندے ہوں گے وہ کافور چشمے کا پانی پئیں گے يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا وہ اس کو چلائیں گے چلانا۔ جہاں ان کا دل کرے گا اس کو بہا کر وہاں لے جائیں گے۔ احادیث میں آتا ہے کہ سونے کی لاٹھی ان کے ہاتھ میں ہوگی پانی کے بند موتیوں کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جہاں کوئی پانی کو لے جانا چاہے گا لاٹھی سے اشارہ کرتا جائے گا خود ہی موتیوں کے بند اور کنارے بنتے جائیں گے اور ساتھ ساتھ پانی چلتا جائے گا۔ اور جنت کا پانی سطح زمین پر ہوگا دنیاوی نہروں کی طرح زمین کے اندر نہیں ہوگا۔ دودھ کی نہریں ہوں گی، شہد کی نہریں ہوں گی، میٹھے پانی کی نہریں ہوں گی۔

نیک بندوں کی خوبیوں کا ذکر :

آگے اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی کچھ خوبیاں بتائی ہیں۔ فرمایا يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ پوری کرتے ہیں وہ نذریں۔ حدیث پاک میں آتا ہے کہ نذر اچھی چیز نہیں ہے لیکن اگر کسی نے مانی ہے اور اس کا کام ہو گیا ہے تو اب اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ نذر اچھی چیز کیوں نہیں ہے؟ ایک تو اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودا کرنا ہے کہ رب میرا یہ کام کرے تو میں یہ کام کروں گا۔ مثلاً: کہتا ہے کہ پروردگار اس کو شفا دے دے میں

دیگ پکا کر غریبوں کو کھلاؤں گا۔ مقدمے میں بری ہوگیا تو اتنی چیز آپ کے راستے میں دوں گا۔ تو بہ ظاہر یہ ایک سودا ہے۔ اس لیے شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے لَا یَأْتِیْ نَذْرٌ ابْنُ اٰدَمَ بِشَیْءٍ "نذر ابن آدم کے لیے کچھ نہیں لاتی۔" نذر کے ذریعے بندے کا کام نہیں بنتا کرنے والا رب ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے دیگ دی ہے، بکرا دیا ہے تب میرا کام ہوا ہے۔ اس لیے شریعت اس کو پسند نہیں کرتی۔

نذر اور منت کے مال میں سے والدین، اولاد نہیں کھا سکتے، سید نہیں کھا سکتا، صاحب حیثیت اور ان کے بچے نہیں کھا سکتے، کافر نہیں کھا سکتا۔ حتیٰ کہ نذر ماننے والا نمک بھی نہیں چکھ سکتا۔ ہاں چکھ کر تھوک دے۔ ایک بڑی بے احتیاطی یہ ہوتی ہے کہ محلے کے بچوں کو اکٹھا کر کے کھلا دیتے ہیں۔ اس طرح نذر پوری نہیں ہوتی۔ نذر کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ تو فرمایا وہ پورا کرتے ہیں نذر کو وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا اور ڈرتے ہیں اُس دن سے کَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہے، بکھری ہوئی ہے۔ دیکھو! آج کل گرمی کا موسم ہے۔ بعض علاقوں میں گرمی زیادہ ہے بعض میں کم ہے اور بعض علاقوں میں سردی ہے۔ اسی طرح سردی کے زمانے میں بعض علاقوں میں سردی زیادہ ہوتی ہے بعض میں کم ہوتی ہے۔ سب علاقوں میں برابر نہیں ہے۔ لیکن اُس دن کی تکلیف سارے جسم میں برابر ہوگی۔ کوئی جگہ کوئی کونہ خالی نہیں ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ کے بندے اُس دن سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی پھیلی ہوئی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی تیسری خوبی: وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ اور کھلاتے ہیں کھانا اُس کی محبت پر۔ کس کی محبت پر؟ بعض حضرات فرماتے ہیں ہ ضمیر لفظ اللہ کی

طرف جارہی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت پر کھانا کھلاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ ہ ضمیر طعام کی طرف لوٹ رہی ہے۔ پھر معنٰی ہوگا کھانا کھلاتے ہیں کھانے کی محبت پر یعنی کھانے کے ساتھ محبت کے باوجود دوسروں کو کھلاتے ہیں۔ کن کو کھلاتے ہیں؟ مِسۡکِیۡنًا مسکین کو۔ مسکین اُسے کہتے ہیں جو صاحبِ نصاب نہ ہو۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ بھی لگتی ہے، عشر بھی لگتا ہے، فطرانہ بھی لگتا ہے، قسم کا کفارہ اور نذر، منت کا مال بھی لگتا ہے۔ اور یہ مسئلہ بھی تم کئی دفعہ سن چکے ہو کہ جس کے گھر میں ضرورت سے زاید سامان اتنا ہے کہ اگر اس کی قیمت لگائی جائے تو ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جائے تو وہ مسکین نہیں ہے۔ زاید سامان سے مراد وہ سامان ہے کہ جو عموماً استعمال میں نہیں آتا کبھی کبھی آتا ہے۔ مہمان آ جائے تو وہ چاہے برتن ہیں، پلیٹیں ہیں، چارپائیاں ہیں، لحاف اور رضائیاں ہیں۔ اگر اتنی مالیت کا زاید سامان کسی کے گھر میں پڑا ہے تو وہ زکوٰۃ، عشر، فطرانہ وغیرہ نہیں لے سکتا۔ بعض دفعہ لوگ یتیم بچوں کو زکوٰۃ دے دیتے ہیں۔ حالانکہ ترکے میں سے ان کے حصے میں اتنا مال آجاتا ہے کہ مسکین نہیں رہتے۔ اسی طرح بچیوں کی شادیوں کے موقع پر جہیز میں چیزیں دے دیتے ہیں۔ مگر اس کی تفصیل سن لو۔ بالغ لڑکی کو تم جہیز میں زکوٰۃ دے سکتے ہو بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں زکوٰۃ دے رہا ہوں۔ لیکن مسئلہ نہ بھولنا اگر تم نے کسی لڑکی کو اتنی چیز دے دی کہ اس کی مالیت ساڑھے باون تولے چاندی کو پہنچ جاتی ہے تو اس کے بعد جو دوسرے اور تیسرے نمبر پر دے گا اس کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ کیوں کہ وہ صاحبِ نصاب بن گئی ہے۔ محض یتیم اور بیوہ سمجھ کر نہ دے دینا۔ اگر اس طرح کروگے تو ذمہ تمھارے سر سے نہیں اُترے گا۔

وَّيَتِيۡمًا اور یتیم کو کھلاتے ہیں جس کا باپ دادا نہ رہے اور ہو بھی نابالغ وَّاَسِيۡرًا

اور قیدی کو کھلاتے ہیں چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مجرم ہی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ وہ اس حالت میں بے بس ہے، ثواب ملے گا۔ اور کھانا کھلانے والے کہتے ہیں اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ بے شک ہم تم کو کھلاتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً نہیں ارادہ کرتے ہم تم سے کسی بدلے کا وَّلَا شُكُوْرًا اور نہ شکریے کا اِنَّا نَخَافُ بے شک ہم ڈرتے ہیں مِنْ رَّبِّنَا اپنے رب سے يَوْمًا اُس دن عَبُوْسًا جو ترش رو ہوگا۔ دن کو آدمی کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس وقت آدمی غصے میں ہوتا ہے اس کا چہرہ بگڑا ہوا ہوتا ہے، ماڈل اور نمونہ بنا ہوتا ہے قَمْطَرِيْرًا۔ قمطریر کا معنیٰ بہت زیادہ بگڑا ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کی وجہ سے ان پر مہربان ہوگا فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ پس بچالیا اللہ تعالیٰ نے ان کو شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ اس دن کی تکلیف سے اللہ تعالیٰ ان کو محفوظ رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں انھوں نے زندگی گزاری وَلَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ کرتے ہیں نَضْرَةً فِي الْوَجْهِ وَسُرُوْرًا فِي الْقَلْبِ اور دے گا ان کو اللہ تعالیٰ تروتازگی چہروں میں اور خوشی دل میں۔ ان کے چہرے ہشاش بشاش اور بارونق ہوں گے۔ دیکھنے والا بڑا خوش ہوگا اور ان کے دلوں میں خوشی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوزخ سے بچالیا۔

مجرم اُس دن نہایت تکلیف میں ہوں گے۔ ہتھکڑیاں لگی ہوں گی، بیڑیاں پہنی ہوں گی، گلوں میں طوق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل و کرم سے دوزخ سے بچائے اور محفوظ رکھے۔

[آمین]

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع ۲۲ / ۱۹

وَجَزٰىهُمْ اور بدلہ دے گا ان کو بِمَا صَبَرُوْا اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا جَنَّةً جنت کا وَّحَرِيْرًا اور ریشمی لباس مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے جنت میں عَلَى الْاَرَآئِكِ کرسیوں پر لَا يَرَوْنَ فِيْهَا نہیں دیکھیں گے جنت میں شَمْسًا سورج کو وَّلَا زَمْهَرِيْرًا اور نہ ٹھنڈک کو وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ اور جھکے ہوئے ہوں گے ان پر ظِلٰلُهَا سائے اُن کے وَذُلِّلَتْ اور پست کر دیے جائیں گے قُطُوْفُهَا جنت کے پھل تَذْلِيْلًا پست کر دیے جانا وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ اور پھیرے جائیں گے ان کے سامنے بِاٰنِيَةٍ برتن

مِّنْ فِضَّةٍ چاندی کے وَّاَكْوَابٍ اور گلاس كَانَتْ قَوَارِيْرَاۡ ہوں گے وہ شیشے کے قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ اور شیشہ چاندی کا ہوگا قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا اندازہ لگائیں اس کا وہ اندازہ لگانا وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا اور پلائے جائیں گے ان جنتوں میں كَاْسًا ایسے پیالے كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا جن میں ملاوٹ ہوگی زنجبیل کی عَيْنًا وہ چشمہ ہے فِيْهَا جنت میں تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا جس کا نام رکھا گیا سلسبیل وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ اور پھریں گے ان کے پاس وِلْدَانٌ بچے مُّخَلَّدُوْنَ ہمیشہ رکھے ہوئے اِذَا رَاَيْتَهُمْ جب دیکھے گا تو ان کو حَسِبْتَهُمْ تو خیال کرے گا ان کو لُؤْلُؤًا موتی مَّنْثُوْرًا بکھرے ہوئے وَاِذَا رَاَيْتَ اور جب دیکھے تو ثَمَّ رَاَيْتَ وہاں دیکھے گا نَعِيْمًا نعمتیں وَّمُلْكًا كَبِيْرًا اور ملک بہت بڑا عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ ان پر کپڑے باریک ریشم کے خُضْرٌ سبز رنگ کے وَّاِسْتَبْرَقٌ اور موٹے ریشم کے وَّحُلُّوْا اَسَاوِرَ اور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن مِنْ فِضَّةٍ چاندی کے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ اور پلائے گا ان کو ان کا رب شَرَابًا طَهُوْرًا شراب طہور سے اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ بے شک ہے یہ تمھارے لیے جَزَآءً بدلہ وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا اور تمھاری محنت کی قدر کی گئی ہے۔

نیک بندوں کے بدلے کا ذکر :

اس سے پہلے سبق میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کی خوبیوں کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہیں جو پورا کرتے ہیں نذر کو اور اس دن کی بُرائی سے ڈرتے ہیں جس کی بُرائی بکھری ہوئی ہے۔ اور کھانا کھلاتے ہیں مسکین کو، یتیم کو، قیدی کو۔ اب ان کے بدلے کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا اور بدلہ دے گا ان کو اللہ تعالیٰ اس لیے کہ انھوں نے صبر کیا۔ حق کہنے پر جو تکلیفیں آئیں۔ کس چیز کا بدلہ دے گا؟ جَنَّةً جنت کا بدلہ دے گا ان کے صبر کے بدلے میں وَّحَرِيْرًا اور ریشمی لباس دے گا۔ دنیا میں مردوں کے لیے ریشمی لباس حرام ہے۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک میں سونے کا ٹکڑا پکڑا اور دوسرے ہاتھ میں ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لیا اور اس طرح ہاتھ آگے بڑھائے اور فرمایا دیکھتے ہو میرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اور بائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حضرت! ایک ہاتھ میں ریشمی کپڑا ہے اور دوسرے ہاتھ میں سونا لگتا ہے۔ فرمایا واقعی ایسا ہے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِىْ وَاَحَلَّ هُمَا عَلٰى اُنَاثِ اُمَّتِىْ "اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں میری اُمت کے مردوں کے لیے حرام فرمائی ہیں اور میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال فرمائی ہیں۔" لیکن ریشم سے مراد وہ ریشم ہے جو کیڑے سے بنتا ہے۔ اصلی ریشم مصنوعی ریشم نہیں۔ مصنوعی ریشم مرد بھی پہن سکتے ہیں۔

تو فرمایا اللہ تعالیٰ ان کو بدلہ دے گا جنت کا اور ریشمی لباس کا مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ۔ اَرَآئِك اَرِيْكَة کی جمع ہے۔ اریکہ کا معنیٰ ہے آرام دہ کرسی۔ تو معنیٰ

ہوگا ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے جنت میں آرام دہ کرسیوں پر۔ اور جس طرف کا ارادہ کریں گے کرسی اُسی طرف گھوم جائے گی گھمانے اور پھیرنے کی بھی تکلیف نہیں ہوگی لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا نہیں دیکھیں گے جنت میں سورج کو وَّلَا زَمْهَرِیْرًا اور نہ ٹھنڈک کو۔ مفسرین کرام رحمہم اللہ اس کی دو تفسیریں کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہاں سورج اور چاند بالکل نہیں ہوگا روشنی ہوگی۔ جیسے: سورج کے طلوع سے پہلے ہوتی ہے۔ یہ حضرات ظاہری الفاظ سے استدلال کرتے ہیں۔ دوسرے حضرات فرماتے ہیں سورج بھی ہوگا، چاند بھی ہوگا لیکن سورج کی گرمی اور تپش نہیں ہوگی۔ یہ حضرات استدلال کرتے ہیں وَّلَا زَمْهَرِیْرًا سے کہ جنت میں ٹھنڈک نہیں ہوگی۔ تو ٹھنڈک کا تقابل گرمی سے ہوتا ہے۔ انتہائی گرمی سے بھی آدمی اُکتا جاتا ہے اور انتہائی سردی سے بھی آدمی اکتا جاتا ہے۔ تو جنت میں نہ گرمی ہوگی اور نہ ٹھنڈک ہوگی۔

وَدَانِیَةً عَلَیْهِمْ اور جھکے ہوئے ہوں گے ان پر ظِلٰلُهَا سائے جنت کے درختوں کے۔ ایک ایک درخت کا سایہ اتنا لمبا ہوگا کہ گھوڑا سو سال تک دوڑتا رہے تو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اس درخت کا نام طوبیٰ ہے۔ وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِیْلًا۔ قُطُوْف جمع ہے قَطْفٌ کی۔ قَطْف اُس پھل کو کہتے ہیں جو بالکل پکا ہوا ہو۔ معنیٰ ہوگا اور پست کر دیئے جائیں گے، نیچے کر دیئے جائیں گے ان پر جنت کے پھل قریب کر دیئے جانا۔ اگر کوئی بیٹھا ہے تو پھل کھانے کے لیے کھڑا ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور کھڑا ہے تو درخت پر چڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر لیٹا ہوا ہے تو اُٹھ کر بیٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ خود بہ خود ٹہنیاں جھک کر سامنے آجائیں گی۔ اور جب یہ دانہ توڑے گا فوراً وہاں اس سے اچھا اور بڑا دانہ لگ جائے گا لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ

لَا مَمۡنُوۡعَةٍ ﴿۳۳﴾ [سورۃ الواقعہ] "نہ وہ قطع کیے جائیں گے اور نہ روکے جائیں گے۔" کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ دنیا میں کسی کے باغ سے بغیر اجازت کے پھل توڑو تو خوب مرمت ہوتی ہے۔ پھر دنیا میں موسم میں پھل ہوتا ہے موسم کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ جنت کے پھل دائمی ہیں ہر وقت موجود ہوں گے۔

وَيُطَافُ عَلَيۡهِمۡ بِاٰنِيَةٍ۔ اٰنِيَةٌ اِنَاءٌ کی جمع ہے۔ اناء کے معنیٰ ہیں برتن۔ اور پھیرے جائیں گے جنتیوں کے سامنے برتن مِّنۡ فِضَّةٍ چاندی کے۔ اس مقام پر چاندی کا ذکر ہے اور دوسرے مقام پر سونے کا ذکر ہے وَّاَكۡوَابٍ۔ اَكۡوَاب كُوۡبٌ کی جمع ہے۔ کوب ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو جیسے پیالہ ہوتا ہے یا گلاس ہے۔ اور قرآن کریم میں اَبَارِيۡقَ کا لفظ بھی آیا ہے ابریق کا لفظ بھی آیا ہے۔ ابریق اباریق ایسے برتن کو کہتے ہیں جس کے پیچھے دستہ لگا ہوا ہو۔ جیسے: جگ ہے، چینک ہے۔ تو جنت میں ہر طرح کے برتن ہوں گے دستوں والے بھی اور بغیر دستوں کے بھی گلاس پیالے ہوں گے كَانَتۡ قَوَارِيۡرَا۠ ہوں گے شیشے کے۔ قَوَارِيۡر قَارُوۡرَةٌ کی جمع ہے۔ قارورۃ کا معنیٰ ہے شیشہ۔ قَوَارِيۡرَاۡ مِنۡ فِضَّةٍ شیشہ چاندی کا ہوگا۔ مادہ و میٹریل چاندی کا ہوگا اور صفائی میں شیشے کی طرح ہوگی۔ دنیا میں کوئی علاقہ ایسا نہیں ہے کہ چاندی کا برتن ہو اور اندر کی چیزیں باہر سے نظر آئیں۔ لیکن جنت کے چاندی کے برتنوں کی صفائی ایسی ہوگی کہ اندر کی چیزیں باہر بالکل صاف نظر آئیں گی قَدَّرُوۡهَا تَقۡدِيۡرًا اندازہ لگائیں وہ اس کا اندازہ لگانا یعنی اندازے سے بھریں گے۔ حوریں اور بچے ان برتنوں میں جو لائیں گے ایسے اندازے سے ڈال کر لائیں گے جتنی کسی کو بھوک پیاس ہوگی۔ نہ پانی زیادہ ہوگا نہ کم۔ پلانے والوں کو ایسا تجربہ ہوگا کہ وہ ان کی خواہش

کے مطابق پورا پورا لائیں گے۔

وَ يُسْقَوْنَ فِيهَا اور وہ پلائے جائیں گے جنت میں كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا ایسے پیالے جن میں ملاوٹ ہوگی زنجبیل کی۔ كَأْسًا عربی میں بھرے ہوئے پیالے کو کہتے ہیں۔ خالی پیالے کو زجاجہ کہتے ہیں۔ زنجبیل سُنڈھ کو کہتے ہیں۔ یہ ہاضم ہوتی ہے۔ لیکن جنت کی زنجبیل عَيْنًا فِيهَا وہ چشمہ ہے جنت میں تُسَمّٰى سَلْسَبِيلًا اس کا نام سلسبیل رکھا گیا ہے۔ اس چشمے کا نام سلسبیل ہے۔ جنتی کھانے کے بعد زنجبیل اور سلسبیل کا تھوڑا سا پانی پئیں گے کھانا ہضم ہو جائے گا۔ حالانکہ ایک ایک جنتی سو سو آدمی کے برابر کھائے گا۔ پھر بڑی عجیب بات یہ ہے کہ لَا يَبُولُونَ وَلَا يَتَغَوَّطُونَ "نہ پیشاب کریں گے نہ پاخانہ۔" بخاری شریف کی روایت ہے۔ اور نہ ناک سے بلغم آئے گا۔ پوچھا گیا حضرت! اتنا کھانا کھائیں گے جائے گا کہاں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنتیوں کے بدن سے پسینا نکلے گا جس کی خوشبو کستوری کی طرح ہوگی۔ اس پسینے کے ساتھ کھانا بھی ہضم ہو جائے گا۔ جنتی کو ڈکار آئے گا اس کی خوشبو بھی کستوری جیسی ہوگی۔ ڈکار کے ساتھ کھانا ہضم ہو جائے گا۔

جنتی بچوں کے متعلق مختلف تفسیریں :

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ اور پھریں گے ان کے پاس بچے ہمیشہ رکھے ہوئے۔ وہ بچے ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بچے کون ہوں گے؟ اس کے متعلق تین تفسیریں مفسرین سے منقول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ جنت کی مخلوق ہیں۔ جیسے: حوریں جنت کی مخلوق ہیں۔ مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں یہ غلطی کی ہے کہ اس نے کہا ہے جنت کی حوریں کافروں کی نابالغ لڑکیاں ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ یہ اُنھوں نے سورۃ

صف کی تفسیر میں لکھا پہلے ایڈیشن میں۔علماء نے مودودی کا تعاقب بلا وجہ نہیں کیا اس نے بڑی غلطیاں کی ہیں۔ میرا رسالہ ہے" مودودی صاحب کے چند غلط فتوے۔" اس میں مَیں نے با حوالہ ذکر کیا ہے کہ حوریں خا کی مخلوق نہیں ہیں۔احادیث میں آتا ہے وہ کافور، زعفران اور عنبر سے پیدا کی گئیں ہیں، کستوری سے پیدا کی گئی ہیں۔

پھر کسی نے مودودی صاحب سے سوال کیا کہ سلف صالحین تو کہتے ہیں کہ وہ جنت کی مخلوق ہے۔تو" ایشیا" رسالہ نکلتا تھا۔اس میں مودودی صاحب کا بیان چھپا تھا کہ سلف کا بھی ایک قیاس تھا اور میرا بھی ایک قیاس ہے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔سلف صالحین کا قیاس نہیں ہے اُنھوں نے احادیث کے مطابق لکھا ہے۔اور یہ سب صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین کے مقابلے میں کمر ٹھونک کے کھڑا ہے۔

لہٰذا یاد رکھنا! حوریں خاکی مخلوق نہیں ہیں۔وہ کستوری، عنبر، زعفران سے پیدا کی گئی ہیں۔اسی طرح وہاں جو بچے ہوں گے وہ بھی وہاں کی مخلوق ہیں حوروں کی طرح۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اپنے جو بچے چھوٹی عمر میں فوت ہوئے ہیں مثال کے طور پر میرے تین بچے فوت ہوئے ہیں۔اسی طرح دوسروں کے بھی فوت ہوئے ہیں۔ یہ وہاں خدمت پر ہوں گے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ حضرت! مشرکوں کے جو چھوٹے بچے مرتے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خَدَمَةُ اَهْلِ الْجَنَّة "یہ جنتیوں کے خادم ہوں گے۔" کیوں کہ مکلف نہیں ہوتے اور غیر مکلف کو رب تعالیٰ سزا نہیں دیتے۔

تو فرمایا پھریں گے ان کے پاس بچے جو ہمیشہ رہیں گے اِذَا رَاَيْتَهُمْ جب

دیکھے تو اے مخاطب ان کو حَسِبْتَھُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا تو خیال کرے گا ان کے بارے میں موتی بکھرے ہوئے۔ کوئی اِدھر بھاگا جارہا ہے، کوئی اُدھر بھاگا جارہا ہے وَاِذَا رَاَیْتَ اور جب دیکھے گا تو ثَمَّ رَاَیْتَ وہاں جنت میں دیکھے گا نَعِیْمًا نعمتیں ہی نعمتیں وَّمُلْکًا کَبِیْرًا اور ملک بہت بڑا۔ ایک ایک آدمی کو دنیا کے برابر رقبہ ملے گا۔ یہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بندہ کیا کرے گا مگر حق ہے۔ عٰلِیَھُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ۔ سُنْدُس سُنْدَسَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے باریک ریشم۔ ان پر کپڑے ہوں گے باریک ریشم کے خُضْرٌ، خَضْرَاء کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے سبز رنگ کا باریک ریشم۔ سبز رنگ کے ریشمی کپڑے ہوں گے وَّاِسْتَبْرَقٌ اِسْتَبْرَقَۃٌ کی جمع ہے، گاڑھا ریشم موٹا۔ اور موٹے ریشم کے کپڑے ہوں گے۔ انسانوں کے مزاج مختلف ہیں۔ مثلاً: گرمی کے زمانے میں بعض لوگ باریک کپڑے پہنتے ہیں اور بعض گرمی میں بھی موٹے کپڑے پہنتے ہیں کہ لو نہ لگے۔ وہاں بھی مزاج کے مطابق جو باریک ریشم پہننا چاہیں گے وہ باریک پہنیں گے اور جو موٹا ریشم پہننا چاہیں گے وہ موٹا پہنیں گے۔ سبز اس لیے فرمایا کہ عرب کا علاقہ خشک تھا وہ سبزہ دیکھ کر بڑے خوش ہوتے تھے۔ ورنہ جو چاہیں گے ملے گا لَھُمْ فِیْھَا مَا یَشَآءُوْنَ "جنتیوں کے لیے جنت میں ہوگا جو وہ چاہیں گے۔"

وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ۔ اَسَاوِرَ اُسْورۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنٰی ہے کنگن۔ مِنْ فِضَّۃٍ اور پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے۔ اور سورۃ فاطر آیت نمبر ۳۳ میں سونے کا ذکر ہے یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ "سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اس میں۔" اور یہ مسئلہ یاد رکھنا! لوہا مرد کے لیے پہننا مکروہ ہے حرام نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں لوہے کا چین دیکھا تو فرمایا حلیة اَهْلِ النَّار "یہ تو جہنمیوں کو ہتھکڑیاں پہنائی جائیں گی نہ پہنو۔" چین چمڑے کا ہو تو کوئی ڈر نہیں، ریکسین کا ہو تو اس کا بھی کوئی ڈر نہیں۔

تو فرمایا پہنائے جائیں گے ان کو کنگن چاندی کے وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ اور پلائے گا ان کو ان کا رب شَرَابًا طَهُوْرًا ایک پانی جو پاکیزہ ہوگا یا ایسی چیزیں پلائے گا جو پاکیزہ ہوں گی۔ وہاں کی شراب میں دنیا کی شراب کی طرح خباثت نہیں ہوگی کہ آدمی کی عقل اُڑ جائے اور بدحواس ہو کر بکواس کرتا پھرے۔ لذت ہوگی، بدنی قوت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً بے شک ہے یہ تمھارے لیے بدلہ۔ اے نیکیاں کرنے والو یہ تمھارا بدلہ ہے وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا اور تمھاری محنت کی قدر کی گئی ہے جو تم نے دین کے لیے کی ہے، آخرت کے لیے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِیْلًا ﴿۲۳﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۲۵﴾ وَ مِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَ سَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَ یَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ یَوْمًا ثَقِیْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ شَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَ اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِیْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۲۹﴾ وَ مَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۳۰﴾ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَ الظّٰلِمِیْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿۳۱﴾

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا بے شک ہم نے اُتارا عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ آپ پر قرآن تَنْزِیْلًا تھوڑا تھوڑا کر کے فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم کے لیے وَ لَا تُطِعْ اور نہ اطاعت کریں مِنْهُمْ ان میں سے اٰثِمًا کسی گنہگار کی اَوْ كَفُوْرًا یا ناشکرے کی وَ اذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور ذکر کر اپنے رب کے نام کا بُكْرَةً پہلے پہر وَّ اَصِیْلًا اور پچھلے پہر وَ مِنَ الَّیْلِ اور رات کو فَاسْجُدْ لَهٗ سجدہ کریں اس کے سامنے وَ سَبِّحْهُ اور تسبیح بیان کر اس کی لَیْلًا طَوِیْلًا لمبی رات اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ پسند کرتے ہیں ختم ہونے والی زندگی کو وَ یَذَرُوْنَ اور چھوڑتے ہیں وَرَآءَهُمْ

اپنے آگے یَوۡمًا ثَقِیۡلًا اس دن کو جو بھاری ہے نَحۡنُ خَلَقۡنٰہُمۡ ہم نے ہی پیدا کیا ہے ان کو وَشَدَدۡنَاۤ اور مضبوط کیے ہم نے اَسۡرَہُمۡ ان کے جوڑ وَاِذَا شِئۡنَا اور جس وقت ہم چاہیں گے بَدَّلۡنَاۤ اَمۡثَالَہُمۡ ہم بدل دیں گے ان جیسے تَبۡدِیۡلًا بدل دینا اِنَّ ہٰذِہٖ تَذۡکِرَۃٌ بے شک یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنۡ شَآءَ پس جو چاہے اتَّخَذَ بنا لے اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا اپنے رب کی طرف راستہ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اور تم نہیں چاہ سکتے اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰہُ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اِنَّ اللّٰہَ بے شک اللہ تعالیٰ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ہے جاننے والا حکمت والا یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ داخل کرتا ہے جس کو چاہتا ہے فِیۡ رَحۡمَتِہٖ اپنی رحمت میں وَالظّٰلِمِیۡنَ اَعَدَّ لَہُمۡ اور ظالموں کے لیے تیار کر رکھا ہے اس نے عَذَابًا اَلِیۡمًا عذاب دردناک۔

اس سورت کی ابتدا میں تھا کہ ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا اور سمیعًا بصیرا بنایا۔ اور سیدھے راستے کی راہنمائی کی۔ اب اس کی مرضی ہے کہ شکر گزار بندہ بنے یا ناشکری کرے۔ سیدھے راستے کی راہنمائی کس طرح کی ہے؟ اب اس کا ذکر ہے۔

نزولِ قرآن :

فرمایا اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ بے شک ہم نے نازل کیا آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے تَنۡزِیۡلًا تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا۔ نَزَّلَ یُنَزِّلُ باب تفعیل

ہے۔اس کا معنیٰ ہے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارنا۔اور باب افعال ہو اَنْزَلَ يُنْزِلُ تو اس کا معنیٰ ہے اکٹھا اُتارنا۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ [سورۃ القدر، پارہ ۳۰] "بے شک ہم نے اس کو اکٹھا اتارا لیلۃ القدر میں۔" آسمانِ دنیا پر ایک مقام ہے بیت العزت، اور بیت العظمت بھی اُسے کہتے ہیں۔لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر بیت العزت یا بیت العظمت کے مقام پر سارے کا سارا قرآن لیلۃ القدر کی رات کو اکٹھا اُتارا گیا۔پھر وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی پر تیئس سالوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا گیا۔تیرہ سال مکہ مکرمہ میں اتر تا رہا اور دس سال مدینہ طیبہ میں۔سب سے پہلے اقراء کی پہلی پانچ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں۔سب سے آخری آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [المائدہ: ۳] ہجرت کے دسویں سال نویں ذوالحجہ کو عرفات کے مقام پر جمعہ والے دن عصر کے وقت نازل ہوئی۔اس کے بعد قرآن کریم کا ایک حرف بھی نازل نہیں ہوا۔

تو ہدایت کا انتظام اس طرح کیا کہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا کہ پہلے پر عمل کر لیں۔پھر اور نازل کیا پھر اس پر عمل کر لیں۔پھر اور نازل کیا کیوں کہ دفعۃً یعنی ایک ہی دفعہ سارے احکام نازل کر دیئے جاتے تو آزاد قسم کے لوگ کہتے کہ ہم سے عمل نہیں ہو سکتا۔مکی سورتوں میں ذہن سازی کی کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان لاؤ جیسے وہ چاہتا ہے۔ رسالت پر ایمان لاؤ، قیامت پر ایمان لاؤ، آخرت پر ایمان لاؤ، قرآن پر ایمان لاؤ۔ جب ذہن پختہ ہو گیا پھر کوئی حکم ان کے لیے ماننا مشکل نہ رہا۔

تلقین صبر :

تو فرمایا بے شک ہم نے قرآن نازل کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر تھوڑا تھوڑا کر کے

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ پس آپ صبر کریں اپنے رب کے حکم پر وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا اور نہ اطاعت کریں ان میں سے کسی گنہگار یا ناشکرے کی۔

مکہ مکرمہ میں قریش خاندان کے دو آدمی تھے۔ ایک کا نام ولید بن مغیرہ تھا۔ مشہور صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فاتح شام کے والد۔ مکہ مکرمہ میں اس سے زیادہ مال دار آدمی کوئی نہیں تھا۔ اور دوسرا عتبہ بن ربیعہ تھا۔ یہ بدر میں قتل ہوا تھا۔ یہ مالی لحاظ سے اتنا طاقتور نہیں تھا لیکن اس کی لڑکیاں بڑی خوب صورت تھیں۔ ان دونوں نے مشورہ کیا کہ ہم جا کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کش کرتے ہیں اور اس کو جا کر سمجھاتے ہیں کہ آپ کی وجہ سے اس علاقے میں بہت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ باپ بیٹے کا مخالف ہے، بھائی بھائی کا مخالف ہے، خاوند بیوی کے درمیان جھگڑا ہے۔ اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے پیش کش کرتے ہیں۔ چنانچہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور گفتگو کی۔ ولید بن مغیرہ نے کہا کہ آپ نے جو تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے اس کو چھوڑ دیں میں آپ کو اتنا مال دوں گا کہ آپ کی کئی نسلوں سے ختم نہیں ہوگا۔ عتبہ بن ربیعہ نے کہا کہ آپ کے علم میں ہے کہ میری جوان سال خوب صورت لڑکیاں ہیں۔ آپ جس لڑکی کی طرف اشارہ کریں گے میں بغیر حق مہر کے آپ کے نکاح میں دے دوں گا مگر لا الٰہ الا اللہ کی رٹ چھوڑ دو۔ ظاہری طور پر تو اس کی بڑی قربانی تھی کہ قریش خاندان کا مانا ہوا آدمی خود بہ خود لڑکی کا رشتہ پیش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمھاری پیش کش کی قدر کرتا ہوں تمھاری بڑی قربانی ہے مگر میں تبلیغ مال کے لیے تو نہیں کرتا۔ اور میرا وعظ ونصیحت لڑکیاں حاصل کرنے کے لیے تو نہیں ہے۔ میں رب تعالیٰ کا پیغمبر ہوں اس کا حکم ہے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آخری دم تک یہ کام کرتا رہوں گا۔ کوئی طاقت، کوئی لالچ، کوئی طمع مجھے

اس سے روک نہیں سکتا۔

نمازِ پنجگانہ اور ذکر اللہ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور نہ اطاعت کریں ان میں سے کسی گناہ گار کی اور نہ ناشکری کرنے والے کی۔ ان کو بھی سنا دیا، سمجھا دیا یہ ہمارا پیغمبر تمھاری اطاعت بالکل نہیں کرے گا لڑکیاں اپنے پاس رکھو اور اپنا مال سنبھال کر رکھو۔ فرمایا وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ اور آپ ذکر کریں اپنے رب کے نام کا بُكْرَةً پہلے پہر وَّأَصِيلًا اور پچھلے پہر وَمِنَ الَّيْلِ اور رات کو۔ بعض مفسرین کرام رحمہم اللہ فرماتے ہیں بُكْرَةً پہلے پہر کو کہتے ہیں۔ اس میں فجر کی نماز آگئی۔ اور وَّأَصِيلًا پچھلے پہر کو کہتے ہیں۔ اس میں ظہر اور عصر کی نمازیں آگئیں۔ اور مِنَ الَّيْلِ رات کے وقت میں مغرب اور عشاء آگئیں۔ فَاسْجُدْ لَهُ پس آپ سجدہ کریں رب تعالیٰ کے سامنے ان اوقات میں وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا اور تسبیح بیان کریں رب کی لمبی رات میں۔ سورۃ ق آیت نمبر ۳۹ میں ہے وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ "اور تسبیح بیان کر اپنے رب کی حمد کی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے۔" فجر کے وقت کی تسبیح کا بڑا اثر ہے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کی تسبیح کا بڑا اثر ہے۔ اور حدیث پاک میں آتا ہے افضل الکلام سبحان اللہ و بحمدہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل کلام ہے سبحان اللہ وبحمدہ۔" یہ مسلم شریف کی روایت ہے۔ اور بخاری شریف میں روایت ہے کہ چار کلمے اللہ تعالیٰ کو بڑے پیارے ہیں سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر۔ اور بخاری شریف کی آخری روایت ہے كَلِمَتَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثقیلتان فِي الميزان "دو کلمے اللہ تعالیٰ کو

بڑے محبوب ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں ترازو میں بڑے وزنی ہیں۔" قیامت والے دن ان کو نیکیوں میں تولا جائے گا تو ان کا وزن پہاڑوں سے بھی زیادہ ہوگا۔ وہ دو کلمے یہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

اور لا الٰہ الا اللہ کے وزن کا اندازہ اس سے لگائیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی اے پروردگار! مجھے کوئی ایسا ذکر بتلائیں کہ میں اس سے آپ کو یاد کیا کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰمُوْسٰی قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه "اے موسیٰ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔" موسیٰ علیہ السلام نے کہا پروردگار! یہ کلمہ تو ساری دنیا پڑھتی ہے میں ایسا ذکر چاہتا ہوں جو میری ذات کے ساتھ خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اگر سات آسمان اور سات آسمانوں کی مخلوق، ساتھ سورج چاند بھی اور سات زمینیں اور سات زمینوں کی مخلوق، پہاڑ، دریا وغیرہ سارے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور لا الٰہ الا اللہ ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھا جائے لَمَالَتْ "تو لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔" یعنی اس کا وزن زیادہ ہوگا۔ اسی لیے حدیث پاک میں آتا ہے افضل الذّکر لا الٰہ الا اللہ "تمام اذکار میں بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے۔" اور حدیث پاک میں آتا ہے مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهٖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ "مرتے وقت جس کو یہ کلمات نصیب ہو گئے وہ جنت میں داخل ہوگا۔"

فرمایا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ بے شک یہ لوگ یُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ پسند کرتے ہیں جلدی ختم ہونے والی کو یعنی دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں۔ دنیا کو دنیا بھی اسی لیے کہتے ہیں کہ دنیا کا معنیٰ ہے قریب، قریب ختم ہونے والے۔ اور عاجلہ بھی کہتے ہیں، جلد ختم ہونے والی۔ وَیَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ اور چھوڑتے ہیں اپنے آگے یَوْمًا ثَقِیْلًا ایسے دن کو

جو بھاری ہے۔ وہ قیامت کا دن ہے۔ سورۃ الحج آیت نمبر ۱-۲ میں ہے اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ "بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ جس دن تم دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی عَمَّآ اَرْضَعَتْ جس کو وہ دودھ پلاتی ہے وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا اور گرا دے گی ہر حمل والی اپنا حمل وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى اور تو دیکھے گا لوگوں کو نشے کی حالت میں وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى حالانکہ وہ نشے کی حالت میں نہیں ہوں گے وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا سخت ہے۔" وہ دن اتنا سخت ہے۔ اور قیامت کا انکار کرنے والے کہتے ہیں قیامت نہیں آئے گی۔

منکرین قیامت کو جواب :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ اور مضبوط کیے ہم نے ان کے جوڑ۔ انگلیوں کے جوڑ دیکھو، کہنیوں کا بند دیکھو، کندھوں اور گھٹنوں کے جوڑ دیکھو کتنے مضبوط ہیں۔ جس رب نے تمھارے یہ بند جوڑ مضبوط بنائے ہیں وہی تمھیں دوبارہ زندہ کرے گا۔ یا تم اپنی خلقت سے انکار کرو کہ ہم پیدا نہیں ہوئے اور کہو کہ ہمارے بدن میں جوڑ نہیں ہیں۔ اگر انسان کے بدن میں جوڑ بند نہ ہوں تو انسان اُٹھ بیٹھ لیٹ نہ سکے، تختے کا تختہ بنا رہے۔

فرمایا وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ اور جب ہم چاہیں گے بدل دیں گے ان جیسوں کو تَبْدِيْلًا بدل دینا۔ ہم ان کو پیدا کر سکتے ہیں، جوڑ بند مضبوط کر سکتے ہیں تو قیامت والے دن ان کو بدل کر نہیں لا سکتے۔ دوبارہ پیدا نہیں کر سکتے؟ ہمارے لیے کون سی چیز مشکل ہے۔ فرمایا اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ بے شک یہ سورۃ، یہ آیات نصیحت ہیں۔

یہ تمھیں دعوتِ فکر دیتی ہیں۔غور کرو آخرت کو نہ بھولو، قبر کو نہ بھولو، موت کو نہ بھولو۔قیامت کا دن بہت بھاری ہے دنیا کے ساتھ اس طرح نہ چمٹے رہو کہ دنیا ہی دنیا ہے۔جائز طریقے سے دنیا کماؤ مگر حدود میں رہ کر۔رب تعالیٰ کو نہ بھولو، نماز کی پابندی کرو، روزے رکھو، حق باطل کی پہچان کرو، حلال حرام کا فرق کرو۔بے شک یہ سورۃ، یہ آیات نصیحت ہیں فَمَنۡ شَآءَ پس جو شخص چاہے اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیۡلًا بنالے اپنے رب کی طرف راستہ اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ "بے شک ہم نے اس کو راستے کی راہنمائی کردی ہے قرآن پاک کے ذریعے۔" اب جس کا جی چاہے راہِ حق پر چلے۔چلنا اس کا کام ہے۔ وَمَا تَشَآءُوۡنَ اور تم نہیں چاہ سکتے اِلَّاۤ اَنۡ یَّشَآءَ اللّٰهُ مگر یہ کہ رب چاہے۔بندہ اپنے فعل میں کلیۃً مختار نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ نے بندے کو ارادہ کا اختیار دیا ہے فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّمَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ "پس جو چاہے ایمان لائے اپنی مرضی سے اور جو چاہے کفر اختیار کرے اپنی مرضی سے۔" قوت، طاقت رب تعالیٰ کے پاس ہے۔جس وقت بندہ ایمان کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دے دیتے ہیں۔اگر کفر کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو کفر کی طرف چلا دیں گے نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصۡلِهٖ جَهَنَّمَ [النساء:۱۱۵] "پھیر دیں گے ہم اس کو اس طرف جس طرف کا وہ رخ کرے گا۔" اور سورۃ العنکبوت آیت نمبر ۶۹ پارہ ۲۱ میں ہے وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا "اور وہ لوگ جو کوشش کرتے ہیں ہماری طرف آنے کی ہم ضرور راہنمائی کریں گے ان کی اپنے راستوں کی طرف۔" تو انسان جو ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو اس کی توفیق دے دیتے ہیں۔

تو فرمایا تم نہیں چاہ سکتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہے اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا بے شک ہے اللہ تعالیٰ ہے جاننے والا حکمت والا یُّدۡخِلُ مَنۡ یَّشَآءُ داخل کرتا ہے جس

کو چاہتا ہے فِیۡ رَحۡمَتِہٖ اپنی رحمت میں یعنی اس کو راہِ حق کی ہدایت دے دیتا ہے یَھۡدِیۡۤ اِلَیۡہِ مَنۡ یُّنِیۡبُ ﴿۱۳﴾ [سورۃ شوریٰ، پارہ ۲۵] "ہدایت دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع کرتا ہے۔" اور جو اپنے کفر پر، شرک پر اڑا رہے رب تعالیٰ اس سے مستغنی ہے۔ ضرورت مخلوق کو ہے رب تعالیٰ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ وہ بے پرواہ ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے اگر ساری کائنات نیک ہو جائے ایک بھی بد نہ ہو۔ رب تعالیٰ کی شان میں رتی برابر اضافہ نہیں ہوتا۔ اور خدانخواستہ ساری کائنات کافر ہو جائے تو رب تعالیٰ کی خدائی میں ایک رتی برابر بھی کمی نہ ہوگی۔ یہ تمھارے اعمال تمھارے لیے ہیں جو کرو گے تمھارے سامنے آئے گا فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ ﴿۷﴾ وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ﴿۸﴾ "جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا دیکھ لے گا۔"

وَ الظّٰلِمِیۡنَ اور جو ظالم ہیں اَعَدَّ لَھُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا تیار کیا ہے ان کے لیے عذاب دردناک۔ آخرت کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر گنا تیز ہے۔ جب کہ دنیا کی آگ کوئی برداشت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قرآن کی برکت سے، اسلام کی برکت سے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے تمام مومنین، مومنات کو، مسلمین مسلمات کو، دوزخ کے عذاب سے بچائے اور جنت میں جگہ دے۔ [آمین]

تفسیر

سورۃ المرسلات

(مکمل)

آیاتھا ۵۰ ۷۷ سُوْرَۃُ الْمُرْسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۳۳ رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۙ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۙ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا ۙ﴿۵﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ۙ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ۙ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۙ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۙ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ؕ﴿۱۱﴾ لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ ؕ﴿۱۲﴾ لِیَوْمِ الْفَصْلِ ۚ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا یَوْمُ الْفَصْلِ ؕ﴿۱۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۶﴾ ؕ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۙ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۙ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۙ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا ۖۗ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۙ﴿۲۵﴾ اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا ۙ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَیْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ؕ﴿۲۷﴾ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۚ﴿۲۹﴾

وَالْمُرْسَلٰتِ قسم ہے ان ہواؤں کی جو چھوڑی جاتی ہیں عُرْفًا لگاتار فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ

چلنا وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور اڑا دیتی ہیں اڑا دینا فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پس
تقسیم کرتی ہیں تقسیم کرنا فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا پس ڈال دیتی ہیں ذکر کو
عُذْرًا عذر کے لیے اَوْ نُذْرًا یا ڈرانے کے لیے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ
بے شک وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا جا رہا ہے لَوَاقِعٌ البتہ واقع
ہونے والی ہے فَاِذَا النُّجُوْمُ پس جس وقت ستارے طُمِسَتْ
بے نور کر دیئے جائیں گے وَاِذَا السَّمَآءُ اور جس وقت آسمان فُرِجَتْ
پھٹ جائے گا وَاِذَا الْجِبَالُ اور جس وقت پہاڑ نُسِفَتْ اڑا دیئے
جائیں گے وَاِذَا الرُّسُلُ اور جس وقت رسولوں کے لیے اُقِّتَتْ
وقت مقرر کیا جائے گا لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ کس دن کے لیے ان کو مہلت
دی گئی ہے لِیَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کے لیے وَمَآ اَدْرٰكَ مَا
یَوْمُ الْفَصْلِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ
لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نُهْلِكِ
الْاَوَّلِیْنَ کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا پہلوں کو ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ پھر
ہم نے پیچھے لگائے ان کے دوسرے کَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ اسی
طرح ہم کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی
ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نَخْلُقْکُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ کیا ہم
نے تمھیں پیدا نہیں کیا بے قدرے پانی سے فَجَعَلْنٰهُ پس ہم نے اس کو

کیا فِیْ قَرَارٍ ایک جگہ میں مَّكِیْنٍ جو ٹھہرنے کی تھی اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مقرر مدت تک فَقَدَرْنَا پس ہم نے اس کا اندازہ لگایا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ کیا پس ہم خوب اندازہ کرنے والے ہیں وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی اَحْيَآءً زندوں کو وَّاَمْوَاتًا اور مردوں کو وَّجَعَلْنَا فِيْهَا اور بنائے ہم نے اس زمین میں رَوَاسِيَ مضبوط پہاڑ شٰمِخٰتٍ اونچے اونچے وَّاَسْقَيْنٰكُمْ اور پلایا ہم نے تم کو مَّآءً فُرَاتًا پانی خوش گوار وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے اِنْطَلِقُوْٓا چلو تم اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے ہو۔

نام و کوائف :

اس سورت کا نام سورۃ المرسلات ہے۔ پہلی ہی آیتِ کریمہ میں المرسلات کا لفظ موجود ہے جس سے اس کا نام لیا گیا ہے۔ یہ سورۃ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے اور ابتدائی سورتوں میں سے ہے۔ اس سے پہلے بتیس سورتیں [۳۲] نازل ہو چکی تھیں۔ اس کا تینتیسواں [۳۳] نمبر ہے۔ اس کے دو رکوع اور پچاس آیتیں ہیں۔ ان آیات کی کئی تفسیریں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ یہ ہواؤں کی صفات ہیں۔

مرسلٰت، عٰصفٰت، نٰشرٰت، مُلقیٰت کی مختلف تفسیریں :

رب تعالیٰ فرماتے ہیں وَالْمُرْسَلٰتِ ان ہواؤں کی قسم جو چھوڑی جاتی ہیں

عُرْفًا لگاتار۔عرف عربی لغت میں گھوڑے کے ان بالوں کو کہتے ہیں جو گردن پر ایک لائن میں ہوتے ہیں۔ وہ چونکہ لگاتار اور مسلسل ہوتے ہیں اس لیے معنیٰ کرتے ہیں ان ہواؤں کی قسم جو چھوڑی جاتی ہیں لگاتار مسلسل فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ چلنا۔مشاہدے کی بات ہے کہ ہوائیں تیزی کے ساتھ بھی چلتی ہیں وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور اڑا دیتی ہیں اڑا دینا۔گرد و غبار کو اُڑاتی ہیں، کپڑوں کو اُڑا کر لے جاتی ہیں، کاغذوں کو اُڑا دیتی ہیں فَالْفٰرِقٰتِ پس تقسیم کرتی ہیں ہوائیں بادلوں کو فَرْقًا تقسیم کرنا۔رب تعالیٰ کے حکم سے بادل کے ٹکڑے کو اِدھر لے جاتی ہیں، کسی کو اُدھر لے جاتی ہیں فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا پس وہ ہوائیں ڈالتی ہیں ذکر کو۔ یہ جو میں آواز نکال رہا ہوں اس کو تمھارے کانوں تک پہنچنے کے عالم اسباب میں ہوا ہی ذریعہ ہے۔ اگر یہ ہوا نہ ہو تو آواز نہیں پہنچتی۔رب تعالیٰ نے نظام بنایا ہے وہ ذکر کو کانوں تک پہنچاتی ہے۔اس تفسیر کی رو سے یہ سب ہواؤں کی صفات ہیں۔کیوں؟ عُذْرًا عذر کے لیے اَوْ نُذْرًا یا ڈرانے کے لیے۔عذر کا مطلب یہ ہے کہ کل قیامت کو محشر والے دن کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ پروردگار! میں بے خبر رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام پیغمبروں کے ذریعے لوگوں تک پہنچائے۔سورۃ النساء آیت نمبر ۱۶۵ میں ہے لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ”تا کہ نہ ہو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی حجت کہ ہم بے خبری میں مارے گئے۔“ اور سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۵ میں ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ”اور ہم نہیں سزا دیتے یہاں تک کہ ہم بھیج دیں رسول۔“ تا کہ ان پر حجت تام ہو جائے اور کسی قسم کا بہانہ نہ کر سکیں۔

آگے جوابِ قسم ہے اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ بے شک وہ چیز جس کا تمھارے

ساتھ وعدہ کیا جارہا ہے البتہ واقع ہونے والی ہے یعنی قیامت ضرور واقع ہونے والی ہے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مجاہدین کی جماعتیں مراد ہیں۔ قسم ہے ان مجاہدینِ اسلام کی جماعتوں کی جو بھیجی جاتی ہیں لگاتار۔ ایک لشکر گیا، پھر دوسرا گیا، پھر تیسرا گیا محاذ پر دشمن کے مقابلے میں۔ وہ جماعتیں بڑی تیزی کے ساتھ جاتی ہیں وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا اور حق کی بات کو بکھیرتی ہیں۔ چونکہ مجاہدین اسلام جہاں پہنچتے ہیں وہاں تبلیغ بھی ہوتی ہے، دین کی نشرواشاعت بھی ہوتی ہے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا پس وہ جماعتیں تقسیم کرتی ہیں تقسیم کرنا اس طرح کہ جب حملہ کرتے ہیں کافروں کو تتر بتر کردیتی ہیں فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر پیش کرتے ہیں۔ نعرہ تکبیر بھی، حق بھی، اسلام بھی۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مبلغینِ اسلام کی جماعتیں مراد ہیں۔ اس زمانے میں تبلیغ کے لیے مختلف علاقوں میں جماعتیں جاتی تھیں لگاتار۔ کوئی اِس طرف کو، کوئی اُس طرف کو۔ وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں۔ دین کو پھیلاتی جاتی ہیں۔ جہاں پہنچتے دین کی، توحید کی دعوت دیتے، دین کی نشرواشاعت کرتے فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا توحید اور شرک میں فرق کرتے، حق اور باطل کا فرق بیان کرتے، سنت اور بدعت کا فرق سمجھاتے۔ اے لوگو! یہ کام اچھے ہیں اور یہ کام بُرے ہیں۔ کچھ نہیں چھپاتے تھے صاف بتلاتے تھے فَالْمُلْقِیٰتِ ذِكْرًا وہ جماعتیں لوگوں کے سامنے ذکر پیش کرتی ہیں کہ اللہ کے دین کو قبول کرو عُذْرًا عذر کی خاطر کہ اپنی طرف سے اتمامِ حجت ہوجائے اَوْ نُذْرًا یا اللہ تعالیٰ کا بندہ ڈرے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وَالْمُرْسَلٰتِ سے ہوائیں مراد ہیں کہ قسم ہے

ہواؤں کی لگاتار چھوڑی جاتی ہیں فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا پس وہ تیزی کے ساتھ چلتی ہیں تیزی کے ساتھ چلنا۔ اور النّٰشِرٰتِ سے بادل مراد ہیں۔ قسم ہے ان بادلوں کی جو رب تعالیٰ کی رحمت کی بارش کو بکھیرتے ہیں فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا سے مراد قرآن کریم کی آیات مراد ہیں کہ قسم ہے قرآن کریم کی آیات کی جو تقسیم کرتی ہیں حق اور باطل کے درمیان تقسیم کرنا فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا سے مراد فرشتے ہیں۔ جو فرشتے اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچاتے ہیں عذر کی خاطر یا ڈرانے کے لیے بے شک وہ چیز جس کا تمھارے ساتھ وعدہ کیا جاتا ہے قیامت وہ ضرور آئے گی۔ قیامت دور نہیں ہے مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِیٰمَتُہٗ آنکھیں بند ہونے کی دیر ہے قیامت قائم ہوگئی۔ کل کائنات کی قیامت کب قائم ہوگی؟

احوالِ قیامت :

فرمایا فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ پس جس وقت ستارے بے نور کر دیے جائیں گے اس کی روشنی مٹا دی جائے گی۔ آج ستارے ہمیں بڑے روشن نظر آتے ہیں ایک وقت آئے گا ان میں روشنی نہیں رہے گی کالے پتھر کی طرح نظر آئیں گے وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ اور جس وقت آسمان پھٹ جائے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے درمیان سے پھٹ کر کنارے پر چلا یا جائے گا لپیٹ دیا جائے گا جیسے سائبان کو اکٹھا کر دیتے ہیں۔ سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۴ میں ہے یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْکُتُبِ "جس دن ہم لپیٹ دیں گے آسمان کو۔" جیسے بستے میں کتابیں لپٹی ہوئی ہوتی ہیں اس طرح ہم آسمان کو لپیٹ دیں گے وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ اور جس وقت پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے جیسے دھنی ہوئی روئی اُڑتی ہے وَتَکُوْنُ الْجِبَالُ کَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ "اور ہو

جائیں گے پہاڑ رنگین دھنی ہوئی روئی کی طرح۔" [سورۃ القارعہ، پارہ ۳۰]

وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ۔ اُقِّتَتْ اصل میں وُقِّتَتْ تھا۔ واو کو ہمزہ کے ساتھ بدل دیا۔ معنٰی ہوگا اور جس وقت رسولوں کے لیے وقت مقرر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو وقت بتلایا جائے گا۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کہ بارہ بجے نوح علیہ السلام کی قوم آئے، ایک بجے ہود علیہ السلام کی قوم آئے، اڑھائی بجے صالح علیہ السلام کی قوم آئے، تین بجے لوط علیہ السلام کی قوم آئے۔ جس طرح عدالتوں میں وقت دیا جاتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کو اور ان کی اُمتوں کو وقت بتلایا جائے گا کہ فلاں وقت تمھارا فیصلہ ہے۔ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ کس دن کے لیے ان کو مہلت دی گئی ہے لِيَوْمِ الْفَصْلِ فیصلے کے دن کے لیے وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ اور آپ کو کس نے بتلایا کہ فیصلے کا دن کیا ہے۔ نہ پوچھو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ ویل کا لفظی معنٰی ہلاکت، بربادی، خرابی، تباہی ہے اور ویل جہنم کے ایک طبقے کا نام بھی ہے۔ وہ اتنا گہرا ہے کہ جب مجرموں کو اس میں ڈالا جائے گا آگ کے شعلوں میں جلتے جلتے ستر سال کے بعد نیچے فرش تک پہنچیں گے۔

مسلم شریف کی روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اِذْ سَمِعَ وَجْبَةً "اچانک ایک دھماکے کی آواز آئی۔" جیسے کوئی مکان گرا ہے۔ اُٹھنے لگے کہ معلوم کریں کیا ہوا ہے؟ کوئی مکان گرا ہے، کوئی دیوار گری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کوئی نہ اُٹھے اور فرمایا اَتَدْرُوْنَ مَا هٰذَا! "کیا تم جانتے ہو کہ یہ آواز کس چیز کی تھی؟" کہنے لگے حضرت یوں محسوس ہوتا ہے کہ کسی کا

مکان گرا ہے یا کوئی دیوار گری ہے۔فرمایا نہیں! نہ مکان گرا ہے نہ کوئی دیوار گری ہے بلکہ یہ جہنم کے ایک طبقے میں پتھر پھینکا گیا تھا جو ستر سال کے بعد نیچے جالگا ہے یہ اس کی آواز تھی۔

تو ویل جہنم کے ایک طبقے کا بھی نام ہے۔فرمایا ہماری قدرت کو نہیں مانتے، دیکھتے نہیں ہو [illegible] کیا ہم نے ہلاک نہیں کیا پہلوں کو۔نوح علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی، ہود علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی، صالح علیہ السلام کی قوم ہلاک نہیں ہوئی ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِیْنَ پھر ہم نے پیچھے لگائے ان کے دوسرے۔شعیب علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا، لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کیا، فرعونیوں کو ہلاک کیا، تم نے ہماری قدرت نہیں دیکھی كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِیْنَ اسی طرح ہم کرتے ہیں مجرموں کے ساتھ۔قریش مکہ اور دنیا کے دوسرے کافروں، مجرموں کے ساتھ بھی ہم اسی طرح کریں گے۔ہم قادرِ مطلق ہیں جو چاہیں کریں وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں، قیامت کو جھٹلاتے ہیں۔

اے قیامت کے منکرو! تم منہ پھیر کر کہتے ہو مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ "ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔" هَیْهَاتَ هَیْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ "بڑی دور کی بات ہے جس سے تم ڈرائے جاتے ہو۔" کہ دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے حساب کتاب ہوگا تم رب کی قدرت کا انکار کرتے ہو اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ کیا ہم نے تمھیں پیدا نہیں کیا بے قدرے پانی سے۔منی کا قطرہ کہ جب وہ شہوت کے ساتھ نکلتا ہے تو سارا بدن ناپاک ہوجاتا ہے۔کپڑے کے ساتھ لگ جائے تو کپڑا پلید ہوجاتا ہے۔اس حقیر قطرے سے ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا، انکار کرسکتے ہو؟ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ پس کیا ہم نے اُسے

ایسی جگہ میں جو ٹھہرنے کی تھی۔ ماں کے رحم میں ہم نے اس نطفے کو ٹھہرایا۔

احادیث میں آتا ہے کہ چالیس دن تک نطفہ نطفے کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس ملے جلے نطفے کو لوتھڑا بنا دیتا ہے پھر خون کے لوتھڑے کی بوٹی بن جاتی ہے پھر بوٹی کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ہڈیوں میں تبدیل کر دیتا ہے فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا [سورۃ المومنون] "پس ہم ہڈیوں پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔" جب پورا ڈھانچا تیار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے کو بھیج کر اس میں روح پھونک دیتے ہیں۔ تقریباً پانچ ماہ تک بچہ ماں کے پیٹ میں زندہ رہتا ہے۔ کوئی ہوا آنے کی جگہ نہیں سانس لینے کی جگہ نہیں۔ ماں کے پیٹ میں الٹا پلٹا رہتا ہے۔ موٹا تازہ ہوتا ہے۔ ان سارے ادوار سے گزارنے والا کون ہے؟ وہ ذات جو تمھیں حقیر قطرے سے پیدا کر سکتی ہے وہ تمھیں دوبارہ پیدا نہیں کر سکتی؟ پھر کیسے تم منہ بھر کر کہتے ہو کہ ہم دوبارہ نہیں اُٹھائے جائیں گے۔

مسئلہ مدتِ حمل :

تو فرمایا پس کیا ہم نے اس کو ایسی جگہ میں جو ٹھہرنے کی ہے، ٹکنے والی ہے اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک مدتِ مقرر تک۔ بعض بچے سات ماہ کے ہوتے ہیں، بعض آٹھ ماہ کے ہوتے ہیں، اکثر نو ماہ کے ہوتے ہیں اور بعض دس ماہ ماں کے پیٹ میں رہتے ہیں۔ امام ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ مشہور تابعی ہیں۔ وہ ماں کے پیٹ میں دو سال رہے۔ جب پیدا ہوئے تو دانت بھی اُگ چکے تھے۔ پیدا ہوتے ہی ٹھاہ ٹھاہ کر کے ہنسنا شروع کر دیا۔ ماں باپ نے نام ہی ضحاک رکھ دیا، ہنسنے والا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض بچے چار سال تک ماں کے پیٹ میں رہے ہیں۔ ادنیٰ مدت چھ ماہ ہے۔ یعنی شادی کے چھ ماہ بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ حلال ہوگا۔

فرمایا فَقَدَرْنَا پس ہم نے اس کا اندازہ لگایا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ کیا پس ہم خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ ہم سے بہتر اندازہ کون لگا سکتا ہے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو ہماری قدرت کو جھٹلاتے ہیں اے قدرت کے منکرو غور کرو اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ کِفَاتًا کیا نہیں بنایا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی اَحْیَآءً وَّاَمْوَاتًا زندوں کو اور مردوں کو۔ زندوں کو بھی سمیٹتی ہے اور مردوں کو بھی سمیٹتی ہے، اکٹھا کرتی ہے۔ جس ذات نے یہ زمین بنائی ہے وہ تمھیں دوبارہ نہیں پیدا کر سکتی وَّجَعَلْنَا فِیْھَا رَوَاسِیَ - رَوَاسِیَ رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے مضبوط پہاڑ۔ اور بنائے ہم نے زمین میں مضبوط پہاڑ۔ شٰمِخٰتٍ ۔ شٰمِخٰت شَامِخَۃٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے بلند، بلند پہاڑ بنائے۔ بڑے بڑے بلند پہاڑ ہیں۔ ہمالیہ جیسے پہاڑ جس کی بلندی انتیس ہزار فٹ ہے۔ جس ذات نے اتنے اتنے بلند پہاڑ بنائے ہیں وہ تمھارے چھوٹے سے وجود کو نہیں بنا سکتی، کیسے تم قیامت کا انکار کرتے ہو؟

وَّاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا اور پلایا ہم نے تم کو پانی خوش گوار جو حلق سے آسانی سے گزر جاتا ہے۔ ہمارے اُوپر تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ میٹھا پانی وافر مقدار میں میسر ہے۔ بعض علاقے ایسے ہیں کہ وہاں پانی کڑوا ہے۔ آج سے تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے رمک کے علاقے میں مَیں نے اشراق کی نماز کے لیے وضو کیا۔ پانی اتنا کڑوا تھا کہ ڈیرہ اسماعیل خان تک میرا منہ کڑوا رہا۔ وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ چلو تم اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ حق کو جھٹلانے والو، قیامت کو جھٹلانے والے مجرمو! یہ تمھارے سامنے دوزخ ہے اس میں تم نے داخل

ہونا ہے۔ انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ وقت آنے والا ہے۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ
شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ
كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۴﴾
هٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ لَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾
وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ
وَ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَیْدٌ فَكِیْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ
لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ ظِلٰلٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّ فَوَاكِهَ
مِمَّا یَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِیْٓــٴًـۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا
وَ تَمَتَّعُوْا قَلِیْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۷﴾
وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا یَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ
لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَهٗ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

اِنْطَلِقُوْٓا چلو اِلٰى ظِلٍّ ایک سائے کی طرف ذِیْ ثَلٰثِ
شُعَبٍ جس کی تین شاخیں ہیں لَّا ظَلِیْلٍ نہ وہ سایہ کرنے والی ہیں
وَّ لَا یُغْنِیْ اور نہ وہ کفایت کرنے والی ہیں مِنَ اللَّهَبِ آگ کے
شعلوں سے اِنَّهَا بے شک وہ دوزخ تَرْمِیْ پھینکے گی بِشَرَرٍ
چنگاریاں كَالْقَصْرِ محل جیسی كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ گویا کہ وہ
اُونٹ ہیں زرد رنگ کے وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اُس دن

جھٹلانے والوں کے لیے هٰذَا يَوْمُ یہ وہ دن ہے لَا يَنْطِقُوْنَ
جس دن وہ بولیں گے نہیں وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ اور نہ ان کو اجازت دی جائے
گی فَيَعْتَذِرُوْنَ کہ پس وہ عذر کرسکیں وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ
خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلے کا
دن ہے جَمَعْنٰكُمْ ہم نے جمع کیا ہے تم کو وَالْاَوَّلِيْنَ اور پہلوں کو
فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ پس اگر ہے تمھارے پاس کوئی تدبیر فَكِيْدُوْنِ تو
مجھ پر چلا لو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں
کے لیے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک پرہیزگار فِيْ ظِلٰلٍ سایوں میں
ہوں گے وَّعُيُوْنٍ اور چشموں میں ہوں گے وَّفَوَاكِهَ اور پھلوں
میں ہوں گے مِمَّا يَشْتَهُوْنَ جو وہ چاہیں گے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور
پیو هَنِيْٓـًٔا خوش گوار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے کہ تم اچھے کام
کرتے تھے اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ
دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس
دن جھٹلانے والوں کے لیے كُلُوْا کھاؤ وَتَمَتَّعُوْا اور فائدہ اُٹھاؤ
قَلِيْلًا تھوڑے دنوں میں اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ بے شک تم مجرم ہو
وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے وَاِذَا
قِيْلَ لَهُمُ اور جب ان سے کہا جاتا ہے ارْكَعُوْا رکوع کرو

لَا يَرْكَعُوْنَ وہ رکوع نہیں کرتے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ پس کس بات پر اس کے بعد يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان لائیں گے۔

ماقبل سے ربط :

پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا رد فرمایا جو قیامت کے منکر تھے اور کہتے تھے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ﴿ق: ۳، پارہ: ۲۶﴾ "کیا جب ہم مر جائیں گے اور ہو جائیں گے مٹی یہ لوٹ کر آنا بہت بعید ہے۔" اللہ تعالیٰ نے اس استبعاد کو دور کیا کہ تم اس کو دور نہ سمجھو اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ "کیا ہم نے تمھیں بے قدرے حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔" جو ذات اس حقیر قطرے سے پیدا کر سکتی ہے وہ دوبارہ نہیں پیدا کر سکتی؟ پھر اپنے قادرِ مطلق ہونے پر دلیلیں دیں کہ جس نے زمین زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی بنائی ہے اور اس میں مضبوط پہاڑ بنائے بلند اور تمھیں خوش گوار پانی پلایا اس کے لیے تمھیں دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

فرمایا قیامت یقیناً آئے گی اور قیامت والے دن رب تعالیٰ فرمائیں گے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ "چلو تم اس چیز کی طرف جس کو تم جھٹلاتے تھے۔" اور کہتے تھے کہ دوزخ کوئی چیز نہیں ہے۔ اب سامنے دیکھو ہے کہ نہیں؟ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑے ہوں گے۔ وہاں سے جنت بھی نظر آئے گی اور دوزخ بھی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے مجرموں کو اِنْطَلِقُوْٓا چلو تم اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ تین شاخوں والے سائے کی طرف۔ شُعَبٌ شُعْبَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے شاخ۔ اس سائے کی تین شاخیں ہوں گی۔ ایک اِدھر کو جائے گی، ایک اُدھر کو جائے گی، ایک

تیسری طرف جائے گی۔ پھر وہ سایہ ایسا ہوگا لَا ظَلِيْلٍ نہ وہ سایہ کرنے والا ہے یعنی وہ سایہ کام نہیں آئے گا۔ وہ راحت بخش سایہ نہیں ہوگا وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ اور نہ وہ کفایت کرے گا آگ کے شعلوں سے۔ دنیا میں جو سائے ہیں وہ کم از کم گرمی اور تپش سے حفاظت کرتے ہیں۔ چاہے درخت کا ہو، سائبان کا ہو، چھت کا ہو لیکن اس سائے کا کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور اس کی تین شاخیں کیوں ہوں گی؟ اس کی مفسرین کرام رحمہم اللہ نے مختلف تفسیریں کی ہیں۔

اسلام کے بنیادی عقائد :

ایک یہ کہ اسلام میں بنیادی عقیدے تین ہیں۔ باقی تمام ان کی طرف لوٹتے ہیں۔ مسئلہ توحید، مسئلہ رسالت اور مسئلہ قیامت۔ ان تینوں عقائد کے کافر منکر تھے۔ اسی طرح اس دھوئیں کی شاخیں بھی تین ہوں گی۔

دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ ایمان نام ہے تصدیق بالقلب والاقرار بِاللِّسان وَالْعَمَلُ بِالْاَرْكَانِ "دل سے تصدیق کرنا، زبان سے اقرار کرنا، ارکان (اسلام) پر عمل کرنا" عملی طور پر اس کا ثبوت دینا۔ کافروں نے نہ دل سے تصدیق کی نہ زبان سے اقرار کیا اور نہ عمل کیا۔ تینوں چیزوں کی مخالفت کی۔ اس لیے سائے کی تین شاخیں ہوں گی۔

امام بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کے اعمال تین قوتوں پر مشتمل ہیں۔ قوتِ وہمیہ، قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہوانیہ۔ انسان کے تمام اعمال انھی تین قوتوں میں سے کسی نہ کسی سے نکلتے ہیں۔ دھوئیں کی تین شاخوں سے یہی تین قوتیں مراد ہیں۔ ہر قوت سے نکلے ہوئے فعل کا بدلہ اس کے مطابق دیا جائے گا۔

اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ ۔ شَرَر شَرَارَةٌ کی جمع ہے اور شَرَرَةٌ کی جمع بھی لکھی ہے۔اس کا معنٰی ہے چنگاری۔وہ دوزخ پھینکے گی چنگاریاں۔لکڑیوں کو آگ لگی ہوئی ہو تو اس سے چنگاری اُڑتی ہے۔وہ جو چنگاریاں اُڑیں گی كَالْقَصْرِ محل جیسی ہوں گی، کوٹھیوں کی طرح بڑی بڑی ہوں گی۔وہ پھٹ کر نیچے گریں گی تو وہ اُونٹ کی طرح ہوں گی كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ گویا کہ وہ اُونٹ ہیں زرد رنگ کے۔وہ چنگاریاں جو محلوں کی طرح ہوں گی جب وہ اُوپر جا کر پھٹیں گی اور ان کے حصے ہوں گے تو وہ ایک ایک اُونٹ کی طرح ہوں گی وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اُس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔جنھوں نے توحید کو جھٹلایا، رسالت اور قیامت کو جھٹلایا ان کے لیے بربادی ہوگی هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ یہ وہ دن ہے جس دن وہ بولیں گے نہیں۔وہاں کوئی بات نہیں کر سکے گا۔جب اللہ تعالیٰ کی عدالت کی طرف روانہ ہوں گے فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا "پس تو نہیں سنے گا مگر کھس کھس کی آواز۔" [طٰہٰ:۱۰۸] یعنی پاؤں کی آہٹ کی آواز آئے گی۔اور سورۃ مریم آیت نمبر ۹۸ میں ہے اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ۔ رکزا کا معنٰی ہے کان کے ساتھ منہ لگا کر بات کرنا۔" یا سنے گا تو ان کے لیے ہلکی سی آواز۔"

محشر والے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام سے بلایا جائے گا :

پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی عدالت میں بلوائے گا اور حکم دے گا بتلاؤ تم کیا کیا کر کے آئے ہو۔پھر ہر ایک کے سامنے ان کا اعمال نامہ رکھا جائے گا يُدْعَى النَّاسُ بِاٰبَائِهِمْ "محشر والے دن لوگوں کو ان کے والد کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا۔"

یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ ماؤں کے ناموں کے ساتھ بلایا جائے گا یہ غلط ہے، ضعیف حدیث ہے۔[عیسائی وغیرہ میں اکثریت چونکہ حرامیوں کی ہے۔یورپ میں

بچیاں شادی سے پہلے کئی بچے جن چکی ہوتی ہیں اس لیے انھوں نے اس بات کو شہرت دی ہے۔ مرتب] امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب قائم کیا ہے یُدْعَی النَّاسُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِاٰبَآئِهِمْ "بلائے جائیں گے لوگ قیامت والے دن اپنے باپوں کے نام کے ساتھ۔" حلالی ہے یا حرامی ہے جس کا نطفہ ہے اس کے نام کے ساتھ بلایا جائے گا۔

جب بندہ پیش ہو جائے گا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اِقْرَاْ کِتٰبَكَ "اپنا اعمال نامہ خود پڑھ۔" دنیا میں کوئی پڑھا ہوا ہے یا اَن پڑھ ہے وہاں اللہ تعالیٰ سب کو پڑھنے کی توفیق دے گا۔ دنیا میں جو نابینا ہیں وہاں اللہ تعالیٰ ان کو بینا کر دے گا۔ اور جو بولے، بہرے ہیں وہ کانوں سے سنیں گے۔ دنیا کی سب بیماریاں رب ختم کر دے گا۔ کسی قسم کا عذر نہیں ہوگا۔ اعمال نامے میں ہر شے درج ہوگی۔ اگر کسی وقت کوئی ہنسا ہے تو لکھا ہوا ہوگا کہ فلاں وقت ہنسا تھا اور رویا ہے تو وہ بھی لکھا ہوا ہوگا۔ کھایا ہے، پیا ہے، لیٹا ہے لکھا ہوا ہوگا۔ یہ نیکی کی ہے یہ بدی کی ہے سب کچھ اعمال نامے میں درج ہوگا۔ بندہ حیران ہو کر کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّلَا كَبِیْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا [الکہف: ۴۹] "کیا ہے اس کتاب کو نہیں چھوڑتی کسی چھوٹی چیز کو نہ بڑی چیز کو مگر اس نے اس کو گن رکھا ہے۔" جب اللہ تعالیٰ بلائیں گے تو سب خاموش ہو کر کھڑے ہوں گے یہاں تک کہ فرشتے بھی لَا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ "نہیں بات کر سکیں گے مگر وہ جس کو اللہ تعالیٰ اجازت دے گا۔" جس کو اللہ تعالیٰ بولنے کی اجازت دے گا وہی بولے گا۔ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ وہ عذر کر سکیں۔ معذرت کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ سورہ قیامہ میں تم پڑھ چکے ہو وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾ "اگرچہ وہ کتنے ہی حیلے بہانے کرے۔" از خود تو عذر پیش کرے گا کبھی کہے گا ہمارے پاس کوئی پیغمبر

نہیں آیا، کبھی کہے گا ہمیں ہمارے لیڈروں اور مولویوں نے گمراہ کیا، کبھی کہیں گے ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی۔ لیکن کوئی عذر سنا نہیں جائے گا۔ اجازت نہیں دی جائے گی کوئی ایسا عذر پیش کرنے کی جو قبول ہو سکے وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ خرابی ہے اُس دن ان لوگوں کے لیے جو جھٹلانے والے ہیں حق کو هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ فیصلے کا دن ہے جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ہم نے جمع کیا ہے تم کو اور پہلوں کو۔ پہلے پچھلے سب اللہ تعالیٰ کی عدالت میں جمع ہوں گے۔ رب تعالیٰ فرمائیں گے فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ پس اگر ہے تمھارے پاس کوئی تدبیر میرے عذاب سے بچنے کی تو فَكِيْدُوْنِ تو مجھ پر تدبیر چلا لو۔ دنیا میں ایسا ہوتا ہے کہ آدمی کے خلاف مقدمات بنتے ہیں وہ عدالت میں پیش ہوتا ہے اور اپنی صفائی پیش کرتا ہے کہ میرے اُوپر ظلم ہو رہا ہے۔ پھر اس سے اُوپر والی عدالت میں جاتا ہے پھر اس سے اُوپر والی عدالت میں جاتا ہے۔ دنیا کی عدالت میں سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کر دکھاتے ہیں۔ مشاہدے کی بات ہے۔

علاماتِ قیامت :

حدیث پاک میں آتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ ضُعْفُ الْحُكْمِ "عدالتوں کے فیصلے کمزور ہوں گے" وَبَيْعُ الْحُكْمِ "اور فیصلے پیسوں کے ساتھ ہوں گے۔" دونوں باتیں پائی جارہی ہیں۔ ہائی کورٹ تو الگ رہا سپریم کورٹ کے فیصلے خود حکومت نہیں مانتی۔ اس سے زیادہ کمزوری کیا ہوگی۔ وَبَيْعُ الْحُكْمِ "اور فیصلے بکیں گے۔" جو زیادہ بولی دے گا اس کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ یہ سب کچھ ہمارے سامنے ہے۔ لیکن رب تعالیٰ کی سچی عدالت میں کوئی داؤ نہیں چلے گا۔

تو فرمایا تمھارے پاس کوئی تدبیر ہے تو مجھ پر چلا لو وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ اب مجرمین اور مکذبین کے مقابلے میں مصدقین اور مکرَمین کا حال بھی سنو!

مصدقین مکرَمین کا ذکر :

فرمایا اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ بے شک پرہیز گار۔ مُتَّقِيۡ کا مجرد ہے تَقۡوٰی۔ تَقۡوٰی کا معنیٰ ہے بچنا۔ سب سے پہلے شرک اور کفر سے بچنا ہے، پھر حرام سے بچنا ہے، گناہوں اور نافرمانیوں سے بچنا ہے، پھر خلاف اولیٰ چیز سے بچنا ہے۔ تو یہ متقی کہاں ہوں گے فِيۡ ظِلٰلٍ جنت کے درختوں کے سائے میں ہوں گے۔ ایک ایک درخت کا سایہ اتنا وسیع ہوگا کہ تیز رفتار گھوڑا سو سال تک اس کو طے نہیں کر سکے گا وَّعُيُوۡنٍ اور چشموں میں ہوں گے۔ سلسبیل کا چشمہ، کافور کا چشمہ، کوثر کا چشمہ، زنجبیل کا چشمہ۔ ان کے پانی کا آج ہم دنیا میں تصور نہیں کر سکتے۔

وَّفَوَاكِهَ ۔فَوَاكِهَ فَاكِهَةٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنیٰ ہے پھل۔ اور پھلوں میں ہوں گے مِمَّا يَشۡتَهُوۡنَ جو وہ چاہیں گے۔ جس قسم کا پھل چاہیں گے اور جب چاہیں گے اور جس جگہ چاہیں گے ملے گا۔ اور یہ بات کئی دفعہ سن چکے ہو کہ جنت کے پھلوں کی خصوصیت یہ ہے کہ لَّا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ [سورۃ الواقعہ، پارہ ۲۷] "نہ ختم ہوں گے اور نہ روکے جائیں گے۔" دانہ توڑیں گے دیکھتے ہی دیکھتے دوسرا لگ جائے گا۔ اور نہ رکاوٹ ہوگی کہ یہ پھل ابھی نہیں توڑنا یا یہاں سے نہیں توڑنا۔ بیٹھے بیٹھے نیت کرے گا کہ میں نے یہ پھل کھانا ہے۔ ٹہنی خود بخود جھک کر سامنے آجائے گی۔

تو فرمایا متقی سایوں میں ہوں گے، چشموں میں ہوں گے، میووں میں ہوں

گے جس قسم کے وہ چاہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوگا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کھاؤ اور پیو هَنِیْٓـًٔا خوش گوار، مزے دار بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس وجہ سے کہ تم اچھے کام کرتے تھے۔ ان نیک کاموں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ نعمتیں دی ہیں اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ یہ انعامات متقیوں کے لیے ہیں۔ مکذبین کا بُرا حال ہوگا۔

فرمایا وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا کھالو اور فائدہ اُٹھاؤ قَلِیْلًا تھوڑا سا۔ دنیا میں کتنا عرصہ کھالو گے؟ دس سال، بیس سال، پچاس سال، سو سال، ہزار سال کھالو گے۔ آخر یہ زندگی ختم ہونے والی ہے۔ دیکھو! ابلیس لعین ہزاروں سال سے زندہ ہے لیکن مرنا اس نے بھی ہے۔ دنیا کی زندگی محدود ہے۔ اگلے جہان کی زندگی نہ ختم ہونے والی ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی ہے۔ سب بوڑھے وہاں جوان ہوں گے۔ سب کی عمر تیس سال کے قریب ہوگی۔ کسی قسم کی وہاں بیماری نہیں ہوگی۔ وہ بچے کہ ماں کے پیٹ میں ان میں جان ڈالی گئی مگر مردہ پیدا ہوئے۔ ان کو بھی وہاں زندگی ملے گی۔ وہ خود چلیں پھریں گے، بھاگیں گے۔ کوئی کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ مجرم محروم نہیں کیا جائے گا۔ مجرمو! کھالو اور تھوڑا سا فائدہ اُٹھالو اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ بے شک تم مجرم ہو وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ نہ توحید کو مانا، نہ رسالت کو تسلیم کیا اور نہ آخرت کو مانا، نہ قرآن کو مانا وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا اور جب ان سے کہا جاتا ہے رکوع کرو یعنی نماز پڑھو تو لَا یَرْكَعُوْنَ رکوع نہیں کرتے یعنی نماز نہیں پڑھتے۔ عقیدے کے درست ہونے کے بعد تمام اعمال میں سب سے اہم نماز ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کسی عمل کے

چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔ جو نماز پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے یہ مسلمان ہے۔ اور نہیں پڑھتا تھا ہم سمجھتے تھے کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔

بے نمازی کی سزا :

جو آدمی نماز نہ پڑھے اس کی کیا سزا ہے؟ فقہائے کرام رحمہم اللہ کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی مرد یا عورت ایک نماز چھوڑ دے تو اس کی کیا سزا ہے؟ چار مشہور امام ہیں جن کی فقہ کو لوگوں نے قبول کیا ہے۔ ان میں سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی سزا قتل ہے۔ کیوں کہ وہ کافر ہو گیا ہے۔ ایک دن، ایک ہفتہ، ایک مہینہ یا ایک سال کی نمازیں نہیں، صرف ایک نماز جس نے جان بوجھ کر چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں اگر وہ نماز کا انکار نہیں کرتا تو کافر تو نہیں ہوا مگر وہ مجرم ہے تعزیراً اس کی سزا قتل ہے کہ اس نے نماز کیوں چھوڑی ہے۔ چار اماموں میں سے تین امام یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ جس نے ایک نماز بغیر عذر کے چھوڑ دی اس کی سزا قتل ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو قید کر دو۔ جب تک سچے دل سے توبہ نہ کرے اور آئندہ کے لیے تسلی نہ دے ضمانت نہ دے اس وقت تک قید رکھو۔ جب تسلی دے، ضمانت دے کہ میں آئندہ کوئی نماز نہیں چھوڑوں گا تو پھر اس کو رہا کر دو۔ ورنہ جیل خانے ہی میں مرے۔

یہ حکمران طبقہ اسلام کیوں نہیں نافذ ہونے دیتا۔ اس لیے کہ سب بے نمازوں کا ٹولا ہے۔ ایک ایک دن میں دس دس دفعہ سر اتاریں جائیں گے۔ یہ اسلام کس طرح نافذ کر سکتے ہیں۔ اور عام آدمیوں کا حشر یہ ہے کہ دیکھو! سورج طلوع ہونے والا ہے لیکن ابھی تک دنیا سوئی ہوئی ہے اور کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں۔ خاک مسلمان ہیں۔ ایک نماز

کے چھوڑنے والے کے بارے میں تین امام کہتے ہیں اس کی سزا قتل ہے۔ اور چوتھا کہتا ہے عمر قید ہے۔ اس کو زمین پر چلنے پھرنے نہ دو تا کہ اس کی نحوست راستوں پر نہ پڑے، لوگوں پر نہ پڑے۔

تو فرمایا جب ان سے کہا جاتا ہے ہے نماز پڑھو تو نماز نہیں پڑھتے وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لیے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ پس کس بات پر اس قرآن کے بعد وہ ایمان لائیں گے۔ قرآن پاک سے زیادہ صحیح اور قطعی اور محکم چیز اور کوئی ہے کہ جس پر یہ ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب، سچی کتاب اپنی اصلی شکل میں موجود ہے اور دعوت دیتی ہے ایمان کی، رسالت کی، نیکی کی، نماز پڑھنے کی۔ اب اگر یہ اس پر ایمان نہیں لاتے تو پھر کس چیز پر ایمان لائیں گے۔ یہاں جو کچھ پڑھتے ہو اپنے گھر بھی جا کر سنا دیا کرو۔ تمھارا بھی فریضہ ادا ہو جائے گا۔

آج ۲۰ ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ بروز سوموار بہ مطابق ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۵ء انتیسواں پارہ مکمل ہوا۔

والحمد لله علی ذلك ثم الحمد لله نشكر الله تعالیٰ علی نعمائه الكاملة والالئه الشامله

میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھ جیسے نکمے بندے کو اپنی کتاب کی خدمت کی توفیق عطا فرمائی۔ اور اپنے شیخ مکرم امام اہل سنت کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور ان کے درجات کی بلندی کی دعا کرتا ہوں جنھوں نے اس بندہ ناچیز پر اعتماد کیا۔ اور اس سلسلے میں جو فروگزاشت ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے معاف فرمائے اور میرے حق میں اور ناشرین و (کمپوزر) کے حق میں صدقہ جاریہ فرمائے اور اپنے قرب کا ذریعہ۔

بنائے ۔ اور ارضی ، سماوی ، دنیاوی اور اُخروی تمام آفات و بلیات سے محفوظ فرمائے اور مزید خدماتِ دینیہ کی توفیق عطا فرمائے ۔ اٰمین یارب العالمین !

محمد نواز بلوچ

مہتمم مدرسہ ریحان المدارس جناح روڈ، گوجرانوالا ۔

خطباء، علماء، واعظین اور مبلغین کے لیے

تفسیر ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن 21 جلدوں میں مکمل کرنے
کے بعد مرتب موصوف مولانا محمد نواز بلوچ مدظلہ کی ایک اور علمی کاوش

خطباتِ امامِ اہلِ سنت
کی چودہ خطبات پر مشتمل پہلی جلد مکمل تیار ہو چکی ہے۔ جلد آرہی ہے۔
عوام وخواص کے لیے یکساں مفید